خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
www.aanchal.com.pk
aanchalpk.com
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
www.paksociety.com

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

پبلشر: مشتاق احمد قریشی، پرنٹر: طاہر قریشی، مطبوعہ: نئے افق پرنٹرز کھنڈو گوٹھ بلاک B نارتھ ناظم آباد، کراچی

دفتر کا پتہ: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: علیزہ ..... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر ..... عکاسی: جنید خان

نئی کونپلیں

مکمل ناول

ناولٹ

افسانہ

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 نئے افق پبلی کیشنز کے زیر اہتمام ای میل info@aanchal.com.pk

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"عرفہ کے دن شیطان جتنا ذلیل وخوار، حقیر اور غضب ناک ہوتا ہے، اس سے زیادہ ذلیل وخوار حقیر اور غضب ناک وہ کسی دن نہیں ہوتا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اس دن دیکھتا ہے کہ اللہ کی رحمت نازل ہورہی ہے اور بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف کیے جارہے ہیں۔" (مالک، ترغیب)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
فروری ۲۰۱۴ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔
ان تمام بہنوں کا شکریہ جنھوں نے نئے سال کی مبارک باد دی اور اپنی محبتوں اور اخلاص کا اظہار کیا بہت سی بہنوں نے نت نئے مشورے اور تجاویز سے بھی نوازا ہے یقیناً آپ کے مشوروں اور آرا کی روشنی میں ہی آپ کا آنچل بجتا سنورتا ہے میری کوشش ہوتی ہے کہ ہر ماہ اپنی بہنوں کے مثبت اور بہترین مشورہ پر عمل کروں کیونکہ یہ آنچل آپ کے تعاون اور مدد سے ہی قدم بقدم آگے بڑھ رہا ہے آپ کی پسند ہی ہماری کامیابی اور آپ کے آنچل کی مقبولیت کا سبب ہے۔
کچھ بہنوں نے فرمائش کی ہے کہ مہنگائی کے اس طوفان میں فی الحال آنچل کی قیمت میں اضافہ نہ کریں آپ بے فکر رہیں قیمت میں اضافہ نہیں کیا جارہا، اگر کبھی اضافہ ہوا تو وہ آپ کے مشورے اور تائید سے ہی ہوگا۔ یہ بات آپ کے علم میں بخوبی ہے کہ ملکی معیشت امریکی ڈالر سے جڑی ہوئی ہے اور ڈالر روز بروز آسمان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ گزشتہ شمارے میں جس مہنگائی کا ذکر کیا گیا تھا وہ تو آپ کی میری روزمرہ کی ضروریات سے متعلق تھا اس کا تعلق آنچل کی قیمت میں اضافے سے قطعی نہیں تھا۔
آنچل کو پسند کرنا اور مشورہ دینا تو آپ کا حق ہے آپ کے مشورے ہی ہمیں روشنی دیتے ہیں ان مشوروں کی روشنی میں ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔ آنچل کی کامیابی تو دراصل آپ کی اپنی کامیابی ہے۔ کچھ بہنوں نے فرمائش کی ہے کہ حکمرانوں کے الیکشن میں کیے گئے وعدے کیا ہوئے؟ ان کا الیکشن سے پہلے کہنا تھا کہ ہم مہنگائی ختم کردیں گے بجلی اور پانی کے بحران کو یکسر ختم کردیں گے۔ وہ تمام بڑے بڑے وعدے کرنے والے اب کیوں خاموش ہیں۔ ان کا کیا علاج ہے بہنوں یہ کوئی نئی بات نہیں ہر نیا آنے والا پچھلے حکمرانوں کو الیکشن کے وقت برا بھلا کہتا ہے اور ہر مسئلے کا ذمہ دار اسے ٹھہراتا ہے لیکن جب وہ خود حکمران بنتا ہے تو پچھلوں سے بھی دو قدم آگے چلتا ہے ہیں سب وعدے کرنے والوں کی آنکھیں حکمرانی کی چمک سے بند ہوجاتی ہیں۔ قرضے پچھلوں نے بھی لیے اور یہ نئے حکمران جو کل تک کشکول توڑنے کی باتیں کرتے نہیں تھکتے تھے اب خود قرضے لے کر ان کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں بلکہ ان سے بھی کئی قدم آگے بڑھ کر نج کاری کے نام پر ملکی اداروں کو فروخت کرنے کی ٹھان لی ہے۔ ہمارے حکمرانوں کے قول وفعل کب درست ہوں گے یہ ملک جو اللہ نے اپنے رحم وکرم سے ہمیں عطا فرمایا ہے ہم اس کی حفاظت کب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے یورینیم ہو، سونا ہو، لوہا ہو، تانبہ ہو یا تیل و گیس دنیا کی کون سی نعمت ہے جو وطن عزیز میں موجود نہیں ہو سوائے اچھے اور نیک حکمرانوں کے۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ عطا فرمائے اور وطن عزیز کے لیے نیک اور صالح لوگوں کو ملک کی حفاظت وترقی کی ذمہ داری سونپے آمین۔
اس ماہ کے ستارے:۔
"یقین ایک سرحد" سدرۃ المنتہیٰ۔ بہن سدرہ کا نام کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں ہے آنچل کی لکھاری بہنوں میں ان کا شمار ہمارے لیے باعث خوشی ہے اور اس بار مکمل ناول کے ساتھ شریک محفل ہیں اور صائمہ قریشی "خواب کے رنگ دھنک سے" کے ساتھ۔
"ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا" سلمیٰ غزل کا بہترین ناولٹ۔
"محبت ہو تو ایسی ہو" عابدہ سبین "فریب محبت" فوزیہ احسان اور "روشنی کے پیامبر" سمیرا غزل صدیقی کے افسانے۔
"غلطی کا ازالہ" راحجہ شاہین کی نئی کوشش۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

ہر منظر میں تُو ہی تُو ہے
سب کی نظر میں تُو ہی تُو ہے
رات کے آنگن تیرا بسیرا
نور سحر میں تُو ہی تُو ہے
تیرا نور سراپا ہر سو
بحر و بر میں تُو ہی تُو ہے
نور سے تیرے روشن تارے
شمس و قمر میں تُو ہی تُو ہے
فکرِ رسا ہے تجھ سے روشن
سوچ نگر میں تُو ہی تُو ہے
ناز ہے حمد و ثنا پر تیری
دل کے نگر میں تُو ہی تُو ہے

نعت

آستانہ مرے حضورؐ کا ہے
دل دِوانہ مرے حضورؐ کا ہے
جس سے ملتی ہے آگہی ہم کو
وہ خزانہ مرے حضورؐ کا ہے
کس زمانے میں ان کا ذکر نہیں
ہر زمانہ مرے حضورؐ کا ہے
جس کی ملتی نہیں مثال کوئی
وہ گھرانہ مرے حضورؐ کا ہے
اور مانگوں حکیم کیا رب سے
دل ٹھکانہ مرے حضورؐ کا ہے

(حکیم خان حکیم)

دو بدو آپ

مدیرہ

عائشہ نور محمد...... کراچی

ڈیئر عائشہ! سلامت رہو اور سدا اپنے قلم سے ہدایت کا نور اپنے اطراف میں پھیلاتی رہو۔ گڑیا ہم مختصر افسانے و ناولٹ جلد شائع کردیتے ہیں طویل کے لیے ذرا انتظار ہی کرنا پڑتا ہے کیونکہ لکھنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے جو انتظار میں ہیں' آپ بس تھوڑا انتظار اور کریں' جلد ہی آپ کا ناول شاملِ اشاعت ہوگا۔

ثمینہ نینا شیخ...... گوجرانوالہ

پیاری گڑیا! محبتوں بھرا خط ملا' ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ گڑیا ہماری جانب سے آپ کی ہمشیرہ کو شادی کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ ہماری دعا ہے کہ ان کی نئی زندگی سکون و خوشی سے بسر ہو' آمین۔

کائنات بشیر...... شاہ باغ لاہور

پیاری کائنات! سلامت رہو۔ آپ کی ای میل موصول ہوئی جواب حاضر ہے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کا لکھنے کا سفر جاری و ساری ہے آپ ضرور لکھیں مگر مختصر جامع اور اصلاحی موضوعات پر اگر آپ کی تحریر معیاری ہوئی تو ہم ضرور آپ کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

نیلم...... تحصیل جتوئی

پیاری نیلم! سدا خوش رہو۔ تعارف کے لیے عرض ہے کہ باری آنے کا انتظار کریں اور نمبر کے لیے عرض ہے کہ ادارہ کسی کا کانٹیکٹ نمبر نہیں دیتا' آپ آنچل کے ذریعے سمیرا شریف کے نام خط لکھ

آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات

پیاری آنسہ! خوش رہو۔ گڑیا آپ اپنی کہانیوں کا نام ناقابلِ اشاعت میں تلاش کریں ابھی آپ کو بہت محنت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔ تمام رائٹرز کو آپ کی پسند ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں' ان سے رابطہ کی ایک ہی سبیل ہے آنچل اس کے علاوہ ہم کسی کا کانٹیکٹ نمبر وغیرہ نہیں دیتے۔

امن علی...... ساہیوال

پیاری امن! خوش رہو۔ دعاؤں بھرا خط ملا گڑیا آپ لکھیں ضرور لکھیں لیکن مختصر اور جامع پھر ہمیں اپنی کوئی تحریر بھجوائیں' معیاری ہوئی تو ہم ضرور آپ کی حوصلہ افزائی کریں گے رد ہونے کے ڈر سے آگے بڑھنا نہیں چھوڑا جاسکتا۔

عشرت محمد رمضان...... حیدر آباد' سندھ

اچھی عشرت! شاد و آباد رہو۔ طویل غیر حاضری کے بعد آپ کا خط ہمارے تمام گلے شکوے دور کرگیا' گڑیا ڈاک کے نظام کی ابتری سے تو آپ بخوبی واقف ہیں۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نور سحر شاہ...... مانسہرہ

پیاری گڑیا! خوش رہو۔ اللہ آپ کی تمام مشکلات دور کرے اور آسانی و راحت کا معاملہ فرمادے' آمین۔ گڑیا عورت نام ہی قربانی کا ہے ازل سے یہی دستور چلا آرہا ہے۔ اچھا لگنے کے لیے آپ سب سے محبت سے پیش آئیں غصہ نہ کریں تو سب بھی آپ سے محبت سے پیش آئیں گے۔ تمام رائٹرز کو آپ کی پسند ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

سعدیہ رمضان...... صادق آباد

پیاری گڑیا! سلامت رہو۔ پہلا خط ملا خوش آمدید' اب آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے تہہ دل سے شکریہ۔

سدرہ شاہین...... خانیوال

ڈیئر سدرہ! شاد رہو۔ عرصہ دراز بعد آپ کا خط ہمیں آپ کی محبتوں کا یقین دلا گیا' گڑیا افسانے کے لیے معذرت آپ کا انداز تحریر بہت کمزور ہے اور کہانی پر آپ کی گرفت بھی کمزور فی الحال آپ کو سخت محنت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔ بس کوشش جاری رکھیں ان شاء اللہ ایک دن ضرور آپ بھی اچھا لکھ پائے گی۔

سونیا...... چکوال

ڈیئر سونیا! خوش رہو۔ یہ بات آپ نے بالکل غلط کہی کہ ہم آپ کو نظر انداز کررہے ہیں ہم آپ کو تو کیا کسی بھی بہن کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتے کیونکہ آپ سب ہی ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ گڑیا ہمیں آپ کا کوئی خط موصول نہیں ہوا تو جواب کیسے دیتے۔ لکھنے کے لیے پہلے مطالعہ وسیع کریں پھر لکھیں اور اگر ایک باب ختم ہوجائے تو باب لکھ کر دوسرا باب لکھنا شروع کریں۔

رفعت نواز...... سرگودھا

پیاری رفعت! آباد رہو۔ پہلا چاہتوں بھرا خط موصول ہوا' خوش آمدید اب باقاعدگی سے شرکت کرتی رہیے گا۔ آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ' آپ کی بہن اور آپ کی طرف سے سمیرا شریف طور کو اتنا اچھا ناول لکھنے پر مبارک باد کہے دیتے ہیں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ام صبا الیاس...... گجرات

ڈیئر صبا! سکھی رہو۔ محبتوں بھرا خط ملا ہمیں یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ غریب بچوں میں علم کی شمع سے اجالے بکھیر رہی ہیں بلاشبہ آپ کا یہ جرأت مندانہ قدم قابل ستائش ہے ہم آپ کے لیے دعا گو ہو اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو استقامت عطا کرے اور اس کی بہت بہترین جزا بھی آمین۔ کہانی کے لیے عرض ہے کہ آپ فی الحال مطالعے پر توجہ دیں۔

حلیمہ سعدیہ...... میرپور' آزاد کشمیر

پیاری حلیمہ! سدا خوش رہو۔ آپ کا طویل خط ملا آپ بلاشبہ اصلاحی موضوعات پر قلم اٹھا سکتی ہیں لیکن آنچل میں لکھنے کے لیے آپ کو اپنے اندازِ تحریر پر مزید محنت کرنی ہوگی آپ کی کہانی پر گرفت کمزور ہے اس کے لیے ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں آپ لکھیں ضرور لکھیں مگر نہایت مختصر اور جامع اس کے علاوہ موضوع کے چناؤ پر بھی توجہ دیں۔

رابعہ ساحر محمد حنیف...... جہانیاں

پیاری گڑیا! سلامت رہو۔ طویل خط ملا آپ کی محبتوں کے ہم دل سے مشکور ہیں گڑیا لکھنے کے لیے محنت کی ضرورت ہوتی ہے آپ ضرور لکھیں لیکن محنت بھی کریں اور بغور مطالعہ بھی جس سے آپ کو لکھنے میں بہت مدد ملے گی۔ گڑیا آپ نظم بھی ایک صفحہ ایک لائن چھوڑ کے دفتر کے پتے پر ارسال کرسکتی ہیں اور کہانی بھیجنے اور لکھنے کا طریقہ کار ہم ہمیشہ درجواب آں کے آخر میں دیتے ہیں آپ اسے بغور پڑھ لیجیے دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صدف شاہین...... جہلم

صدف گڑیا! سدا سلامت رہو۔ پہلا خط موصول ہوا ہم بھی آپ کی محبتوں کا جواب محبت سے دے رہے ہیں' کہانی موصول ہوگئی ہے باری آنے پر پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے۔

شہناز اقبال...... کہروڑ پکا

پیاری شہناز! سکھی رہو۔ شکوہ نامہ ملا جواب حاضر ہے گڑیا ہمیں آپ کی نگارشات موصول نہیں ہوئیں تو شائع کیسے کرتے ڈاک کے نظام کی ابتری سے تو آپ بخوبی واقف ہیں۔ گڑیا کہانی کے لیے عرض ہے کہ آپ اپنی کہانی کا نام ناقابلِ اشاعت میں تلاش کریں۔

اسماء بتول...... سرگودھا

پیاری اسماء! سدا خوش رہو۔ پہلا چاہتوں بھرا خط

ملا خوش آمدید! آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ آپ کی والدہ کی طبیعت کے لیے دعا گو ہیں اللہ شانہ عزوجل انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایۂ عافیت آپ کے سر پار قائم ودائم رکھے' آمین۔ گڑیا آپ کا خط پڑھ کے اندازہ ہوا ہے کہ آپ بہتر لکھ سکتی ہیں' شاعری ہم نے متعلقہ شعبہ میں بھیج دی ہے معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی ورنہ معذرت۔ آپ نے ہمارے لیے جو نظم لکھی ہمیں بے حد پسند آئی جس کے لیے بے حد شکریہ۔

نورین مسکان...... سیالکوٹ

پیاری مسکان! سدا شاد رہو۔ پہلا تعریفوں بھرا خط ہمیں آپ کا مشکور کر گیا۔ اتنی تعریفوں اور آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ۔ گڑیا آپ لکھنا چاہتی ہیں اچھی بات ہے ضرور لکھیں لیکن لکھنے سے پہلے مطالعہ پر توجہ دیں بغور مشاہدہ کریں پھر لکھیں رہی بات شاعری کی تو وہ باقاعدہ استاد مانگتی ہے بنا اصلاح کے بنا سیکھے اسے نہ لکھیں۔ آپ نے ہمارے لیے جو غزل تحریر کی ہمیں بے حد پسند آئی' آپ اپنی نگارشات ہمیں بھجوادیں' معیاری ہوئی تو ضرور شائع کریں گے۔

مبین رانا...... سمندری

ڈیئر مبین! سکھی رہو۔ خاموشی کا قفل توڑ کے آپ نے شرکت کی' ہمیں اچھا لگا' خوش آمدید۔ آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ آپ کی نظم متعلقہ شعبہ کو بھیج دی ہے معیاری ہوئی تو چھپ جائے گی ورنہ معذرت۔

چاہت...... ڈنگہ گجرات

اچھی چاہت! آباد رہو۔ آپ کا محبت نامہ موصول ہوا گڑیا آپ ہمیں آنٹی کہہ کر بلا سکتی ہیں اور جو شیئر کرنا چاہیں کر سکتی ہیں ہم ضرور آپ کی مدد کریں گے' آپ نے ہمارے لیے جو شعر لکھا ہمیں پسند آیا' آپ آئندہ بھی ہمیں خط لکھ سکتی ہیں اس کے لیے اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال' گجرات

ڈیئر فائقہ! سلامت رہو۔ تعریف نامہ موصول ہوا' سعدیہ امل کاشف کو ہم بھی بہت یاد کررہے ہیں اور ایک بار پھر ان سطور کے ذریعے ان کو پکار رہے ہیں اگر وہ پڑھ رہی ہیں تو رابطہ کریں' نادیہ فاطمہ رضوی کو آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچارہے ہیں ان کی تحاریر آپ گاہے بگاہے آنچل میں پڑھتی رہیں گی۔ ہماری جانب سے ہمشیرہ کی شادی کی مبارک باد قبول کرو' ہماری دعا ہے کہ اللہ انہیں ہمیشہ خوش وخرم رکھے' آمین۔

شیب کنول...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

اچھی شیب! سدا خوش رہو۔ پہلا خط موصول ہوا' خوش آمدید' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے باری آنے پر پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے۔

شمع ناز شکیل...... کراچی

پیاری شمع! شاد وآباد رہو۔ اپنے علم کی شمع سے ہر سو اجالا بکھیرتی رہو' گڑیا تعارف کے لیے عرض ہے کہ آپ کو باری کا انتظار کرنا پڑے گا آپ سے پہلے جن بہنوں نے ہمیں تعارف ارسال کیا ہے ان کا پہلے شائع ہوجائے۔ کہانیوں کے لیے عرض ہے کہ آپ کی کہانیوں کا موضوع بے شک اصلاحی ہے لیکن پلاٹ واندازِ تحریر دونوں نہایت کمزور ہیں فی الحال آپ مطالعے پر توجہ دیں۔

پلوشہ گل...... کوٹ ادو

پیاری گل! خوش رہو۔ سدا پھولوں کی طرح مہکتی رہو' ہماری اصلاح پر اور ہماری نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کہ آپ نے کہانی لکھی ہمیں از حد خوشی ہوئی۔ گڑیا ناکامی کے بعد ہی کامیابی کا سفر شروع ہوتا ہے غلطیاں ہی انسان کی اصلاح کرتی ہیں بس آپ محنت کریں۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے باری آنے

پر پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے۔

روشین چوہدری...... نامعلوم

اچھی روشین! سکھی رہو۔ طویل خط ملا گڑیا کہانی کی اشاعت کے لیے سفارش کی نہیں محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ ضرور لکھیں لیکن سلسلہ وار ناول نہ لکھیں اس کے لیے ہمارے پاس گنجائش نہیں آپ ابتدا میں مختصر سے اصلاحی افسانے لکھیں اگر آپ کی تحاریر معیاری ہوئیں تو ہم ضرور حوصلہ افزائی کریں گے۔

شازیہ اسلم طور...... خانیوال

پیاری بھانجی! سدا سلامت رہو۔ دعاؤں بھرا خط ملا' ہماری دعا ہے کہ اللہ شانہ عزوجل زندگی کے ہر قدم پر آپ کو کامیابی سے نوازے' آمین۔ ہمیں آپ کی کوئی بات بُری نہیں لگتی آپ جو چاہے ہمیں کہہ کر بلا سکتی ہیں۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

ارم غزل جنت...... منڈی بہاؤ الدین

پیاری ارم! سکھی رہو۔ پہلا خط ملا خوش آمدید اتنے برسوں کا قفل توڑ کے اب آپ نے شرکت کرلی ہے تو حاضری لگواتی رہیے گا۔ آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ۔ گڑیا آپ قارئین اور رائٹرز کی ہی محبت ہے کہ آنچل دن بہ دن نکھرتا جارہا ہے آپ نے ہمت کرکے کہانی لکھ ہی لی ہے تو بھیج بھی دیجیے' معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کریں گے۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

پیاری ساریہ! خوش رہو۔ طویل خط ملا جواب حاضر ہے گڑیا آپ کی تجاویز ہم نے نوٹ کرلی ہیں۔ رہی بات پیغام کی تو آپ کا پیغام تاخیر سے موصولی کی سبب اشاعت سے محروم رہا۔ گڑیا ہم اصلاحی کہانیاں شائع کرتے ہیں یہی ہماری کوشش ہوتی ہے۔ ہر رائٹرز کا اپنا ایک الگ انداز ہوتا ہے ہم کسی ایک رائٹر کو کسی دوسرے رائٹر کے انداز سے کمپیئر نہیں کرسکتے' امید ہے آپ کی تشفی ہوپائے گی۔

نوٹ:۔

پیاری بہن "جویریہ رحمان" "شاہین سجاد" اور "رابعہ شاہین" سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد اپنا موجودہ پتا ہمیں دفتر کے پتے پر ارسال کردیں۔

ناقابل اشاعت:۔

وہ میں نہیں شاید' چلو یونہی سہی' دل کا غنچہ زرد ہوا' تم بن' کھوکھلی محبت' تجوگ' وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' میری تلاش' آگ' چھوٹی سی خواہش' یقین اور محبت ہوگیا ہے مجھے پیار' خالی کشکول' اعتبار' آہ' تمہیں مہرباں ہونا ہے' زندگی کے رنگ' اور محبت ہوگئی' تم میری زندگی ہو' رب دا شکرانہ' تم زندگی ہو' ضبط عشق' محبتوں کی مسافتیں' دہلیز' بلاعنوان' ایسا بھی ہوتا ہے' سچا دوست' زندگی کے بدلتے رنگ' کہانی نویس' ایسی ہے محبت' بھرم نہ رہا' میری بٹی بچالو' یہ پیار کے رشتے' بارات' موں اور روی' وسعت' میٹھی نکیاں' توکل۔

♥

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مالک یوم الدین

مولف: مشتاق احمد قریشی

وہ دین جسے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا وہ حقیقت میں ہے کیا؟ جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ دین کی اولین بنیاد وہی ہے جو دین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچا اور تمام انبیاء علیہ السلام سے ہوتا ہوا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ اس کی اولین بنیاد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے جو تمام کائنات کا اور انسان کا خالق و مالک اور حقیقی ولی ہے اس لئے ہی وہ انسان کا حاکم بھی ہے اور اس کا ہی یہ حق ہے کہ وہ انسان کو دین اور شریعت یعنی اعتقاد و عمل کا نظام دے اور انسانی اختلافات کا فیصلہ کرکے بتائے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے۔ دوسری کسی بھی ہستی کو انسان کے لئے شارع (Lawgiver) بنے کا کسی بھی طرح کوئی حق ہی نہیں بنتا۔ کیونکہ فطری حاکمیت کی طرح تشریعی حاکمیت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ انسان یا کوئی بھی غیر اللہ اس حاکمیت کا حامل نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اس حاکمیت کو نہیں مانتا تو اُس کا اللہ تعالیٰ کی محض فطری حاکمیت کو ماننا لاحاصل ہے۔ اسی بنیاد پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابتدا سے ہی انسان کے لئے ایک دین مقرر فرمادیا۔

دین کبھی بھی محض مان کر بیٹھ جانے کے لئے نہیں بھیجا گیا' بلکہ اس غرض کے لئے بھیجا گیا کہ زمین پر وہ نافذ ہو رائج ہو اللہ تعالیٰ کے ملک میں اللہ کے دین کے سوا کسی اور کے ساختہ و پرداختہ دین کا سکہ نہ چلے۔ تمام انبیاء علیہ السلام کو اللہ کے دین کی صرف تبلیغ کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ اس زمین پر اس دین کو قائم کرنے رائج کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

تمام نوع انسانی کے لئے اللہ کا پسندیدہ اور نافذ کردہ دین اسلام ہی تھا مگر ہوا یہ کہ انبیاء علیہ السلام کے بعد ہمیشہ خود غرض لوگوں نے اس میں اپنی من مانی کرتے ہوئے اپنی خواہشات نفس اور خودنمائی اور مفادات کے لئے اس میں ردوبدل کرکے نئے نئے مذاہب کو جنم دیا۔ آج دنیا میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب اسی ایک دین کو بگاڑ کر پیدا کئے گئے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے آخر میں اپنے محبوب ترین نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ دنیا میں پھیلے ہوئے متفرق اور مصنوعی مذاہب جو انسانی ساختہ تھے ان دینوں کی جگہ اصل دین کو لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اسی کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ لوگوں کو یہ احساس تک نہیں تھا کہ انہوں نے اللہ کے دین کو چھوڑ کر غیر اللہ کے بنائے ہوئے دین و آئین کو

اختیار کررکھا تھا انہیں اُس میں کوئی قباحت بھی نظر نہیں آتی تھی۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک شرک بدترین اور شدید ترین جرم ہے' جس کی سخت سزا ان سب کو بھگتنا ہوگی جنہوں نے اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے مقابلے میں اپنا دین جاری کیا اور انہیں بھی جنہوں نے ان کی پیروی اور اطاعت کی۔

''اسلام وہ دینِ مبین ہے جسے خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا۔ اسلام اس دینِ حق کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام نوع انسانی کے لئے نازل کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں خود ربّ کائنات کا ارشاد ہے۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ (العمران۔۱۹)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسانیت کے لئے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح اور درست ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی اور غلامی میں اپنے آپ کو اس آقا کے سپرد کردے' اس کی ہر طرح سے بندگی بجالائے اور خود عبادت کا کوئی طریقہ اختراع و ایجاد نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو ہدایت بھیجی ہے بغیر کسی چوں و چراں بغیر کسی کمی بیشی کے صرف اسی کی پیروی کرے' اسی طرز فکر کا نام ''اسلام'' ہے۔ کائنات کے مالک و خالق نے اپنی مخلوق کے لئے اپنی رعیت کی بھلائی و بہتری کے لئے اسے جہنم کی آگ سے دور اور جنت کی نعمتوں سے قریب تر کرنے کے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا اور نافذ کیا ہے۔ اس لئے اُس کے تمام بندوں کو بھی چاہئے کہ وہ حق بندگی ادا کرنے کے لئے اسلام کے سوا کسی اور دین' کسی اور طرز زندگی و مذہب کو تسلیم نہ کریں اور خود کو ہر قسم کے شرک' بت پرستی اور دہریت سے دور رکھیں کیونکہ اسلام کے سوا کسی بھی طریقہ عبادت کو اللہ ناپسند کرتا ہے اور وہ سب اللہ سے بغاوت و انحراف اور کفر کے زمرے میں آجاتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے' اس کا دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ (العمران۔۸۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مناسب موقع پر اسلام کے خاص مفہوم کو واضح فرماتا ہے کہ اسلام ایک عملی نظامِ زندگی کا نام ہے' کہیں لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اسلام صرف زبانی اقرار یا تصدیق کا نام ہے جو دلوں میں بیٹھ جاتی ہے' اس کے بعد ایمان اور تصدیق کے عملی اثرات کا وجود میں آنا ضروری نہیں ہے جبکہ اسلامی نظامِ زندگی میں اطاعت اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے عملی جدوجہد ضروری ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اسلام صرف شہادتوں کے اقرار تک محدود ہوکر رہ جائے۔ اسلام اس حد تک محدود نہیں ہے کہ انسان دل میں تصدیق کرلے کہ اللہ ایک ہے وہ غیب پر بھی ایمان لائے' قیامت کو' اللہ کی کتب کو اور رسولوں کو بھی برحق مانے۔ اسلام محض عبادات اور شعائر بندگی تک محدود نہیں ہے اسلام کے مفہوم میں ذات باری تعالیٰ

جو واحد لاشریک ہے قیوم ہے جو تمام نظامِ کائنات کو تھامے ہوئے ہے۔ ہمیں اسی کی بندگی اختیار کرنی ہے اس سے ہی تمام ہدایات اخذ کرنے ہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں اور ہم کو ان کی اطاعت و پیروی کرنا ہے۔ اس نظام کو قبول کرنا ہے جسے لے کر وہ آئے ہیں۔ اس شریعت کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا ہے اور تمام فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کرنے ہیں۔ تمام مراسم عبودیت اور شعائر اللہ کے لئے ہی ہوں۔ تصور ذکر وانذ کا رب اللہ کے لئے ہو۔

ترجمہ:۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کیا ہے۔ (المائدہ۔۳)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ میں نے تمہارے لئے یعنی اپنے بندوں کے لئے تمام انسانیت کے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا ہے۔

اسلام جو ایک مکمل دین ہے اس کا اپنا ایک مستقل نظامِ فکر و عمل اور ایک مکمل تہذیب و تمدن ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا حل اور جواب تفصیلاً موجود ہے اور ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لئے کسی حال میں بھی اس سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کرنے کا مطلب ایک اکیلے اللہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرنا اور اپنے قول و فعل عمل سے اپنے سچے اور مخلصانہ اقرار کو ثابت کرنا۔ اپنی عملی زندگی میں ہر قسم کی اطاعت و بندگی صرف اور صرف ایک اکیلے اللہ کی کرنا۔

ترجمہ:۔ پس (یہ حقیقت ہے) جسے اللہ دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ (الانعام۔۱۲۵)

آیتِ کریمہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہتا ہے ہدایت عطا کرنا تو اس کا سینہ قبول حق کے لئے کشادہ فرما دیتا ہے۔ اس میں حق کی آمادگی پیدا ہو جاتی ہے وہ شخص دینِ اسلام کو پوری طرح اپنا لیتا ہے اور اپنی آخرت کے اہتمام وانتظام میں لگ جاتا ہے اور دینِ اسلام کے احکام شریعت پر پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔ اسے اپنی دنیا سے زیادہ آخرت کی دائمی زندگی کی تیاری کی فکر لگ جاتی ہے وہ اپنے دائمی سفر کی تیاری میں لگ جاتا ہے کیونکہ وہی دائمی اور حقیقی زندگی ہوگی اور وہ رسول اللہ کے بتائے، سکھائے ہوئے احکام وقوانینِ الٰہی کے مطابق اپنی زندگی بدل لیتا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا بن جاتا ہے۔

دین کی حقیقت تو یہ ہے کہ دین کسی خاص عمل کا نام نہیں ہے اور نہ ہی اپنا شوق پورا کرنے کا نام دین ہے اور نہ ہی اپنے معمولات ادا کرنے کا نام دین ہے، دین تو حقیقت میں اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جب جیسا کہا جیسا کیا ویسا ہی کرنے کا نام دین ہے جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی اسے اختیار کرنے اور ناپسندیدہ چیزوں کو چھوڑ دینے اور اس اختیار کا نام

دین ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے اختیار سے ان کے حوالے کر دے۔ دین تو نام ہے تسلیم و رضا کا اس کے سوا کچھ نہیں، دین نام ہے ہر اس عمل کا کہ جب جب جس کام کو کرنے کا حکم دیا جائے وہ اسی وقت میں ویسے ہی کیا جائے جیسا کہ کرنے کو کہا گیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف عمل قول فعل کرنے میں کچھ نہیں رکھا نہ ان کی نماز نماز ہوگی نہ روزے روزے رہیں گے غرض کسی بھی عمل میں کچھ نہیں رکھا اگر وہ تسلیم و رضا کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ جس کام سے خوش ہو وہی کام کرنے چاہئے اسی کام میں مزہ ہے اسی کا نام تسلیم و رضا ہے اور یہی دینِ حق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام دین ہے۔ (دین کی حقیقت تقی عثمانی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”بھائی اپنا شوق پورا کرنے کا نام دین نہیں، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام دین ہے۔ دین اس کا نام نہیں کہ فلاں کام کا شوق ہو گیا، لہٰذا اب وہی کام کریں گے۔ مثلاً علمِ دین پڑھنے اور عالم بننے کا شوق ہو گیا۔ اس سے قطع نظر کہ تمہارے لئے عالم بننا جائز بھی ہے کہ نہیں؟ گھر میں بیمار ماں یا باپ پڑا ہے اور گھر میں دوسرا کوئی تیمار داری کرنے والا ان کی دیکھ بھال کرنے والا موجود نہیں، لیکن آپ اپنے شوق میں کہ عالم بننا ہے، بیمار ماں باپ کو چھوڑ کر پڑھنے مدرسہ چلے گئے تو یہ دین کا کام نہیں ہے۔ یہ تو اپنا شوق پورا کرنا ہے۔ دین کا کام تو یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ماں باپ کی خدمت کرو...... ایسے کچھ لوگ ماں باپ کی مرضی و منشا کے خلاف مفتی بننا چاہتے ہیں یا تبلیغ کرنے چلے گئے، چلّہ پر جانے کا شوق ہو گیا لیکن گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے تو یہ آپ کا شوق ہوا دین نہیں۔ دین کا تقاضہ یہ ہے کہ بیمار ماں باپ کی تیمار داری کرو ان کا خیال کرو ان کا علاج معالجہ کرو یہ دنیا نہیں یہ بھی دین ہے۔ (حضرت مولانا تقی عثمانی)

حضرت مفتی محمد حسنؒ فرماتے تھے کہ ایک ملازم اور نوکر ہوتا ہے جو خاص وقت اور خاص ڈیوٹی کا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک ملازم کا کام صرف جھاڑو دینا ہے اور کوئی دوسرا کام اس کے ذمہ نہیں اس کی ڈیوٹی آٹھ گھنٹے ہوئی اس کے بعد اس کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ ایک غلام ہوتا ہے جس کا نہ کوئی وقت ہوتا ہے نہ ڈیوٹی ہوتی ہے۔ وہ تو حکم کا غلام ہوتا ہے جو حکم آقا اسے دے اور کہے وہ وہی کام کرتا ہے۔ اس کے لئے نہ وقت کی قید ہوتی ہے نہ کام کی قید جیسا اور جو آقا کہے غلام ویسا ہی کرتا ہے۔ غلام سے بھی آگے ایک اور درجہ ہے وہ ہے ”بندہ“ غلام اپنے آقا کی پرستش نہیں کرتا جبکہ بندہ اپنے آقا کی عبادت و پرستش بھی کرتا ہے اور اس کے احکامات بھی مانتا ہے اس کا ہر حکم ویسے ہی بجا لاتا ہے جیسا وہ حکم دیتا ہے۔ بندہ کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی سب مرضی آقا کی ہوتی ہے جو وہ کہے وہ وہی کرے۔ دین کی روح اور حقیقت یہی ہے۔

دین تو اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے کہ کسی خاص عمل کا نام دین نہیں ہے اور معمولات پورے کرنے کا یا معمولات کے شوق کا نام نہیں ہے، دین تو نام ہے اتباع کا جیسا

اور جس طرح کہا گیا ہے کرنے کا' اپنے آپ کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرنے کا' اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک پل بالکل اسی طرح بسر کرنا جیسا کہ احکامِ الٰہی اور سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بے چوں چراں بندگی کرنے کا نام دین ہے۔

دینِ اسلام تو نہایت آسان دین ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے حد شفقت و محبت کا معاملہ فرماتا ہے۔ دین میں نہ تو کوئی سختی ہے نہ جور و ظلم ہے' اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کے ساتھ ہر معاملہ میں اپنے رحم و کرم اور فضل کا معاملہ فرمایا ہے۔ اگر دکھ بیماری تکلیف میں نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ کسی طرح بہادر بننے کی اپنی جان پر ظلم کرنے کی' آپ بیٹھ کر پڑھو اور اگر بیٹھنا بھی بس میں نہ ہو یا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لیں۔ اگر ایسی حالت میں انسان اپنے پر ظلم کرتے ہوئے اپنی طاقت اپنے شوق کا اظہار کرتے ہوئے تکلیف اٹھائے گا تو اس کا وہ عمل دین کے خلاف ہوگا جب اللہ تعالیٰ اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رعایت دے رہے ہیں تو اس کی خلاف ورزی کرنا عبادت نہیں بلکہ عبادت سے انحراف ہوگا جبکہ بظاہر عمل عبادت کا نظر آ رہا ہوگا۔ اللہ اپنے بندوں کو ہر ہر طرح سہولت و آرام پہنچانے کا ہر ہر طرح بندوبست فرماتا ہے۔ دینِ اسلام بالکل نہ مشکل ہے نہ اس میں کسی قسم کی زیادتی و سختی ہے۔ دین کا جو عمل انسان ادا کرے اس کے لئے حکم ہے کہ وہ پورے اخلاص اور توجہ سے ادا کیا جائے اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور احکامِ الٰہی کے مطابق ادا کیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ اللہ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فجر کی دو رکعت فرض نماز کا حکم دیں اور آپ اپنے شوق میں چار یا چھ پڑھ ڈالیں یا اپنی کسی تکلیف یا حیلے کے باعث ایک ہی رکعت ادا کریں تو نماز ادا نہیں ہوگی چاہے جتنی زیادہ یا کم کرلیں۔ ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ جس کام کے لئے جتنا حکم دیا گیا ہے اسے ویسے ہی اور اتنا ہی ادا کیا جائے۔ تب ہی ارکان دین ادا ہو سکیں گے۔

دین صرف عبادات کا نام نہیں ہے دین تو تمام معاملاتِ حیات کو یکسو کرنے' اور آقا و مالک کی مکمل اطاعت و غلامی کا نام ہے۔

(جاری ہے)

مدیحہ کنول

ملیحہ احمد

السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل ریڈرز اور رائٹرز کو میرا خلوص' محبت اور چاہت بھرا سلام۔ میرا نام مدیحہ کنول سرور ہے۔ پیار سے کچھ لوگ مدھو کہتے ہیں' ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور میں دوسرے نمبر پر ہوں۔ مجھ سے بڑی ایک بہن ہے پھر میں اور میرے بعد دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ مابدولت 7 مئی کو دنیا میں تشریف لائی' اسٹار Taurus ہے' اسٹارز پر بہت کم یقین کرتی ہوں۔ میرے ابو ریٹائرڈ فوجی ہیں اور بہت اصول پرست ہیں۔ میری صبح کا آغاز 5:30 پر ہو جاتا ہے۔ اٹھ کر سب سے پہلے نماز ادا کرتی ہوں میں آئی سی ایس کر چکی ہوں اور ابھی فارغ ہوں۔ لباس میں مجھے شلوار قمیص اور لمبا دوپٹہ پسند ہے۔ رنگوں میں پنک' بلیک اور بلو بہت پسند ہیں۔ میرے تمام سوٹ انہی کلرز میں ہوتے ہیں' مجھے ہنسنا' بولنا' کھانا' گانا اور گھومنا پھرنا پسند ہے۔ کافی اچھا گالیتی ہوں' کالج میں دوستیں فرمائشیں کرکے سنا کرتی تھیں۔ میری بیسٹ فرینڈز سدرہ اور عمرین ہیں۔ کھانے میں مجھے گوبھی گوشت' بھنڈی گوشت اور چاول پسند ہیں۔ چاول تو چاہے جیسے بھی پکے ہوں ان پر ٹوٹ پڑتی ہوں۔ میری بیسٹ اینکر نور اور بیسٹ سنگر راحت فتح علی خان ہے۔ سارا دن شور مچاتی ہوں اور کچھ شاعری کرتی ہوں' بہت جلد ہر کسی پر اعتبار کرلیتی ہوں اور اکثر اسی وجہ سے دھوکہ کھالیتی ہوں۔ بہت مخلص ہوں اور ساتھ ساتھ تھوڑی سی بدتمیز بھی۔ رائٹرز میں مجھے نازی جی' عمیرہ احمد اور سمیرا شریف طور پسند ہیں۔ نازی جی سے ملنے کا بہت شوق ہے اور ویسے بھی چشتیاں اور ہارون آباد کچھ دور تو نہیں ہیں ہو ہی جائے گی کبھی نازی جی سے ملاقات۔ مجھے لڑنا بالکل بھی نہیں آتا' اپنی شاپنگ خود کرتی ہوں اور اپنی ڈیزائنر بھی خود ہی ہوں۔ دسمبر کا مہینہ بہت پسند ہے اور چھت پر بیٹھ کر کینو کھانا تو بے حد پسند ہے۔ آج کل تو تقریباً ہر وقت ہی میں چھت پر پائی جاتی ہوں (بہت مزا جو آتا ہے دھوپ میں بیٹھنے کا)۔ مجھے لگ رہا ہے کہ آپ بور ہو رہے ہیں چلو یار اب اور کیا بور کرنا آپ کو۔ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا' اب مجھے دیں اجازت' اللہ حافظ۔

نبیلہ انجم

آنچل ریڈرز' اسٹاف اینڈ رائٹرز کو میرا پُرخلوص ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ سلام۔ ڈیئر قارئین کیسے ہیں آپ لوگ؟ یقیناً اللہ کے فضل و کرم سے سب ٹھیک ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ تو ڈیئر قارئین اب آتے ہیں تعارف کی طرف' تو سویٹ من موہنی پریوں! ہمارا نام مبارک ہے نبیلہ انجم' ہم 3 نومبر کو فیصل آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ہم ماشاء اللہ سے آٹھ بہن بھائی ہیں۔ میرا نمبر سب سے پہلا ہے' ہمارے چاچو جان بھی ہمارے ساتھ ہی رہائش پذیر ہیں' ان کے تین بچے ہیں۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا جبکہ ہم چھ بہنیں اور دو بھائی

ہیں۔ سب سے پہلا نمبر میرا ہے پھر عقیلہ' فضیلہ' مزمل' ہبین' مریم' طلحہ' اسماء ہے۔ پیارے قارئین کرام اب آتے ہیں مابدولت اپنی طرف' میری تعلیمی قابلیت میٹرک تک ہے اور ماشاء اللہ سے ہم حافظِ قرآن ہیں اور اب ترجمہ بھی کررہے ہیں' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ اب بات ہوجائے پسند ناپسند کی تو مجھے کلرز میں نارنجی' سفید' سرخ اور پنک پسند ہے۔ کھانے میں چاول اور آئس کریم بہت پسند ہیں۔ پہننے میں سادہ شلوار قمیص ہی پسند ہے۔ اب بات ہوجائے خوبیوں اور خامیوں کی تو جناب خوبی تو بس ایک ہی کسی نے بتائی ہے کہ میں ہر کسی کی مدد کرنے والی ہوں' حساس دل ہوں۔ خامیاں تو بہت ساری ہیں مگر میری جو سب سے بڑی خامی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں ہر کسی پر بہت جلد اعتبار کرلیتی ہوں جس کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے مگر پھر بھی پتا نہیں کیوں یہ عادت ترک نہیں ہورہی۔ دوسری خامی میں گھریلو کام کاج میں بہت سست ہوں جس کی وجہ سے اکثر ڈانٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اب اگر بات ہوجائے دوستوں کی تو حلقہ احباب کافی وسیع ہے۔ ایف ایم میں 101 اور 94 سنتی ہوں۔ آنچل رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' ڈاکٹر تنویر' اقراء صغیر احمد' راحت وفا اور نادیہ فاطمہ رضوی اینڈ عمیرہ احمد ہیں۔ فیورٹ ناولز میں ''یہ چاہتیں یہ شدتیں' بھیگی پلکوں پر'' اور آج کل جو سمیرا شریف کا ناول چل رہا ہے ''ٹوٹا ہوا تارا'' اس کے بارے میں صرف یہ کہوں گی کہ یہ ناول میری زندگی کا بہترین اثاثہ ہے۔ میں آنچل کی مستقل قاری ہوں' مجھے خوشبوؤں میں گلاب اور چنبیلی کی خوشبو بہت پسند ہے۔ ویسے بھی پرفیومز مجھے جنون کی حد تک پسند ہیں۔ ڈائری لکھنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے (جو ابھی تک لکھنا نصیب نہیں ہوئی)۔ ٹیچرز میں آپی جان عفیفہ مریم اور باقی بھی پسند ہیں۔ تو جناب شخصیات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پسند ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف کی ہر وہ گلی دیکھوں جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے۔ اللہ تعالیٰ میری اور باقی سب لوگوں کی یہ خواہش ضرور پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پانچ وقت نماز کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ تو سوئٹ قارئین اب اجازت دیں' جانے سے پہلے میں اتنا کہنا چاہوں گی کہ پلیز کبھی بھی کسی کا دل مت دکھائیں' ایسا کرنے سے پہلے ایک بار ضرور سوچیں کہ آپ بھی دل رکھتے ہیں' اپنی سوچ کو ہمیشہ مثبت رکھیں اور جھوٹ سے بچیں۔ میرا تعارف کیسا لگا ضرور اپنی آراء سے آگاہ کیجیے گا' اللہ حافظ۔

شہلا راؤ

تمام پڑھنے والوں اور جاننے والوں کو میرا محبت بھرا اسلام۔ جی تو قارئین کیا حال چال ہیں آپ سب کے؟ مجھے شہلا کہتے ہیں نام تو سنا ہوگا؟ اگر نہیں سنا تو اب سن لیں میں 31 دسمبر 1990ء کو جوہر آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئی۔ ہم سات بہن بھائی ہیں میرا نمبر پانچواں ہے۔ اپنے سب بہن بھائیوں اور امی ابو سے بہت محبت کرتی ہوں۔ ایم اے کی طالب علم ہوں۔ نبیلہ' روبینہ اور حمیرا بیسٹ فرینڈز ہیں' دوستیں زیادہ نہیں بناتی' ہر دو یا تین سال بعد دوست بناتی ہوں۔ پچھلی دوستوں سے دوستی ختم نہیں کرتی بلکہ ملنا جلنا اور بات کرنا کم کردیتی ہوں۔ اب آپ میری اس عادت کو جو مرضی چاہے نام دے سکتے ہیں خود غرضی یا غرور۔ میری لاتعداد کزنز ہیں کسی کو بھی منہ نہیں لگاتی' میرے کہنے کا مطلب ہے کہ ان سے باتیں کرنے کو دل نہیں کرتا' صرف تین کزنز ہیں جن سے بہت اچھی دوستی ہے تحریم' اقراء اور ربیعہ ان سے بہت جھگڑا کرتی ہوں لیکن پھر بھی ہم میں بہت پیار ہے۔ تحریم سے تو کوئی بات بھی نہیں چھپاتی' اپنے دل کی ہر بات اسے بتادیتی ہوں۔ میرا پسندیدہ رنگ سیاہ اور سفید ہے ویسے سارے رنگ پہن لیتی ہوں۔ ڈریسز میں شلوار قمیص کے علاوہ ساڑھی بے حد پسند ہے' میک اپ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ اونچی ہیل پسند ہے کیونکہ میرا قد صرف پانچ فٹ ہے' چوڑیاں' پراندہ اور مہندی لگانا اور لگوانا اچھا لگتا ہے۔ کھانے میں بریانی پسند ہے' میٹھے میں کسٹرڈ' کھیر اور گاجر کا حلوہ شوق سے کھاتی ہوں۔ میری کوئی بھی فیورٹ ہابی نہیں ہے صرف میسجنگ کرنا اچھا لگتا ہے۔ ایف ایم 96 شوق سے سنتی ہوں' آر جے امان' طارق' مبشر خان' زبیر خالد اور رامس مغل کو شوق سے سنتی ہوں یہ میرے فیورٹ آر جے ہیں۔ فلمیں اور ڈرامے شوق سے نہیں دیکھتی لیکن شاہ رخ کی کوئی بھی فلم نہیں چھوڑتی کیونکہ شاہ رخ میرا فیورٹ ہیرو ہے' سیڈ سونگز اچھے لگتے ہیں۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف' ارے آپ ادھر آئیں ناں' وہاں کہاں جارہے ہیں۔ خوبیاں تو سوچنی پڑیں گی پہلے خامیاں بتادوں۔ غصہ بہت آتا ہے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا جب تک کسی پر اتار نہ لوں (ارے آپ تو ڈر گئے) ہر کسی پر اعتبار بہت جلد کرلیتی ہوں' جھگڑا بہت کرتی ہوں' بہت شدت پسند ہوں' تنہائی پسند بھی ہوں۔ کم بولنا اور اپنی ذات کو صرف اپنے تک محدود رکھنا چاہتی ہوں' بہت زیادہ سوچنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ مجھ میں کوئی بھی خوبی نہیں ہے بس پانچ وقت کی نمازی ہوں۔ بہت حساس ہوں' بولتی کم ہوں لیکن جب بولتی ہوں تو خاموش ہی نہیں ہوتی' سب سے محبت کرتی ہوں۔ پسندیدہ رائٹر عمیرہ احمد ہیں' شاعروں میں وصی شاہ اور فراز پسند ہیں۔ آنچل اور جاسوسی ڈائجسٹ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ ڈائری لکھنا اچھا لگتا ہے' مجھے ٹیچر بننا میرے ابو کا خواب ہے جسے میں پورا کرنا چاہتی ہوں اور آپ سب سے درخواست ہے کہ میرے لیے دعا کیجیے گا کہ میں اپنے ابو کا خواب پورا کرسکوں' اب میں آپ سب سے اجازت چاہتی ہوں اگر لوگوں کو بور کیا ہو تو اس کے لیے معذرت چاہتی ہوں' اب اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔

ماریہ وحید

السلام علیکم! سب سے پہلے تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا اسلام' کیا حال چال ہیں جناب؟ اپنی تو الحمد للہ اچھی گزر رہی ہے

اب آتے ہیں تعارف کی طرف تو جناب والا میرا نام ماریہ وحید ہے لیکن مجھے ماہی کیانی زیادہ اچھا لگتا ہے۔ ہماری تشریف آوری 8 جولائی 1997ء کو ہوئی' اس طرح میرا اسٹار کینسر ہے۔ ہم تین بہن بھائی ہیں' سب سے بڑا فہد پھر میں اور سب سے آخر میں جواد ہے۔ میں اپنے ماما بابا کی اکلوتی لاڈلی ہوں اور ضدی بھی ہوں۔ ایک بار جو کہہ دوں وہ پتھر پر لکیر ہو جاتا ہے۔ ماما ہاؤس وائف اور پاپا شاپ کیپر ہیں۔ پسند اور ناپسند کی بات آئے تو مجھے چکن پلاؤ' مائیکرونیز اور نوڈلز بہت پسند ہیں۔ میٹھے میں آئس کریم' کھیر اور ٹھنڈا سا کسٹرڈ بہت زیادہ بھاتے ہیں۔ کولڈ ڈرنکس میں سیون اپ پسند ہے اور فروٹس میں اسٹابری' آم' چیری بہت پسند ہیں۔ فیورٹ کلر میں بلیک' شاکنگ پنک اور وائٹ سرفہرست ہیں۔ جب بات آتی ہے فیورٹ ڈریس کی تو جناب لہنگا اور ساڑھی دیدہ زیب لگتے ہیں۔ بہت زیادہ حساس ہوں چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتی ہوں۔ ویسے تو میں کافی حد تک شوخ مزاج ہوں لیکن اول تو یہ کہ غصہ آتا ہی نہیں لیکن اگر آجائے تو اپنا ہی نقصان کر بیٹھتی ہوں۔ گھر والوں سے ناراض ہو جاؤں تو کھانا پینا چھوڑ دیتی ہوں جس کے نتیجے میں منتیں کر کے منالیا جاتا ہے۔ میں کسی کو ہرٹ کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ لوگوں کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتی' میری خواہش ہے کہ میں کارڈیولوجسٹ بنوں شاید اسی وجہ سے پری میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میری دوستوں میں اقراء' وجیہہ' شزاء اور صالحہ شامل ہیں۔ میں اپنی بیسٹ فرینڈ اقرا سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے اور اسے کسی قیمت پر نہیں کھونا چاہتی۔ دوست بنانا' دوستی کرنا اور نبھانا میرا گریز ہے اور مجھے اپنی تمام دوستوں سے بہت پیار ہے۔ اب آتے ہیں رائٹرز کی طرف تو جناب میری فیورٹ رائٹرز نمرہ احمد اور عمیرہ احمد ہیں اور فیورٹ ناولز ''جنت کے پتے' پیر کامل ؐ'' ہیں۔ فیورٹ شاعر احمد فراز اور وصی شاہ تو موسٹ فیورٹ ہیں۔ فیورٹ موویز میں ''اوم شانتی اوم' گجنی'' اور کامیڈی میں علی ظفر کی ''تیرے بن لادن'' ہے۔ میرے فیورٹ بالی ووڈ ایکٹرز میں کترینہ کیف اور اکشے کمار سرفہرست ہیں۔ مجھے ہاکس بے' مری' کشمیر' سعودیہ اور ترکی بے حد پسند ہیں جن میں سے میں ابھی تک صرف کشمیر گئی ہوں' فیورٹ سنگرز میں راحت فتح علی خان' عاطف اسلم' بلال سعید اور فلک شامل ہیں۔ میرے پیپرز ہونے والے ہیں آپ سب سے گزارش ہے کہ میرے لیے دعا ضرور کرنا' تعارف زیادہ لمبا ہو رہا ہے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اگر کچھ برا لگا تو سوری' اللہ حافظ۔

شفق کے رنگ سے برگ و ثمر گلابی ہیں
سنہری شام ہے سارے شجر گلابی ہیں
یہ کس کا دستِ حنائی ہے میری آنکھوں پر
کہ میرے خوابوں کے سارے نگر گلابی ہیں

زندگی کبھی کبھی ہماری سمجھ سے باہر ہو جاتی ہے اس کے مسائل حل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ میں نے بھی زندگی کو آسان بنانے کی بہت کوشش کی تھی۔

"تحریم! میری بچی! تمہاری آنکھوں میں جو سوال ہیں وہ دیکھتی بھی ہوں اور سمجھتی بھی ہوں۔ میرے پاس ان سارے سوالوں کے جواب بھی ہیں بیٹا! مگر میں تمہیں سمجھا نہیں سکتی۔ میں شاید کسی کو بھی کچھ بھی سمجھا نہ سکی تھی۔"

اس نے بھیگی آنکھوں سے اپنے اردگرد دیکھا ہر چیز دھندلی نظر آ رہی تھی اس نے ڈائری بند کر دی اس کے آنسو صفحہ نمبر سات پر جم گئے تھے۔ ڈائری سینے سے لگائے وہ بینچ سے اٹھی۔

"میں چاہتی ہوں تحریم! اپنے بابا سے ملا کرو بات کیا کرو چیزوں کی فرمائش کیا کرو۔" وہی آواز گونجی پھر سے وہی مہربان آواز...... لوگ مر جاتے ہیں مگر باتیں نہیں مرتیں۔

"مجھے بابا اچھے نہیں لگتے وہ سب کو ڈانٹتے ہیں۔"

"وہ آپ کو نہیں ڈانٹتے۔"

"پیار بھی نہیں کرتے۔"

"آپ ان سے باتیں کرو گی تو وہ پیار بھی کریں گے۔"

"وہ آپ سے جھگڑتے ہیں وہ بُرے ہیں۔"

"مگر وہ آپ سے نہیں جھگڑتے وہ اچھے ہیں۔" ایک قدم دو قدم اس کے پاؤں میں ہلکی ہلکی لرزش تھی۔

"تحریم! میں چاہتی تو تمہارے دل میں تمہارے باپ کی محبت پیدا کر سکتی تھی اور چاہتی تو نفرت بھی مگر میں نفرت نہیں پیدا کرنا چاہتی تھی اور محبت پیدا نہ کر سکی۔ تحریم! بڑے ہو کر اپنے باپ سے دور نہ رہنا' ہو سکے تو ان سے دوستی کر لینا۔ میرے بعد وہی تمہارے ساتھ ہوں گے' اپنے لیے بات کرنا۔ اپنے حق کا احساس دلانا' ان کو عادت ڈالنا کہ وہ تمہاری ذمہ داری اٹھائیں' تمہارا خیال رکھیں۔ یہ شخص میرا شوہر تھا اس نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا مگر تم اس کی اولاد ہو' تمہارے ساتھ بُرا نہیں کرے گا۔" اس شخص کی کال تھی۔ اس نے سیل فون دیکھ کر کال ریسیو کر لی۔

"جی بابا! میں ٹھیک ہوں' وہ ٹھیک نہیں ہیں۔ میں ان کو چھوڑنا نہیں چاہتی ان کی طبیعت بہت خراب ہے۔ ان کو میری ضرورت ہے میں ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔" اس نے بس اتنی کہی تھی اور سیل آف کر دیا۔

ڈائری بیگ کے ادھ کھلے خانے میں رکھی جو بیگ کے ادھ کھلے حصہ سے جھانک رہی تھی' اس نے بیگ کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ اس نے سیدھی روش پر چلتے ہوئے اسے بہت دور سے دیکھ لیا تھا۔ وہ اس سے بہت فاصلہ پر تھا مگر اس کے تعاقب میں چل رہا تھا' اس کی سست چال' کندھوں سے لٹکتا دوپٹہ' بیگ کے ادھ کھلے خانے سے جھانکتی ڈائری پر اس کی نظر تھی۔

اس نے جیسے اپنے پشت پر نگاہیں محسوس کی تھیں جبھی اس کی چال میں تیزی در آئی۔ وہ تیزی سے گلاس ڈور دھکیل کر اندر گئی تھی۔ وہ گلاس وال سے جھانکتے ہوئے اس پر توجہ رکھے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا جب تک وہ لفٹ میں سوار ہو چکی تھی۔

"تم لفٹ میں کیوں نہیں چڑھتیں؟"

"مجھے بند کمروں سے خوف آتا ہے۔"

"تمہیں تو مجھ سے بھی خوف آتا ہوگا۔"

"مجھے ہر ڈرانے والی چیز سے خوف آتا ہے۔"

"تمہیں خوف سے خوف نہیں آتا؟"

"مجھے مشکل سوال بُرے لگتے ہیں۔"

"تمہیں میں بھی بُرا لگتا ہوں پھر اچھا کون لگتا ہے؟"

"کوئی بھی نہیں۔"

"کیا تم بہادر بن گئی ہو۔" وہ اس کے پیچھے پیچھے لفٹ پہ آیا تھا۔

"کیا تمہیں اب بند کمروں سے خوف نہیں آتا؟" وہ پوچھنا چاہتا تھا' پوچھنا تو بہت کچھ تھا ابھی۔ وہ روم میں آیا وہ ان کے سرہانے کھڑی تھی اور رو رہی تھی۔

"میں تمہارے آنسو گن سکتا ہوں پر اس کے لیے بہت حوصلہ چاہیے ہوتا ہے۔" اس نے اپنے آنسو تیزی سے صاف کیے تھے۔

وہ آگے بڑھا تھا جب تک ڈاکٹرز اندر آئے تھے' اس نے ڈاکٹر سے پوچھنا تھا مگر اس سے پہلے ایک ڈاکٹر تحریم کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف گیا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے گئی تھی' اس نے صرف ایک سرسری نظر ہی ڈالی تھی اس پر۔ وہ ادھ کھلے دروازے سے اس کو ڈاکٹر کے ساتھ بات کرتا دیکھتا رہا۔ وہ کسی بحث میں مشغول تھے اس سے پہلے کہ وہ باہر آ کر بات کرتا' وہ ڈاکٹر کے ساتھ چلی گئی تھی۔

❀......❀......❀

یادیں عجیب ہوتی ہیں' اچھی بھی' بُری بھی۔ چھپی ہوئی ہوتی ہیں ذہن کے کسی پرانے کھنڈرات کے کونے میں پوشیدہ خزانے کی مانند پھر ہم ان یادوں کو ذہن کے کونے سے جتنا بھی کھرچنے کی کوشش کریں تو بھی وہ دیواروں میں لگی سیلن کی طرح جم جاتی ہیں۔ وہ چاہتی تھی یہاں سے جاتے ہوئے تمام یادیں ان کھنڈرات میں چھوڑ جائے۔ الماری کے لاکر میں بند کر کے تالا لگا لے یا پرانے کنویں میں پھینک جائے اور پھر اس گھر میں کبھی واپس نہ آئے مگر افسوس کہ یہ دونوں خواہشات ناممکنات میں شمار ہوتی تھیں۔

"بی بی! آپ نے ساری پرانی چیزیں پھیلا لی ہیں ان سب کو سمیٹنا بھی ہے۔" چیزیں پھیلانا آسان ہے پر سمیٹنا کس قدر مشکل ہے اب یہ سارا پھیلاوہ سمیٹنا بھی پڑے گا' یہ خیال ہی کوفت میں مبتلا کر دیتا تھا۔

"آپ آ گئیں ہیں اماں جی! تو بیٹھیے مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔" یادوں کا جہاں بہت وسیع تھا اس نے فی الحال اپنے بکھری ہوئی چیزوں کو سمیٹنے کی ٹھانی' خالی پرفیوم کی شیشیاں' پاؤڈر کے ایکسپائرڈ ڈبے' وارڈ روب میں ٹنگے سندھی کڑھائیوں سے مزین کپڑے' یہ سارے بیکار پڑے تھے۔ دو بڑی سفید کلر کی چادریں سندھی کڑھائی کے رنگین دھاگوں سے سجیں۔

"بی بی یہ کتنی پیاری چادریں ہیں۔" سکینہ بی بی خاندانی ملازمہ تھیں۔

"یہ ایک تو خالہ کے لیے ہے ایسا کریں ایک آپ رکھ لیں۔" زاہدہ کے جہیز کے لیے اور یہ سوٹ بھی۔" اس نے ہینگ کیے ہوئے سوٹ نکال کر ان کو تھمائے۔

"نہیں بی بی! میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی آپ یہ اپنے لیے رکھیں۔ بڑی بی بی نے یہ ساری چیزیں آپ کے جہیز کے لیے رکھی تھیں۔"

"ارے اماں جی ابھی کر کون رہا ہے شادی پھر میں اتنے بھاری کپڑے کہاں پہنتی ہوں' یہ زاہدہ کو اچھے لگتے ہیں رکھ لیں۔ وہ بھی میری بہنوں کی طرح ہی ہے۔"

"آپ بالکل اپنی ماں پر گئی ہیں' سخاوت میں بھی اور سچائی میں بھی۔"

"خیر چھوڑیں' بیٹھیے مجھے آپ سے بات کرنی ہے میرے جانے کے بعد اس گھر کا بہت خیال رکھنا ہے۔ پودے سوکھ رہے ہیں روز پانی دینا' گھر کی صفائی روز کرنی

ہے خصوصاً ای کے کمرے کی۔" وہ ان کو آرام سے بٹھا کر سمجھا رہی تھی۔

"آپ کیوں جا رہی ہیں بی بی! مت جائیں۔"

"میرا جانا بہت ضروری ہے' دیکھو میں بہت اکیلی ہوں آپ اور بابا ہیں مگر پھر بھی آپ ہر وقت میرے ساتھ نہیں ہوتیں۔ میں کچھ دن کے لیے یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔ دم گھٹتا ہے میرا اس کھنڈر جیسے پرانے گھر میں۔"

"صاحب اس دن کہہ رہے تھے آپ کے لیے نیا گھر بنوا رہے ہیں۔"

"میری بھولی بڑی اماں! گھر بنوانے سے کچھ نہیں ہوتا' گھروں کی اہمیت انسانوں سے ہوتی ہے ناکہ انسانوں کی اہمیت گھروں سے۔ پھر میں کچھ عرصہ کے لیے جا رہی ہوں' جلدی لوٹ آؤں گی۔ آپ سمجھ رہی ہیں نا میری بات۔" وہ ان کے چہرے پر چھائی الجھن دیکھ کر بولی۔ انہوں نے خاموشی سے صفائی کرنا شروع کردی تھی کہ گیٹ پر بیل ہوئی۔

"جائیے اب دیکھئے کون آیا ہے؟"

"جی بی بی! زیب سائیں کی دلہن آئی ہیں۔ کل بھی آئی تھیں آپ سے ملنے کے لیے۔"

"یہ بیٹھے بٹھائے ان کو مجھ سے ملنے کا کیا شوق ہوا؟ چلو ٹھیک ہے باہر بٹھا دو میں آتی ہوں۔"

"گھر میں آ چکی ہوں۔" وہ کب سے کھڑکی کے پاس کھڑی تھیں اسے اندازہ نہ ہوا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ کھڑکی سے ہٹ کر دروازے کے بیچ آ کر رک گئی تھی۔

"میرے خیال سے آپ باہر چلیں' ہمیں وہیں بیٹھنا چاہیے۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی چیزیں ایک طرف رکھیں اور اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ضرور...... مگر میں عادی ہو چکی ہوں ان سب چیزوں کی۔" اس کا اشارہ کمرے میں بکھری چیزوں کی طرف تھا۔

"اتنی جلدی؟" اسے کچھ حیرت ہوئی' وہ اسے لے کر برآمدے میں آ گئی تھی۔

گول برآمدہ چاروں اطراف سے کھلا ہوا تھا' اسے یہ برآمدہ وینٹیلیشن کے حساب سے بڑا پسند تھا۔ اس نے جھولے میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کے بیٹھنے کے بعد خود بیٹھ گئی۔

"جی تو آپ کو مجھ سے ملنے کا خیال کیسے آیا؟"

"ظاہر ہے زیب کی وجہ سے' وہ تمہارا بہت ذکر کرتا تھا۔" اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا اس قسم کی بات پر کس طرح کا ردعمل ظاہر کرے اس لیے خاموش رہی۔

"تم نے پوچھا نہیں کہ وہ تمہارا ذکر کیوں کرتا تھا؟"

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں مگر پہلے یقین کرنے دیں کہ وہ میرا ذکر کرتا بھی ہوگا یا یہ صرف آپ مجھے کہہ رہی ہیں۔"

"نہیں وہ واقعی تمہارا ذکر کرتا تھا۔"

"اور بہت برے لفظوں میں کرتا ہوگا؟" اسے یہی اندازہ تھا۔

"نہیں بہت اچھے اور صاف ستھرے لفظوں میں' وہ عزت کرتا ہے تمہاری۔"

"لطیفہ سنا رہی ہیں آپ مجھے۔" اسے ہنسی بے وجہ نہیں آئی تھی۔ "ویسے یہ کس دور کی بات ہے؟" ہنسنے کے بعد اسے یاد آیا کہ یہ پوچھ لینا چاہیے۔

"دو تین سال پہلے کی جب ہم ملے تھے' وہ تمہاری باتیں کرتا تھا' تمہاری تعریف کرتا تھا۔"

"اچھا' کرتا ہوگا پھر......؟"

"پھر کچھ نہیں۔"

"پھر وہ آپ کی تعریفیں کرنے لگا۔" اس کا لہجہ خود بخود ہی تیکھا ہو گیا تھا۔

"ہاں وہ تو ہے' پر وہ تمہاری عزت بہر حال کرتا ہے' دیکھو بات یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ ہم جن کی عزت کریں ان سے محبت بھی کر سکیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم جن

سے محبت کریں ان کی عزت بھی کریں۔ میرے نزدیک بہر حال عزت زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور محبت ہم کسی کو خود سے زبردستی نہیں کروا سکتے۔"

"خیر آپ چھوڑیں' کچھ اور بات ہو جائے؟"

"تمہیں دکھ تو ہوا ہوگا زیب کی شادی کا؟"

"مجھے کیوں دکھ ہوا ہوگا۔"

"کیونکہ وہ تمہارا منگیتر تھا' بچپن سے منسوب تھا تم سے۔"

"ہاں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ نصیب کی بات تو آپ مانتی ہی ہیں نا۔"

"تو آپ کو زیب کی شادی پر کوئی دکھ نہیں پہنچا۔"

"مجھے کیوں دکھ ہوگا زیب پر؟" اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔

"کیا میں اس بات کو دہراؤں کہ آپ دونوں کا ماضی قریب میں بہت گہرا تعلق رہا ہے۔"

"رہا تھا پر اب نہیں ہے اور اب ایسی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"وہ تو ہے پر میں چاہتی ہوں تم زیب کو معاف کر دو اگر تمہارے دل میں اس کے لیے کوئی ملال ہے تو' دیکھو اس نے بے شک تمہارے ساتھ برا کیا ہے پر در حقیقت وہ اتنا برا نہیں ہے۔"

"آپ اس کی طرف سے وضاحتیں دینے آئی ہیں اس کے لیے اس نے بھیجا ہے آپ کو یا یہ نیک خیال خود ہی آ گیا آپ کو۔"

"یہ خیال مجھے آیا کیونکہ مجھے بد دعاؤں سے بہت ڈر لگتا ہے' تمہارا رنج میری قسمت سے لڑ سکتا تھا' میں کسی اور کا حق لینے کے خلاف ہوں مگر یہ سب بہت اچانک اور پتا نہیں کیسے ہو گیا۔ میں جانتی تھی خاندانی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا اور بہت مشکل ہوگی۔"

"مگر آپ خوش نصیب ہیں کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تو اب آپ آرام سے رہیں' کس چیز کی فکر ہے آپ کو۔"

"مجھے لگتا ہے زیب کو معافی مانگ لینی چاہیے۔"

"ضرور پر میرے باپ سے' کیونکہ بابا نے زیب کو بیٹوں کی طرح پالا تھا' ان کا اپنا بیٹا بہت دیر بعد میں ہوا مگر اس کے بعد بھی زیب کو انہوں نے اتنی ہی توجہ اور محبت دی۔"

ہاں یہ ان کا بڑا پن تھا کہ انہوں نے زیب کی اس حرکت کے بعد بھی اسے گھر سے نہ نکالا۔“

”ان کا سگا بیٹا ہوتا تو نکال سکتے تھے پر زیب کا اس ملکیت میں اور گھر کے حصے میں حصہ ہے اس کے چچا حیات ہوتے تو یہ سب چھین سکتے تھے پر اس کا حق کسی اور کے پاس نہیں ہے۔“ وہ صاف گوئی سے کام لیتی تھی اب بھی اس نے یہی کیا تھا۔

”تم سمجھتی ہو اگر زیب کے فادر زندہ ہوتے تو وہ یہ سب کر دکھاتے مگر یہ بتاؤ کیا یہ سب کرنا چاہیے‘ حق دار کو حق سے محروم کرنا۔ وہ بھی صرف اپنا حق استعمال کرنے پر پسند کی شادی کوئی گناہ تو نہیں ہوتی۔“

”ہاں میں بھی یہی سمجھتی ہوں پر زیب کو بابا سے بات تو کرنی چاہیے ان سے معافی تو دور کی بات وہ ملا بھی نہیں ان سے۔“

”وہ شرمندہ ہے تحریم!“

”اس کی شرمندگی کا کوئی فائدہ نہیں ہے بہرحال بابا بہت پریشان ہیں البتہ میری زندگی میں کوئی بھونچال نہ آیا۔“ یہ بات اس نے کس دل سے کی تھی یہ صرف اسے پتا تھا۔

”چلو اچھا ہے میرے دل پر سے بوجھ اتر گیا۔“

”آپ اچھی ہیں اس کی قسمت بہت اچھی ہے۔“

”ہاں وہ تو ہے پر تم زیادہ اچھی ہو اس کی قسمت اتنی بھی اچھی نہیں ہے۔“

”بہت بڑا دل ہے آپ کا ہما! اللہ آپ کو خوش رکھے۔“

”شکریہ‘ ہم ملتے رہیں گے۔“ وہ وقت دیکھ کر اٹھی تھی۔

”ہاں جب تک میں یہاں ہوں تو ضرور۔“

”تم کہیں جا رہی ہو؟“

”جی! اپنی خالہ کے پاس۔“

”جہاں بچپن میں تمہیں بھیج دیا گیا تھا۔“ اس نے آنکھ دبا کر کہا۔

اولاد آپ کو سب پتا ہے۔“ وہ چلی گئی۔

”اچھی طرح۔“ وہ دونوں ہنستی ہوئی دروازے تک آئی تھیں۔ اس کے جانے کے بعد وہ اندر آ گئی۔

پھیلاوا بہت تھا جو سمیٹنا تھا پر وہ پہلے سے کچھ فریش ہو گئی تھی‘ ملازمہ کو چائے کا کہہ کر وہ اندر آ گئی‘ دیر تک عجیب سوچوں کا شکار رہی‘ سمجھ نہیں آ رہا تھا خوش ہونا چاہیے یا پھر افسردہ۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی اور ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی۔

❀.....❀.....❀

”تو تم نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا؟“ وہ صبح صبح آ گئے تھے۔

”فیصلہ بدلنے کرنے کے لیے تو نہیں کیا جاتا بابا!“

”ہاں مگر نظرثانی تو کی جا سکتی ہیں۔“

”اس کی اب گنجائش نہیں رہی۔“

”اس کی گنجائش ہے بیٹا!“ وہ جھنجلائے ہوئے تھے۔

”ہم کتنی دیر سے ایک لاحاصل بحث میں الجھ رہے ہیں اب اگر آپ نے میری کوئی بات نہیں ماننی تو بہتر ہے آپ اپنا حکم سنا ہی دیں۔“

”تو کیا میرے حکم کی تکمیل ہو گی اس صورت میں کہ تم اپنا سامان پیک کر چکی ہو۔“ ان کا اشارہ اس کے سوٹ کیس کی طرف تھا۔

”سامان کھل سکتا ہے مگر مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ آپ میرا بھرا ہوا سوٹ کیس کھلوا دیں گے۔“ اس کا موڈ کچھ ہلکا ہوا تھا۔

”یہ بھرا ہوا سوٹ کیس کتنے دنوں کی نشاندہی کر رہا ہے؟“

”یہ قسمت پر ہے بابا! پر فی الحال مجھے یہاں سے جانے دیں۔“

”تم بیٹھ جاؤ پھر ہم بات کرتے ہیں مجھے تم سے بہت اہم بات کرنی ہے۔“ تو آخرکار بات سامنے آ گئی جو اس کے اندر ڈر بن کر بیٹھی ہوئی تھی وہ نا چاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئی وہ ان کے منہ سے صاف صاف سننا چاہتی تھی تاکہ

پھر صاف صاف بات ہو سکے۔

”تحریم! میری بات غور سے سنو کل مجھے زیب ملا تھا وہ شادی کرنا چاہتا ہے اب۔“ یہ بات انہوں نے سر جھکا کر کنفیوژ ہوتے ہوئے کہی تھی۔

”اور آپ اس سے ملے پہلی بات‘ دوسری بات کہ آپ نے اس کی یہ بات سن لی بہت بڑی بات ہے اور تیسری حیرت کی بات یہ کہ آپ یہ بات مجھے کہہ رہے ہیں اس سے آگے کے ارادے تک تو میں پہنچ ہی نہیں سکتی۔“ اس کے لہجے میں دکھ‘ شکایت اور افسوس تھا۔

”میرے پاس اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔“ پورے جہاں کی بے بسی ان کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔

”جب آپ کے پاس کوئی چارہ نہ ہوگا تو آپ اپنی بیٹی کو پھینک دیں گے کہیں بھی۔ بابا یہ وہ شخص ہے جو کچھ سال پہلے آپ کے فیصلے کو رد کر کے گیا تھا جس نے ٹھکرایا تھا آپ کی بیٹی کو آج وہ چند سال بعد جب یہ کہہ رہا ہے تو کس نظریے کے تحت کہہ رہا ہے آپ اسے اس کی زمینیں لوٹا دیں بابا! اسے یہی لالچ ہوگا۔“

”میں نے سب کچھ اسے دے دیا ہے تحریم! اس کے باوجود بھی اس نے مجھ سے درخواست کی ہے‘ میرے پیر پڑا ہے‘ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی ہے‘ رویا ہے وہ میرے سامنے۔ جیسا بھی ہے میں نے اسے اپنی گود میں پالا ہے۔ میں چاہتے ہوئے بھی اسے سزا نہیں دے سکتا تحریم!“ اسے قائل کرنے کے لیے انہوں نے ہر طرح سے دلیل پیش کی۔

”میں آپ سے درخواست کرتی ہوں‘ ہاتھ جوڑتی ہوں‘ معافی مانگتی ہوں‘ پیر پڑتی ہوں میں بھی روتی ہوں۔“ وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گئی تھی۔

”میں بھی تو آپ کا خون ہوں‘ مجھے بھی تو آپ نے گود میں کھلایا ہے۔ وہ آپ کے بھائی کی اولاد ہے‘ میں تو آپ کی اولاد ہوں۔ میرے لیے آپ کے اندر نرمی کیوں نہیں ہے‘ مجھے آپ کیوں سزا دے رہے ہیں بابا! میں تو

آپ کی بیٹی ہوں آپ کی تحریم ہوں۔

”اٹھ جاؤ تحریم! یہاں بیٹھو میرے پاس۔“ انہوں نے اسے اٹھا کر اپنے برابر بٹھایا۔

”تم کیوں سمجھتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں۔ میں تو تمہارا مستقبل محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔“

”آپ سمجھتے ہیں یہ کوئی زیادتی نہیں؟ آپ ایک شادی شدہ بندے سے میری شادی کرا کے صرف اپنے سر سے بوجھ اتارنا چاہتے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں یہ زیادتی نہیں ہے۔“

”تحریم بیٹا! جذبات سے نہیں عقل سے کام لو بچی مت بنو۔“

”آپ نے مجھے بڑا بننے ہی کب دیا ہے بابا! ہمیشہ کمزور ہی رکھا ہے‘ کاش اماں ہوتیں‘ دادی ہوتیں‘ مجھے دکھ ہے کہ میں آپ کو اپنا موقف نہیں سمجھا سکتی یا پھر آپ سمجھنا ہی نہیں چاہتے مجھے۔“

”تو میں اسے انکار کر دوں؟“

”جی اسی طرح جس طرح اس نے انکار کیا تھا۔“

”تم یہ سب انتقام لینے کے لیے نہیں کر رہیں؟“

”بالکل نہیں‘ آپ میرا نہیں سوچ رہے وہ اپنی بیوی کا نہیں سوچ رہا۔ آپ ایسا چاہتے ہیں میں ویسی ہی زندگی گزاروں جیسی میری ماں نے گزاری۔“ یہ سب اس کے منہ سے بے ساختہ ہی نکل گیا تھا۔

”تمہاری ماں نے کیسی زندگی گزاری؟“ پل بھر میں ان کا چہرہ تاریک ہوا۔

”آپ سے زیادہ مجھے تو علم نہیں ہوگا۔“ اس نے نظریں چرائی تھیں۔

”تم بھی مجھے قصوروار سمجھتی ہو ہر معاملے میں؟“

”یہ بہت پرانی باتیں ہیں یاد کرنے سے تکلیف ہوتی ہے بابا! زیب کو جواب دے دیں اور مجھے جانے دیں کچھ عرصہ کے لیے۔ میں تنہائی سے اکتا گئی ہوں۔“

”اسی لیے تو میں تمہاری شادی کرنا چاہتا تھا۔“

”وہ بھی جہانزیب صاحب سے۔“ اس کا لہجہ تلخ تھا۔

تو اور کون ہے؟" وہ مسکراتے لہجہ نہ پارہے تھے۔
"مطلب یہی تھا کہ تمہاری نظر میں کون ہے۔"
"مجھے نہیں پتا' مجھے بس اتنا پتا ہے کہ میں گھٹ کر مرجاؤں گی اپنی ماں کی طرح اگر کہیں اور نہ گئی تو۔"
"ٹھیک ہے تو پھر جاؤ' مگر کب تک آؤ گی؟"
"شاید کچھ ماہ...... ایک سال یا پھر کچھ کہہ نہیں سکتی۔"
"میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گا تحریم۔"
"آپ رہ لیں گے بابا! آپ کے بیٹے ہیں' ان کی شادی ہوگئی ہے ان کے بچے ہوں گے آپ کی بیوی ہے ایک بھرا پرا گھر ہے' مجھے دیکھیں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔" اس کی آنکھیں نم تھیں۔
"کیا میں تمہارے پاس نہیں ہوں؟"
"ہفتے میں ایک دفعہ آپ میری شکل دیکھتے ہیں اتنے دن میں کیسی ہوں کیا کررہی ہوتی ہوں' کتنی اکیلی ہوتی ہوں آپ کو کوئی احساس نہیں ہوتا میرا۔"
"میں تو تمہارا پورا پورا خیال رکھتا ہوں تحریم! تمہاری ضرورتوں کا۔"
"پیسے اور چیزیں رشتوں کا نعم البدل نہیں ہوتیں بابا!"
"تحریم! وہ تمہارا بہت خیال رکھتی ہیں کیا؟ اس دن کے بعد اس عورت نے کبھی پلٹ کر تمہاری خبر نہیں لی' ایک فون تک نہیں کیا۔ تمہارے باپ تمہارے خاندان کو بُرا بھلا کہتی رہی' تمہیں ڈانٹتی تھی بُرا بھلا کہتی تھی' تم خود فون کرکے بتاتی تھیں اور اب تم وہیں جانا چاہتی ہو۔"
"بابا آپ فکر نہ کریں میں کچھ دنوں میں آجاؤں گی اور خالہ اتنی بھی بُری نہیں ہیں وہ مجھ سے پیار بھی کرتی ہیں بہت بس ان کے کچھ شکوے تھے ہم سے جو ٹھیک بھی تھے خیر آپ چھوڑیں اس بات کو۔"
"منوالی آخر اپنی بات؟" وہ کچھ مسکرا کر اسے دیکھنے لگے۔
"بہت معمولی بات منوائی ہے وہ بھی زندگی میں پہلی بار۔" کچھ دیر بعد وہ دونوں کافی خوش گوار موڈ میں ناشتا کررہے تھے ایسا لگ رہا تھا باپ بیٹی کے درمیان ہمیشہ سے یہی دوستی رہی ہو۔
"کچھ بھی چاہیے ہوگا فوراً مجھے بتاؤ گی...... روز فون پر بات کرو گی۔"
"روز آپ مجھے فون کریں گے۔"
"پہنچتے ہی مجھے بتاؤ گی۔"
"پہنچتے ہی آپ کو بتاؤں گی۔"
اور اب وہ پریشان تھی کہ ان کے میسج کا کیا جواب دے؟ ان کی کال کیسے اٹھائے؟ شکر ہے وہ آدمی کچھ شریف تھا اس کی گھبراہٹ دیکھ کر سمجھ گیا۔ مونا کو کال کی اس سے پتا لیا مگر افسوس کہ وہ پتا بھی پرانا تھا۔ حال میں ان دونوں کا کوئی خاص ملنا جلنا نہیں تھا۔ وہ پریشان ہوگئی اب کرے تو کیا کرے' بابا کی کال پھر آرہی تھی وہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے بُری طرح پریشان تھی اس نے آخر کار کال ریسیو کی۔
"ڈرائیور بھیج دیں بابا! مجھے اب واپس آنا ہے۔" کس دل سے اس نے یہ کہا تھا' وہ بھی یہ بات جانتے تھے۔
❁.....❁.....❁
"دیکھا اسی بات کا ڈر تھا' اسی لیے میں تمہیں کہتا تھا جلد بازی سے کام مت لو مگر تمہیں ہر وقت اپنے بڑے بیٹے کی پروا ہوتی ہے' صدا کا نفسیاتی ہے وہ ہمیشہ ہمیں مصیبت میں ڈالتا ہے۔" بجائے پریشان ہونے کے وہ بُری طرح بگڑے ہوئے تھے اور اس سب کا غصہ ان پر ہی نکلنا تھا' سو نکل رہا تھا۔
"میں نے تو اسے بہت سمجھایا تھا' معظم مجھے کیا پتا وہ یوں اچانک گھر چھوڑ کر چلا جائے گا۔" اس کے جانے سے سب سے زیادہ پریشان وہی تھیں۔
"بابا میں تب تک شادی نہیں کروں گا جب تک زید گھر نہیں لوٹتا۔"
"لو اب سن لو اس کی بھی' ایک اور نئی مصیبت۔ خاور باہر جارہا ہے اور میں شادی کینسل نہیں کرواسکتا یہ سن لو تم۔ کھیل سمجھ رکھا ہے کہ تم سب نے اسے آنا ہوگا تو آجائے گا' کوئی ضرورت نہیں ہے پریشان ہونے کی۔ شادی اسی دن ہوگی جو ڈیٹ فکس ہوئی ہے اور ہاں رونے دھونے کی ضرورت نہیں ہے' آجائے گا دیکھنا ہفتہ دو دن میں جب سڑکوں پر دھکے کھائے گا تو عقل ٹھکانے آجائے گی اس کی۔ دیکھتا ہوں کب تک رُکتا ہے۔" وہ بڑی بے پروائی سے کہتے ہوئے کمرے میں چلے گئے تھے۔
اور وہ آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ان کی بے پروائی پر کڑھتی رہ گئی تھیں۔ زین البتہ کچھ الجھا ہوا تھا مگر لگ رہا تھا کہ وہ باپ کی رائے سے کچھ اتفاق رکھتا ہے۔
❁.....❁.....❁
یہ رات دس بجے کا وقت تھا اس وقت بک شاپ پر رش کافی کم ہوتا تھا اس کا ساتھی ورکر جاچکا تھا اور اسے کئی دنوں سے جاتے جاتے دیر ہوجاتی تھی۔ وقت دیکھنے پر اسے فوراً احساس ہوا تھا آج پھر دروازہ دیر سے کھلے گا اور جب کھلے گا تو روز کی طرح لمبی کلاس ہوگی' جھڑکیاں سننا پڑیں گی اور پھر وہی بات کہ کوئی اور ٹھکانہ دیکھ لو اپنا۔ "اُف خدایا!" اس نے کتابوں کا کارٹن ایک طرف رکھا' کل سیٹ کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے اسٹور بند کرکے باہر نکل آیا' بھوک بھی بہت لگی تھی مگر باہر کا کھانا اسے سوٹ نہیں کرتا تھا۔ اس کی طبیعت ویسے ہی بگڑی ہوئی تھی۔ پہنچتے پہنچتے حسب معمول گیارہ بج گئے تھے اور پھر وہی کلاس ہوئی پورے دس منٹ وہ دروازہ بجاتا رہا' وہ بڑبڑاتی ہوئی آئی تھیں۔
"تمہارا دماغ کب درست ہوگا آخر لڑکے کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے' اپنی ملازمہ' اپنی ماسی یا پھر کچھ اور۔" جتنا لہجہ سخت ہوتا تھا اتنا ہی انداز۔
"مجھے کھانا دے دیں زبردست بھوک لگی ہے۔"
"بہت زبان دراز ہوگئے ہو' شکایت لگاؤں گی تمہارے باپ سے ایک فون کال کی ضرورت ہے بس۔"
"ہماری کمٹمنٹ میں ایسا کچھ نہیں' اپنی شرائط یاد رکھیں۔" وہ بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔
"ہماری کمٹمنٹ میں یہ بھی طے ہوا تھا کہ تم نو بجے تک گھر آجاؤ گے وہ یاد ہے تمہیں؟" انہوں نے ٹرے پٹخنے کے سے انداز میں رکھی تھی۔
"میں بچہ نہیں ہوں' کماتا ہوں میم! دیر سویر ہوجاتی ہے۔"
"زیادہ بکواس مجھے پسند نہیں ہے لڑکے! سن کر میرے کان پک جاتے ہیں' میں کہتی ہوں کہیں اور بندوبست کرلو ورنہ میں تمہارے باپ کو خبر کردوں گی۔"
"خسارہ آپ کا ہی ہے۔"
"بلیک میل کررہے ہو مجھے؟"
"آپ کا اسٹوڈنٹ رہ چکا ہوں ماضی قریب میں۔"
کھانا کھاتے ہوئے اس کا موڈ کافی اچھا ہوگیا تھا۔
"چلے جاؤ اپنے روم میں شکل مت دکھایا کرو مجھے اپنی۔ ماں باپ کو بھی تکلیفیں دی ہوں گی جبھی گھر سے نکال دیا نا۔"
"گھر سے نکالا نہیں گھر چھوڑ کر آیا ہوں میں اپنی مرضی سے۔"
"بڑی عقل مندی کا کام کیا ہے...... کتنے فخر سے بتا رہے ہو سینہ تان کر۔"
"بڑی بہادری کا کام ہے یہ آپ نے کبھی گھر چھوڑا ہوتو پتا لگے۔"
"میں کیوں گھر چھوڑتی' میں کوئی تمہاری طرح آوارہ گرد ہوں کیا؟"
"نہیں نہیں آپ بڑی شریف خاتون ہیں بلکہ نوجوانی میں شرمیلی بھی رہ چکی ہوں گی۔" اس کی زبان ان کے سامنے پھسل ہی جاتی تھی۔
"میں بوڑھی لگتی ہوں اب تمہیں؟"
"نہیں آپ نوجوان ہیں' شادی کی عمر ہے آپ کی ابھی تک' کرلیں تنہائیاں دور کرنے والا ساتھی مل جائے گا کوئی۔"
"شادی کرنے کی عمر تمہاری ہے نالائق انسان! کوئی لڑکی دیکھ کر تمہیں زنجیر ڈال دینی چاہیے تا کہ زبان کو بھی ذرا تالا لگے۔"

"کوئی بھی لڑکی مجھ سے شادی نہیں کرے گی اس لیے آپ بے فکر رہیے میں چلا اب۔" وہ کھانا ختم کر کے اٹھا تھا۔

"پتا نہیں کس کے نصیب پھوٹیں گے۔"

"آپ بے فکر رہیں آپ کے نہیں پھوٹے' محفوظ ہیں آپ۔" وہ کہتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

"نالائق کہیں کا بدتمیز۔" ان کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ در آئی تھی جو کہ کبھی کبھار ہی آتی تھی۔

❁.......❁.......❁

لیپ ٹاپ کی اسکرین روشن ہوئی ساتھ ہی اس نے اپنے میسج چیک کرنا شروع کردیئے تھے ایک جگہ آ کر اس کے ہاتھ رک گئے تھے۔

وہ کتنا خوب صورت لگ رہا تھا اپنی بیوی کے ساتھ' اس کے ہونٹوں پر عجیب تلخ سی مسکراہٹ تھی حالانکہ خود سے خوش ہونے کی اس نے ہر طرح سے کوشش کر کے دیکھ لی تھی۔ ساتھ میں امی اور ابو بھی تھے اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ دل میں ایک چوٹ سی لگی تھی۔

"یہ نہیں میں خوش نہیں ہوں آپ سب کی خوشیاں دیکھ کر' یہ ہے کہ آپ سب تو خوش ہیں مجھے کھو کر مجھ سے دور رہ کر۔ کوئی فرق نہیں پڑتا آپ سب کو۔ میری کوئی حیثیت نہیں ہے آپ سب کے درمیان۔ میرے بغیر آپ سب خوش ہوسکتے ہیں اور میں اداس ہوں میں کیوں یاد کرتا ہوں آپ سب کو۔" وہ بھولے سے بھی ان کے چہروں سے اداسی نہ تلاش کرسکا تھا۔

"تو یہ ہے میری حیثیت' اتنا بے وقعت۔"

"یہ تمہارا بھائی ہے زید؟" وہ کب ان کے پیچھے آ کھڑی ہوئی اسے پتا نہ چلا تھا۔

"جی......" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

"اس کی شادی ہوئی ہے؟"

"جی۔"

"کب ہوئی؟"

"دو دن پہلے آج اس کا ولیمہ ہے۔ ولید نے ابھی تازہ تصویریں بھی دیکھی ہیں۔"

"تم کیوں نہیں گئے وہاں' وہ سب تمہیں یاد کرتے ہوں گے۔ ایسی کیا ناراضگی ہے کہ تم ماں باپ کو یوں چھوڑ آئے ہو۔" پہلی بار انہوں نے نرمی سے بات کی تھی اس سے اور سنجیدگی سے بھی۔

"ان میں سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا' آپ دیکھ لیں کیا ایسا لگ رہا ہے؟"

"ایسا نہیں ہوتا زید! تمہیں نہیں پتا ماں باپ اندر سے کیا ہوتے ہیں۔"

"ابا جی بھی بظاہر ہنستے تھے' مسکراتے تھے مگر وہ ٹوٹ گئے تھے۔ سارا نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اسی کا غم لے ڈوبا تھا ان کو۔"

"سارا آپ کی بہن' جن کی شادی ہوئی تھی کسی دیہات میں' وہ اب کہاں ہیں؟"

"مر گئی وہ...... ایک میں رہ گئی۔" وہ جاتے ہوئے بڑبڑائی تھیں۔ ان کے لہجے میں گھلی ہوئی نمی اور دکھ اس پر عیاں ہوا تھا۔

وہ انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا تو اس دنیا میں کوئی بھی دکھ سے خالی نہیں ہے' اس نے لمبی سانس بھری' اس کا چہرہ بھی تاریک تھا۔

❁.......❁.......❁

گھر بھی وہی تھا اور پتا بھی' گلی بھی وہی اس نے ڈرائیور کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور اپنا بیگ گھسیٹتی ہوئی دروازے تک آئی۔ دو چار دفعہ بیل دینے کے بعد ایک گیارہ بارہ سالہ بچے نے دروازہ کھولا تھا وہ بغیر کچھ پوچھ گچھ کیے آگے بڑھ آئی۔ سامنے لان میں ایک درمیانی عمر کا آدمی اخبار پھیلائے اس میں پوری طرح سے گم تھا اور کچن کی کھڑکی سے ایک خاتون خانہ ہنڈیا بھونتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ سامنے لاؤنج کے دروازے سے ایک لڑکی ٹہلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی' وہ بچے کے اشارے پر سیدھی اندر آگئی مگر اب سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے' تعارف لے۔ لڑکی اسے سامنے آتا دیکھتے ہوئے کچھ ناگواری سے کمرے کی طرف چلی گئی تھی' وہ بچہ کچن سے ان خاتون کو بلا کر لایا تھا۔ وہ کافی حیرانی سے اردگرد کا جائزہ لے رہی تھی۔

"یہاں پروفیسر صدیقہ معین رہتی تھیں؟" اس نے بیگ نیچے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں مگر پچھلے چھ سات سال سے ہم یہاں ہیں انہوں نے یہ گھر میرے بھائی کو بیچا تھا ان سے ہم نے لیا تھا۔ آپ کیسے جانتی ہیں ان کو؟" خاتون بھی ذرا عجلت میں تھیں کھڑے کھڑے کہتے ہوئے اس نے دو تین بار کچن کی طرف دیکھا تھا۔

"میں ان کی بھانجی ہوں' اب وہ کہاں رہتی ہیں پلیز ان کا کوئی پتا وغیرہ؟" ان سے زیادہ اسے جلدی تھی یہاں سے جانے کی۔

"مجھے تو نہیں معلوم بیٹا! البتہ بھائی صاحب کو علم ہوگا میں ان کا نمبر دیتی ہوں آپ پوچھ لیں۔" خاتون یہ کہہ کر فون اسٹینڈ کی طرف بڑھی تھی۔

"آپ خود اگر معلوم کرلیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے' تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں۔"

"بیٹا! وہ کہتے ہیں آپ ان کے کالج جا کر ان کا پتا لے لیں' وہ پچھلے ایک سال میں دو فلیٹ بدل چکی ہیں اب کا پتا ان کے پاس نہیں ہے۔"

"وہ زبیدہ کالج میں ہیں ابھی تک؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتی' اگر تم چائے لینا چاہو تو......" مروت آڑے آ گئی۔

"آپ صرف مجھے ایک پانی کا گلاس دے دیں۔" اس نے اپنا بیگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ اس نے پانی پی کر گلاس بچے کو پکڑایا اور باہر آگئی۔

گلی سنسان تھی' اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کرے۔ بھاری بیگ گھسیٹتی ہوئی وہ سڑک تک آئی۔ یہ دوپہر کا وقت تھا اس کا سیل فون بجا' بابا کالنگ جگمگا رہا تھا تو وہ اب کیا کہے گی ان سے۔ ہاں پہنچ گئی ہوں خیریت سے' کال بیک کرنے کے بجائے اس نے میسج لکھا تھا۔

"اگر وہ وہاں بھی نہ ملیں تو......" اس سوال کا جواب وہ ڈھونڈنا نہیں چاہ رہی تھی۔ گاڑی تو مل گئی تھی مگر اس خدشے نے اسے بُری طرح پریشان کردیا تھا۔

گاڑی زبیدہ کالج کے گیٹ سے کچھ فاصلہ پر رکی تھی وہ دھڑکتے دل کے ساتھ ڈرائیور کو وہیں رکے رہنے کا کہہ کر بیگ لے کر گاڑی سے باہر آئی' کھلے ہوئے گیٹ سے لڑکیاں گزر رہی تھیں یہ شاید چھٹی کا وقت تھا۔ وہ کس سے پوچھتی اس نے ایک دو لڑکیوں سے پوچھتے ہوئے بڑی شرمندگی کا سامنا کیا' کچھ لوگ اس کے ہاتھ میں سامان دیکھ کر ہاسٹل کا پتا بتارہے تھے۔ وہ گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے آپس میں بات کرتی ہوئیں چار لڑکیوں کے پاس آئی وہ چاروں کسی گرما گرم بحث میں مگن تھیں جب اس نے آ کر سلام کیا تھا۔ ان میں سے کسی ایک نے سلام کا جواب ناگواری سے دیا تھا باقی خاموش ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

"یہاں پروفیسر صدیقہ معین پڑھاتی ہیں مجھے ان سے ملنا ہے۔"

"وہ جلدی گھر جاتی ہیں اب تک تو جاچکی ہوں گی۔"

"ان کے گھر کا پتا' فون نمبر وغیرہ ہوگا آپ کے پاس؟" اس نے باری باری تینوں کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ کہیں آپ ان کی نئی اسٹوڈنٹ تو نہیں؟"

"نہیں میں ان کی بھانجی ہوں' مجھے ان سے ملنا ہے۔"

"بھانجی تم ہو پتا ہم سے پوچھ رہی ہو؟ عجیب بات ہے۔" سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"دیکھیے میں بہت عرصہ بعد آئی ہوں اس شہر میں' انہوں نے گھر بدل لیا تو پھر مجھے یہاں آنا پڑا۔"

"اچھا تو پھر پہلے ان سے پوچھ لینا چاہیے تھا۔" ان کے لہجے سے صاف لگ رہا تھا کہ ان سب کو اس کی کسی بات کا کوئی یقین نہیں آرہا۔

"دیکھیے میں سچ کہہ رہی ہوں۔" اس وقت اس کی

حالت بُری ہو رہی تھی۔

”اچھا تو پھر ایسا کرو کہ لطیف آباد چلی جاؤ وہاں ان کی بیسٹ فرینڈ رہتی ہیں میڈم مونا‘ وہ یقیناً تمہیں ان تک پہنچا دیں گی۔“

”اور ان کے گھر کا پتا فون نمبر وغیرہ؟“

”پتا تو نہیں البتہ نمبر ہے لکھ لو یا ایڈ کرلو۔“ وہ شکریہ کہتی نمبر پریس کرتی ہوئی گیٹ سے باہر آئی‘ بیل مستقل جا رہی تھی بمشکل چوتھی بیل پر کسی نے فون اٹھایا وہ کوئی صاحب تھے جنہوں نے اسے میڈم مونا کا پتا سمجھا کر فون بند کردیا۔ اس نے بیگ رکھا اور گاڑی میں بیٹھ گئی اگر وہ نہ ملیں یا پتا غلط نکلا یا پھر وہ کوئی دوسری میڈم مونا ہوں اس صورت میں وہ کیا کرے گی۔ اس نے سیل فون بیگ میں ڈالتے ہوئے بابا کی دو مسڈ کالز دیکھیں اور ایک لمبی سانس لی۔

”تو آپ جیت گئے بابا! میری ضد ہار گئی۔“ اس کی آنکھیں گیلی ہو رہی تھیں۔

گاڑی اس پتے پرآ کر رکی اس نے پھر اپنا بیگ اتارا‘ ڈرائیور کافی عجلت میں پیسے مانگ رہا تھا اور زیادہ مانگ رہا تھا اس نے بغیر کچھ کہے اسے پیسے دے کر فارغ کیا اور گیٹ پرآئی‘ یہاں پہلی بیل پر ہی دروازہ کھل گیا تھا کوئی آدمی تھا میڈم مونا کے بارے میں پوچھنے پر اس نے اسے اندر آنے کو کہا‘ وہ اس کے پیچھے پیچھے آئی یہ شاید وہی فون والا بندہ تھا۔ وہ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر کچھ منٹ بعد اس کے لیے کولڈ ڈرنک لے آیا اس کے پھر پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ اپنے بیٹے کے پاس اسلام آباد گئی ہوئی ہیں اس کا اوپر کا سانس اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا‘ دروازہ بھی بند تھا۔

❀..........❀..........❀

”تم کہاں کہاں آوارہ پھرتی رہی ہو‘ کچھ خیال بھی ہے۔ میں اور تمہارا باپ کتنا پریشان ہیں۔“ انہوں نے اسے عیدگاہ کے قریب ہی دیکھ لیا تھا۔

”آوارہ میں پھر رہی ہوں کمال ہے آپ سو سو گھر بدل لیتی ہیں‘ میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو رہی ہوں آپ کا گھر صبح سے اب تک کس حال میں ہوں‘ کہاں کہاں کے دھکے کھا کر لوٹی ہوں آپ کو کچھ احساس نہیں ہے۔“ وہ ان کا ری ایکشن دیکھ کر روہانسی ہوگئی تھی۔

”میم چلیں اب۔“ وہ ان دونوں کو بیچ سڑک بحث بازی میں مگن دیکھ کر آگے آگیا۔

”ہاں چلو...... چلو بیٹھو اب گاڑی میں۔ تم بیگ لے لو اس سے۔“ وہ کہتی ہوئی آگے بڑھیں۔

”رہنے دیں۔“ اس نے بیگ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ کاندھے اچکاتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا اور دونوں کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کردی۔

”تمہیں کچھ تو بتا دینا تھا لڑکی! ہمیشہ طوفان کی طرح آتی ہو طوفان کی طرح جاتی ہو‘ پریشان کر کے رکھ دیا مجھے اب بات کرلو اپنے باپ سے کب سے وہ آدمی مجھے بُرا بھلا کہے جا رہا ہے۔“

”بابا سے کب بات ہوئی آپ کی؟“ وہ حیرانی سے دیکھنے لگی۔

”آج صبح ہی انہوں نے فون کیا تھا مجھے تمہارے نکلنے کے بعد۔ اسی لیے میں کالج سے بھی جلدی نکل آئی تھی۔“

”بابا کے پاس نمبر تھا آپ کا‘ اُف...... مجھے لے لینا چاہیے تھا۔“

”چلو غلطی تو تسلیم کرلی تم نے۔“

”تمہارے باپ نے تو جان کھالی‘ یہ بتاؤ خیریت ہے نا آئی کیوں ہو؟“

”آ تو گئی ہوں مگر بُری طرح پچھتا رہی ہوں۔“

”ہاں تو پھر چلی جانا۔“ وہ ذرا بھی مروت نہیں رکھتی تھیں۔ زید نے حیرانی سے پیچھے دیکھا تھا۔

”چلی جاؤں گی کچھ دیر میں ڈرائیور پہنچتا ہوگا میرا۔“

”اگر اتنی ہی افراتفری تھی تو اتنا سفر کس خوشی میں کیا پھر؟ تمہارے باپ نے کہا ہے کہ کچھ دن رہ لو رہنا چاہو تو ٹھیک ہے ورنہ کل چلی جانا۔“ وہ بڑے افسوس سے ان کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

”نہیں شکریہ! ابھی جانا ہے‘ بجھوا دیں آپ مجھے۔“

”زیادہ ڈرامے مت کرو‘ ابھی بجھوا دیں یہاں کوئی تمہارے باپ کا نوکر نہیں لگا ہوا۔“

”آپ ہر بات میں میرے باپ کو کیوں لے آتی ہیں آخر انہوں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا؟“

”میرا تو اس کی پچھلی سات نسلیں کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔“

”میڈم گھر آگیا۔“ گاڑی گیٹ کے آگے آ رکی تھی۔

”اب اترو نیچے صاحب زادی! اور اپنا بیگ بھی لے آنا۔“ وہ اس سے پہلے اتری تھیں۔

تحریم کڑھتی ہوئی ان کے پیچھے پیچھے اندر آئی اور وہ ابھی تک حیرت سے کھڑا تھا۔

❀..........❀..........❀

”ویسے رات کھانا نہ کھا کے تم نے کیا ثابت کیا‘ یہ میں جانتی ہوں اگر ابھی بھی تم ناشتا نہیں کرو گی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“ اس نے گردن موڑ کر چونکتے ہوئے پیچھے دیکھا تھا یہ سب اسے ہی کہا جا رہا تھا مگر وہ خاموشی سے بغیر کچھ کہے اپنے لیے کپ میں چائے ڈال رہی تھی اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

”چائے لے لو لڑکے! پھر کہو گے دیر ہوگئی۔“ وہی لٹھ مار انداز تھا‘ وہ اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل تک آیا۔

”یہ ٹوسٹ تمہیں نہیں کھانے تو میرا بالکل بھی کچھ اور پکانے کا موڈ نہیں ہے مجھے کالج جانا ہے اب۔“ وہ اپنی چائے ختم کر کے اٹھی تھیں۔

”لڑکے! پہلے تم نکلو پھر میں دروازہ بند کر کے باہر جاؤں گی۔“ وہ کمرے سے فائل اور بیگ لے کر آئی تھیں۔

”آپ باہر سے دروازہ بند کردیں گی؟ میرا مطلب ہے یہ اکیلی ہوں گی گھر پر تو......“ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

”تو یہ تمہارا مسئلہ ہرگز نہیں ہے تم تیاری پکڑو چلنے کی۔ اب جوان جہان لڑکی کو ایسے ہی چھوڑ دوں کیا۔“ وہ اسے گھورتے ہوئے بولیں۔

”آپ دروازہ بند کر کے جائیں میں ٹھیک ہوں۔“ وہ چائے ختم کر کے اٹھی اور برتن سمیٹنے لگی۔

”ٹھیک ہے۔“ وہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگیں پھر اسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا جو ہونق بنا کھڑا اس کی سعادت مندی دیکھ رہا تھا۔

”آپ ٹی وی دیکھ لیجیے گا اور میرے کمرے میں کتابیں پڑی ہیں بلکہ لیپ ٹاپ بھی چاہیں تو استعمال کرسکتی ہیں۔“ اس نے جاتے جاتے کہا تھا۔ تحریم کی طرف دیکھ کر اسے رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ بے چاری پورا دن اکیلی بند گھر میں کیا کرے گی۔

”کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کے کمرے میں جانے کی‘ ہاں البتہ ٹی وی دیکھ لینا۔“ وہ سختی سے کہتے زید کو گھورتے ہوئے اس کے ساتھ باہر نکلیں اس نے دروازہ لاکڈ ہونے کی آواز سن کر ٹھنڈا سانس لیا۔

برتن اٹھا کر کچن میں گئی‘ برتن دھوئے‘ کچن صاف کیا پھر باہر آئی بجلی چلی گئی تھی اس لیے ریموٹ وہیں رکھ کر وہ ان کے کمرے کی طرف آگئی جہاں چیزیں بُری طرح بکھری تھیں کتابیں دوپٹہ‘ عینک بیڈ پر پڑی تھی سب کچھ سلیقے سے رکھا اور کمرے کی تفصیلی صفائی کی پھر کھانا بنا کر جب وہ کمرے میں آئی تھکن سے بُرا حال تھا دو منٹ کے لیے وہ لیٹی ہی تھی کہ نیند آگئی۔ اتنی گہری نیند رات میں بھی نہ آئی تھی کتنے دنوں بعد وہ گہری نیند سوئی تھی۔

”میری چیزیں اِدھر اُدھر بکھیر کر تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو آخر۔“

”میں کچھ بھی ثابت کرنا نہیں چاہتی‘ بس یہی کہ بہت دنوں سے یہاں صفائی نہیں ہوئی ہے۔“ وہ شام میں اٹھی تھی اور کافی فریش لگ رہی تھی۔

”یہ میرا گھر ہے تمہیں کوئی حق نہیں ہے یہاں ردو بدل کرنے کا۔ جیسا ہے جس طرح ہے جس کو چاہیے یہاں رہے جس کو نہیں پسند وہ جاسکتا ہے۔“ یہ اشارہ زید کی طرف بھی تھا‘ وہ ابھی دفتر سے لوٹا تھا اور کھانا کھانے

کے بعد وہ اسٹور پر جاتا تھا تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آیا تھا اور ان کی زوردار گرج پر رک سا گیا۔

"میں کچھ دنوں میں یہاں سے جانے والا ہوں' میرے دوست نے ایک مکان دیکھ لیا ہے میرے لیے۔" اسے ان کا کچھ بھی کہنا برا نہیں لگتا تھا مگر ابھی تحریم کے سامنے بہت برا لگا تھا جس طرح سے انہوں نے کہا تھا۔

"شوق سے جاؤ مجھے کما کر نہیں کھلاتے تم' جسے جانا ہے وہ چلا جائے۔" وہ کہتی ہوئی کمرے کی طرف چلی گئیں۔

"آپ اگر یہاں آ کر پچھتا رہی ہیں تو یہ فیصلہ آپ کو بھی کر لینا چاہیے۔" وہ اس کی طرف افسوس سے دیکھ کر کہنے لگا اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر چلا گیا کہ اس سے جواب کی کوئی توقع تو نہ تھی مگر اس کی آنکھوں سے نکلتی نمی اس نے دیکھی تھی۔ پتا نہیں کیوں اسے اس لڑکی سے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی جب کہ وہ شرمندگی کے مارے کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔

"یہ تم پھر بالکونی میں کھڑی ہو' سخت بری لگتی ہے تمہاری یہ عادت مجھے۔"

"گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی مجھے یہاں تازہ ہوا ہے۔" وہ چائے کا کپ لے کر یہاں آ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا جب ان کی آواز پر اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس نے بالکونی میں جھانکا تھا۔

"تمہیں پتا ہے یہاں سامنے لڑکے کا کمرہ ہے تو تمہیں یہاں آ کر کھڑا ہونا نہیں چاہیے تھا۔"

"میں آپ کے لڑکے کی وجہ سے نہیں آئی' مجھے تازہ ہوا کی ضرورت تھی۔" اس کے لہجے میں دکھ اور شکایت تھی۔

"ٹھیک ہے آئندہ خیال کرنا۔" ان کا لہجہ ویسا ہی تھا۔

"آپ پہلے بھی ایسی تھیں اب بھی ایسی ہی ہیں۔"

"تم پہلے بھی احمق تھیں اب بھی احمق ہو' نالائق ہو تمہیں ذرا عقل نہیں آئی اب تک پہلے بھی آئی تھیں تو زندگی حرام کر کے رکھ دی تھی اب بھی سکھ چین اڑا کر جاؤ گی۔"

"آپ بے فکر ہو جائیں' جا رہی ہوں میں واپس۔" اس نے کمرے میں جا کر دروازہ زور سے بند کیا' دروازہ بند ہونے کی آواز اسے اوپر تک آئی تھی۔

"ٹھیک ہے سارا پھیلاوہ سمیٹ کر ہی جانا' فون کر دو اپنے باپ کو اور خیال رہے میری چیزیں مت بھر لینا اپنے تھیلوں میں۔" وہ دروازہ سے باہر آ کر دنگ رہ گیا ان کا جلال دیکھ کر امید تو تھی مگر وہ سوچتا تھا اب بدل گئی ہوں گی وہ کچھ مگر یہاں کچھ بدلنا تو خاک بگڑا ضرور تھا۔ اسے حیرت بھی ہو رہی تھی اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔

"تم کیا دیکھ رہے ہو لڑکے! اپنا کام کرو یا پھر بوریا بستر سمیٹو تم بھی اپنا۔" انہوں نے اسے اوپر کھڑا دیکھ کر اسی انداز میں کہا تھا۔

"ضرور جاؤں گا مگر یہ مہینہ پورا کر کے کرایہ ایڈوانس دے چکا ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر دوبارہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

......☆☆☆......

وہ رات کو دیر سے آیا تو دروازہ اس نے کھولا تھا۔

"آپ ابھی تک یہیں ہیں؟" سب سے پہلی بات اس نے یہی پوچھی تھی۔

"السلام علیکم!" وہ کہہ کر دروازے سے ہٹ گئی تھی۔

"خالہ نے کہا تھا کہ اگر آپ دیر سے آئیں تو دروازہ نہیں کھولنا مگر بہرحال میں نے سوچا کھول دیتی ہوں۔"

"وعلیکم السلام! ویسے ہیں کہاں میم ابھی؟" وہ فریج سے اپنے لیے کھانا نکالتے ہوئے گرم کرنے لگا۔

"سو رہی ہیں ان کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی تھی' انہیں استھما کا مسئلہ ہے' امی کو بھی یہی مسئلہ تھا۔ یہ مسئلہ زیادہ تر ٹینشن کی وجہ سے بڑھتا ہے' مجھے یہ سمجھ نہیں آتا انہیں کیا ٹینشن ہے۔" وہ ان کے لیے خاصی پریشان تھی۔

"وہ تو ٹینشن دینے کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔" وہ ہنسی روک نہ سکا۔

"آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہیے' ایسے لوگ اندر سے بہت نرم ہوتے ہیں۔"

"تو یعنی ہمدردی میں آپ کا جانے کا پروگرام کینسل ہو چکا ہے۔"

"میں جاؤں گی مگر ان کی طبیعت ذرا بہتر ہو جائے' میں کوشش کروں گی ان کی کسی تلخ بات کا جواب نہ دوں۔"

"آپ کو اتنا خیال ہے جب کہ ان کو تو ذرا احساس نہیں ہے آپ کا۔"

"میں نے اصل میں ان کو تنگ بھی تو بہت کیا تھا نا۔ وہ سمجھ رہی ہیں میں ہمیشہ ایسا ہی کروں گی' ان کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"وہ بھی تو بہت اکیلی ہیں نا' ان کی شادی ہو جانی چاہیے تھی۔"

"یہ تو میں بھی سوچتی ہوں۔" وہ چائے لے کر ڈائننگ ٹیبل کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"میم کا کوئی بھی رشتہ آتا تھا تو وہ اس بندے کی ہی بے عزتی کروا کر بھیج دیتی تھیں' کسی کو ہمت نہ تھی میرے ابا نے تو ان کی شادی کرانے کی بہت کوشش کی بلکہ خود بھی پروپوز کیا مگر تھینک گاڈ کہ میں کڑوے کسیلے جیسی ماں سے بچ گیا۔" وہ کھانے کی ٹرے لے کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔

"آپ سید معظم کے بیٹے ہیں؟" وہ ذرا چونکی تھی۔

"جی ہاں۔"

"آپ وہی زید ہیں آپ کو یاد ہے جب میں پہلی مرتبہ یہاں آئی تھی آپ لوگ کالونی میں رہتے تھے خالہ کے گھر کے برابر میں۔"

"بالکل یاد ہے...... سب کچھ یاد ہے۔"

"آپ سارے بچوں کو لے کر کھیلتی تھیں' ساری کھڑکیوں کے شیشے ہماری بال نے توڑے تھے' لان میں لگے پودوں کا جو ستیاناس ہوا تھا' میم نے کیا حشر کیا تھا ساری شرارتیں یاد ہیں مجھے۔" وہ کہتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"خالہ کو جوش تھا مجھے سگھڑ بنانے کا وہاں دادی فون پر ان کو کوئی نہ کوئی تاکید کرتیں اور یہاں میرا بیڑا غرق ہو جاتا تھا۔ سارے کام میرے سر پر ڈال دیے گئے تو یہی کرتی نا۔"

"اور آپ ہمارے گھر کے فون سے دادی کو کال کر کے شکایت لگاتیں' خالہ بہت ظالم ہیں' کام کرواتی ہیں۔ مجھے نہیں رہنا یہاں' میرے پیسے بھی رکھ لیے اپنی مرضی سے دیتی ہیں' آج انہوں نے مجھے مارا۔ پرسوں اسکول لے کر چلی گئیں' مجھے نہیں پڑھنا۔" وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولا۔

"آپ کی یادداشت تو اچھی خاصی ہے زید!" وہ بھی ہنسی تھی۔

"پھر آپ چلی گئیں' آپ نہ جاتیں تو اچھا خاصا پڑھ لیتیں۔"

"میری دادی کا انتقال ہو گیا تھا جب خالہ مجھے گاؤں لے کر گئی تھیں اس کے بعد میں نہیں آئی مجھے بابا نے روک لیا تھا تب مجھے بھی کہیں اور سکون نہیں ملتا تھا۔"

"آپ کی امی کو کیا ہوا تھا تحریم! میم ان سے ملی بھی نہ تھیں شاید پسند کی شادی تھی نا ان کی۔" وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولا تھا۔

"جی پسند کی شادی تھی' اس دن کے بعد میری خالہ نے پہلی مرتبہ میری ماں کا چہرہ تب دیکھا تھا جب وہ لاش کی صورت پڑی تھیں۔ امی کو کینسر ہو گیا تھا۔" اس کی آنکھیں گیلی ہو رہی تھیں۔

"ان کا علاج تب ہوا جب کینسر آخری اسٹیج تک پہنچ چکا تھا۔"

"اتنی بڑی ناانصافی۔" وہ رک نہ سکا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ فوراً کرسی سے اٹھی تھی۔

"سوری تحریم! مجھے یہ نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔" لیکن وہ مزید وہاں نہیں رکی تھی۔ وہ اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا' کچھ دیر بعد کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے کھڑکی سے اسے ٹہلتا دیکھ کر رک گیا تھا۔

وہ اسے سامنے دیکھ کر رک گئی اور آگے بڑھ کر کھڑکی

بند کردی تھی وہ تعجب سے وہیں کھڑا تھا۔

"سمجھ نہیں آتی آپ کو کیا ٹینشن ہے تحریم!" وہ کہنا چاہتا تھا پر بند کھڑکی دیکھ کر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر اپنے کمرے میں آ گیا۔

"یہ بیماری بہت بری ہے سانس گھٹتا ہے' گھٹن ہوتی ہے۔" "مجھے گھٹن ہو رہی تھی تبھی یہاں آ کھڑی ہوئی۔" اس کے جملے ذہن میں گونج رہے تھے اس کی آدھی رات سوچتے ہوئے گزری تھی جب کہ وہ تمام رات جاگتی رہی تھی۔

❀......❀......❀
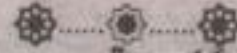
اس نے وہ زندگی گزاری تھی جسے محرومی کہتے ہیں ماں باپ کے ہوتے ہوئے اسے اچھی طرح یاد تھا وہ بہت چھوٹی تھی اس کا باپ جب گھر آتا تھا وہ ان کی ٹانگوں سے چمٹ جاتی تھی وہ اسے زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ تھوڑا سا پیار کر کے ہٹا دیتے تھے ملازموں کو پاس بلا کر کچھ معاملات طے کرتے' پھر دادی کے پاس تخت پر بیٹھتے بہت عام سی بات بھی ٹھہر ٹھہر کر بے زاری سے کرتے تھے وہ دور دور سے ان کو دیکھتی تھی پھر جب وہ کمرے میں آتے ان کا رویہ عجیب سا ہوتا۔ بہت دیر تک وہ دونوں خاموش رہتے تھے یا تو اگر بات ہوتی تو کوئی نہ کوئی اختلاف ہو رہا ہوتا۔ اس کی ماں کچھ کہہ دیتی اور وہ گرجتے برستے چلے جاتے اس نے کتنی خاموشی اور اعلانیہ جنگیں دیکھی تھیں' اپنے ماں باپ کے درمیان۔ وہ صرف ماں کے قریب ہی ہوئی رہتی تھی ان سے وہ بہت سوال پوچھنا چاہتی تھی مگر اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کہے اور کیسے کہے' ماں اسے ہر وقت کوئی نہ کوئی سبق پڑھا رہی ہوتی تھی یا کوئی کہانی سنا رہی ہوتی تھی وہ کہانیوں سے بہل جاتی تھی مگر اس کے اندر کی بے چینی کم نہیں ہوتی تھی بلکہ بڑھتی ہی جاتی تھی اس نے اپنے چاچا چاچی کو ہمیشہ اچھے ماحول' آپس میں ہنس کر بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

وہ چاہتی تھی اس کے والدین بھی اسی طرح رہیں سب کہتے تھے ان کی پسند کی شادی تھی مگر اسے کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ یہ سچ ہے وہ چاہتی تھی تعلقات بہتر ہوں مگر تعلقات بدتر ہوتے گئے۔ اس کے باپ نے کمرے میں آنا چھوڑ دیا تھا اس کی ماں بیمار رہنے لگی تھی وہ عجیب کیفیت کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔

اس کی ماں اندر سے بالکل خالی تھی اس نے مسکرانا چھوڑ دیا تھا' وہ کمزور ہوگئی تھیں پھر ایک دن ان کو ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا۔ اس دن اس نے اپنی ماں کو شدت سے روتے ہوئے دیکھا تھا' اس کی ماں اسے خود سے دور رکھنے لگی تھی' سب کہتے تھے ان کا آپریشن ہوگا' کچھ دنوں میں انہیں پھر ہسپتال لے جایا گیا تھا جب وہ واپس آ گئیں تو ان کا سر ڈھکا ہوا تھا' وہ دوڑ کر ان سے لپٹنا چاہ رہی تھی مگر اس کی دادی نے اسے روک لیا تھا۔ وہ دور سے ماں کو دیکھ کر روتی رہی اس کی ماں اس سے دور ہو رہی تھی۔

پھر ایک رات اس کی ماں نے اسے خوب لپٹا کر پیار کیا تھا' کہانی سنائی تھی۔ وہ بیڈ پر ان سے لپٹ کر سوگئی تھی وہ پتا نہیں کیا کیا کہتی رہیں' سمجھاتی رہیں اسے مگر وہ کچھ نہیں سمجھ رہی تھی۔ وہ صرف ان کے ساتھ لگ کر رونا چاہتی تھی اور اس رات وہ روتے روتے سوگئی تھی پھر رات کے کسی پہر اسے کسی نے وہاں سے اٹھا کر دادی کے کمرے میں سلایا' اسے کچھ یاد نہ تھا۔ بس وہ جب صبح اٹھی تو گھر میں بہت سارے لوگ جمع تھے' رونے کی آوازیں تھیں وہ کمرے سے باہر آئی اس کی ماں ایک چارپائی پر بے سدھ پڑی تھی اس نے دوڑ کر کپڑا ہٹایا' آوازیں دیں ماں کو جھنجوڑا مگر وہ اسی طرح سوئی رہیں وہ تب بھی انہیں جھنجوڑتی رہی۔ بہت سی عورتیں اسے تسلی دیتی جانے کیا کیا کہہ رہی تھیں۔ وہ اپنی دادی کی گود میں تھی۔

اس نے تب پہلی بار اپنی خالہ کو دیکھا جو اس کی امی سے کچھ مشابہہ تھیں اس انجان عورت نے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا تھا' سمجھایا تھا' وہ پوری رات اس کے ساتھ رہیں صبح وہ چلی گئی تھیں۔

وہ کئی دنوں تک روتی رہی مگر آہستہ آہستہ اسے صبر آ گیا۔ دادی اسے بہت پیار دینے لگی تھیں۔ اس کا باپ

اس پر توجہ دینے لگا تھا مگر وہ دلی طور پر باپ سے دور ہوتی جارہی تھی۔ دوسرے معنوں میں وہ ان سے نفرت کرنے لگی تھی۔ اسے لگتا تھا اس کا باپ لڑتا تھا جبھی امی خفا ہوکر چلی گئیں اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ اب باپ کے پاس جائے۔ ان کے بلانے پر مشکل سے کچھ منٹ بیٹھ کر کھیلنے کا بہانہ بنا کر وہاں سے ہٹ جاتی تھی۔ محلے سے اب اس کی شکایتیں آنے لگی تھیں۔ سارا دن کھیلتی' وہ ایک بگڑی ہوئی بچی بن گئی تھی' اسے اس کی محرومی عجیب رستوں پر لے کر جارہی تھی۔

اس کی دادی اس کے لیے بہت فکر مند رہنے لگی تھیں اس پر سختی کرنے کے غلط نتائج مل رہے تھے پھر ایک دن اس کی دادی نے اس کی خالہ کو شہر فون کیا تھا۔ اسے بہلایا گیا کہ وہاں بہت کھلونے' جھولے ہوں گے اسے گھمایا پھرایا جائے گا وہ صرف ایک دو دن کے لیے جارہی ہے اس کے باپ کو اعتراض تھا اس نے خاصی بحث کی تھی مگر دادی کے سامنے چل نہ سکی۔ اس سے پوچھا تو اس نے باپ کے سامنے جانے کی ہامی بھرلی۔ وہ جیسے مجبور سے ہوگئے تھے' وہ دادی سے دور نہیں رہنا چاہتی تھی مگر کئی باتوں سے' بہت سی چیزیں اور پیسے دے کر بہلا پھسلا کر اسے بھیجا گیا تھا۔ وہ اصل پلان سے ناواقف تھی' شہر آتے ہوئے اس کی نظر میں خوش فہمیوں کا ایک جہان تھا مگر خوش فہمیوں کے بت ایک ایک کرکے ٹوٹے تھے۔

❀......◉......❀

"اب کیسا محسوس کررہی ہیں آپ؟" وہ ان کے لیے سوپ بنا کر لائی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں' یہ کیوں بنالائی ہو تم؟" انہوں نے ناگواری سے سوپ کے پیالے کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کو طاقت کی ضرورت ہے' یہ کھالیں تو پھر دوائیں بھی لینی ہیں۔"

"تم میری استاد نہ بنو کیا کھانا ہے کیا نہیں' مجھے اچھی طرح پتا ہے۔" وہ اپنے کپڑے نکالنے کے لیے الماری کی طرف بڑھیں۔

"آپ کا براؤن کلر والا جوڑا پریس کرکے لٹکا دیا ہے۔" انہوں نے اسی ناگواری سے اس کی طرف دیکھا اور دوسرا جوڑا تلاش کرنے لگیں مگر کوئی بھی پریس نہ تھا ناچار وہی اٹھا کر واش روم میں چلی گئیں۔

وہ وہیں بیٹھ کر ان کا انتظار کرتی رہی۔ وہ جب آئیں تو تازہ اخبار سائیڈ ٹیبل پر پڑا ہوا تھا سوپ کا پیالہ پلیٹ سے ڈھکا ہوا تھا ہر چیز سلیقے سے رکھی ہوئی تھی۔

"مجھے دیر ہورہی ہے یہ مشروب خود پی لینا۔" انہوں نے سرسری دیکھتے ہوئے کہا اور بال سلجھا کر باندھ لیے پھر اپنے پیپرز اور نوٹس جمع کرنے لگیں جو سلیقے سے پن اپ کرکے دراز کے خانے میں رکھے گئے تھے۔

"کہاں جارہی ہیں آپ اس حالت میں' آرام کی ضرورت ہے آپ کو۔"

"کیا ہوا ہے میری حالت کو' اچھی بھلی تو ہوں۔"

"بظاہر اچھی بھلی ہیں مگر اندرونی کمزوری ہے' یہ سوپ لے لیں تاکہ دوائی لی جاسکے پھر اچھا محسوس کریں گی آپ۔"

"تم مجھے بوڑھوں کی طرح کیوں ٹریٹ کررہی ہو میں اتنی لاچار نہیں ہوئی ابھی ہلکی سی طبیعت خراب تھی۔"

"جارہی ہوں کالج' دیر ہورہی ہے۔" ان کا لہجہ ہنوز ایسا تھا۔

"کمرے کی گھڑی رکی ہوئی ہے' ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"اوہ میرا خدایا! تم نے مجھے اٹھایا نہیں' اب بتارہی ہو مجھے۔"

"آپ نیند کے انجکشن کے زیر اثر سورہی تھیں اور یہ ضروری بھی تھا اب دیکھیں خاصی فریش محسوس کررہی ہوں گی۔"

"پتا نہیں کیسے انجکشن ٹھنسوا دیے مجھے ایسا تو نہیں کہ سلو پوائزن دے رہی ہو مجھے۔" انہوں نے بیگ اور کاغذات رکھ دیے اور اخبار اٹھایا۔

"کیا...... سلو پوائزن...... آپ مجھے کیا سمجھتی ہیں آخر دشمن ہوں میں آپ کی کیا؟" اسے ان سے اس حد تک سوچنے کی توقع نہیں تھی۔

"ہاں تو اور کیا' میری بہن کو بھی سلو پوائزن دے کر مار دیا تمہارے باپ نے اب تمہیں پڑھا کر بھیجا ہے۔"

"خدا کے واسطے' میرے باپ نے ایسا نہیں کیا' وہ اپنی بیوی کو سلو پوائزن کیوں دیں گے۔"

"تمہیں سلو پوائزن کے معنی بھی پتا ہیں' زہر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ تمہارے باپ نے اسے تلخی کا زہر دیا' قید کا' ظلم کا' دھوکے کا' نفرت کا' اس کی زندگی تباہ کرڈالی۔ ختم کرڈالا اسے' میں چاہوں بھی تو وہ لمحہ نہیں بھلا سکتی جب آخری بار اسے دیکھا تھا میں نے' ظالموں نے ہمیں بتایا تک نہیں ملنے تک نہیں دیا۔ وہ گھٹتی رہی پھر مرگئی اور لاش کو پرسہ دینے کے لیے بھیج دیا گیا کہ مبارک ہو ہم کامیاب ہوگئے اسے ختم کرنے میں۔" ان کے لہجے میں جہاں بھر کی تلخی تھی۔

"آپ لوگوں نے بھی تو کوئی کسر نہیں چھوڑی اگر پسند کی شادی کی تھی تو گناہ نہیں کیا تھا اگر نانا اور آپ ان کو معاف کرتے اور ملتے رہتے تو شاید نوبت یہاں تک نہ آتی۔"

"میرا باپ دل کا مریض تھا اس نے بیمار کردیا ان کو صدمہ دے دے کر' پھر جب وہ آخری بار ملنے گئے تو ملنے سے انکار کردیا گیا اور وہ ملنے آئی نہیں اپنے باپ سے' مرنے سے پہلے ان سے معافی تک نہ مانگی۔"

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ ان کو بتایا گیا ہوگا کہ ان کا باپ ان سے ملنے آیا ہے۔ مردان خانہ اتنی دور ہے کہ آواز تک نہیں جاتی گاڑی کے ہارن کی بھی' سو ان کو کیسے پتا ہوتا کہ میرا باپ مجھ سے ملنے آیا ہے تو میں جاکر مل لوں اور معافی مانگ لوں۔ میں نے خود ان کو راتوں کو اٹھ کر روتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے کتنی بار ان سے آپ کا اور نانا کا ذکر سنا ہے مجھے پتا ہے وہ کیسے ترستی تھیں۔ کتنا دل چاہتا ہوگا آپ سب سے ملنے کے لیے' میری وجہ سے وہ سب کچھ چھوڑ بھی تو نہ سکتی تھیں۔ مجبوریاں ان کی میں نے دیکھی ہیں ان کو مرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے' کیا مجھے اس سب کا دکھ نہیں ہوگا۔ آپ کو تو صرف دکھ ہے صدمہ ہے مگر فرق نہیں پڑا آپ کی زندگی پر۔ اثر تو مجھ پر اور میری زندگی پر پڑا ہے آپ تو یہاں شہر میں رہتی ہیں اپنی مرضی سے۔ میں نے تو اپنا بچپن کئی محرومیوں میں گزارا ہے تو مجھے نہیں دکھ ہوگا تو اور کسے ہوگا ان کے نہ ہونے کا کہ ہر کسی میں ان کو ڈھونڈتی ہوں مگر وہ مجھے کسی صورت میں نہیں نظر آتیں۔ آپ میں بھی نہیں وہ اگر ہوتیں تو مجھ سے یہ سلوک نہ ہورہا ہوتا۔ آج میں وہاں سے بھاگ کر یہاں نانی کی پناہ لینے کے لیے اور آپ اتنی ان سیکیور رہیں کہ آپ کو گمان ہوتا ہے کہ میں آپ کو سلو پوائزن دے سکتی ہوں۔" وہ اب اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پارہی تھی۔

"میں تو کل ہی جارہی تھی مگر آپ کی طبیعت کی وجہ سے رک گئی مگر اب میں نہیں رکوں گی۔" وہ یہ سب کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی تھیں پھر سوپ اور اخبار لے کر آئیں' سوپ گرم کیا اور ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئیں۔ بڑے گم انداز میں وہ سوپ پیتی رہیں اور سامنے اخبار کھلا ہوا تھا۔

وہ سامنے کھلی کھڑکی سے دیکھتے ہوئے دنگ رہ گئی کہ ان کو کسی چیز کی کوئی پروا نہیں ہے' اس نے کافی انتظار کیا تھا کہ وہ اسے گلے سے لگائیں گی' روکیں گی اسے تسلی دیں گی مگر ایسا کچھ نہ تھا۔ وہ بڑے افسوس اور دکھ سے پیکنگ کرتی رہی جب پیکنگ مکمل ہوئی تو ان کو سلام کرنے چلی گئی۔ ان کو بتایا کہ ڈرائیور آگیا ہے اور وہ خاموشی میں اثبات میں سر ہلا کر کام میں لگ گئیں جیسے انہیں کوئی پروا نہیں ہے اس کے یوں جانے کی۔

(امی آپ کے بارے میں جو بھی کہتی تھیں' غلط کہتی تھیں)

"اللہ حافظ۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ اسی مصروف انداز میں اپنے نوٹس بناتی رہیں۔

''میں نے کپڑے سارے دھو دیے ہیں' چار جوڑے پریس کر کے لٹکا دیے ہیں' کچن صاف کر دیا ہے۔'' وہ جان بوجھ کر یہ سب کہہ رہی تھی۔

''اس سب کی ضرورت نہیں تھی۔'' وہی سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

''ٹھیک ہے اپنا خیال رکھیے گا آپ سن رہی ہیں نا۔''

''میرے کان سلامت ہیں۔''

''اللہ آپ کو صحت اور لمبی عمر دے۔'' اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

''نانی اماں بننے کی کوشش مت کرو اب جاؤ۔ تمہاری گاڑی بار بار ہارن دے رہی ہے۔''

''آپ مجھے کچھ دیں گی بھی نہیں' کوئی تحفہ کوئی دعا ہی سہی۔''

''تحفہ دینے کا رواج میرے ہاں نہیں ہے نہ ہی میری دعا کی کسی کو کوئی ضرورت ہے۔''

''آپ بہت بُری ہیں۔'' اس نے بڑی مشکل سے یہ سب کہا تھا۔

''میں اچھی طرح جانتی ہوں' تم اپنی ماں کی طرح اچھی رہو' کافی ہے۔'' وہ سامان اٹھا کر باہر چلی آئی' بے دردی سے آنکھیں صاف کیں ایسے بندوں سے امید بے فائدہ ہے۔ اس کا دل بُری طرح مایوس ہوا تھا۔

''چلو اور راستے میں گاڑی کہیں نہیں روکنا۔'' اس نے بیٹھتے ہوئے ڈرائیور کو کہا اور سر پشت سے ٹکا لیا اس نے آخری نظر اس بند گیٹ پر ڈالی تھی پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔

❀.......❀.......❀

وہ رات کو آیا تو دروازہ کھلا ہوا تھا دونوں کمرے بند تھے وہ اپنے کمرے میں آ کر سو گیا۔ سوچا صبح موقع ملے گا تو اس سے ضرور بات کرے گا اور اس کا حال احوال پوچھے گا۔ اسے کہے گا اپنا علاج کسی اچھے سے ڈاکٹر سے کروائے دوسروں کا خیال رکھنے والی اپنا خیال بھی تو رکھے' اتنے دن ایک ہی گھر میں رہ کر ایک دوستانہ فضا تو قائم ہو ہی گئی تھی گو کہ وہ ان کے سامنے احتیاط کرتا تھا بات کرنے سے مگر بہر حال سرسری بات تو ہو ہی جاتی تھی۔ کل رات کی بات چیت کے دوران اچھی شناسائی ہو گئی تھی اور وہ دونوں بچپن میں ملے ہوئے بھی تھے تو اب بات کرنے میں کچھ خاص جھجک نہ ہو گی ویسے بھی باتیں تو بہت کرنی تھیں' صبح بہت سوچیں لے کر وہ اٹھا تھا فریش ہو کر نیچے آیا تو وہ اکیلی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔

''السلام علیکم!'' وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''وعلیکم السلام!'' مصروف سے انداز میں جواب آیا۔

''تحریم کہاں ہے میرا مطلب ہے ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟''

''تمہیں کس نے کہا وہ بیمار ہے؟''

''میں نے پرسوں رات ان کو انہیلر لیتے ہوئے دیکھا تھا اور ان کی میز پر وہی میڈیسن دیکھی جو آپ لیتی ہیں۔ خاصی ہائی پاور کی گولی ہے۔ آپ اسے کہیں کہ اچھے سے ڈاکٹر کو دکھا کر میڈیسن تبدیل کروالیں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو؟'' لہجہ کچھ نرم ہوا تھا۔

''ظاہر ہے میں ٹھیک کہہ رہا ہوں' مجھے کیا فائدہ جھوٹ بولنے کا۔ ابھی کہاں ہے وہ؟'' ارد گرد نظریں دوڑاتے پوچھنے لگا۔

''اپنے گھر پر ہو گی۔''

''گھر پر وہ چلی گئیں کیا؟ آپ نے روکا نہیں۔''

''میں کیوں روکوں گی' اسے جانا تھا اپنے گھر سو چلی گئی۔''

''آپ کو دکھ نہیں ہوا؟''

''مجھے کیوں دکھ ہو گا؟''

''وہ آپ کے گھر کے سارے کام کرتی تھی' آپ کا خیال رکھتی تھی۔''

''یہ تو سب میں بھی کر سکتی ہوں' کوئی مشکل نہیں ہے۔''

''آپ کو کچھ احساس نہیں ہے رشتوں کا نہ ہی اپنوں کا نہ ان کی محبت کا۔'' وہ کہنے سے باز کہاں رہتا تھا۔

"یہ بات کہتے ہوئے تمہیں تو ذرا بھی شرم نہیں آئی تمہیں بہت احساس ہے جبھی ماں باپ کو اس حالت میں چھوڑ آئے ہو زور ہی ہے تمہاری ماں بیمار ہوگئی ہے وہ ایک دفعہ فون کرکے پوچھا تم نے بتاؤ؟"

"ان سب کو کیا فکر ہے میری شادی تو کردی میرے بغیر اس کی میں کیوں جاؤں اور کیوں پوچھوں کس لیے پوچھوں؟"

"سب تمہارا قصور ہے اس میں جانتی ہوں۔ میں نے تو کہا تھا ثمینہ کو ایسے بیٹے پر لعنت بھیجو مگر وہ بے چاری ماں ہے نا کیا کرے۔"

"کب بات ہوئی آپ کی ان سے۔" وہ کچھ ڈھیلا پڑا تھا۔

"رات کال کی تھی مجھے اس نے۔"

"آپ نے میرے بارے میں کچھ بتا تو نہیں دیا؟"

"بتادیا کہ تم میرے پاس ہو دو ماہ سے۔"

"اُف او! منع کیا تھا آپ کو۔"

"آج آرہے ہیں وہ رک جانا گھر پر۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے میں جارہا ہوں سامان بعد میں لے جاؤں گا اللہ حافظ۔"

"رکو بدتمیز انسان! وہ مجھ سے پوچھیں گے تو میں کیا کہوں گی۔"

"یہ آپ کا مسئلہ ہے" وہ بائیک کی چابی اور سیل فون اٹھا کر نکلا۔

"مگر جا کہاں رہے ہو؟ رات کہاں رکو گے؟"

"فٹ پاتھ پر آپ کی بلا سے۔"

"اللہ ایسی اولاد کسی کو نہ دے۔" با آواز بلند کہا تھا۔

"آپ بے فکر ہی رہیے یہ عذاب یہاں نہیں اترا۔" اس نے اسی انداز میں کہا تھا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

"نالائق بدتمیز انسان! عذاب ہی ہے یہ اولاد تو کڑا امتحان ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی برتن سمیٹنے لگیں پھر بیگ لے کر باہر نکل آئیں۔ دروازہ مقفل کیا اور کار اسٹارٹ کرنے لگی گاڑی اسٹارٹ نہیں ہورہی تھی اٹھ کر چیک کیا مگر کچھ سمجھ نہیں آیا۔ اب کے کہوں گاڑی بند کرکے ٹیکسی پکڑنے کے لیے سڑک تک پیدل آئیں، بھری دھوپ میں ہانپتے ہانپتے پہنچیں پھر جا کر گاڑی ملی آج ان کے لیے بہت برا دن تھا۔ مسائل ہی مسائل، گھر پہنچتے پہنچتے شام ہوگئی تھی چینج کرنے کے بعد اتنا تھک گئیں کہ چائے بنانے کی ہمت نہ ہوئی، لیٹ گئیں۔ انہیلر کی ضرورت پڑی، ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگیں۔

"کہاں رکھ دیا بھئی تحریم کہاں ہو؟" بے ساختہ منہ سے نکلا دو تین بار آوازیں دینے کے بعد خیال آیا تو چپ کرکے بیٹھ گئیں۔ دوائی کھا کر ابھی لیٹی تھیں کہ سیل فون بجنے لگا۔

"گھر جا کر ایک خیریت کا فون نہیں کیا۔" بڑبڑاتے ہوئے کسی امید سے سیل اٹھایا تو نمبر معظم صاحب کا تھا۔

"اُف او! اب کیا کہوں، تمہیں بھی ابھی ہی جانا تھا۔" بیل مسلسل بج رہی تھی اور وہ سر تھام کر بیٹھی ہوئی تھیں۔

❀......❀......❀

ساری رات وہ سڑکوں پر پھرتا رہا، یہ نہیں کہ وہ گھر جانا نہیں چاہتا تھا یا اسے وہ سب یاد نہیں آتے تھے بات صرف اتنی تھی کہ وہ زین کے اور اپنے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا اور اسے شکایات تھیں تو اپنے ماں باپ کے ساتھ جنہوں نے ایک غلط فیصلے سے دونوں بھائیوں کے درمیان دیوار کھڑی کردی تھی وہ اس دیوار کو جتنا گرانا چاہتا وہ اتنی مضبوط ہوجاتی تھی۔ کبھی وہ اور زین دور نہ رہے تھے اسے زین سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی وہ بچپن سے اس کی چیزیں لے لیتا تھا اس کے کھلونے، اس کے کپڑے، اس کی چاکلیٹ، اس کے پیسے...... وہ ہمیشہ زین کو بچوں کی طرح لیتا تھا حالانکہ وہ عمر میں اس سے دو ڈھائی سال ہی بڑا تھا مگر اسے لگتا وہ زین سے بہت بڑا ہے۔ اسے کبھی کچھ برا نہیں لگا تھا۔ زین اس سے زیادہ ذہین تھا، پڑھائی میں اچھے نمبر لیتا تھا اسے بہت کامیابیاں ملی تھیں وہ ہمیشہ سے لگی رہا تھا جو چیز اسے پسند آتی تھی وہ اسے مل بھی جاتی تھی جب کہ اس کے ساتھ کچھ الٹ تھا اسے اپنی پسند کی چیز مشکل سے ملتی تھی اور بہت سی چیزیں تو اسے نہیں ملی تھیں۔

شہرین جو بچپن سے اس کے نام تھی سب سے پہلے اس نے اسے ٹھکرایا تھا وہ اس کے چچا کی بیٹی تھی۔ اپنے کالج فیلو سے شادی کرلی جس کے پاس پیسہ تھا اور ہر سکھ تھا۔ اسے پہلا صدمہ وہ ہوا تھا پھر یونیورسٹی میں سارا سے اس کی اچھی دوستی ہوگئی۔ زین کا کہنا تھا کہ وہ لڑکیوں سے بہت جلدی متاثر ہوجاتا ہے اور کچھ نہیں پاتا اسی لیے لڑکیاں اسے بے وقوف بنالیتی ہیں۔ سارا کو اس نے پوری سچائی سے پروپوز کیا تھا اس نے سوچنے کے لیے وقت لیا، اسے ہاں بھی کی اس کے والدین اس کے گھر گئے تھے، چار ماہ بات لٹکتی رہی پھر اس نے سارا کو کسی اور کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھا تھا اس کے پوچھنے پر وہ ٹال گئی، رشتے سے انکار کردیا تھا۔

اس کا اعتبار ایک دفعہ پھر ختم ہوا تھا اس کے بعد وہ کہیں انوالو نہ ہوسکا سب کچھ بھلا کر وہ ساری توجہ اپنی پڑھائی پر دینے لگا۔ پڑھائی ختم ہونے کے بعد وہ جاب ڈھونڈنے لگا۔ زین جو اس سے دو سال بعد پاس آؤٹ کرکے نکلا تھا، دو تین ماہ میں اسے جاب مل گئی تھی مگر وہ پورے تین چار سال دھکے کھاتا رہا پھر ایک دن اس نے غصے میں آکر ڈگری جلا ڈالی تھی جب اس کا باپ اسے اپنے ایک جاننے والے کے پاس لے گیا تو اس نے الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کردیں۔ مجھے الف بے نہیں آتی، اے بی سی نہیں پڑھی وغیرہ۔ میں کوئی کام نہیں جانتا اس کا باپ بہت شرمندہ ہوا تھا، اسے لے کر واپس آیا گھر آکر اس کی خوب بے عزتی کی تھی۔ اس دن کے بعد اس نے کہیں اپلائی نہیں کیا۔

اس کے باپ نے اسے شاپ کھول کردی کہ وہ کوئی کام کرلے مگر اس میں بھی لوز ہوتا گیا پھر اس کے ماں باپ نے سوچا کہ اس کی شادی کروا دیتے ہیں، شادی کے بعد شاید ذمہ داری قبول کرلے اور اس کے لیے رشتے

کچھ باتیں یاد رکھنے کی

○ ماں سے بہترین کوئی دوست نہیں۔ ماں ماں بھی ہوتی ہے اور اولاد کی بہترین دوست بھی۔

○ اپنے آنسوؤں کو سنبھال کر رکھنا یہ تنہائی کے ساتھی ہوتے ہیں۔

○ کسی کو بھی رلانا مت کیونکہ اگر تم نے کسی کو رلایا تو کل کو تم کو بھی کوئی ضرور رلائے گا۔

○ جسم پر لگے ہوئے زخموں کا علاج تو ہوسکتا ہے لیکن دل کے زخموں کا علاج ناممکن ہے۔

○ دوستی بہت پاکیزہ رشتہ ہے اس پر کیچڑ مت اچھالو۔

○ رات کو سونے سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیا کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں موت آجائے کیونکہ موت کسی کا انتظار نہیں کرتی۔

ایمان زہرا شیرازی...... چکوال

دیکھنے لگے۔ اسی دوران اس کے باپ کا دوست پاکستان آیا تھا اپنی فیملی لے کر اور معظم صاحب سے ملنے کے بعد ماہا کے لیے اچھا لڑکا ڈھونڈنے کو کہا۔ معظم صاحب نے زید کا ذکر کیا ان کی فیملی سے بات چیت ہوئی زید کو فیملی سے ملوایا گیا اور بات طے ہوگئی۔

انہی دنوں زین لاہور کے ٹور سے لوٹا تھا جس دن ان کی فیملی گھر پر آئی تھی۔ اس کی فیملی زین سے اور اس کی جاب سے متاثر ہوگئی اس نے واضح طور پر محسوس کیا تھا مگر اسے کچھ برا نہیں لگا تھا۔ زین ان کے گھر سے ہو کر آیا اس نے ماہا کی بہت تعریف کی تھی اسے خوشی ہوئی تھی خود زین کی نیت بری نہ تھی دو ماہ یہ بات چلی پھر اچانک ایک انکشاف ہوا۔

اس نے باہر ریسٹورنٹ میں زین اور ماہا کو دیکھا، گھر آکر اس نے زین سے پوچھا کہاں گئے تھے تو اس نے صاف جھوٹ بول دیا۔

اس نے ایک مرتبہ زین کا فون چیک کیا جس پر ماہا

کے کئی میسج آئے ہوئے تھے اور مسڈ کالز تھیں۔ وہ پوری رات کڑھتا رہا اس نے سوچا زین آئے تو بات کرے گا مگر اس کی ضرورت نہ پڑی ان لوگوں نے سید معظم کو بلا کر بات کی کہ وہ زید کی بجائے زین سے ماہا کی شادی کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بہت ناراض ہوئے مگر یہ ماہا کی ضد تھی وہ زین سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ اس کی فیملی نے کئی چکر لگائے انہوں نے کسی طرح معظم صاحب کو سمجھایا آخرکار وہ مان گئے تھے۔

زید کو بلا کر پاس بٹھا کر سمجھایا گیا حالانکہ اس نے سوچا تھا کہ وہ زین کی شکایت لگائے گا اس سے لڑے گا مگر ایسا کچھ نہیں ہوا الٹا اسے سمجھایا گیا تھا کہ دو زندگیوں کا سوال ہے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلینا چاہیے۔ زین نے انکار کردیا مگر اسے پتا تھا یہ صرف وہ اس کے سامنے کلیئر ہونے کے لیے کررہا ہے ورنہ وہ بھی اب ماہا میں دلچسپی لیتا ہے اس کا دل اس کھیل تماشے سے بہت بُرا ہوگیا تھا۔ زین کی بات طے ہورہی تھی اس نے گھر چھوڑ دیا تھا۔ حیدرآباد اپنے ایک دوست کے پاس آگیا' یہاں بہت مسائل تھے کام کا ملنا کھانا پینا' رہائش بہت سر درد تھے۔ اصل مسائل تو اب شروع ہوئے تھے اس کی زندگی نے اسے سڑک پر لا کھڑا کردیا تھا جہاں سے اسے کوئی رستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

❀......❀......❀

قسمت نے جلد ہی اسے وہیں لا پھینکا تھا بابا اسے اتنی جلدی دیکھ کر خوش کم پریشان زیادہ ہوئے تھے کیونکہ ان کو بالکل بھی توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی لوٹے گی پھر جتنی گرم جوشی سے وہ گئی تھی سارا جوش مفقود تھا وہ بار بار پوچھتے رہے۔

"سب ٹھیک تھا' تمہیں مزا نہیں آیا' کیوں؟"

"آپ پوچھ تو ایسے رہے ہیں جیسے میں وہاں ہمیشہ کے لیے گئی تھی۔ گھومنے گئی تھی' بس موڈ تبدیل کرنے کے لیے اب کوئی کسی کے گھر آ کر کتنا رہ سکتا ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے ٹالا تھا۔

"ٹھیک ہے تمہاری ضد تو پوری ہوئی خیر اب تو تم خوش ہونا۔"

"جی میں خوش ہوں' اللہ کا شکر ہے پھر جانے کی ضد نہیں کروں گی۔ آپ بے فکر رہے گا۔" وہ ان سے فاصلے پر پودوں کے فالتو پتے کاٹ رہی تھی۔

"اب ہمیشہ ایسی رہنا' تمہاری ماں بھی ایسی تھی۔" بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا تھا۔

"میری ماں...... ختم ہوگئی میری ماں۔" اس نے قینچی نیچے پھینک دی تھی۔

"تمہیں یاد آتی ہے اپنی ماں؟"

"ماں کی یاد کیسے نہیں آئے گی فرق تو مجھے ہی پڑا ہے۔"

"تم مجھے بہت بُرا سمجھتی ہونا تحریم! نفرت کرتی تھیں تم مجھ سے اپنے بابا سے۔"

"نفرت ہونے ہی نہ دی آپ کی بیوی نے مجھے رات دن باپ کی محبت کے ترانے پڑھاتی رہیں۔" اس کے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ تھی۔

"وہ اچھی عورت تھی اس نے بہت قربانیاں دیں۔"

"اچھی عورت تھی بابا جبھی تو ان کے ساتھ اتنا بُرا ہوا تھا۔"

"یقین کرو بیٹا! مجھے اس کی بیماری کا واقعی علم نہیں تھا۔"

"بابا رہنے دیں وہ سب اب شکایتیں تازہ ہوں گی تو بات بڑھ جائے گی۔ یہ دکھ مجھے تلخ کردیتا ہے آپ کو پتا ہے میری خالہ آپ سے کیا مجھ سے بھی نفرت کرنے لگی ہیں' مجھے بھی بُرا سمجھتی ہیں۔ اپنی بہن کے دکھ نے ان کو مزید تلخ اور بے یقین سا کردیا ہے' ان کی طبیعت بھی اب بہت خراب رہنے لگی ہے۔"

"تمہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے تھا' کچھ دن رکنا چاہیے تھا۔"

"مجھے آپ کا بھی خیال تھا' واپسی بھی آنا تھا سو آگئی۔"

"تحریم! تم مجھے اپنے دونوں بیٹوں سے زیادہ پیاری ہو۔"

"پیاری تھی نہیں' پتا نہیں اب کیسے ہوگئی ہوں۔"

"اپنی ماں کی طرح طعنے مارنے کی عادت نہ چھوڑنا۔"

"آپ سنتے تھے میری ماں کے طعنے؟"

"اب ایسا بھی کچھ نہیں تھا ہمارا بہت وقت اچھا گزرا تھا۔"

"کاش وہ وقت میں دیکھ سکتی۔"

"تب تم پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں' شادی کے شروع شروع کے دن تھے پھر جب اسے پتا چلا کہ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں وہ گاؤں آگئی اس دن کے بعد ہمارے درمیان تلخیاں پیدا ہوگئیں میں نے بہت کوشش کی اسے سمجھانے اور منانے کی مگر وہ مجھ سے لڑتی رہی اور تمہارے پیدا ہونے کے بعد آہستہ آہستہ اسے چپ لگتی گئی۔"

"پھر پورے چودہ سال میری ماں کے ایک چپ کی نذر ہوگئے' کاش میں پیدا نہیں ہوتی تو کم از کم وہ یہاں سے جا تو سکتی تھیں۔"

"تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو تحریم؟"

"بابا مجھے ان کا آخری وقت نہیں بھولتا' ان کی بیماری ان کی تکلیف' ان کی چپ ان کا صبر......" اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔

"تحریم! اس سب میں میرا قصور ہے کیا؟"

"نہیں بابا ان کی قسمت کا قصور ہے۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"مجھے پتا ہے۔" انہوں نے سلیپر پہنے اور چارپائی سے اٹھے تھے۔

"کہاں جارہے ہیں آپ؟"

"ایک ضروری کام یاد آگیا' کمدار کو وقت دیا تھا زمینوں کا کچھ حساب رہتا ہے۔ زیب کچھ بیج مانگ رہا تھا فصل کے لیے۔"

"آپ نے ان کو زمین دے دی ان کی۔"

"ہاں دے دی' بیٹوں کو بھی دے دی۔ سب کو حصہ دے دیا' اب رکھیں' بیچیں' آباد کریں مرضی ہے ان کی' اپنا حصہ میں نے تمہارے نام کردیا ہے اور تمہارے چند ایکڑ ہیں۔ تم سیل کرنا چاہو تو بھی ٹھیک ہے ورنہ آباد ہوتی رہے گی جب تک میں ہوں پھر تمہاری مرضی بیٹا!"

"بابا! اب میرے پاس صرف آپ بچے ہیں ماں اور دادی کے بعد میرا اور کون ہے کہ آپ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے' نہ کہ حصے کی۔ مجھے کیا کرنا ہے کھانا پینا اور اوڑھنا ہے' چند ضرورتیں ہیں جو پوری ہوجاتی ہیں۔"

"تم نہیں سمجھو گی تمہیں پتا ہے میں تمہیں اپنے

سقراط

سقراط ایک مشہور اور دنیا کا پہلا فلسفی شمار کیا جاتا ہے وہ ایتھنز میں رہتا تھا۔ سقراط نے کوئی کتاب نہیں لکھی کیونکہ وہ لکھنا جانتا ہی نہ تھا۔ سقراط انتہائی بدصورت تھا اس کے ہی ایک شاگرد نے اس کی مثال ایک مجسمے سے دی ہے جو اوپر سے نہایت مضحکہ خیز ہوتا ہے لیکن اس کے اندر دیوتا کی تصویر ہوتی ہے۔ سقراط ایک مجسمہ ساز تھا اس کی برداشت کی حد بھی کمال کی تھی وہ ننگے پاؤں برف پر چلتا تھا ایتھنز کے نوجوان اس کے گرد اکٹھے ہوجاتے اور وہ جو کچھ کہتا اسے بڑے غور سے سنتے تھے۔ سقراط انہیں سچ بولنے اور پاکیزہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتا تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ سقراط لوگوں کو گمراہ کرتا تھا لیکن سقراط سچ بولنے سے پھر بھی باز نہیں آیا انہی لوگوں کے مقدمہ چلانے پر اسے موت کی سزا سنائی گئی۔ کچھ عرصہ بعد سقراط کو زہر کا پیالہ دیا گیا۔ اس نے بڑی بے خوفی سے زہر کا پیالہ پیا اور فوت ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ سقراط نے نوجوانی میں میدان جنگ میں بہادری کا انعام حاصل کیا تھا ہمیں بھی اس طرح کی عادات اختیار کرکے امر ہوجانا چاہیے تاکہ آنے والے لوگ ہمیں یاد کریں۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

بھائیوں کے برابر مضبوط دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے بعد کوئی بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔" انہوں نے شال کندھوں پر ڈالی اور اس کا سر تھپتھپا کر باہر نکلے۔

❀ .... ❀ .... ❀

وہ اسے جنرل اسٹور کے باہر ملی تھیں وہ ان کا سامان لے کر گھر تک آیا تھا پھر اچانک خیال آیا تو انہیں گزارش کی کہ یہاں کرائے پر رکھ لیں' وہ بھی اکیلی تھیں پھر یہ ان کا اسٹوڈنٹ رہ چکا تھا' مان گئیں۔ دو چار دن ان کا رویہ ٹھیک رہا پھر عجیب برتاؤ کرنے لگیں مگر اسے کہاں پروا تھی۔ پھر ایک دن اس نے اس لڑکی کو دیکھا دیکھتے ہی وہ اسے اچھی نہیں لگی تھی نہ ہی پہلی نظر کی محبت کا شکار ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ اسے اچھی لگنے لگی۔ اس کی خدمت' سچائی' خلوص' ٹھہراؤ' رکھ رکھاؤ' شرافت اور معصومیت وہ اس کی خوبیوں کا قائل ہو گیا وہ اسے بہت اچھی لگتی تھی۔

محبت کا مرحلہ تو بہت بعد کا تھا مگر اس نے بہت سچائی کے ساتھ اسے پرپوز کرنا چاہا تھا مگر اب وہ کہاں سے رابطہ کرتا۔ میم سے تو ایسی کوئی امید ہی نہیں تھی اس کا گاؤں اس نے دیکھا نہ تھا پھر سوچا آخری آپشن یہی ہے کہ میم سے بات کرنا پڑے گی۔ اس دن وہ رات کو گیا تھا اپنا سامان لینے وہ جاگ رہی تھیں۔

"تمہارا باپ دو مرتبہ یہاں آ چکا ہے اور دس مرتبہ کال کر چکا ہے میں کیوں پھنس گئی ہوں تمہارے مسائل میں۔"

"ایک شرط پر میں ان سے مل لوں گا اگر آپ اپنی بھانجی کا پتا دیں مجھے۔"

"خواب میں بھی مت سوچنا تم۔"

"شادی کرنا چاہتا ہوں میں آپ کی بھانجی سے۔"

"تو اپنے ماں باپ کو مناؤ' ان سے کہو رشتہ لے کر جائیں مگر ایک بات سن لو میرا نام نہ آئے میں ویسے ہی بدنام ہوں ان کی نظر میں۔ بہت ظالم لوگ ہیں میں نہیں سمجھتی راضی ہوں گے۔"

"آپ نہیں چاہتیں کہ آپ کی بھانجی کی زندگی بن جائے۔"

"پہلے تم خود کی زندگی تو بنا لو برخوردار!"

"ٹھیک ہے تو پھر بات کر کے دیکھتے ہیں' آپ ابا کو کہیں میں کل تک گھر پہنچ جاؤں گا' اسٹور پر کچھ کام ہے بک اسٹاک میں نے خرید لیا ہے قسطوں پر اس کے کچھ معاملات ہیں' بات چیت کر کے کل کراچی جاؤں گا۔"

❀ .... ❀ .... ❀

سیل فون کب سے بج رہا تھا اس نے پوری طرح آنکھیں کھول کر اسکرین دیکھی' رانگ نمبر تھا وہ پھر سو گئی مگر بیل مسلسل ہوتی رہی آخرکار اس نے فون ریسیو کیا۔

"ہیلو تحریم! کیسی ہو؟" یہ وہی آواز تھی برسوں پرانی۔

"تحریم! میں تم سے محبت کرتا ہوں' کبھی نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔ میں پڑھ کر آ جاؤں پھر ہم شادی کریں گے۔" پڑھائی کے بعد جاب کا بہانہ' جاب کے بعد کئی اور بہانے پھر ایک دن اس نے اسے ٹھکرا دیا پھر وہ دن بھی آیا کہ وہ اپنی دلہن کو یہاں لے آیا اور اب وہ فون کر رہا تھا' کیوں اور کس لیے کیا بچا تھا۔

"تحریم! کیسی ہو...... بولو نا۔"

"کون ہیں آپ؟"

"میں زیب ہوں پہچانا نہیں تم نے مجھے۔"

"سوری میں کسی زیب کو نہیں جانتی۔"

"تحریم! تم ایسا کیوں کر رہی ہو میری بات سنو پلیز۔"

اس نے نمبر آف کر دیا سارے میسج پڑھے بغیر ڈیلیٹ کر دیئے اس کا دل بالکل خالی تھا۔

☆☆☆

اسے ہمیشہ ٹھکرایا گیا تھا یہ کوئی نئی بات نہیں تھی مگر اسے تحریم سے بہرحال یہ توقع نہ تھی اس کے ماں باپ گئے تھے رشتہ لے کر اور وہ مایوس ہو کر لوٹے تھے۔ وہ صرف ایک بار بات کرنا چاہتا تھا اس سے وجہ پوچھنا چاہتا تھا' شکایت کرنا چاہتا تھا مگر اس نے تو نمبر ہی بند کر دیا تھا۔ وہ تو بات کرنا ہی نہیں چاہ رہی تھی اور اس کے دل میں کتنے سوال تھے جنہیں شاید ہمیشہ کی طرح تشنہ رہ جانا تھا۔

وہ پوری رات بیٹھا اپنی زندگی کے خسارے جمع کرکے گنتا رہا اور سونے کی کوشش میں صرف کروٹیں ہی بدلی تھیں۔ آج فجر کی نماز اس نے بہت عرصے بعد پڑھی تھی بڑے اور اسے بے حد سکون ملا تھا۔ اس نے سوچا وہ فجر کی نماز ہمیشہ پڑھے گا اس کے ہاتھ تمام خساروں کے بعد ایک سکون کی چابی لگ گئی تھی اس کے دل کا غبار چھٹنے میں بہت کم وقت تھا۔

❁ ❁ ❁

ان کی طبیعت اچانک بہت خراب ہوگئی تھی انہوں نے تحریم کے بابا سے بات کی تھی وہ تحریم سے ایک مرتبہ بات کرنا چاہتی تھیں۔ اس کا دل اپنی طرف سے صاف کرنا چاہتی تھیں مگر تحریم کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا اس لیے انہیں ناچار ان سے بات کرنا پڑی انہوں نے تسلی دی تھی کہ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ وہ تحریم کو ان کے پاس بھیجیں گے تحریم ان کا خیال رکھے گی وہ پہلی مرتبہ ایک نئے احمد شاہ کو دیکھ رہی تھیں۔

وقت کہاں کہاں کیا کیا تبدیل کر لیتا تھا۔ انہوں نے واقعی تحریم کو بھیج دیا تھا اسی شام۔ تحریم انہیں فوراً اسپتال لے گئی تھی انہیں ایڈمٹ کرلیا گیا تھا ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ گزشتہ چار دنوں سے ان کے پاس تھی ان کی خدمت کر رہی تھی ان کے کمرے سے اسے ڈائری ملی تھی اس کی ماں کی اصلی ڈائری۔ جس میں انہوں نے اس سے بہت باتیں کی تھیں جو کچھ وہ کہنا چاہتی ہوں گی جو کچھ ان کے دل میں ہوگا۔

❁ ❁ ❁
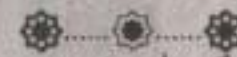
"ہم آج شام گھر چلیں گے۔" وہ ان کے بیڈ کے نزدیک آ کر رک گئی۔

"ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟"

"آپ بالکل ٹھیک ہیں۔"

"بہلا رہی ہو مجھے؟"

"اتنا مشکل کام میں نہیں کرسکتی خالہ۔"

"مذاق کر رہی ہو میرے ساتھ؟"

"یہ ہمت بھی نہیں رکھتی۔" وہ دوائیں چیک کرتے ہوئے مسکرا دی۔ "بابا آج شام آ رہے ہیں آپ کی طبیعت پوچھنے اب یہ مت کہیے گا کہ اس زحمت کی ضرورت نہیں۔"

"ایک بات پوچھوں تم مجھ سے نفرت کیوں نہیں کرتیں؟ میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا میں بہت بری ہوں سخت ہوں دل دکھاتی ہوں۔ جس وقت تم جا رہی تھیں اس وقت مجھے رونا آ رہا تھا میرا دل بیٹھا جا رہا تھا میں تمہیں گلے سے لگاتی پیار کرتی تو تم جانہ پاتیں تمہیں جانا تو بہرحال تھا میں خود کو تمہارا عادی نہیں بنانا چاہتی تھی مگر تم نے عادی بنا ہی ڈالا بہت دنوں تک میں تمہیں یاد کرتی رہی بہت دنوں تک مجھے تمہاری کمی محسوس ہوتی رہی۔ تمہیں دیکھ کر دل چاہا تھا کاش تم میری بیٹی ہوتیں۔"

"میں آپ کی بیٹی ہوں۔" وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"تو مجھے بار بار چھوڑ کر کیوں چلی جاتی ہو؟" انہوں نے زندگی میں پہلی بار اسے گلے سے لگایا تھا۔

"اب چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"پھر ایک وعدہ کرو تم میرے گھر سے رخصت ہوگی؟ میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟" وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"زید اتنا بھی برا نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ بھی عزت کے قابل تھے پھر کیوں کیا ایسا؟"

"میں کچھ نہیں جانتی آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"وہ لوگ رشتہ لے کر آئے تھے۔"

"میرے علم میں نہیں ہے یہ سب۔" وہ واقعی لاعلم تھی۔

"آ جائے تمہارا باپ دیکھ لیتی ہوں میں سارا کچھ۔" وہ پھر سے اپنے جنون میں واپس آ گئی تھیں۔

"اچھا مگر پہلے ٹھیک تو ہو جائیں۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں ڈاکٹر کو بلاؤ مجھے ابھی گھر جانا ہے۔" وہ اٹھ کر چیزیں سمیٹنے لگیں۔ انہوں نے سیل سے فون کیا۔ "ہاں زید! باہر کھڑے ہو نا آ جاؤ بیٹا سامان اٹھوا لو ذرا گھر جانا ہے۔" وہ فوراً اندر آیا اور سامان سمیٹنے

میں مدد دینے لگا۔

"ڈاکٹر سے تو بات کرلیں خالہ!" وہ سر تھام کر رہ گئی۔

زید اس کی طرف دیکھنے سے نظریں چرا رہا تھا اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی ناراضگی کا تاثر تھا۔ وہ بیگ کندھے پر لٹکائے بڑے مطمئن انداز میں چلتے ہوئے مسکراہٹ روکے ہوئے ان دونوں کو باری باری دیکھ رہی تھی۔ ادھ کھلے بیگ سے ڈائری جھانک رہی تھی' پشت پر بالوں کی چوٹی بڑی خوب صورت لگ رہی تھی' کندھوں سے لمبا دوپٹہ لٹک رہا تھا اور چہرے پر اطمینان اور مسکراہٹ تھی۔ اس کی نظریں بار بار بھٹک رہی تھیں۔

.......☆☆☆.......

"تم پھر اس سے بات کررہی ہو؟" وہ اس کے سر پر آ کھڑی ہوئی تھیں۔

"نہ... نہیں تو......" وہ بوکھلا گئی۔

"میں نے لاکھ بار منع کیا ہے کہ پہلے سے اتنی لمبی لمبی باتیں نہیں کرنی چاہئیں' اس سے مسائل بڑھتے ہیں مگر تم سمجھتی ہی نہیں ہو۔"

"میں کہاں بات کرتی ہوں اس کا فون آجاتا ہے تو کیا کروں۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں تمہیں' خیر اٹھو اور کام کرو۔" وہ بگڑتی بڑبڑاتی ہوئیں کمرے سے باہر چلی گئیں۔

"رکھتی ہوں اب خالہ بگڑ رہی ہیں تو چپ نہیں ہوں گی اور پلیز اب فون مت کرنا زید! خالہ سخت غصہ ہوتی ہیں۔"

"ایک بات بتادو صرف......؟"

"جلدی پوچھو۔"

"اب تمہیں بند کمروں سے خوف نہیں آتا ناں۔"

"اب مجھے بند کمروں سے خوف نہیں آتا۔"

"اب تمہیں آدمیوں سے ڈر نہیں لگتا نا؟"

"اب مجھے آدمیوں سے خوف نہیں آتا۔"

"اب میں تمہیں اچھا لگتا ہوں نا؟"

"اس بارے میں' میں تمہیں کچھ کہہ نہیں سکتی۔" مسکراہٹ اچھی ہوتی ہے' مسکراہٹ جب پھیل جاتی ہے۔

"مگر مجھے تم اچھی لگتی ہو۔"

"اس بارے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔" مسکراہٹ تب بھی اچھی ہوتی جب مسکراہٹ سمٹ جاتی ہے۔

"تم مجھ پر اعتبار کرتی ہو نا؟"

"یہ سوال تو اور بھی مشکل ہے۔"

"تم بہت بری ہو تحریم!"

"سوچ لو پھر ابھی وقت ہے۔" مسکراہٹ تب بھی اچھی ہوتی ہے جب شرارت میں بدل جاتی ہے۔

"بہت دماغ خراب ہے تمہارا ہے نا۔"

"تم نے ابھی تک فون بند نہیں کیا۔" ان کی گرجتی ہوئی آواز ابھری۔

"جی بند کردیا۔" اس نے کال کاٹ دی۔

"پھر یہ باتیں کس سے ہورہی ہیں؟"

"دیواروں سے باتیں کررہی ہوں۔" وہ ہنستی ہوئی باہر آئی۔

"پاگل ہوگئی ہو شادی سے پہلے ہی۔"

"جو کام بعد میں کرنا ہے وہ پہلے ہی کرلیا جائے۔" وہ کپڑے دیکھنے لگی۔

"بہت فضول بولنے لگی ہو اتنی زبان مت چلایا کرو' اگلے گھر جاؤ گی۔ تمہیں بدلنے کی ضرورت ہے۔" وہ ضروری چیزیں الگ کرکے رکھنے لگیں۔

"میں بدل کر کیا کروں گی میں ایسے ہی اچھی ہوں۔"

"ہاں بہت اچھی ہو' چلو ذرا جلدی چیزیں سمیٹو بہت کام ہیں۔" وہ ڈانٹتے ہوئے کام کرنے لگیں۔

اس نے چیزیں پیک کرنا شروع کردی تھیں' مسکراہٹ تسلی کی نشانی ہوتی ہے اور یقین ایک ایسی سرحد ہے جہاں سے زندگی کا سراغ ملتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے تمام تلخ تجربات سے ہوکر ایک یقین کی طرف آ گئے تھے یقین کی سرحد کا پتا زندگی کے تجربات سے ہوکر ہی ہاتھ آتا ہے۔

جو اس کے چہرے پر رنگِ حیا ٹھہر جائے
تو سانس، وقت، سمندر ہوا ٹھہر جائے
وہ مسکرائے تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو بادِ صبا ٹھہر جائے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

پری کے ہر بار نظر انداز کردینے پر طغرل دلبرداشتہ ہوکر خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ پری اور عائزہ کی کوشش کے باوجود گولی اس کے بازو میں لگ جاتی ہے لیکن وہ اپنی تکلیف کو نظر انداز کرکے پری کو بہت کچھ جتا دیتا ہے معید کے کہنے پر پری عجیب اضطراب کا شکار ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی بہت سے خدشات اس کا احاطہ کیے رکھتے ہیں۔ دوسری طرف عادلہ زینب آنٹی کو بتائے بغیر دل میں خوش فہمیاں لیے شیری سے ملنے آتی ہے لیکن وہ عادلہ کو اس مصیبت سے نجات دلانے کا مشورہ دیتا ہے یہ سن کر عادلہ دھمکی آمیز رویہ اختیار کرتی ہے لیکن شیری اس کی باتوں سے خائف ہوکر نہایت خاموشی سے اس کی کافی میں دوا ملا دیتا ہے۔ عادلہ کو پتا اس وقت چلتا ہے جب گھر جاکر اس کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے۔ جس پر اس کی ممی اور زینب آنٹی اس مصیبت سے چھٹکارا ملنے پر سکون کا سانس لیتی ہیں جبکہ عادلہ رو رو کر اپنا حال خراب کرلیتی ہے۔ ہاجرہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوجاتی ہے لیکن ماہ رخ کو اس بات سے بے خبر رکھا جاتا ہے جبکہ ذاکرہ ہر طرح سے اس کی مدد کرتی ہے کہ وہ کسی طرح احمر غفران کے چنگل سے بچ کر اعوان کے ہمراہ چلی جائے جبکہ ہاجرہ کے انجام سے واقفیت پر ماہ رخ کا دل بھی کانپ جاتا ہے۔ احمر غفران ماہ رخ سے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوتا ہے جبکہ دلربا ماہ رخ کے کھانے میں زہر ملا دیتی ہے تاکہ وہ اس سے شادی نہ کرسکے لیکن ذاکرہ یہ تمام منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہے اور وہ یہ زہر آلود کھانا احمر غفران کی خدمت میں پیش کردیتی ہے۔ دادی جان طغرل کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر متفکر ہوجاتی ہیں لیکن وہ انہیں ٹال جاتا ہے اور تمام واقعہ سے بے خبر رکھتا ہے۔ عادلہ کی باتوں سے بے زار ہوکر اور اس سے پیچھا چھڑانے کی غرض سے شیری جو قدم اٹھاتا ہے اس سے مسز عابدی واقف ہوجاتی ہیں' یہ حقیقت انہیں بستر سے لگا دیتی ہے کہ ان کا بیٹا اس سنگین گناہ میں ملوث ہوا ہے اسی لیے وہ شیری سے صاف لفظوں میں عادلہ کے رشتے کی بات کرتی ہیں۔ جس پر شیری نہایت شرمندگی محسوس کرتے خاموش ہوجاتا ہے۔ صباحت بیگم کی غیر موجودگی پر دادی جان کو اندازہ ہوجاتا ہے کہ وہ ضرور ان سے کچھ چھپا رہی ہیں اور پھر یہ سن کر عادلہ زینب آنٹی کے ساتھ مری جاچکی ہے وہ مزید متفکر ہوجاتی ہیں۔ عشرت جہاں' فُنی اور صفدر جمال عمرے کی ادائیگی کے بعد واپس آتے ہیں تو پری ان سے ملنے کی غرض سے جاتی ہے راستے میں طغرل اس سے اقرار محبت کرتا ہے۔ جس پر وہ شرم و حیا کا تاثر لیے اس کے سنگ نئے سفر پر گامزن ہوجاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

......☆☆☆......

"یہ...... ایسا کس طرح ممکن ہوسکتا ہے؟" اس کے چہرے کی سنجیدگی و پُراعتماد لہجہ اس کے پختہ فیصلے کے گواہ تھے' وہ

سخت پریشان و کچھ بدحواس دکھائی دینے لگی تھی۔
"ناممکن کو ممکن جذبے بناتے ہیں' کیا تم کو میری محبت پر یقین نہیں ہے یا جذبوں میں کوئی کھوٹ نظر آرہا ہے جو تم اس قدر بدحواس ہوگئی ہو پارس؟"
"ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ میرے خیال میں آپ کا ایٹی ٹیوڈ بے حد سیلفش ہے اس فیصلے میں میں آپ کا ساتھ نہیں دوں گی۔" وہ قطعیت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔
"کیا......" اس نے اچانک سے بریک لگائے اور بریک لگنے سے ٹائرز کی چرچراہٹ سے سرد خاموشی میں زوردار آواز گونج اٹھی تھی۔
"کیا کہا تم نے' تم میرا ساتھ نہیں دوگی؟" اس کی آواز خاصی بلند تھی۔
"اوہ مائی گاڈ!" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے بے ساختہ کہا تھا۔
موسم میں سردی کی ٹھٹھرا دینے والی خنکی بتدریج بڑھ چکی تھی اور سرد ہواؤں نے پرندوں کو سرشام ہی گھونسلوں میں دبکنے پر مجبور کردیا تھا تو انسان بھی گرم بستروں میں پناہ لیے ہوئے تھے سڑک پر بھی ٹریفک موجود نہ تھا اور وہ عین سڑک کے درمیان کار روک چکا تھا۔
"ابھی کوئی دوسری گاڑی سڑک پر موجود ہوتی تو ایکسیڈنٹ ہوجاتا تھا۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی جو بر ہمی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"مجھے پروا نہیں' تم یہ بتاؤ ابھی کیا کہا تم نے۔ تم میرا ساتھ نہیں دوگی' اس کا کیا مقصد ہوا؟ میں تم کو سیلفش نظر آرہا ہوں؟ اپنا حق مانگنا' اپنی زندگی کا فیصلہ کرنا خود غرضی ہوتی ہے؟" وہ سرد مہری سے پوچھ رہا تھا۔
"آپ غصہ کرنے کی بجائے میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔"
"تم شاید میرے لیے سیریس رہنا ہی نہیں چاہتی ہو تب ہی اس طرح کہہ رہی ہو۔"
"آپ مجھے سمجھنے کا دعویٰ تو بے حد کرتے ہیں پر شاید اپنے دعوے پر یقین آپ کو بھی نہیں ہے۔" وہ گردن جھکا کر آہستگی سے گویا ہوئی۔
"یقین ہے تب ہی تو میں تمہارے بُرے برتاؤ کے باوجود بھی تم سے ناامید نہیں ہوا اب تک۔" اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔
"پھر اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ کو؟"
"تھی نا ضرورت۔" اس کے سنجیدہ چہرے پر شوخ مسکراہٹ چمکی تھی۔
"تم پر یقین ہے' اعتبار نہیں۔ نا معلوم کب تمہارا ارادہ بدل جائے مجھ سے محبت کرنے کا اور میں آہیں بھرتا بھرتا ہی مرجاؤں۔" اس نے جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا مگر اس کی آنکھوں میں دلآویز جذبوں کی چمک ایک گہری سرخی سی اس کے چہرے پر ابھر آئی تھی اس نے سٹپٹا کر نگاہیں جھکالی تھیں۔
"مجھ سے ایک وعدہ کرو پارس!" اس کی بھاری آواز میں ازحد سنجیدگی ابھر آئی تھی پری کے انداز میں بھی سنجیدگی بڑھنے لگی تھی۔
"خواہ کچھ بھی ہوجائے ہمارے ملن کی راہ میں کتنی رکاوٹیں و دشواریاں پیدا ہوجائیں تم میرا ساتھ نہیں چھوڑوگی تم ہمت نہیں ہاروگی۔"
"یہ سب اتنا آسان بالکل نہیں ہے آپ سمجھنے کی کوشش کریں پلیز۔"

"مجھے صرف تمہارا ساتھ چاہیے پھر کسی کی بھی پروا نہیں ہے۔"
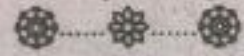
آج موسم بے حد سرد تھا' صبح ہونے والی بارش نے سردی میں مزید اضافہ کردیا تھا' بارش رک چکی تھی لیکن ہواؤں نے شدت اختیار کرلی تھی۔ موسم کی سختی سے بے پروا شیری ٹراؤزر اور سلیولیس ٹی شرٹ میں ملبوس لان چیئر پر بیٹھا تھا۔ وہ رات بھر سو نہیں پایا تھا مما کی ضد نے اس کو سخت مضطرب کردیا تھا اپنے اور عادلہ کے تعلقات کی خبر مما کو ہوجانے پر اس کو وقتی طور پر ملال اور شرمندگی میں مبتلا کرگیا تھا مگر وہ اپنی غلطیوں پر زیادہ دیر تک پشیمان ہونے والا شخص نہ تھا سو اس وقت اس نے ان سے معافی مانگ لی تھی اور سوچا تھا وہ اس کی خطا بھلا کر اب پری کا رشتہ لینے چلی جائیں گی اور یہ محض اس کی صرف سوچ ثابت ہوئی تھی۔

مسز عابدی اپنے فیصلے سے ایک انچ ہٹنے کو تیار نہ تھیں پھر اس کی کوئی دھمکی' کوئی دھونس ان کو زیر نہ کرسکی تھی وہ عادلہ کو بہو بنانے کا عزم کرچکی تھیں گو کہ طبیعت کی خرابی کے باعث وہ ابھی تک جا نہ سکی تھیں اور شدت سے اپنی صحت یابی کے لیے دعاگو تھیں۔

"چھوٹے صاحب اتنی سخت سردی میں آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں' کوئی گرم کپڑا بھی آپ نے پہنا ہوا نہیں ہے اس طرح تو آپ بیمار پڑجائیں گے۔" ملازم رجب جو کسی کام سے وہاں آیا تھا شیری کو دیکھ کر مؤدب لہجے میں بولا جوابا شیری نے چند لمحوں تک اس کو گھور کر دیکھنے کے بعد کہا۔

"ڈیم اٹ! تم کو کہا ہے اپنے کام سے کام رکھا کرو' مجھ پر اپنی بکواس تھوپنے کی اسٹوپڈ سی کوشش مت کیا کرو۔" اس کا لہجہ حقارت آمیز تھا۔

"میں اپنی اوقات جانتا ہوں صاحب! پاؤں کی جوتی کبھی سر پر نہیں سج سکتی۔" رجب نے خوف سے کانپتے لہجے میں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"پھر کیوں بکواس کررہے ہو؟ جاؤ دفع ہو یہاں سے۔"

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں صاحب! اندر چلیں اگر بیگم صاحبہ نے آپ کو اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھ لیا تو وہ پریشان ہوجائیں گی۔ بڑے صاحب نے سختی سے منع کیا ہے بیگم صاحبہ کو کسی قسم کی ٹینشن دینے کو۔" اس کے تیور دیکھنے کے باوجود وہ حق نمک نبھا رہا تھا۔

"ہوں...... اچھا ٹھیک ہے ممی کیا کررہی ہیں؟" وہ اٹھتے ہوئے کچھ نرم لہجے میں پوچھنے لگا۔

"وہ صاحب کو کال کررہی ہیں ان کو فیاض صاحب کے ہاں جانا ہے۔" رجب کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا جب کہ وہ پہلے تو چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

"ممی...... می کہاں جارہی ہیں آپ؟" وہ سیدھا ان کے روم میں چلا آیا جہاں مسز عابدی موبائل پکڑے بیٹھی تھیں۔

"بتایا تو تھا آپ کو فیاض بھائی کے ہاں جاؤں گی۔" انہوں نے گزشتہ ایک ہفتے سے اس سے بات چیت بند کررکھی تھی عابدی صاحب کے خیال سے اس کی ضروری باتوں کا جواب دے دیا کرتی تھیں۔ اس وقت بھی انہوں نے قدرے رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھے بنا جواب دیا تھا۔

"عابدی کال ریسو نہیں کررہے ہیں موبائل آف جارہا ہے ان کا۔"

"میٹنگ میں ہوں گے پاپا! آپ کو معلوم ہے وہ میٹنگ کے دوران موبائل آف رکھتے ہیں' فری ہوتے ہی آن کردیں گے۔"

نظم

محبت روگ ہے جاناں
مسلسل سوگ ہے جاناں
بڑے بوڑھے لوگ بتاتے ہیں
کئی قصے سناتے ہیں
مگر ہم جانتے کب تھے
یہ سب کچھ مانتے کب تھے
یہ ساری باتیں سن کر بھی
بھلا گردانتے کب تھے
ان کے تخت پر بیٹھے
ہمیں معلوم ہی کب تھا
محبت روگ ہے جاناں!
تمہاری یاد کا گہرا سمندر جاگ اٹھتا ہے
قلم جب بھی اٹھاؤں میں
غزل جب گنگناؤں میں
میرے اندر سے بس تیری ہی آواز آتی ہے
قلم جب تجھ کو لکھتا ہے
تو بس لکھتا ہی جاتا ہے
یہ لکھتا ہے کہ تیرے بن
کوئی لمحہ نہیں کٹتا
تو اب ہم بھی یہ کہتے ہیں
ہماری موت تک جاناں!
محبت روگ ہے جاناں!

سمیرا تعبیر...... سرگودھا

"کب سے ٹرائی کررہی ہوں خود ہی تو کہہ رہے تھے دوپہر کے بعد فون کرکے ان کو یاد دلادوں کہ فیاض بھائی کے گھر جانا ہے۔" وہ دانستہ اس سے رخ موڑے ہوئے تھیں۔

"ممی! آپ خاصی خفا دکھائی دے رہی ہیں' ریئلی آپ مجھ سے اس قدر بدظن ہوچکی ہیں کہ میری شکل بھی دیکھنے کی روادار نہیں ہیں؟" وہ ان کے قریب جاکر آہستگی سے گویا ہوا۔

"پہلے جاکر اپنا حلیہ درست کریں' مجھے تکلیف دے کر آپ کو خوشی ہوتی ہے۔" وہ بیڈ پر بیٹھتی ہوئیں اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوئیں۔

"وہ ایم سوری ممی! میں چینج کرکے آتا ہوں۔" چند لمحوں بعد وہ سعادت مندی سے چینج کرکے آیا اور ان کے قریب بیٹھتا ہوا بولا۔

"اب خوش ہیں آپ' میں گرم کپڑے پہن کر آگیا ہوں۔"

"خوشیاں میری دسترس سے بہت دور جاسوئی ہیں' خوشی نام کی چڑیا میرے ہاتھ میں آنے سے قبل ہی اپنا سارا رنگ وروپ کھو بیٹھی ہے۔"

"میں جانتا ہوں ممی! آپ کیسی عجیب کل باتیں کررہی ہیں' خیر یہ بتائیں آپ فیاض انکل کے ہاں کیوں جارہی ہیں؟"

"آپ کو معلوم ہے میں عادلہ کے لیے آپ کا پرپوزل لے کر جارہی ہوں پھر بار بار پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟" وہ ناگواری سے بولیں۔

"میں نے آپ کو منع کیا ہے میں عادلہ سے......"

"شرم آنی چاہیے تمہیں شیری! اتنا آگے بڑھنے کے بعد بھی اس طرح ڈھٹائی سے اپنے رویے پر شرمندہ نہ ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ اس طرح کی زندگی گزارنے کے عادی ہیں جو کچھ بھی ہوا وہ پہلی بار نہیں ہے آپ اس طرح کی گناہ آلود زندگی......" باقی ماندہ الفاظ ان کے حلق میں اٹک کر رہ گئے تھے شیری خاموش تھا۔ مگر اس کے چہرے پر پھیلے

رنگ ان کے اندیشوں کے سچے ہونے کی گواہی دے رہے تھے وہ چہرہ شناس عورت تھیں۔
بیٹے کی غیر ملک میں ہونے والی تربیت و کردار کی پستی نے اپنے آپ کو عریاں کردیا تھا اور وہ خود سے بھی نگاہ ملانے کے قابل نہ رہیں۔
"یہ کیا آپ گناہ وثواب کے چکر میں پھنسی رہتی ہیں می! ابھی تو عمر پڑی ہے جب بڑھاپا آئے گا تو گناہوں سے توبہ کرلوں گا۔" وہ شانے اچکاتا ہوا بے پروائی سے کہہ رہا تھا۔
"گناہ کی امید رکھ کر توبہ نہیں کی جاتی شیری! پھر اس بات کی کیا گارنٹی ہے زندگی بڑھاپے پر ہی ختم ہوگی؟"
"آپ کا مطلب میں جوانی میں ہی مرجاؤں گا؟" وہ تنفر انداز میں منہ بنا کر استفسار کرنے لگا۔
"میں آپ کو بددعا نہیں دے رہی بلکہ سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں کہ ابھی بھی وقت ہے اللہ سے معافی مانگ لیں آپ۔"
"یہ میرا میٹر ہے آپ ٹینس نہ ہوں۔" وہ رکھائی سے بولا۔
"میں تو آپ کی ہدایت کے لیے دعا ہی کرسکتی ہوں شیری ورنہ عابدی کو ذرا بھی آپ کے کارناموں کی سن گن مل گئی تو آپ کو کھڑے کھڑے تمام پراپرٹی سے عاق کردیں گے۔"
"آپ مجھے پراپرٹی کے نام سے بلیک میل کرنے کی کوشش نہیں کریں آپ عادلہ کو بھول جائیں میں شادی کروں گا تو صرف پری سے یہ میری بات سن لیں آپ می! اگر آپ نے ڈیڈ سے کہہ کر مجھ پر بردن ڈالنے کی معمولی سی بھی کوشش کی تو......"
"کیا کریں گے گھر چھوڑ دیں گے؟ ہم کو چھوڑ دیں گے؟" وہ اس کی بات قطع کرکے غصہ سے بولیں۔
"چھوڑ دیں ہمیں ایسی گمراہی و بے راہ روی کا شکار بیٹے کی ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے۔"

❀......❀......❀

دلربا کھانے کی ٹرالی لے جاتی ہوئی ذاکرہ کے پیچھے پیچھے خاموشی سے راہداری کے اس حصے تک آئی تھی جہاں ماہ رخ کا بیڈ روم تھا اور ذاکرہ کو دروازے کے قریب دیکھ کر وہ اسی طرح دبے پاؤں پلٹ جاتی ہے اس کے لبوں پر طمانیت آمیز مسکراہٹ تھی۔
چال میں بھی اعتماد و سرخوشی در آئی تھی اس کے لیے یہ تصور ہی بڑا مسرور آمیز تھا کہ آج اس کی راہ کا کانٹا ہمیشہ کے لیے فنا ہونے والا ہے۔ ماہ رخ کی ارمانوں بھری موت اس کے لیے خوشیوں بھری زندگی تھی اپنے کمرے میں جا کر وہ بڑے دلفریب انداز میں تیار ہوئی اور احمر غفران کے من پسند سبز کاہی رنگ کا سوٹ زیب تن کرکے آنکھوں میں کاجل ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک بالوں میں گجرا اور خوشبو لگا کر وہ مٹک مٹک کر چلتی ہوئی احمر غفران کی خواب گاہ میں پہنچ جاتی ہے۔ احمر غفران جو کل کے سہانے سپنے کھلی آنکھوں سے دیکھنے میں مگن تھا دلربا کو دیکھ کر بے حد خوش ہو کر بولا۔
"آؤ آؤ دلربا! مجھے اس وقت تمہاری کمی محسوس ہورہی تھی نیند تو آج رات آئے گی نہیں سوچا کسی سے باتیں ہی کی جائیں۔"
"زہے نصیب! آج بھولی بسری دلربا رئیس کو یاد آ گئی۔ یہ کنیز کی خوش نصیبی ہے۔" وہ آداب بجالائی۔
"آؤ یہاں بیٹھو دلربا!" احمر غفران نے اس کو اپنے قریب بیٹھنے کا کہا۔
"ہمیں لگ رہا ہے تم کچھ دنوں سے ہم سے کوئی بات کہنا چاہتی ہو اور کہہ نہیں پارہی ہو اب کہو کیا کہنا چاہتی ہو ہم سے؟"

"میں اب کیا کہوں آپ سے رئیس! کچھ کہنے سننے کا وقت گزر چکا ہے۔" وہ حسرت زدہ لہجے میں کچھ اس انداز سے گویا ہوئی تھی کہ احمر غفران جو اس وقت اس کو دیکھ رہا تھا اس کے لہجے میں پنہاں بے چینی بھانپ کر بارعب لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

"جو کہنا ہے صاف کہو گھبراؤ نہیں ہم تم پر بے حد اعتبار کرتے ہیں۔"

"نوازش ہے بڑی آپ کی رئیس جو آپ کنیز کو اس قابل سمجھتے ہیں۔"

"ہوں' پہلے ہمارے ساتھ کھانا تناول کرو پھر کھل کر کہنا جو بھی کہنا چاہتی ہو۔" ٹیبل پر لگے برتنوں کی طرف اشارہ کر کے وہ اٹھتا ہوا بولا۔ دلربا مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔

وہ کھانا خاموشی سے کھانے کا عادی تھا دلربا بھی خاموشی سے اس کے ساتھ کھاتی رہی اس کی زبان چپ تھی مگر اندر بڑا شور تھا وہ ان لفظوں کو ترتیب دے رہی تھی جو کسی شعلے کی مانند اس کی زبان سے نکلیں اور احمر غفران کے دل میں ماہ رخ کی محبت و چاہت کی لہلہاتی کھیتی کو جلا کر بھسم کردیں۔

وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کا پروگرام بنا چکی تھی ایک طرف اس نے کھانے میں زہر ملا کر ماہ رخ کو بھجوا چکی تھی دوسری طرف وہ احمر غفران کو ماہ رخ اور اعوان کی محبت کی کہانی سنا کر اعوان کی یہاں کافی عرصہ سے ٹھہرنے کی وجہ سے اس کو باخبر کرنے کا تہیہ کر چکی تھی۔ اس کو معلوم تھا احمر غفران کو بھڑ کانے کے لیے اعوان کا نام ہی کافی ہر گا وہ ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا اور ایسی صورت حال میں اس پر ماہ رخ کے قتل کا الزام بھی نہیں آئے گا ویسے تو اس نے بہت احتیاط سے اپنا کام کیا تھا لیکن پھر بھی چوری کرنے والے کے دل میں خوف ضرور ہوتا ہے جو اس کو وسوسوں میں مبتلا رکھتا ہے سو یہی حال اس کا بھی تھا۔

"اب کہو کیا کہنا چاہتی ہو ہم سے؟" کھانے سے فارغ ہو کر وہ آرام دہ چیئر پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوا۔

"کس طرح زبان کھولوں' چھوٹا منہ بڑی بات ہو جائے گی۔" وہ اس کے قریب کھڑی ہو کر تذبذب لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"دلربا! تم کو معلوم ہے ہم ان فضول چالاکیوں کو کبھی پسند نہیں کرتے قبل اس کے کہ ہم غصے میں تمام لحاظ و مروت بھول جائیں تم کو جو کہنا ہے وہ کہہ دو۔" اس کی آواز میں غیض و غضب ابھر آیا تھا دلربا کانپ اٹھی تھی۔

"رئیس! کیا آپ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ وہ اعوان صاحب محل میں اتنے عرصے سے کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟" اس نے دھڑکتے دل سے گفتگو کی ابتدا کی۔

"ہاں اعوان! اپنی کاروباری کسی الجھن کی وجہ سے یہاں رکے تھے اب جانا ہی چاہتے تھے کہ ہم نے اپنی شادی کی...... "بات کرتے کرتے اچانک ہی احمر غفران کی حالت غیر ہوگئی۔

"ذاکرہ کھانا لگا کر گئی...... تو کہہ رہی تھی قہوہ لے کر آرہی ہے دیکھو وہ آئی کیوں نہیں......؟" احمر غفران سینہ مسلتا ہوا گھبرائے لہجے میں گویا ہوا۔

"دل...... ربا...... کھانا...... یہ کھانا...... دل ربا......" اس سے بھی جملے کی ادائیگی پوری طرح نہ ہو سکی تھی شدید ترین تکلیف سے وہ گر کر تڑپنے لگی تھی اس کی آنکھوں میں وحشت تھی چہرے پر اذیت پھیلتی جارہی تھی۔

"کھانے میں...... زہر...... تھا؟" احمر غفران کرسی سے اٹھ بھی نہ سکا اس کے گلے سے بھینچی بھینچی آواز نکلی وہ سخت اذیت و تکلیف میں مبتلا تھا۔

"ہاں...... یہ کھانا...... ماہ...... رخ...... کے......" وہ اپنی آواز سے اور سانسوں سے محروم ہوتی گئی۔

کمرے کی فضا میں موت کا سکوت پھیل گیا تھا' دو زندگیاں موت کی آغوش میں جا سوئی تھیں' تمام کر و فر جاہ و حشمت' مکاریاں و چالبازیاں کچھ بھی کام نہ آسکا تھا۔ باہر روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں' گہما گہمی عروج پر تھی اور یہاں سانس تک اس کو کوئی باقی نہ بچا تھا۔ ذاکرہ نے وال کلاک دیکھا کئی گھنٹے گزر چکے تھے وہ دبے قدموں سے اس خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی اور ان دونوں کو مردہ دیکھ کر کھڑی رہ گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

ممی اور نانو عمرے کی ادائیگی کے بعد بالکل ہی بدل گئی تھیں۔ نماز جو پہلے شاذ و نادر ہی پڑھتی تھی وہ اب باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔ تلاوت قرآن پاک اور تسبیحات کے ورد بھی ان کی روٹین میں شامل ہوگئے تھے دو دن ہوئے تھے اس کو یہاں آئے ہوئے اور ان دو دنوں میں اس نے ان کے چہروں پر پہلی بار اطمینان و خوشی دیکھی تھی۔

"آپ کو وہاں بے حد یاد کیا بیٹا! ڈھیروں دعائیں مانگ کر آئے ہیں آپ کے لیے ہم لوگ۔" ممی اس اپنی پاس بٹھاتی ہوئی گویا ہوئی۔

"انکل آپ لوگوں کے ساتھ نہیں آئے ممی؟" اس نے کمبل ان پر ڈالتے ہوئے سرسری لہجے میں دریافت کیا۔

"ہمارے ساتھ آئے تھے صفدر لیکن وہ چند گھنٹوں بعد ہی تھائی لینڈ کے لیے روانہ ہوگئے' دراصل تھائی لینڈ کے کسی ہوٹل میں صفدر کے دوست نے سعود کو دیکھا ہے اور اطلاع ملتے ہی وہ وہاں چلے گئے۔" وہ تکیہ آگے کھسکا کر اس کے قریب ہو کر اس کے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتے ہوئے بتا رہی تھیں۔

"آپ کو واپس آئے چار دن ہوگئے ہیں انکل نے انفارم نہیں کیا؟"

"کئی کالز آگئی ہیں ان کی آہ...... صفدر کے دوست نے بے وقوفی کی جا کر سعود کو بتا دیا کہ وہ کہیں نہ جائے صفدر آرہے ہیں پھر بھلا وہ کہاں رکنے والا تھا۔ موقع ملتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا' صفدر اس کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" ان کی آواز میں شکست اور پریشانی تھی۔

"سعود یہ کیوں کر رہا ہے؟ کیا ملے گا اس کو یہ سب کر کے؟"

"اپنے ساتھ ساتھ وہ ہم کو بھی پریشان کر رہا ہے ایک بے وفا لڑکی کی بے وفائی کا بدلہ وہ خود سے لے رہا ہے اور ساتھ ہم سے بھی۔"

"آپ کا کیا قصور ہے ممی اور صفدر انکل تو خود اس کی شادی کر کے آئے تھے پھر وہ آپ لوگوں سے کیوں خفا ہے۔"

"یہ مکافات عمل ہے میری جان۔" وہ اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھتے ہوئے ندامت بھرے لہجے میں بولیں۔

"مکافات عمل...... یہ کیا ہے ممی؟"

"جیسی کرنی ویسی بھرنی میں نے آپ کے حقوق ادا نہیں کیے صفدر نے بھی جنرلی اسٹیپ فادر کا رول ادا کیا' نہ خود آپ سے قریب ہوئے نہ مجھے ہونے دیا اور حد تو یہ تھی ان کی بدگمانی کہ میں تمہارا نام بھی نہیں لے سکتی تھی اور پھر ہمارا بہت جھگڑا ہوتا تھا ایک عرصہ تک میں آپ سے جدائی کے عذاب میں مبتلا رہی اور وہ جان کر بھی انجان بنے رہے تھے اور آج وہ ہی عذاب بیٹے کی جدائی کا ان پر مسلط ہے ان کو معلوم ہو رہا ہے اولاد کی جدائی کتنا دکھ دیتی ہے۔ لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں برسات رہتی ہے۔" وہ بے اختیار اس سے لپٹ کر رونے لگی تھیں۔

"ممی! مت کہیں اس طرح انکل بالکل بدل گئے ہیں' پاپا جیسا برتاؤ ہے ان کا میرے ساتھ' پھر کیا آپ سعود بھائی کی جدائی محسوس نہیں کرتی ہیں؟"

”مجھے تو عادت سی ہوگئی ہے اولاد کی جدائی برداشت کرنے کی لیکن میرا دل کہتا ہے صفدر آپ کو مجھ سے دور نہ کرتے تو آج سعود کی جدائی ان کے لیے نہیں ہوتی‘ خوش ہوتے وہ بھی اور ہم سب بھی۔“ وہ اس سے علیحدہ ہوتی ہوئیں گویا ہوئیں۔

”جو گزر گیا سو گزر گیا آپ دکھی کیوں ہوتی ہیں ممی! پلیز آپ انکل کو معاف کردیں‘ بے حد پاک و مقدس جگہوں سے ہوکر آئی ہیں آپ‘ انکل کو تو آپ کو وہاں جانے سے قبل ہی معاف کردینا چاہیے تھا۔“ وہ خلوص بھرے انداز میں بولی۔

”بہت اعلیٰ ظرف ہو آپ فیاض کی طرح بیٹی تو اس کی ہو صفدر کو میں بہت پہلے معاف کرچکی تھی کسی کے خلاف دل میں غبار بھر کر میں بھی نہیں جی سکتی پری! بس کچھ تکلیف دہ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بھلائی نہیں بھولتی۔“ دونوں ہی خاموش ہوگئی تھیں۔

وہ ایک کمبل میں لیٹی تھیں شنی سرک کر اس کے نیچے پڑ آ گئی وہ بھی ان کی آغوش میں سما کر ممتا کی مہک‘ ممتا کی گرمی سے دل و دماغ کو شانت کررہی تھی ماں کی چاہت کو ترسی روح سیراب ہورہی تھی دل ان لمحوں کے امر ہوجانے کی خواہش مند تھا۔

”پری! میرے پاس فیاض کی کال آئی تھی۔“

”پاپا کی کال...... آپ کے پاس ممی؟“ شدید حیرت کا جھٹکا لگا تھا وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

”جی...... وہ بتارہے تھے طغرل نے آپ کو پرپوز کیا ہے۔“ وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں‘ اس کے دل کی حالت عجیب سی تھی وہ کچھ کہہ نہ سکی۔

”پری بیٹا! آپ خوش نہیں ہو؟“

”پاپا نے یہ نہیں بتایا طغرل کی مما مجھے بہو بنانا نہیں چاہتی ہیں اور وہ دادی کے سامنے مجھے بُری طرح رد کرچکی ہیں۔“ وہ دھیمے لہجے میں سر جھکا کر گویا ہوئی تھی۔

”رد کرچکی ہیں‘ ہوں لا رہی ہوں گی اپنی کوئی بھانجی۔“

”جی وہ اپنی بھتیجی کو طغرل کی بیوی بنانے کا تہیہ کرچکی ہیں اور میں زبردستی کسی کے گلے کا ہار کس طرح بن سکتی ہوں ممی!“

”اس خاندان کی عورتوں میں ایسی ہی چالاکیاں بھری ہوئی ہیں اپنی من مانی کرنے میں دوسروں کا گھر برباد کرنا بھی ان کے لیے مشکل نہیں ہے مگر وہ آپ سے خائف کیوں ہیں؟ طغرل کی خواہش کے باوجود وہ آپ کو بہو بنانا کیوں نہیں چاہتی؟“ وہ متعجب تھیں۔

”اس لیے ممی کہ میں ایک ڈائیورس عورت کی بیٹی ہوں۔“

❁........❁........❁
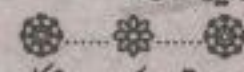
”طغرل! پری کی زندگی پہلے ہی بے حد کٹھن ہے تم اس کو مزید مشکل مت کرو‘ تمہاری ماں ایک بار نہیں بار بار پری کو بہو بنانے سے انکار کرچکی ہے وہ پری کو اس حوالے سے بالکل پسند نہیں کرتی۔“ پورا ہفتہ ہی گزر گیا تھا اسے دادی کو راضی کرتے ہوئے اور دادی ذرا بھی ٹس سے مس نہیں ہورہی تھیں ان کے منہ پر نہ ہی تھی۔

”میں پسند کرتا ہوں اس کو میری چاہت اس کے لیے کافی ہوگی‘ شادی میں کرنا چاہ رہا ہوں اس سے ممی نہیں پھر آپ کیوں فکر مند ہیں؟ میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے آپ کی لاڈلی کو بہت خوش رکھوں گا۔“ وہ ان کے قریب بیٹھا ہوا منتیں

کررہا تھا۔

”دیکھو بیٹا! میں نے اپنی تمام زندگی بڑی عزت و وقار کے ساتھ گزاری ہے‘ کبھی کسی کو اپنی طرف انگشت نمائی کا موقع نہیں دیا‘ اپنی عزت کے معاملے میں‘ میں بڑی خود غرض ہوں میں اور اب جب چل چلاؤ کا وقت ہے تم ایسے کام کرواکر میری عزت خاک کرنا چاہتے ہو؟“

”موت آئے آپ کی دشمنوں کو دادی جان۔“

”میرا مشورہ یہی ہے بھول جاؤ پری کو اور اپنی ماں کی بات مان جاؤ۔“

”پھر ٹھیک ہے۔“ وہ خراب تیوروں کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

”ارے یہ ایک دم اونٹ کی طرح منہ اٹھا کر کہاں چل دیئے؟“ وہ آگے رکھا ہوا پاندان دور کھسکاتے ہوئے پریشانی سے بولیں۔

”جب آپ کو میرا خیال نہیں ہے‘ میری فکر آپ کرتی نہیں ہے تو پھر میں کہیں بھی جاؤں یہ مت پوچھیں آپ۔“ وہ جانے لگا۔

وہ اس وقت بے حد اپ سیٹ لگ رہا تھا‘ اماں جان اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے آبدیدہ ہوگئی تھیں کتنی بے چارگی تھی اس کے انداز میں۔

”میرے بچے طغرل! میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کر‘ تیری دادی برسوں قبل اپنے اقتدار سے دستبردار ہوگئی ہے اب میرے زور زبردستی کرنے کے دن ہوا ہوگئے ہیں اب صرف بھرم ہی باقی رہ گیا ہے۔“

”اب مجھے کوئی شکایت نہیں ہے آپ سے‘ آپ صرف اور صرف اپنے وقار و عزت کی پروا کیجیے‘ میری کسی کو پروا نہیں۔“

”ایسی باتیں مت کر میرے بچے!“ وہ اس کی طرف بڑھیں۔

”طغرل...... طغرل بات تو سن میری تو۔“ مگر وہ رکا نہیں تیزی سے چلا گیا۔ طغرل کو تیزی سے وہاں سے گزرتے ہوئے عائزہ نے دیکھا تو وہ بھی گھبرا کر اماں کے کمرے میں آئی تھی۔

”دادی جان! کیا ہوا ہے؟ طغرل بھائی بے حد غصے میں یہاں سے گئے ہیں۔“ وہ نڈھال انداز میں بیٹھی دادی سے مخاطب ہوئی تھی۔

”کوئی نئی بات نہیں کی اس نے وہ ہی رٹ لگا رکھی ہے پری سے شادی کرنے کی‘ گویا انسانوں کی نہیں گڈا گڑیا کی شادی ہو۔“ ان کے لہجے میں بے اختیاری و بے بسی کا تاثر تھا۔

”پاپا نے فیصلہ پری اور اس کی ممی پر چھوڑ دیا ہے تو پھر آپ کیوں طغرل بھائی کو ناامیدی کا راستہ دکھا رہی ہیں؟“ وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی۔

”ایک ہی کہانی کو دوبارہ دہرانا بے وقوفی ہوتی ہے بیٹی! کل پری کی ماں اس گھر میں دلہن بن کر آئی تو وہ ہماری نہیں فیاض کی پسند تھی‘ وہ ایسی ہی جنونی محبت کرتا تھا اس سے کہ اپنی محبت کے سامنے اس نے ہماری بھی پروا نہ کی تھی اور ہم کو مجبوراً اس کی ضد کی خاطر ہامی بھرنا پڑ گئی مگر دل میں جو بیٹے کی نافرمانی و خودسری کی کسک بھر گئی تھی اس کسک نے ان کا گھر بسنے نہ دیا اور اب جو کچھ ہے وہ تمہاری سب کے سامنے ہے کون خوش ہے؟“ اماں کے لہجے میں پریشانی و دکھوں کی لرزش تھی۔

”صباحت ایک ضدی اور ناسمجھ بیوی ثابت ہوئی اس نے فیاض کو اول روز سے ہی شک کی نگاہ سے دیکھا اور آج

بھی ان میاں بیوی کے درمیان اعتبار اور محبت کی مضبوط ڈور بندھ ہی نہ سکی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خوشی میں نے ممی کی سنگت میں فیاض کے چہرے پر دیکھی تھی ایسی خوشی ویسا سکون آج تک پھر کبھی فیاض کے چہرے پر میں نے نہیں دیکھا میرے بچے سے وہ مسکراہٹ روٹھ گئی ہے۔"

"دادی جان آپ اعتراف کررہی ہیں ناوہ فیصلہ آپ سے غلط ہوا تھا اور جب فیصلے غلط ہوجائیں تو ان کی سزا کئی زندگیوں کو بھگتنی پڑتی ہے۔ ہم سب سزاؤں میں ہی تو مبتلا ہیں۔" وہ کوشش کے باوجود اپنے آنسو ضبط نہ کرسکی تھی۔

"فیاض آجائے تو میں بات کرتی ہوں اس سے کیا سوچ کر اس نے طغرل کی حوصلہ افزائی کی ہے؟" وہ سوچتے ہوئے بولیں۔

❁ ❁ ❁
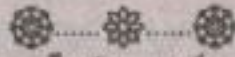
ذاکرہ خاصی دیر تک وہاں کھڑی ان کے مرنے کی تصدیق کرتی رہی اور جب اس کو یقین ہوگیا کہ وہ مرگئے ہیں وہ سرعت سے ماہ رخ اور اعوان کے پاس آئی جو گیسٹ روم میں بے قراری سے اس کا انتظار کررہے تھے۔

"کام ہوگیا ہے رانی صاحبہ! مرگئے ہیں وہ دونوں اب آپ لوگوں کو یہاں سے اسی وقت نکلنا ہوگا" معمولی سی دیر بھی خطرناک ہوگی۔"

"تم نے اچھی طرح سے دیکھا ہے وہ مرچکے ہیں نا؟" فکر و وحشت سے ماہ رخ کا چہرہ سفید ہورہا تھا جبکہ اعوان متوحش تو تھا مگر ماہ رخ کی طرف خوف زدہ نہیں تھا۔

"جی ہاں میں نے اچھی طرح تسلی کی تھی پھر یہاں آئی۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں ماہ رخ! تم کیوں اتنا خوف زدہ ہورہی ہو میں نے سارا بندوبست کررکھا ہے۔ بس تھوڑی بہادری دکھاؤ اور میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوا۔

"جی رانی صاحبہ! آپ دیر بالکل بھی نہ کریں محل سے باہر جانے والے ایک خفیہ راستے میں جانتی ہوں۔"

"چلو پھر دیر نہ کرو ہمیں اس راستے کی طرف لے چلو۔"

"آپ لوگ تیار رہیں میں ایک نظر اندر کی طرف دیکھ کر پوری طرح سے اطمینان کرآؤں پھر ایک لمحہ بھی یہاں نہیں رکیں گے۔" معاً ذاکرہ کچھ سوچتے ہوئے بولی تو وہ بھی اس کی بات سے متفق دکھائی دیئے۔ ذاکرہ خاموشی سے وہاں سے نکل گئی تھی۔

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے اعوان! نہ جانے کیا ہونے والا ہے؟ احمر غفران کی موت وہ بھی عین شادی کے ایک دن قبل بہت بڑا طوفان لے آئے گی وہ یہاں کے بااختیار لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔" وہ خوف زدہ لہجے میں اعوان سے مخاطب ہوئی تھی۔

"تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ذلیل شخص کی رسی کھینچ لی گئی ہے جو لوگ اللہ کی بنائی ہوئی حدود سے تجاوز کرتے ہیں اسی طرح بے حد آسانی سے موت ان کا شکار کرلیتی ہے ان کی اکڑ ان کا غرور و چالبازیاں سب بے اثر ہوجاتی ہیں احمر غفران کی موت اس کے اپنے گناہوں کے سبب ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اسے تسلی دی۔

"تمام زیورات ملبوسات اور بے حساب روپیہ میں نے یہیں چھوڑ دیا ہے گھن آتی ہے مجھے ان سب سے وہ میرے برے دنوں کی یادگاریں ہیں۔" اعوان کے پاس صرف ایک ہینڈ کیری تھا ماہ رخ نے بھی پرپل کلر کا سادہ سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا اس کی بات سن کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا فیصلہ ہے لیکن تم لے کر جانا بھی چاہتی تو لے کر جانے نہیں دیتا میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔" اعوان اس

کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"اب ماہ رخ کو ان چیزوں کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔"

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو ماہ رخ! ان چیزوں کے بغیر عورت نامکمل ہوتی ہے۔" وہ پرخلوص لہجے میں گویا ہوا۔

"نہیں اعوان! عورت عزت سے مکمل ہوتی ہے دولت اور یہ تمام آسائشات دل کو خوش تو رکھتے ہیں مگر روح کی خواہش تو پاکیزگی و تقویٰ ہے۔ جس کے پاس یہ ہے اس کے پاس کسی دولت کی ضرورت نہیں ہے میں اب تقویٰ کی دولت پانا چاہوں۔" بولتے ہوئے اس کی آواز بھاری ہوئی اور آنسو بہنے لگے۔

"کیا میں یہ سب پاسکوں گی؟ میں جو گناہوں کی غلاظت میں لتھڑی ہوئی ہوں میرا داغ دار دامن پھر سے پاک و صاف ہوسکتا ہے؟"

"سچے دل سے جو توبہ کی جاتی ہے اپنے گناہوں پر جس طرح شرمساری ندامت کے آنسوؤں کے ساتھ معافی مانگو گی میرا دل کہتا ہے اللہ پاک تم کو ضرور معاف کردیں گے ماہ رخ! ہمارا رب بہت غفور و رحیم ہے وہ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔" اس وقت ذاکرہ وہاں آئی تھی بڑے پرجوش انداز میں۔

"سب لوگ اپنے کمروں میں سونے کے لیے جاچکے ہیں گیٹ پر چوکیدار ہیں وہ بھی باہر کی طرف پہرہ دے رہے ہیں۔"

"پھر ہم کو کہاں سے نکلنا ہوگا؟" اعوان نے پوچھا۔

"رئیس کی خواب گاہ میں ایک ایسی دیوار ہے جو ایک مخصوص حصے پر دباؤ ڈالنے سے دو حصوں میں بٹ جاتی ہے اور دیوار ہٹتے ہی سیڑھیاں ہیں اور ان سیڑھیوں کے اختتام پر ایک سرنگ آتی ہے اس سرنگ کا خاتمہ اس علاقے سے باہر جاکر ہوتا ہے وہاں تھوڑا چل کر سڑک آجائے گی اور وہاں سے آپ کو گاڑی مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے چلتے ہیں اب۔" اعوان نے کہا اور ماہ رخ نے کانپتے ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا کہ احمر غفران کی خواب گاہ سے گزرنا بڑا کٹھن تھا۔

❀......❀......❀
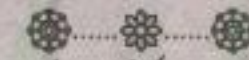
طغرل بڑے جذباتی انداز میں دادی کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آیا اور الماری کھول کر اپنے کپڑے بیڈ پر رکھنے لگا اس کا وجیہہ چہرہ غم و غصے سے سرخ ہورہا تھا ابھی وہ تمام سامان اکٹھا بھی نہیں کرپایا تھا کہ معید دروازہ ناک کرکے اندر داخل ہوا۔

"ارے کہاں جانے کی تیاری ہے میری جان۔" وہ سامان دیکھ کر کچھ حیرت سے گویا ہوا۔

"جہاں تقدیر لے جائے چلا جاؤں گا۔" وہ بیڈ پر ڈریسنگ ٹیبل سے سامان اٹھا کر رکھتا ہوا سرد مہری سے کہہ رہا تھا۔

"اوہ اس کا مقصد ہے پھر تمہاری لڑائی ہوئی ہے پری سے؟" وہ اس کے قریب آکر متجسس انداز میں بولا۔

"شٹ اپ تم ہر بار یہی کہتے ہو میں کیا ہر وقت لڑتا ہوں اسی سے بلاوجہ کی بکواس مت کیا کرو ہر وقت۔" اس نے سائیڈ روم سے سوٹ کیس لاتے ہوئے جھنجلا کر کہا۔

"ارے ارے یہ تم کیوں بن بادل برسات کی طرح برس رہے ہو پری سے لڑائی نہیں ہوئی تو پھر کس سے ہوئی ہے؟" جواباً خاموشی سے وہ چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر وہ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھا اور دونوں ہاتھوں میں سر تھامتا ہوا رنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"تم اس وقت کیوں آئے ہو معید! تم کو اس وقت یہاں نہیں آنا چاہیے تھا میرا دماغ آؤٹ آف کنٹرول ہے میں

حواسوں میں نہیں ہوں۔"

"وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے اس ڈپریشن کی وجہ بھی تو بتاؤ؟" معید نے اپنائیت بھرے انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ اس کو ہر بات بتاتا چلا گیا تھا اس نے پورے انہماک سے اس بات کی سنی تھی۔

"میں رکنے والا نہیں ہوں کسی بھی قیمت پر یہاں اب۔"

"اس قدر ایموشنل کیوں ہورہے ہو تم کو فیاض ماموں سے بھی ایک بار بات کرنی چاہیے انہوں نے تم کو ہرٹ نہیں کیا تمہاری بات مان کر تمہاری اہمیت کا اظہار کیا ہے وہ میری بھی ایڈوائزر ہے تم ان سے فائنل بات کرو۔" معید نے سوچتے ہوئے مشورہ دیا۔

"چچا جان گھر پر ٹھہرے ہی کب رہے ہیں ایک کے بعد ایک ٹور پر ہوتے ہیں وہ اور پھر ان سے کیا بات کروں؟ جب وہ معاملہ پارس اور ممی آنٹی کے ہینڈ اوور کرچکے ہیں۔"

"جب بات وہاں جاچکی ہے فیصلہ بھی وہاں سے ہوگا تو پھر تم نانی جان سے خفا ہو کر کیوں جارہے ہو؟"

"پارس آنٹی کو راضی کرلے گی وہ نائس لیڈی ہیں۔"

"اوہ! وہ راضی ہیں تو نانی بھی کیوں انکار کریں گی؟" وہ مسکراتا ہوا گویا ہوا۔

"دادی جان ابھی تک بیس سال پرانی باتیں یاد رکھے ہوئے ہیں ان کے خیال میں فیاض چچا کی طرح میں بھی شادی کے بعد وہی کروں گا جو انہوں نے ممی آنٹی کے ساتھ کیا تھا۔"

"ہوں..... طغرل دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے نانی جان کے اندیشے بے بنیاد ہرگز نہیں ہے۔ تم پہلے مذنا آنٹی کو تو راضی کرو پھر فراز ماموں کو بتاؤ کب تک ان سے چھپاتے رہو گے ان کو انوالو کیے بنا یہ کام کبھی نہیں ہوگا۔" معید کی بات اس کے دل کو لگی تھی۔

☆☆☆......
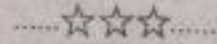
"عادلہ اب تم گھر چلنے کی تیاری کرو طبیعت بہتر ہوگئی تمہاری وہاں اماں جان نے پوچھ پوچھ کر دماغ خراب کردیا ہے۔ خدا جانے کیا مسئلہ ہے اس بڑھیا کے ساتھ ہر ایک کی ٹوہ میں رہتی ہیں۔" صباحت خاموش بیٹھی عادلہ سے آکر مخاطب ہوئیں۔

"ان کو سب کا خیال رکھنے کی عادت ہے شروع سے۔"

"ارے باز آئی میں تو ایسے خیال سے جو دوسرے کی زندگی اجیرن کردے۔" وہ منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے کانوں کا ہاتھ لگا کر بولیں۔

"اور تم نے اس حرام خور شیری سے بات کی کب پروپوزل بھیج رہا ہے وہ؟ اتنے دن گزرنے کے بعد بھی پلٹ کر اس نے خبر نہیں لی ہے نامعلوم اب کسی کے ساتھ منہ کالا کررہا ہوگا؟"

"ممی پلیز! اس طرح مت کہیں۔" عادلہ رونے لگی۔

"اس میں رونے کی کیا بات ہے کیا تم اب بھی اس کی نیچر کو سمجھ نہیں سکی ہو جو آنسو بہانے بیٹھ گئی ہو۔" عادلہ کے آنسوؤں نے ان کو پوری طرح تپا ڈالا تھا۔

"میں شیری کو تصور میں بھی کسی اور کے ساتھ نہیں شیئر کرسکتی۔"

"وہ تمہارے دل کی پروا کرے تب نہ تم یوں ہی پاگل بنو۔"

"آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ کیوں نہیں دیتی ہیں ممی! ہر دوسرے دن میرا دل جلانے کے لیے چلی

آتی ہیں آپ۔"

"آپی! ملازمہ کھانا تیار کررہی ہے کھا کر جایئے گا۔" زینب وہاں آتی ہوئیں گویا ہوئی۔

"ارے ابھی تو چائے کے ساتھ اسنیکس کھائے ہیں اب کھانے کی تو بالکل بھی گنجائش نہیں ہے تم اس سر پھری لڑکی کو سمجھاؤ' وقت کی نزاکت کو سمجھے اتنا دھوکہ بھی اس کی ہٹ دھرمی ختم نہ کرسکا۔" وہ قریب بیٹھی زینب سے گویا ہوئی تھیں۔

"عادلہ بے حد ڈسٹرب ہے آپی! آپ پلیز اس کے ساتھ تعاون کریں۔" وہ خاموشی سے آنسو صاف کرتی عادلہ کی طرف دیکھ کر ہمدردی سے بولیں۔

"میں تو تعاون کرتی آرہی ہوں لیکن یہ وقت وحالات کی نزاکت کو سمجھنے پر تیار نہیں ہے۔ وہاں اماں جان اور فیاض کو میں جس طرح فیس کرتی ہوں وہ میں ہی جانتی ہوں بڑے ٹیڑھے لوگ ہیں وہ دونوں۔" ان کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی عادلہ جانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

شیری اور مسز عابدی کے درمیان سرد جنگ چل رہی تھی۔ وہ اس کے انکار کے بعد اسے پوری طرح نظر انداز کرچکی تھیں اسے اور وہ ضد میں اکڑے بیٹھا تھا' مسٹر عابدی فیاض کے ساتھ مل کر ایک نئی فرم مین ٹین کررہے تھے اس پورے سیٹ اپ میں ان کی دن رات کی محنت صرف ہورہی تھی۔ گھر آنے جانے کا شیڈول بھی ڈسٹرب ہوچکا تھا یہی وجہ تھی کہ عابدی ان ماں بیٹے کے درمیان چلنے والی چپقلش سے بے خبر تھے۔

"مما...... پلیز اب غصہ بھول بھی جایئے! اس طرح کسی غیر لڑکی کی خاطر اپنے بیٹے سے کب تک خفا رہیں گی؟" وہ مطلبی لہجے میں ان سے مخاطب ہوا۔

"میری بات مان جاؤ تو میں خفگی بھول جاؤں گی۔" وہ اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"آپ ایسی سنگدل تو نہیں تھیں مما! کیوں ہر وقت عادلہ...... عادلہ کے گن گاتی رہتی ہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے۔ شادی میں اپنی پسند کی لڑکی سے کروں گا' آپ اچھی طرح جانتی ہیں میں جو کہتا ہوں وہ ہی کرتا ہوں آپ کی بات میں نہیں مانوں گا میری لائف پارٹنر صرف پری بنے گی۔" وہ کہہ کر غصے سے چلا گیا۔

وہاں آتے ہوئے عابدی نے بیٹے کو بگڑتے تیوروں کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تھا' ان کے ماتھے پر تردد کی شکنیں ابھر آئی تھیں۔

"ارے عابدی آپ اس طرح اچانک آئے ہیں' گاڑی کے ہارن کی آواز نہیں آئی' گاڑی پر نہیں آئے ہیں آپ؟" انہوں نے عابدی صاحب کو بے وقت آتے دیکھ کر مسرت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"گاڑی شوفر ورکشاپ لے کر گیا ہے یہ شیری کا موڈ آف کیوں ہے؟" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے بولے۔ ان کی نگاہیں ابھی بھی کامن روم سے اٹیچڈ سیڑھیوں کی طرف مرکوز تھیں جہاں شہریار گیا تھا۔

"نتھنگ اسپیشل آپ تو جانتے ہیں ذرا ذرا سی بات پر مس بی ہیو کرنے کی عادت ہے شیری کی۔" مسز عابدی ان کا خراب موڈ دیکھ کر ٹالتے ہوئے بولیں۔

"میں نوٹ کررہا ہوں' شیری دن بدن غیر ذمہ دار اور موڈی ہوتا جارہا ہے اور تم سے بدتمیزی کرنے کی اجازت کس نے دی ہے اس کو؟"

"ارے نہیں عابدی! ایسی کوئی بات نہیں کی ہے شیری نے۔" انہوں نے فوراً ہی بیٹے کی سائیڈ لی۔

''جی ہاں! میں سن چکا ہوں ابھی موصوف کس بات پر آپ سے بحث کر کے گئے ہیں یہ بتاؤ مجھے کیا بات ہو رہی تھی؟''

''میں نے بتایا تو آپ کو کوئی خاص بات نہیں تھی۔''

''پلیز نور جہاں! تم شیری کو بچوں کی طرح ہینڈل نہ کیا کرو وہ اب جوان ہے سوچنے سمجھنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔''

''میں اس کو بچہ نہیں سمجھتی اور اسی لیے اس کو شادی کا کہہ رہی ہوں' ابھی بھی یہی بات کر رہی تھی۔'' وہ ان کے غصہ میں دیکھ کر آہستہ آہستہ بتانے لگی تھیں۔

''ہوں پہلے وہ عادلہ میں انٹرسٹڈ تھا تو شادی سے انکار کیوں کر رہا ہے؟ کس میں انٹرسٹ لے رہا ہے اب؟'' مسز عابدی پری کا نام اور عادلہ و شیری کے تعلقات گول کرتے ہوئے مختصراً ان کو سب بتا چکی تھیں۔

''میں خود معلوم کرتا ہوں اس سے۔''

''ارے ابھی آپ آئے ہیں چینج تو کرلیں پھر بات کر لیجیے گا' میں رجب کو کہتی ہوں وہ چائے تیار کر کے لے آئے۔'' وہ مسکراتے ہوئی ان کا بازو تھام کر گویا ہوئی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
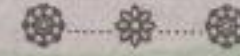
گئے دنوں کی عزیز باتیں
نگار صبحیں' گلاب راتیں
بساطِ دل بھی عجیب شے ہے
ہزار جیتیں' ہزار ماتیں
جدائیوں کی ہوائیں لمحوں کی
خشک مٹی اڑا رہی ہیں
گئی رتوں کا ملال کب تک
چلو کہ شاخیں تو ٹوٹتی ہیں
چلو کہ قبروں پر خون رونے سے
اپنی آنکھیں ہی پھوٹتی ہیں

ماہ رخ خواب کی کیفیت میں اپنی سرزمین کو دیکھ رہی تھی' اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے ائرپورٹ سے باہر آنے کے بعد وہ اپنی جذباتی کیفیت پر قابو نہ پا سکی تھی۔ اعوان اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا سو اس نے اسے رونے دیا تھا اور گھر تک ان کے درمیان خاموشی کی دیوار حائل رہی تھی۔

''ناشتہ کرلو ماہ رخ! رات سے کچھ نہیں کھایا ہے تم نے۔''

''رات نامعلوم کس طرح نیند آ گئی مجھ کو ورنہ مجھے لگ رہا تھا میں اب کبھی سو ہی نہ پاؤں گی' مجھے مدتوں بعد یہ یقین آئے گا اپنے ملک' اپنے شہر واپس آ گئی ہوں' مجھے سب ابھی تک خیال کا گمان لگتا رہا ہے۔'' وہ بیدار ہونے کے بعد ٹیرس پر کھڑی باہر دیکھ رہی تھی' جہاں بھاگتی دوڑتی زندگی کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔

گاڑیوں و لوگوں کا ہجوم رواں دواں تھا وہ تمام اجنبی لوگ' عمارتیں' ہر موجود شے سے اس کو اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا عجیب سی انسیت و راحت کا احساس تھا۔ اپنی مٹی اور لوگوں کا احساس اس کے دل کو تقویت بخش رہا تھا۔

سنو جاناں!
وہ بھی کیسے دن تھے جاناں
جب تو میرے پاس تھا
ہر پل میں تھا پیار برستا
ہر دن خوشیوں کا دن تھا
ہر سو رقص کرتی تھی محبت!
غم ہم سے کوسوں دور تھے
تب ہی ہم مغرور بہت تھے
لیکن جاناں!
جب سے تو دور گیا ہے
ہر پل سالوں جیسا ہے
ہر دن لوگ ستاتے ہیں

صدف سلمان۔ شور کوٹ شہر

''ہوں دراصل رات میں نے دودھ میں گولیاں ڈال کر دی تھیں' تاکہ تم سکون سے سو جاؤ۔'' اعوان کے لہجے میں محبت بھرا خلوص تھا۔

''مجھے معلوم تھا جس ماحول سے نکل کر تم آئی ہو ایسے تکلیف دہ وقت کو تم جلدی بھلا نہ سکو گی پھر جس طرح ہم نے احمر غفران کے محل سے فرار حاصل کی اس سرنگ کا وہ گھٹن زدہ سفر سب بہت مشکل تھا وہ سب میرے اعصاب پر ابھی تک حاوی ہے تو تم جتنا بھی آرام کرو اپنے ذہن کو ریلیکس رکھوتا ہی بہتر ہے تمہارے لیے تم کچھ عرصہ تک اپنے ذہن کو پرسکون رکھنے کے لیے ٹیبلٹس لیتی رہنا۔''

''وہ سب میں کسی طرح بھی بھلا نہ سکوں گی' وہ زندگی مجھ پر کسی سائے کی مانند چمٹی رہے گی۔ نادانی ایک بار ہوتی ہے پر اس کی سزا ختم ہونے کے بعد بھی کہاں ختم ہوتی ہے اعوان۔'' اس کی آنکھوں میں پھر آنسو چمکنے لگے تھے۔

''پلیز اب رونا نہیں ماہ رخ! آنسوؤں کو بھول جاؤ۔''

''ان آنسوؤں کو میں کس طرح بھول سکتی ہوں' یہ آنسو تو میری دولت ہیں میرے بُرے وقت کے ساتھی ہیں۔'' وہ ٹشو سے آنکھیں صاف کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

''او کے کم آن ناشتہ کرتے ہیں ملازمہ نے لگا دیا ہے۔'' اعوان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔'' اس نے دھیمے لہجے میں اٹکتے ہوئے دل کی بات کہہ دی۔

''ہاں...... وہ...... کیوں نہیں...... تمہارے گھر بھی لے کر جاؤں گا تم کو پہلے ناشتا کرتے ہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ اس سے نگاہیں چرا کر بولا۔

''پلیز...... پلیز اعوان! میں ان سے فوراً ملنا چاہتی ہوں' جب دوریاں تھیں اس وقت میں مجبور تھی اور اب اتنے قریب آ کر مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے ان کی جدائی۔'' وہ اعوان کا بازو پکڑ کر لجاجت آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''میں جانتا ہوں ماہ رخ میں تمہاری فیلنگز سمجھ رہا ہوں پہلے ناشتا کرو۔''

''تم میرے جذبات نہیں سمجھ رہے اگر سمجھ رہے ہوتے تو رات مجھے نیند کی گولیاں دینے کے بجائے مجھے گھر لے کر جاتے۔ تم کو کیا معلوم میں اپنوں کی صورتیں دیکھنے کے لیے کس قدر تڑپی ہوں۔''

''میں سب سمجھ رہا ہوں۔''

''پھر بھی پہلے ناشتے کی ضد کر رہے ہو؟'' وہ بات قطع کر کے بولی۔

''ہاں کیوں کہ وہاں اب تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔'' اس کو سخت اضطراب میں دیکھ کر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

''کیا...... کیا مطلب کچھ نہیں ہے...... تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا معلوم ہے تمہیں' وہاں میں تم سے پوچھ پوچھ کر تھک

گئی تھی اور تم نے میرے گھر والوں کے مطابق کچھ بتا کر نہیں دیا اور اب بھی تم مجھ سے پہیلیوں میں بات کررہے ہو۔“

اس نے کسی سخت اشتعال میں آ کر اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

”دکھادی نہ تم نے بھی اپنی اصلیت؟ تم جیسی کیٹیگری کے مرد اسی طرح پہلے احسان کرتے ہیں پھر احسان کا بدلہ سود سمیت وصول کرتے ہیں‘ تم مجھے وہاں سے یہاں لے کر آئے ہو تو......“

”کول ڈاؤن مائی ڈیئر!“ اعوان نے نرمی سے کہتے ہوئے اس سے اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے کہا‘ وہ پُر اعتماد تھا۔

”میں تمہاری کسی بات کا مائنڈ نہیں کروں گا میں جانتا ہوں تم اب مردوں پر اعتبار جلد کر بھی نہیں پاؤ گی لیکن میری نیت پر شبہ مت کرو۔“

”پھر میرے ابوامی کے پاس لے کر کیوں نہیں جارہے سچ سچ بتاؤ۔“

”سچ سن سکتی ہو تو سنو...... وہ دنیا میں نہیں ہیں اب۔“

❁ ❁ ❁
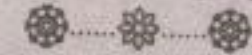
فیاض صاحب جن کا قرض اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ وہ عابدی کے بزنس پارٹنر سے کسی عام ورکر کی طرح حیثیت والے ہوگئے تھے عابدی نے ان کو ان کی حیثیت کا کبھی نہ جتایا تھا مگر وہ باضمیر اور خوددار شخص تھے۔ اپنی گرتی پوزیشن دیکھتے ہوئے فیاض از خود ہی مالکانہ حقوق سے دستبردار ہوگئے تھے۔ طغرل کو جب ان کی مالی حالت سے واقفیت ہوئی تو اس نے کچھ اس خلوص ومروت سے ان کو سمجھایا کہ بہت رد وکد کے بعد وہ بالآخر اس کے خلوص کے آگے ہار مان گئے۔ طغرل نے بہت خاموشی سے نا صرف ان کا قرضہ واپس کیا بلکہ ان کے نئے شروع ہونے والے پروجیکٹ میں بھی مالی معاونت کی تھی۔ پریشانیوں وفکروں نے ان کو بدمزاج اور چڑچڑا سا کردیا تھا۔ حد تو آدم بے زاری کی یہ تھی کہ وہ اماں جان کو بھی کھڑے کھڑے ہی سلام کرکے چلے جاتے تھے۔ قرض کا بوجھ غائب ہوا تو معاملات زندگی پھر سے اپنی ڈگر پر پلٹ آئے اور ان کی خوش مزاجی ومعمولات لوٹ آئے تھے۔ وہ صباحت کو اماں کے کمرے میں چائے لانے کا کہہ کر وہاں آ گئے تھے۔

”شکر ہے آج تم کو بھی فرصت مل گئی ماں کے پاس بیٹھنے کی ورنہ میں تو خود کو گھر کے کونے میں پڑا کوئی ٹوٹا پھوٹا بے مصرف سامان سمجھنے لگی تھی۔“ ان کے دل کا شکوہ لبوں پر آ ہی گیا تھا۔

”آپ میں تو ہماری جان ہے اماں جان! آپ تو اس گھر کا سب سے مضبوط ستون ہیں‘ کاٹھ کباڑ تو ہم لوگ ہیں۔“ وہ ادب بھرے لہجے میں بولے۔

”خیر چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تم نے طغرل کو کیوں کہا‘ میرا مطلب ہے پری سے اس کا رشتہ جوڑنے کی بات کیوں کی؟“ وہ قریب بیٹھے فیاض سے گویا ہوئیں۔

”اماں جان! میری یہ خواہش کچھ عرصے قبل ہی بیدار ہوئی ہے میں نے اپنی بیٹی کے ساتھ بے حد ناانصافی کی ہے ہمیشہ سے غلط فیصلے خود کیے اور نفرت کی پارس سے میں پری کو اب خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔“ وہ سر جھکائے ندامت بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

”تمہارا کیا خیال ہے طغرل پری کو خوش رکھ سکے گا؟“

”آپ کو ایسا محسوس نہیں ہوتا ہے؟“ وہ چونک کر بولے۔

”تم نے ایسا سوچ بھی کیوں لیا فیاض! اپنی زندگی برباد کرنے کے بعد تم اپنی بیٹی کی زندگی بھی برباد کرنے کی خواہش رکھتے ہو؟ جو غلطی تم نے کی تھی ویسی ہی غلطی طغرل سے بھی چاہتے ہو؟“

”خدانہ کرے جو پری کی زندگی پر دکھ کا ہلکا سا بھی سایہ پڑے اللہ میری بچی کی زندگی ہمیشہ مسرتوں سے روشن رکھے اس کو دکھوں اور محرومیوں کے سوا زندگی نے دیا ہی کیا ہے۔“ بیٹی کے ذکر پر وہ آبدیدہ سے ہوگئے تھے اپنی تمام زیادتیاں ان کو یاد تھیں اور جن پر دل شرمندگی کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔

”تم سے زیادہ میں اس کو عزیز رکھتی ہوں لیکن تمہاری طرح بند آنکھوں سے فیصلہ نہیں کرسکتی ہوں بیٹا! مرد کی محبت پانی کے بلبلے کی مانند ہوتی ہے پل میں ابھری اور پل میں غائب بھی ہوجاتی ہے۔“

”آپ فکر مت کریں اماں جان یہ فیصلہ میں نے مثنیٰ اور پری کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے اب دیکھتے ہیں تقدیر کیا فیصلہ کرتی ہے۔“

”یہ جانتے ہوئے بھی مذنہ پری کو بہو بنانا نہیں چاہتی؟“

”جی میں جانتا ہوں مذنہ بھابی کی خواہش کو لیکن ضروری نہیں ہے ہر بار ان کی ہی بات مانی جائے‘ یہاں طغرل کی زندگی کا معاملہ ہے اور اس معاملے کو وہ خود سلجھائے گا وہ کہہ چکا ہے۔“

”اس معاملے میں تم خودغرضی نہیں دکھا رہے ہو فیاض! میں تم سے اس طرح کے فیصلے کی ہرگز توقع نہیں کرتی تھی۔“ ان کے لہجے میں خاصی بے یقینی و بے اعتباری تھی۔

”آپ ہی بتایئے اماں جان خاندان میں کوئی بھی میری بچی کو بہو بنانے کے لیے تیار نہیں ہے طلاق میرے اور مثنیٰ کے درمیان ہوئی تھی پھر ایسے فیصلوں کے بعد سزا بچے کیوں بھگتیں؟ ارے لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے ایسے بچوں کے حقوق والدین پہلے ہی سلب کرلیتے ہیں۔ ایسے بچے بہت ہمدردی‘ پیار محبت کے قابل ہوتے ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے مثنیٰ اور پری کو فیصلے دے کر تم نے اچھا کیا ہے۔ میں فراز کو فون کروں گی اس کے آگے ساری باتیں رکھوں گی اس کی بیماری کی وجہ سے ہر بات سے اس کو دور رکھا گیا ہے۔“

”جی آپ بہتر سوچ رہی ہیں۔“ وہ متفق ہوکر گویا ہوئے۔

”عائزہ کو بھی معاف کردو فیاض! بیٹیوں سے زیادہ عرصہ تک ناراض رہنا ان کے دلوں کو توڑ دیتا ہے۔“

”آپ نے معلوم نہیں کیا وہ یہاں کیوں رہ رہی ہے؟“

”تم خود کیوں نہیں پوچھ لیتے؟ بلکہ تم کو تو اپنے داماد سے پوچھنا چاہیے وہ کیوں عائزہ کو لے کر نہیں جارہا‘ کیا وجہ ہے اس کو میکے چھوڑنے کی؟“ اماں نے ان کے مزاج کا لوہا نرم دیکھ کر چوٹ ماری۔

”یہ سب صباحت کو خوب معلوم ہوگا آپ ان سے معلوم کریں۔“ عائزہ سے خفگی ابھی بھی برقرار تھی۔

”صباحت کسی اور دنیا کی باسی ہے بیٹا! وہ ان معاملات میں دلچسپی کہاں لیتی ہے اس کی بلا سے کچھ بھی ہو۔“

”کیا کہہ سکتا ہوں اماں! صباحت آپ ہی کا انتخاب ہے صباحت کی خاطر ہی آپ نے مثنیٰ کو ٹھوکر ماری تھی۔“ وہ سرد آہ بھر کر گویا ہوئے۔

”ٹھیک کہہ رہے ہو یہ پچھتاوا اب زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوگا۔“

”اوہ! میرا مطلب آپ کو رنجیدہ کرنا ہرگز نہ تھا۔“ انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگالیا تھا۔ چائے لاتی ہوئیں صباحت آخری گفتگو سن کر کھڑی رہ گئی تھیں۔

❁ ❁ ❁

”پری...... پری...... کال ہے بیٹا!“ مثنیٰ سیل فون پکڑے ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی بال برش کرتی پارس کو سیل پکڑاتی ہوئیں گویا ہوئی تھیں اور پھر واپس چلی گئی تھیں۔

"جی......" دوسری طرف طغرل تھا' وہ اٹھ کر بیڈ پر آ گئی۔

"کب واپس آؤ گی یار! ریئلی بہت بور ہو رہا ہوں۔"

"ابھی تو صرف ایک ہفتہ ہوا ہے مجھے مما کے پاس آئے۔"

"پھر کیا تمہارا ایک صدی بعد آنے کا ارادہ ہے؟" وہ منہ بنا کر طنزیہ لہجے میں بولا تو وہ بے اختیار ہنس دی۔

"ریئلی تمہاری ہنسی کس قدر کیوٹ ہے' ذرا پھر سے ہنسنا پلیز......" اس کے لہجے میں جذبوں کی شدتیں عیاں تھی پری بلش ہو گئی۔

"پلیز ایک بار ہنس کر دکھا دو نہ۔" وہ پر تجسس تھا۔

"میں خوامخواہ کیسے ہنس سکتی ہوں؟"

"ابھی میں نے کوئی جوک نہیں سنایا تھا جو ہنسی تھیں۔"

"ابھی آپ نے بات ہی ایسی کی تھی میں بے اختیار ہنس پڑی تھی لیکن بار بار تو میں نہیں ہنس سکتی ہوں۔" اس کے اصرار پر وہ سنجیدہ ہو کر بولی۔

"تم اتنا کنفیوز ہو گئی ہو میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا' خیر مما سے اجازت لو تو میں پک کرنے آ رہا ہوں کچھ دیر بعد آفس سے وہیں آؤں گا پھر ہم ڈنر باہر کریں گے او کے؟" اس کی ترنگ بھاری آواز سے وہ پریشان ہو گئی۔

"ارے کیا ہوا...... اب چپ کیوں ہو گئی ہو؟"

"میں کس طرح آپ کے ساتھ جا سکتی ہوں؟"

"کار میں بیٹھ کر اور کس طرح؟"

"میں مذاق نہیں کر رہی؟"

"میں بھی بالکل سیریس ہوں' کوئی جوک نہیں کر رہا۔" وہ سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"سوری میں اس طرح آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ جا رہی ہو تم کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا' تم پرمشن لیتے ہوئے ڈر رہی ہو تو میں خود ممی آنٹی سے......"

"ایسی بات نہیں ہے میں جانتی ہوں مما پرمشن دے دیں گی۔" وہ اس کی بات قطع کر کے الجھے ہوئے انداز میں بولی۔

"پھر کیا بات ہے؟ تم ذرا ذرا سی باتوں پر گھبرانے کیوں لگ جاتی ہو؟ میں نے ایک سادہ سی خواہش ظاہر کی ہے اور تم ہو کہ......"

"ڈنر باہر ہی کیوں کریں گے؟ یہاں آ جائیں سب کے ساتھ......"

"شٹ اپ یو' تم مجھ پر کبھی اعتبار نہیں کرو گی۔" وہ غصے میں کہنے لگا' پری پراعتماد لہجے میں بولی۔

"میں گھر والوں کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی ہوں' پاپا اور دادی کا دل میں کبھی نہیں دکھا سکتی۔"

"میرا دل تو بنا ہی تمہارے توڑنے کے لیے ہے اس دل کو تم توڑے جاؤ کوئی پروا اور خیال کیے بنا' تم ایسا کیوں کرتی ہو میرے ساتھ؟"

"جب تک ہمارے درمیان کوئی شرعی تعلق نہیں ہوگا' میں آپ کے ساتھ اس طرح باہر نہیں جا سکتی' یہ میرا فیصلہ ہے۔" وہ اس کی خفگی بڑھتے دیکھ کر اٹل لہجے میں گویا ہوئی۔

"شرعی تعلق اوہ! فنٹاسٹک آئیڈیا! میں بارات لے کر آؤں یہی چاہتی ہو نا تم؟" وہ شوخی سے بولا مگر پری سیل آف

کر چکی تھی۔

❁......❁......❁
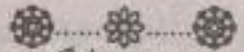
"عادلہ کتنی کمزور ہو گئی ہو' کیا ہو گیا تھا تم کو؟" عائزہ چیئر پر بیٹھی گم صم سی عادلہ سے پریشانی سے گویا ہوئی تھی۔

"ممی نے تم کو بتایا نہیں تھا جونڈس ہو گیا تھا مجھے۔" عادلہ کے لبوں پر پھیکی مسکراہٹ تھی۔

"جونڈس! ممی کہہ رہی تھیں فلو ہو گیا تھا تم کو۔"

"اچھا ممی مجھ سے کہہ رہی تھیں جونڈس کا بتایا ہے سب کو۔" وہ ذہن پر زور ڈالتے ہوئے خود کلامی میں مبتلا تھی عائزہ نے بڑی حیرت سے اس کے ہلکے زردی مائل چہرے کو دیکھا جہاں خزاں رسید چھائی ہوئی تھی۔

"یہ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو عادلہ' کیا تم ٹھیک ہو؟" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر پریشان لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں' تم...... تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔" وہ اس سے دور ہو کر بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

"تم مجھے پریشان لگ رہی ہو بے حد ڈسٹرب! شیری سے کوئی لڑائی ہوئی ہے کیا؟"

"لڑائی...... شیری سے لڑائی ہوئی ہے ہاں...... تم کو کس نے بتایا؟" وہ از حد سراسیمہ و بے حد حواس تھی۔

"میں تو یوں ہی پوچھ رہی تھی اتنے دن ہو گئے ہیں وہ نہ تم سے ملنے آئے ہیں اور نہ کال وغیرہ کر رہے ہیں وہ تم کو۔"

"شیری ان دنوں بزنس میں مصروف ہیں اور میری کوئی لڑائی نہیں ہوئی ہے میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔" خاصی دقت کے بعد وہ خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"جھوٹ مت بولو عادلہ! سچ بات کیا ہے وہ مجھے بتاؤ۔" عائزہ کو اس کی بات پر بالکل یقین نہیں آیا تھا۔

"تم کو میری بات پر یقین کیوں نہیں آ رہا ہے سچ کہہ رہی ہوں' کیوں دماغ خراب کر رہی ہو میرا؟"

"تمہاری آنکھیں تمہاری زبان کا ساتھ نہیں دے رہی ہیں عادلہ۔"

"ارے کیا تم عادلہ کے پیچھے پڑ گئی ہو ٹھیک تو ہے وہ۔" صباحت اندر آتے ہوئے عائزہ سے گویا ہوئی تھیں۔

"حالت دیکھیں ممی! کیا ہو گیا ہے اس کو برسوں کی بیمار لگ رہی ہے یہ۔" عائزہ اس کی طرف مسلسل دیکھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا ٹھیک ہے' پانی پلاؤ مجھے۔" وہ عادلہ کے قریب بیٹھتے ہوئے ڈھیلے انداز میں گویا ہوئی تھیں' عائزہ نے ایک نگاہ ماں کے چہرے کو دیکھا اور کمرے سے نکل گئی۔

"تم کو اتنا سمجھایا بھی تھا گھر جا کر کوئی تماشہ مت کرنا اور تم وہ ہی کر رہی ہو' کب تم مجھ کو پریشان کرنا چھوڑو گی؟" عادلہ نے ماں کو بے حد پریشان پایا تھا اس وقت۔

"ابھی تو آپ ٹھیک ٹھاک گئی تھیں یہاں سے' اب خاصی اپ سیٹ لگ رہی ہیں۔ کیا بات ہوئی ہے پاپا نے کچھ کہا ہے آپ کو؟"

"تمہاری دادی کے پاس بیٹھے تمہارے پاپا پری کی طغرل سے شادی کی پلاننگ کر رہے ہیں' میں نے جو چاہا سب ان کے متضاد ہو رہا ہے' آخر اس گھر میں میری حیثیت کب مانی جائے گی؟ مثنیٰ یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی موجود ہے اور میں کہاں ہوں؟ فیاض آج بھی بڑے پیار سے مثنیٰ کا نام لیتے ہیں اور میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی ان کو گوارا نہیں ہے' میں اتنی بری ہوں؟" پہلی بار صباحت کو محسوس ہوا وہ فیاض سے کتنی دور ہیں۔

"آپ بری نہیں ہیں ممی!" عادلہ ان کے قریب ہو کر بولی۔

"آپ بہت اچھی ہیں' بے حد خوب صورت ہیں کوئی کمی نہیں ہے آپ میں' پاپا محبت کرتے ہیں آپ سے آپ

ہرٹ نہ ہوں۔"

"مجھے بچوں کی طرح بہلانے کی کوشش مت کرو میں جانتی ہوں وہ آج بھی ثمنی سے محبت کرتے ہیں ان کے دل پر ہمیشہ اس کی حکمرانی رہے گی بڑے مزے سے ثمنی کی باتیں کررہے تھے اماں سے اور وہ بڑھیا جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہے۔"

"ممی پلیز! خاموش ہوجائیں اگر پاپا نے سن لیا تو قیامت آجائے گی۔" ان کے تیز تیز بولنے پر عادلہ گھبرا کر کہنے لگی۔

"نہیں آئیں گے وہ ابھی اپنی بیٹی کی شادی کی پلاننگ کررہے ہیں زبردستی اس کو مذنہ بھابی کی بہو بنانے کی ترکیبیں سوچی جارہی ہیں پہلے تو اس کی شکل دیکھنے کے روادار نہ تھے اور ایسی محبت ابل رہی ہے کہ......"

"ممی کول ڈاؤن' غصہ مت کریں۔" عادلہ نے مسکرا کر کہا۔

❁......❁......❁
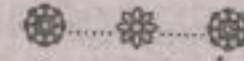
"شیری! آفس میں آئیں مجھے کوئی بات کرنی ہے آپ سے۔" وہ جو بیٹھا لیپ ٹاپ پر چیٹنگ میں مصروف تھا' باپ کی بارعب انداز پر کچھ مضطرب سا ہوگیا تھا اس نے انٹرکام پر آئے پیغام پر چند لمحے سوچا پھر عابدی صاحب کے روم میں آگیا انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو بیٹھنے کو کہا تو وہ ان کے سامنے والی چیئر پر بیٹھ گیا۔

"جی ڈیڈ!" وہ آہستگی سے بولا۔

"یہ بات میں تم سے کچھ دنوں سے کرنا چاہ رہا ہوں مگر گھر میں نور جہاں میرا سایہ بنی رہتی ہیں اور اس کو کوئی ٹینشن دینا نہیں چاہتا۔" ان کے لہجے میں سختی تھی۔

"آف کورس ڈیڈ! بولیں...... کیا بات ہے؟ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟"

"عادلہ سے شادی کرنے سے انکار کا مطلب کیا ہے؟" شیری کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا وہ اتنے بولڈ لہجے میں کہیں گے۔

"عا...... عادلہ سے شادی......؟"

"گھبراؤ نہیں میں کوئی مشکل زبان نہیں بول رہا جو تم کو سمجھنے میں مشکل ہورہی ہے میں یہ پوچھ رہا ہوں عادلہ کے ساتھ اتنا ٹائم گزار کر تم کیوں اس شادی سے انکار کررہے ہو؟"

"وہ فرینڈ شپ ہے' میں شادی کے لیے اس کو آئیڈیلائز نہیں کرتا ڈیڈی! لائف پارٹنر بنانے کے لیے میرا آئیڈیل کوئی اور ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"وہ...... وہ فیاض انکل کی بیٹی ہے پری!" وہ ان کی مسلسل گھورتی نگاہوں سے انجانا سا خوف محسوس کررہا تھا۔

"اوہ! ایک بہن سے دوستی' دوسری بہن سے شادی کی خواہش رکھتے ہو اس سے بھی زیادہ تھرڈ کلاس سوچ کس کی ہوسکتی ہے؟"

"ڈیڈی! اس میں تھرڈ کلاس ایٹی ٹیوڈ کہاں ہے؟"

"شٹ اپ شیری! میں تم کو فیاض کی بیٹیوں کو کھلونا بنانے نہیں دوں گا' فیاض کی بیٹیاں میری بیٹیوں کی مانند ہیں اور میری عزت بھی ہیں۔" وہ شدید غصے سے گویا ہوئے۔

"یہ ممکن نہیں ہے میں عادلہ سے شادی نہیں کروں گا میری لائف پارٹنر صرف پری ہی بنے گی۔" وہ ہٹ دھرمی سے

گویا ہوا۔

"پری کا رشتہ فیاض نے اپنے بھتیجے طغرل سے طے کردیا ہے۔"

"آپ مذاق کررہے ہیں ڈیڈی! انکل ایسا نہیں کرسکتے۔" یہ خبر اس کے دل پر بجلی بن کر گری' وہ ہکا بکا رہ گیا۔

"یہ مذاق کا ٹائم نہیں ہے پھر فیاض طغرل کو اپنا داماد کیوں نہیں بنائے وہ ایک اسٹیبلش بزنس مین ہے کچھ عرصے میں ہی وہ ایک بزنس ٹائیکون بن جائے گا اور یہ سب وہ اپنی محنت اور صلاحیتوں سے کررہا ہے' ایسے لڑکے کو کون داماد بنانا نہیں چاہے گا۔"

"آپ میرے سامنے کسی دوسرے کی تعریف کس طرح کرسکتے ہیں۔" وہ سخت کبیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"تعریف اس کو ڈیزرو کرتی ہے تمہارا ہی ہم عمر ہے وہ اور دیکھو وہ کہاں ہے اور تم ابھی تک میری بیک پر کھڑے ہو۔"

"آپ نے مجھے ایک غیر شخص کی تعریفیں سننے کے لیے بلایا تھا؟" طغرل کی تعریفوں نے اس کے اندر آگ بھڑکا دی تھی۔

"میں نہیں جانتا عادلہ سے تمہارے تعلق کی نوعیت کیا ہے مگر یقیناً وہ اچھی لڑکی ہے اگر تم اس سے شادی نہیں کروگے تو میں تم کو عاق کردوں گا۔"

❁......❁......❁
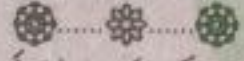
"پری! آپ نے طغرل کو ڈنر پر جانے سے انکار کیوں کیا؟ کال آئی ہے میرے سیل پر ان کی آپ کو جانا چاہیے۔" ثمنی اور عشرت جہاں ساتھ لاؤنج میں آئی تھیں۔

"ممی! دادی جان کو یہ سب پسند نہیں ہے پھر پاپا......"

"ڈونٹ وری میری جان! میں فیاض سے پرمشن لے چکی ہوں اور رہا سوال آپ کی دادی کا تو وہ ایسی بھی نیرو مائنڈ نہیں ہیں اور ہم سے زیادہ اپنے پوتے پر ان کا اعتماد ہوگا۔" وہ دونوں اس کے اردگرد بیٹھ گئی تھیں۔

"مجھے بھی پسند نہیں اس طرح جانا۔" وہ تذبذب کا شکار تھی۔

"ہم چاہتے ہیں آپ اور طغرل پہلے اچھی طرح ایک دوسرے کو جان لیں' ایک دوسرے کی عادت و مزاج کو سمجھ لو پھر ہم بات آگے بڑھائیں گے۔" ثمنی کے ساتھ عشرت جہاں بھی اس کو سمجھانے لگی تھیں۔

سیاہ نگینوں والے سیاہ سوٹ میں وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے براؤن بالوں میں برش کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں لرزش تھی' دل میں اس کے عجیب احساسات تھے آج وہ اس شخص کے ساتھ جارہی تھی جس سے لڑائیوں کے سلسلے بچپن سے ہی چلتے آئے تھے جو کل تک اس کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ تھا اور آج...... اس کے بغیر رہنے کو اپنی موت قرار دے چکا تھا اس کے مقابلے میں وہ کھرا اور سچا ثابت ہوا تھا جب جھگڑتا تھا تو کسی کی پروا نہ کرتا تھا اور اپنی محبت کا اعتراف بھی وہ سب کے سامنے ہی کررہا تھا جب کہ وہ ابھی تک اس کی محبت کا یقین خود کو یقین سے نہ دلا پائی تھی۔

"ارے یہ کس طرح ریڈی ہوئی ہیں؟" ثمنی وہاں آکر مسکرا کر بولیں۔

"میں اسی طرح تیار ہوتی ہوں ممی!" وہ شوز پہنتے ہوئے بولی۔

"اسٹوپڈ ہو بالکل اس طرح کوئی باہر جاتا ہے کیا۔" انہوں نے ریڈ کلر لپ اسٹک کا ایک کوٹ اس کے ہونٹوں پر پھیرا' میچنگ جیولری پہنائی اور بالوں کو شانوں پر کھلا چھوڑ دیا تھا اس نے کوئی مزاحمت نہ کی شاید بننے سنورنے کی کوئی آرزو دل

کے کسی گوشے میں دبی ہوئی تھی۔ ان سے دعائیں لے کر وہ باہر نکلی۔

''واؤ' یہ تم ہی ہو؟ تمہاری کوئی ڈبلی کیٹ تو نہیں ہے؟'' پہلے اس نے اسے دیکھ کر سیٹی کے انداز میں ہونٹ سکیڑے پھر بولا۔ ''آنٹی نے تو تم کو نکھار دیا ہے میں نہیں جانتا تھا وہ اتنی بہترین بیوٹیشن ہوں گی۔ تم کو انہوں نے کتنا خوب صورت کردیا ہے۔'' وہ بہت محبت بھرے انداز میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

''شرم نہیں آئی آپ کو مما کے لیے اس طرح کہتے ہوئے؟'' وہ خاصی نروس ہورہی تھی' طغرل بے حد پسندیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ خود بھی سیاہ کوٹ سوٹ میں وجیہہ لگ رہا تھا اس کے چہرے پر بے حد مسرت تھی۔

''شرم کی کیا بات ہے میں نے کسی غیر لڑکی کے بارے میں تو نہیں کہا؟ آفٹر آل اپنی لائف پارٹنر کے بارے میں ہی کہا تھا۔''

''ذرا خیال سے ڈرائیو کریں۔'' کار لہرائی تو وہ ڈر کر بولی۔

''اب ایک ساتھ دو چیزیں نہیں دیکھ سکتا' تم کو دیکھنے سے فرصت ملے تو کار کو دیکھوں' خیر مجھے معلوم نہ تھا تم اتنی کیوٹ ہو' میرے خیالوں سے بھی بڑھ کر۔'' اس کی بھاری آواز میں اظہار تھا۔

''اگر آپ اس طرح کی باتیں کریں گے تو میں......'' مارے حیا کے پھر اس سے بولا ہی نہیں گیا وہ چپ ہوگئی۔

''ہوں ہوں' کہو......رک کیوں گئیں؟'' اس نے شوخی سے کہتے ہوئے اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا جو بے حد ٹھنڈا ہورہا تھا۔

''میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' اس کا دل بُری طرح دھڑک اٹھا تھا۔

''تم اتنی نروس کیوں ہورہی ہو؟ ہاتھ برف ہورہا ہے۔'' وہ فکر مندی سے گویا ہوا۔

''ہاتھ چھوڑیں میرا' میں نے پہلے کہا تھا میں ایسی کوئی بات برداشت نہیں کروں گی۔'' اس کے چہرے پر خوف و وحشت پھیل گئی تھی۔

''ارے تم اتنا کیوں ڈر رہی ہو؟''

طغرل نے اپنائیت سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر شانوں پر رکھا تھا۔ اس کے ملبوس سے اٹھتی پرفیوم کی تیز مہک اور گرم سانسوں کا اپنے چہرے کو چھونا بدحواس کرگیا اس نے خوف سے اِدھر اُدھر دیکھا' ارد گرد سناٹا تھا۔ سردی کے سبب سر شام ہی ویرانی پھیل جاتی تھی' یہاں رہائشی آبادی بھی نہیں تھی۔

''کیا تم ٹھیک ہو پارس! کیا ہوگیا ہے تم کو؟'' اس نے دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے چہرے پر ہاتھ لگایا تھا اور پری کے اندر وحشت سے بھری چلی گئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو چہرے اور شانے سے ہٹائے اور گیٹ کھول کر نیم اندھیرے راستے پر دوڑنے لگی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

دہکتی ہے میرے اندر فصل شعلوں کی
تم بات کرتے ہو بارش کی پھولوں کی
اک لڑکی ہنستی تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر
مگر یہ بات پرانی ہے جانے کتنے سالوں کی

''کشف انیس...... یہ نام میں بلندیوں پر دیکھنا چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا نام ایک دن ہر پڑھنے والے کی زبان پر ہوگا۔''

''نہیں...... میرا تو پتا نہیں مگر مجھے اللہ پاک پر بھروسہ ہے کہ فہد ملک کا نام اور آواز دنیا کے ہر گوشے میں گونجے گی' لوگ جان دیں گے اس آواز اس نام پر۔''

اور کشف کا یہ کہا سچ ہوا تھا آج بارہ سال بعد اس نے فہد ملک کو دیکھا تھا وہ بھی ٹیلی ویژن اسکرین پر' اس وقت فہد ملک کا شمار پاکستان کے بہترین سنگرز میں تھا اور واقعی اس کے فین کی تعداد بے شمار تھی اور کتنی حیرت انگیز بات تھی ناں کہ فہد ملک کے فینز میں اس کے اپنے شوہر کا شمار بھی تھا' تبھی تو آج وہ فہد ملک کی آواز سن رہی تھی ورنہ اس نے تو عرصہ پہلے فہد ملک کا نام اپنے دل و ذہن سے مٹا دیا تھا۔ عمران کو کہیں سے پتا چلا تھا کہ فہد ملک کا انٹرویو آنا ہے سو شام میں ہی ٹی وی آن کرکے بیٹھ گئے تھے۔

''سنا ہے کہ کسی کی محبت اب تک دل میں لیے بیٹھے ہو اسی لیے آج تک زندگی میں کوئی بھی نہیں آیا۔''

''زندگی میں وقت نہیں ملا کیونکہ میوزک میرا جنون تھا اور مجھے اپنا کیریئر بنانا تھا۔''

''او کے پھر شادی کا کب تک ارادہ ہے؟''

''نہیں کرنی......'' مختصر ٹھوس اور اٹل لہجہ تھا' کشف کی سماعت میں رات بھر اس کا لہجہ گونجتا رہا۔

''کیا واقعی فہد کے دل میں اب بھی وہ محبت ہے۔''

یہ نام اور اس سے وابستہ ہر یاد کب کی راکھ بن چکی تھی مگر جانے کیوں آج شدت سے بار بار اسے فہد ملک کے ساتھ گزرا ہر لمحہ یاد آرہا تھا وہ بچپن' وہ چاہت خوشبو کی طرح اس کے چار سو بکھر رہی تھی اور کشف انیس خود کو ان سنہری لمحوں میں جانے سے روک نہیں پارہی تھی جہاں اس نے فہد ملک کی انگلی پکڑ کر ہی پہلا قدم اٹھایا تھا اس کا ہاتھ تھام کر ہی چلنا سیکھا تھا۔ وہ فہد سے چار سال چھوٹی تھی' فہد ان کا پڑوسی تھا مگر ان کے اور کشف کی فیملی

کے تعلقات مثالی تھے، سگے رشتوں سے زیادہ محبت اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ جب تک کشف چھوٹی تھی فہد ہمہ وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اور جب وہ فرسٹ ٹائم اسکول گئی تھی تب بھی فہد اس کا ہاتھ تھام کر گیا تھا۔ اس کی دوستی فہد اور سدرہ سے بہت گہری تھی اس کے دن کا بیشتر حصہ ان کے گھر گزرتا تھا ساتھ کھیلتے ساتھ پڑھتے حتیٰ کہ وہ ہوم ورک تک فہد کے پاس بیٹھ کر کرتی تھی۔ اسے فہد کا ہاتھ تھام کر چلنے کی ایسی عادت ہو چکی تھی کہ اسے لگتا کہ وہ خود تنہا کچھ بھی نہیں کر سکتی، ایک قدم بھی نہیں چل سکتی اور فہد ملک نے ہمیشہ خلوص اور پوری سچائی سے اس کا ساتھ دیا تھا اس کی پیشانی بھی شکن آلود نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کی چھوٹی چھوٹی خواہش پوری کر کے دلی سکون ملتا تھا۔ بچپن سے جوانی کا عرصہ یوں ہی گزر گیا تھا کشف آج بھی اس کی انگلی تھام کر چلنے کی عادی تھی بنا اس کے کوئی کام نہیں کرتی تھی، یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنا پہلا افسانہ لکھا تو وہ سیدھا اس کے پاس آئی تھی۔

"دیکھو مذاق مت اڑانا ورنہ میں رو دوں گی۔" فہد اس کا سادہ معصوم چہرہ دیکھتا رہ گیا۔

"کیسا لگا؟ بتاؤ دو تا کہ پھر میں پوسٹ کر دوں۔"

"اچھا ہے مگر تمہاری کہانی کا ہیرو ایویں سا ہے۔" وہ اسے چڑاتا نہیں بھولا مگر کشف انیس روہانسی ہو گئی۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے میں نے تو پوری کوشش کی تھی کہ میری کہانی کا ہیرو بالکل تمہارے جیسا ہو۔" اس کے جواب پر پل بھر کو وہ شاکڈ رہ گیا مگر اتنا علم تھا اسے کہ وہ کشف انیس کے لیے کیا مقام رکھتا ہے۔

"میں کون سا خاص ہوں یار!"

"میں نے بچپن سے اب تک جس شخص کا ہاتھ تھام کر ہر قدم اٹھایا ہے وہ میرے لیے بہت خاص ہے۔"

"اچھا...... تم پاگل ہو کشف!" اس نے ہنستے ہوئے اس کی نازک سی ناک چھوئی تھی۔

"او کے بتاؤ ناں یہ افسانہ معیاری ہے ناں؟"

"ارے یار یہ کشف انیس نے لکھا ہے عام کیسے ہو سکتا ہے مجھے یقین ہے کہ یہ سب کو پسند آئے گا۔"

"لگے گا تب ناں، مجھے نہیں لگتا کہ یہ شائع ہوگا تمہیں تو عادت ہے مجھے بہلانے کی۔"

"لیکن مجھے امید ہے کہ ضرور لگے گا...... او کے اب یہ نحوست بھری شکل درست کرو اور پورے یقین کے ساتھ اسے بھیجو۔"

"وہ تو تم ہی پوسٹ کر کے آؤ گے ناں۔" کمال معصومیت تھی فہد آنکھیں نکالنے لگا۔

"تم میری جان نہ چھوڑنا، سسرال بھی میری انگلی تھام کر جانا۔"

"تم کہو گے تو ضرور جاؤں گی۔"

"تمہیں کہیں جانے دوں گا تب ناں۔" ایسا ممکن نہ تھا کہ وہ کشف کو خود سے الگ کر دے، وہ صرف اس کی تھی وہ ہمیشہ سے ساتھ تھے اور انہیں ساتھ ہی رہنا تھا۔ فہد کا یقین سچا تھا کشف کا افسانہ شائع ہوا اور لوگوں نے بہت پسند بھی کیا تھا۔

"اب تم نے قلم سے رشتہ نہیں توڑنا، ان شاء اللہ ایک وقت آئے گا جب کشف انیس کا نام ہر پڑھنے والے کی زبان پر ہوگا، میں تمہارا نام بلندیوں پر دیکھنا چاہتا ہوں کشف!"

"مگر میں جانتی ہوں میرا نام فہد ملک کے نام سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتا کیونکہ پڑھنے والوں کی تعداد کم اور میوزک سننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، مجھے اللہ پر بھروسہ ہے کہ ایک دن تمہارا نام تمہاری آواز دنیا کے ہر گوشے میں گونجے گی۔" فہد ملک کو میوزک کا جنون تھا وہ میوزیشن بننا چاہتا تھا اور اس مقام کو پانے کے لیے وہ انتھک جدوجہد بھی کر رہا تھا۔

"اور جب کشف کے ساتھ فہد ملک کا نام لگ جائے گا تو دونوں خود بخود ہی پاپولر ہو جائیں گے۔" فہد نے دھیرے سے اس کا گال تھپک کر تسلی دی تھی۔

"ایسا ہوگا ناں فہد......"

"ایسا ضرور ہوگا کیونکہ کشف اور فہد ہمیشہ سے ساتھ ساتھ ہیں۔" اس نے پوری سچائی سے کشف کی آنکھوں میں جھانک کر کہا اور کشف انیس کو اس کی ہر بات پر ایمان تھا۔

دو سال کا عرصہ مزید گزرا کشف کا گریجویشن مکمل ہوا، ساتھ ہی اس کا نام بہترین لکھنے والوں میں ہونے لگا، قارئین کی وہ پسندیدہ رائٹر بن گئی تھی اور یہ وقت کشف کے لیے بہت خوب صورت تھا وہ مزید اچھا لکھنے کی تگ ودو میں رہتی اور اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے فہد ملک ہمہ وقت اس کے ساتھ تھا۔ انہی دنوں گھر میں اس نے اپنی شادی کا تذکرہ سنا تو وہ پہلی فرصت میں فہد کے پاس آئی تھی، جو گٹار لیے بیٹھا تھا۔

"فہد! ابو اس ایشو کو بہت سنجیدہ لے رہے ہیں۔"

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں لے کر غیر سنجیدہ ہوں۔"

"یہ نہیں کہا میں نے مگر تمہیں میوزک میں اپنا کیریئر بنانا ہے اور اس میں سالوں لگ جائیں گے۔"

"تم میرے کیریئر میں رکاوٹ تو نہیں ہو میرا حوصلہ ہو۔ ڈونٹ وری تمہارے لیے کیریئر بھی قربان کر سکتا ہوں۔" اس نے فہد ملک کی چمکتی آنکھوں میں سچائی دیکھی تھی۔ وہ مطمئن ہو گئی مگر یہ اطمینان عارضی تھا، پنجاب سے ابو کے کوئی کزن آئے تھے انہوں نے فرسٹ ٹائم کشف کو دیکھا اور بھی اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیا، ان کا بیٹا آرمی میں تھا۔

"فہد اب کیا ہوگا؟"

"تم پلیز یوں پریشان مت ہو میں آج ہی امی سے بات کروں گا۔" اس نے کشف کے ٹھنڈے ہوتے ہاتھ تھام کر حوصلہ دیا تھا مگر اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ کشف کو پانا اس کے لیے اتنا مشکل ہوگا کہ سب سے پہلے خود اس کے ابو ہی انکار کر دیں گے، محض کاسٹ کی بنیاد پر۔ وہ امی کے سامنے بھی الجھا تھا۔

"امی ذات برادری سے کیا فرق پڑتا ہے، ہم گھرانوں کے تعلقات ہیں ایک دوسرے کو سگے رشتے داروں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔"

"یہ تمہاری سوچ ہے مگر تمہارے ابو...... اور فرض کرو میں انہیں منا لوں تب بھی انصاری بھائی نہیں مانیں گے وہ اس معاملے میں تمہارے ابو سے زیادہ سخت ہیں۔"

"کیا آپ نہیں چاہتیں کہ کشف یہیں رہے۔"

"میرے چاہنے سے کیا ہوگا میرے گھر کے در و دیوار تک کو اس کی عادت ہے، مگر ہم یہ کیسے سمجھائیں سب کو۔"

"پلیز امی۔" امی نے اسے ساتھ لگا لیا۔ شوہر سے بنا پوچھے انہوں نے سرسری طور پر کشف کی امی سے ذکر کیا...... جب کشف کی امی نے انیس انصاری کے سامنے یہ بات دہرائی تو وہ چیخ پڑے۔

"کیا تم نہیں جانتیں کہ ہم برادری سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔"

"مگر فہد ہمارے اپنے ہاتھوں میں پلا بڑھا ہے، شریف سلجھا ہوا بچہ ہے۔"

"مجھے فہد پر اعتراض نہیں ہے بیگم! مگر میں غیر برادری میں رشتہ کر کے تمام برادری سے کٹ نہیں سکتا۔" یہ تمام باتیں کشف پر بم کی طرح گری تھیں۔

"تم تو کہتے تھے سب مان جائیں گے۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ہمارے والدین کو ہم سے زیادہ برادری عزیز ہے۔" کشف انصاری تھی جبکہ فہد کا تعلق ہزارہ سے تھا برسوں سے یہ فرق کبھی ان کے درمیان نہ آیا تھا مگر اب......!

"اب کیا ہوگا فہد! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" اس کا ڈر سچ ثابت ہوا تھا اور اس کی منگنی عمران احمد انصاری سے ہو گئی، شادی کی تاریخ بھی طے ہو گئی مگر وہ یہ حقیقت نہیں مان رہی تھی۔

"چپ کر جاؤ کشف! تمہارے رونے سے یہ بدل نہیں سکتا۔" فہد خود بہت اداس تھا اوپر سے اس کا رونا۔

"تم کہتے تھے ہم الگ نہیں ہوسکتے پھر اب کیوں ہار کے خاموش بیٹھ گئے ہو۔"

"تو کیا کروں اگر ماں باپ کے سامنے زبان کھول بھی لوں تو تمہارے ابو نہیں مانیں گے۔ کشف میں اتنی پرانی دوستی میں دراڑ نہیں ڈالنا چاہتا' یہ محبت یوں ہی قائم رہے تو اچھا ہے۔"

"بے شک ہم مرجائیں' مجھے یہ منظور نہیں' ہم اپنا فیصلہ خود کریں گے۔"

"احمق مت بنو ہمارے پاس کوئی رستہ نہیں ہے۔"

"راستہ ہم خود بنائیں گے۔" اس کے لہجے میں بغاوت تھی فہد اس کی ذہنی حالت سمجھ رہا تھا۔

"وہ راستہ غلط ہے کشف! ہم نے سر اٹھا کر جینا ہے دنیا میں اور ہمارے کسی بھی غلط فیصلے سے ہمارے بڑوں کا سر جھکے یہ مجھے منظور نہیں۔"

"اور تمہارے بنا جینا مجھے منظور نہیں۔" وہ بلکتی ہوئی اٹھ گئی۔

ان دنوں کشف کے گھر میں جتنا شور اور ہنگامہ تھا فہد ملک کے من میں اتنے ہی سناٹے اتر گئے تھے' اس نے کشف کے گھر جانا بالکل ترک کردیا تھا مگر کشف کا ان کے گھر آنا کوئی نہ روک سکا حالانکہ اب اس کی شادی میں چند دن باقی رہ گئے تھے۔

"مجھ سے یہ منافقت نہیں ہوگی فہد!"

"ہم سب منافق ہیں من میں کچھ اور ہوتا ہے اور زبان پر کچھ اور...... تمہیں بھی عادت پڑجائے گی۔"

"جس شخص کو میں جانتی نہیں اس کے ساتھ کیسے رہ پاؤں گی۔"

"عمر پڑی ہے جان جاؤ گی۔"

"مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ وہ کیسا ہے' وہ تم جیسا ہوگا کہ نہیں؟"

"ہر شخص میں فہد ملک کو تلاش مت کیا کرو...... فہد ملک کی ذات سے نکل کر جینا سیکھ لو کشف!" وہ چیخ پڑا تھا۔

"کیسے سیکھ لوں مجھے فہد ملک کا ہاتھ تھامے بنا چلنا نہیں آتا۔"

"تو آج سے میں اپنا ہاتھ چھڑاتا ہوں' اپنا رستہ اپنے قدموں پر چل کر تلاش کرو کشف!"

"میں نہیں چل سکتی' گر جاؤں گی۔ مرجاؤں گی فہد پلیز......" اس نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑے تو وہ لب بھینچ گئے۔

"خدا کے لیے کشف اپنی اور میری زندگی کو مشکل میں نہ ڈالو۔"

"پھر تم مان جاؤ ناں۔" وہ اس لمحے بے بسی کی انتہا پر تھا' اس نے آج تک کشف کے لبوں سے نکلی ہر بات مانی تھی' اس نے بلکتی کشف کو خود سے لگالیا۔

"ایم سوری کشف! ہم مجبور ہیں مگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم خوش رہوگی' مجھے بھول جاؤ گی۔ تم عمران کے ساتھ خوش رہنا' دیکھنا ایک وقت آئے گا کہ فہد ملک کے نقوش تمہارے ذہن تک سے مٹ جائیں گے۔ بس کشف میری ایک ریکوئسٹ ہے تم لکھنا نہ چھوڑنا' میں تمہارا نام بلندیوں پر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ایسا ممکن نہیں جب کشف کے ساتھ فہد ملک کا نام نہیں ہوگا تو وہ کبھی بلندی پر نہیں جاسکتی۔" یہ ان کی آخری بات چیت تھی اس کے بعد فہد نے خود کو اپنے میوزک کے جنون میں کہیں گم کردیا اور وہ روتی بلکتی عمران انصاری کے ساتھ رخصت ہوگئی۔

اس کی نئی زندگی کی شروعات تھی مگر وہ اس کو قبول نہیں کرپا رہی تھی اور کرتی بھی کیسے وہ عمران انصاری کے اندر فہد ملک کو تلاشتی تھی اس کے نقش میں فہد کے نقوش ڈھونڈتی مگر ایسا کب ممکن تھا۔ عمران کی چھٹی ختم ہوگئی وہ ڈیوٹی پر چلا گیا اب وہ تھی اور ایک نیا ماحول' یہاں ایڈجسٹ کرنا بہت مشکل تھا۔ آسان ہوتا بھی کیسے یہاں کوئی حوصلہ بڑھانے والا نہیں تھا یہاں تو ہر طرف کڑی نظریں اور تنقید بھرا لہجہ تھا۔ صرف ایک ماہ میں ہی ہر چہرہ کھل کے اس کے سامنے آگیا بس نام

کے پڑھے لکھے لوگ تھے تعلیم نے ان پر کوئی بھی مثبت اثر نہیں ڈالا تھا۔

خود کو اعلیٰ تعلیم یافتہ سمجھنے والی اس کی نندیں اور ان کی سوچ کی پستی پر اسے حیرانی ہوتی تھی' ساس کو صرف اپنی اولاد پر یقین تھا اس کے نزدیک اس کے بچے سارے جہاں سے اچھے اور سچے تھے۔ دوسرا جان بھی دے ڈالے تب بھی ان کی سچائی پر یقین نہ تھا وہ یہاں ایڈجسٹ تو کیا کرتی الٹا اس قدر گھٹے ہوئے ماحول میں وہ گویا مرنے لگی تھی۔ دو ماہ بعد اس کے ابو اسے لینے آئے تو ان دنوں عمران بھی آئے ہوئے تھے۔

"مجھے لینے آپ آئیں گے؟"

"نہیں...... میری آٹھ دن کی چھٹی ہے امی آئیں گی۔"

"مگر ہمارے ہاں تو خود لڑکا آتا ہے۔"

"میں فوجی بندہ ہوں فالتو وقت نہیں ہے میرے پاس' سکون کے لیے چند دن کی چھٹی گزارنے گھر آتا ہوں' تمہاری نوکری کرنے نہیں' اپنا ہر کام امی سے کہا کرو سمجھی!" کشف کو اس لہجے کی عادت نہیں تھی وہ آنکھیں پھاڑے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ بالکل بھی فہد جیسا نہیں ہے۔" اس کے ذہن نے تو ہر مرد کو فہد ملک کی طرح تراشا تھا اس کی تحریر اس کی ہر کہانی میں ہیرو صرف فہد ملک جیسا ہوتا تھا پھر اس کی حقیقی زندگی میں۔ اس کے دل سے صدا ضرور آئی تھی مگر لب خاموش تھے۔

"مگر...... شوہر ہیں آپ میرے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔"

"کشف مجھے بحث کرنے والی عورتیں زہر لگتی ہیں' تمہیں کہہ دیا ناں کہ اپنا ہر کام امی سے کہا کرو' عادت ڈال لو سمجھیں۔"

کشف کی آنکھیں بھر آئیں مگر وہ سر جھٹک کر چلا گیا' اگلے دن وہ ابو کے ساتھ آگئی تھی۔ اپنے گھر آکے اس کا من پھر باغی ہونے لگا تھا' فہد ملک کو دیکھنے کو مچلنے لگا تھا اور وہ شام میں ہی ان کی طرف آگئی تھی آنٹی اور سدرہ جہاں اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھیں وہیں انہیں شاک بھی لگا تھا۔

"کشف تم خوش ہو؟" سدرہ پوچھے بنا نہ رہ سکی اس کے سوال پر کشف الجھ سی گئی۔

"کیوں......؟"

"اپنی حالت دیکھو کتنی کمزور ہورہی ہو اور رنگت جھلس گئی ہے' لگتا ہی نہیں کہ تمہاری ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔"

"اتنی نئی بھی نہیں ہے تین ماہ تو ہوگئے ہیں۔"

"فہد! دیکھو تو کون آیا ہے؟" آنٹی اس کے لیے چائے وغیرہ لارہی تھیں لاؤنج سے گزرتے فہد کو پکارا کشف کی ساری حسیں جیسے بیدار ہوگئی تھیں۔

"کون ہے امی! مجھے شدید نیند آرہی ہے۔" وہ کل شام کا گیا اب آیا تھا۔

"کشف آئی ہے۔" آنٹی کی آواز میں خوشی نمایاں تھی مگر فہد کے جواب نے انہیں شاکڈ کیا بلکہ کشف کے من میں بھی کوئی چیز زور سے ٹوٹی تھی۔

"کون کشف؟"

"ارے انصاری بھائی کی بیٹی۔" آنٹی تو اسے یوں تعارف کرا رہی تھیں گویا وہ اسے جانتا نہ ہو۔

"اوہو...... اچھا' میں بعد میں مل لوں گا پلیز مجھے ابھی سونا ہے۔" وہ نظریں چراتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"جس شخص کا خاکہ وہ ہر فرد میں تلاشتی تھی جس کے نقوش اس کے ذہن سے مٹتے نہیں تھے وہ محض تین ماہ میں اسے بھول گیا۔" اس کی آنکھوں میں مرچیں سی لگنے لگیں من میں گویا دھواں بھر گیا' بمشکل وہ وہاں دس منٹ رکی ہوگی پھر واپس آگئی۔

❁......❁......❁

وہ نیند سے بے حال ہوتا گھر لوٹا مگر اب نیند کے بجائے آنکھوں میں عجیب سی جلن تھی' شدت سے درد کا

احساس تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ کس بُری طرح دکھی ہوگئی ہوگی مگر ایسا کرنا اس کی مجبوری تھی اس نے ارادتاً زور سے کہا تھا تاکہ وہ سن لے دکھ تو ہوگا اسے مگر اس کے من سے فہد ملک کے نقش اتارنے کے لیے یہ ضروری تھا بہت ضروری کیونکہ کشف کو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فہد ملک اس کی زندگی میں کیا ہے اور اگر وہ عمر بھر فہد ملک کو ہی اپنے شوہر میں تلاش کرتی رہی تو کبھی بھی سکون نہیں سے رہ پائے گی۔ اپنا امیج گرانے کے لیے ایسا کرنا پڑا تھا حالانکہ دل اس کا اپنا بھی بے حال تھا اسے دیکھنے کو تڑپ بھی رہا تھا۔

"ایم سوری کشف! مجھے معاف کردینا' میں نے تمہیں دکھی کیا۔" اس نے سختی سے آنکھیں بھینچ لیں امی اور سدرہ سے بھی کافی سننی پڑی تھیں۔

"ناسمجھ نہیں ہیں آپ دونوں کہ میں نے کیوں ایسا کیا۔" اس کے لفظ ان کے سر جھک گئے۔

"اک بار مل لیتے اس کی حالت تو دیکھتے۔"

"تو...... اس کے ذمہ دار آپ سب ہیں' میں نہیں۔ جائیں پرچار کریں اپنی ذات برادری کا' سب کچھ چھین لیا آپ نے میرا' سب کچھ مگر ایک میرا وعدہ ہے آپ سے اگر کشف نہیں ملی ہے تو کوئی بھی نہیں۔ آپ کو قسم ہے اپنے بیٹے کی مجھ سے کبھی شادی کی بات مت کیجیے گا۔" وہ پھٹ پڑا حالانکہ اتنے عرصے سے وہ چپ تھا سہہ رہا تھا۔

"کیسے دیکھ سکتا تھا اسے اس حالت میں' اب شاید انیس انکل کو نظر آجائے کہ برادری سے بڑھ کر اولاد کی خوشی ہوتی ہے۔" وہ اپنی بھڑاس نکال کر چلا گیا تھا۔

جتنے دن کشف رہی وہ گھر بہت کم آیا وہ کشف کی ہر امید ہر آس کو توڑنا چاہتا تھا اور اسے یقین تھا کہ جب کشف اپنے سسرال جائے گی تو اس کے دل میں فہد ملک کا خاکہ نہیں بلکہ اس سے گہرا ملال ہوگا اور یہ دکھ وہ بہت جلد بھول جائے گی اور ہوا بھی ایسا ہی تھا وہ لوٹی تو اس کے من میں صرف ہرجائی کا لیبل تھا جو اس نے مرد ذات کو سونپا تھا اب اس نے کسی کا ہاتھ تھام کر نہیں بلکہ خود سے اپنا رستہ چلنا تھا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ رستہ اتنا کٹھن ہوگا' شوہر تو تھا ہی اس کی طرف سے بے پروا اور اپنی ٹریننگ میں کی گئی سختیوں کا بدلہ شاید اب بیوی سے لے کر دل کو تسلی دیتا تھا اور پھر وہ تو مہینوں بعد آتا تھا' یہاں ساس سسر' دیور اور شادی شدہ نندیں تھیں جن کا حکم آج بھی اپنے میکے پر چلتا تھا۔ کہنے کو اس کی سسرال میں تمام لوگ پڑھے لکھے تھے مگر ان کی سوچ بہت چھوٹی تھی' ساس کا موڈ ہوتا تو کبھی پیار سے اس سے بات کرلیتی تھیں ورنہ ان کا سارا دن اپنی بیٹی کے گھر گزرتا جو قریب ہی رہتی تھی۔ ایک دیور تھا جو اسے انسان سمجھتا تھا اور اس سے اچھے طریقے سے پیش آتا تھا ورنہ ساس نے صرف ہر وقت اس کے کاموں پر تنقید کرنی ہوتی تھی اور سسر کو اس کے ہاتھ سے بنا کچھ بھی اچھا نہ لگتا روز کھانے پر دونوں میاں بیوی ضرور بولتے تھے۔

"بی بی ہمیں ایسے کھانوں کی عادت نہیں' کیا تمہاری ماں نے تمہیں سالن تک بنانا نہیں سکھایا۔" اب وہ انہیں کیا جواب دیتی صرف ایک چپ تھی جامد چپ جو اس کی جیت تھی اور اس کی یہ خاموشی اس کی سزا بن گئی۔

عمران جب بھی فون کرتے اس کی ماں کشف کے منہ پر ہی جھوٹی برائیاں کرتیں کہ جب وہ گھر آتے تو دو دن تک ان کا موڈ ہی آف ہوتا تھا۔ مگر کشف نے کبھی عمران کے سامنے حقیقت لانے کی کوشش نہیں کی' حقیقت میں اپنی زندگی سے دلچسپی ختم ہوگئی ایک بوجھ سمجھ کر گزار رہی تھی۔ جیسے بھی گزر جاتی ہاں اپنے ابو سے شکوہ تھا کہ اگر اسے ایسے ہی لوگوں میں بیاہنا تھا تو اس کی تربیت اتنی اچھی نہ کرتے۔

سال گزر گیا تھا اور وہ حاملہ بھی تھی' عمران اب بھی مہینوں بعد ہی آتے تھے' اس کا دیور شام کو دکان بند کرکے آتا تو اس کی اداسی اور خاموشی ختم کرنے کے لیے کچھ دیر وہ کشف کے ساتھ بیٹھ جاتا مگر اسے اندازہ نہ تھا اس کی ساس اور نندیں اس پر اتنا گھٹیا الزام بھی لگا سکتی

ہیں۔ اس رات اس کی ساس محض اس بنا پر کہ اس نے اپنی امی سے گفٹ میں لان کا سوٹ مانگا تھا' بہت لڑیں اور اس کا برتھ ڈے تھا اور امی اس سے ملنے پنجاب آنا چاہ رہی تھیں سو انہوں نے فون کرکے پوچھ لیا کہ تمہاری برتھ ڈے پر کیا گفٹ لاؤں اور اس نے سوٹ کی فرمائش کردی۔ اس کے پاس محض چار لان کے سوٹ تھے جن میں سے دو امی نے دیئے تھے ایک اس کی نند نے اور ایک عمران لائے تھے' انہوں نے اسی وقت عمران کو فون کرکے ایک کی چار لگائیں۔

"الماری بھری پڑی ہے کپڑوں سے مگر ہماری ناک کٹوانی تھی تیری بیوی نے اپنی ماں سے گرمیوں کے سوٹ منگوائے ہیں جان بوجھ کے تاکہ ثابت کرسکے کہ سسرال میں خوش نہیں۔" عمران کو بتانے کے بعد بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا اور وہ رات تک وہ بولتی رہیں آج جانے کیسے اس کی برداشت جواب دے گئی۔

"کون سے کپڑے بنا کر دیئے ہیں جن کے طعنے آپ دے رہی ہیں' میری ماں ہیں' میرا حق ہے ان پر اگر کچھ منگوالیا تو کون سا غضب ہوگیا۔" سال بھر میں پہلی بار اس نے لب کشائی کی تھی اور قیامت آگئی پھر جو گھر میں ساس نے ہنگامہ کیا کہ کشف کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے۔ صبح ہی عمران پہنچ گئے اور پہلی بار وہ ان کے سامنے رو پڑی۔

"آپ نے مجھے زندہ رکھنا ہے تو خدا کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے جائیں ورنہ میں تو مروں گی ہمارا ہونے والا بچہ بھی گھٹ کر مر جائے گا۔"

"ریلیکس کشف امی کا مزاج سخت ہے مگر وہ دل کی بہت اچھی ہیں' تمہیں کیا ضرورت تھی جواب دینے کی؟" پہلی بار کچھ بولی وہ بھی گناہ میں شمار ہوگیا۔

"ارے اچھا ہوا تم آگئے' سنبھالو اپنی بیوی کو اس کے کرتوت ہم اب تک خاموشی سے دیکھ رہے تھے ارے اگر تم کچھ دن نہ آتے تو اس نے تو منہ کالا کرنا تھا اپنا بھی اور ہمارا بھی۔" ان کی بات پر وہ آنکھیں اور منہ پھاڑے

انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"گھر میں یہ اور کامران اکیلے ہوتے ہیں سر جوڑ کر جانے کیا باتیں کرتے رہتے ہیں' جہاں میں آئی چپ ہوگئے۔ میاں خود ہی کرو رکھوالی کل کو ہمیں الزام نہ دینا۔" اس لمحے اس کا یہ حال تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے' مگر اس رب کا کرم تھا کہ پہلی بار عمران اس کی حمایت میں بولے۔

"امی خدا کے لیے سوچ سمجھ کر بولا کریں' اتنا گندہ الزام آپ میری بیوی پر لگا رہی ہیں' گھر میں کامران کے علاوہ اور کون ہے' جس سے یہ بات کرے۔"

"ہاں ہمیں تو منہ لگانا پسند نہیں کرتی شہری میڈم!"

"آپ گھر میں ہوں تب ناں' کیا میں نہیں جانتا کہ آپ سارا دن تو باجی کی طرف ہوتی ہیں۔" انہیں اندازہ نہیں تھا کہ عمران ان سے بحث کرے گا اور اپنی بیوی کی سائیڈ لے گا اس لیے وہ لمحہ بھر حواس باختہ ہوگئیں۔

"جو مرضی کرے کل کو ہمیں نہ کہنا پھر۔"

"ایسا وقت کبھی آئے گا ہی نہیں۔" اس نے حتمی انداز میں کہہ کے بات ختم کردی تھی مگر کشف کو یہ اندازہ نہ تھا کہ عمران کیا سوچے بیٹھے ہیں۔ دو دن بعد امی پہنچ گئی تھیں اور اسی دن عمران نے واپس جانا تھا سو جانے سے پہلے وہ امی کے پاس بیٹھے تھے۔

"آپ سے ایک ریکوئسٹ ہے چچی جان!"

"کہو بیٹا!"

"کشف کو اپنے ساتھ کراچی لے جائیں یہاں ڈلیوری تک یہ ادھ مری ہوجائے گی' جب تک میں بھی کوشش کروں گا' فیملی کوارٹر کے لیے پھر میں اسے ساتھ لے جاؤں گا۔"

امی کو تب اندازہ ہوا تھا کہ کشف کیسی زندگی گزار رہی ہے اس کی حالت نے ان کی آنکھیں نم تو کل ہی کردی تھیں مگر عمران کی زبانی تمام باتیں سن کر وہ شاک رہ گئیں۔ ان کی بیٹی نے کبھی ان سے ذکر تک نہیں کیا۔ عمران رات کو چلے گئے اور اگلے دن امی نے بھی کشف کے ساتھ جانے کی اجازت مانگی۔

"مرضی ہے تمہاری اس حالت میں سفر کرے گی تمہاری نازک پری!"

"مجھے عمران نے کہا ہے کہ میں کشف کو کچھ دن کے لیے ساتھ لے جاؤں۔" یوں وہ امی کے ساتھ کراچی آ گئی مگر سب دیکھتے رہ گئے کہ وہ پہلے والی کشف کہیں کھو گئی تھی۔

امی نے گھر آ کے جب ابو کو تمام صورت حال بتائی تو انہیں شدید صدمہ ہوا کہ انہوں نے بہت غلط فیصلہ کردیا تھا' اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوتا تھا۔ اس کے سسرال والوں نے پلٹ کر خبر نہ لی ہاں عمران فون کرتے تھے' اس کے لیے یہ ہی کافی تھا۔ یہاں امی اس کی صحت اور خوراک پر پوری توجہ دیتی تھیں اس کے بہن بھائی اس کا دھیان بانٹنے اور خوش رکھنے کے لیے بھرپور کوشش کرتے تھے۔ وقت اسی طرح گزر گیا اور اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا۔ عمران بہت خوش تھا بیٹے کی پیدائش پر' پہلے وہ اسے گھر لے گئے جہاں اس کی ساس نے پوتے کا استقبال اچھے انداز میں کیا تھا مگر بم تو جب پھوٹا جب تیسرے دن عمران نے کہا۔

"کشف ضرورت کا سامان باندھو ہمیں کل نکلنا ہے۔"

"کہاں جائے گی اب یہ؟"

"امی میں کشف کو اپنے ساتھ لے جارہا ہوں میں نے کوارٹر لے لیا ہے۔" اس خبر پر وہ ہل تو گئی تھیں مگر کوئی بات کرکے بیٹے کو کھونا نہیں چاہتی تھیں وہ بہت تیز اور شاطر عورت تھیں۔

وہ عمران کے ساتھ آ گئی اسے لگا کہ زندگی سہل ہوگئی مگر جب عمران کے مزاج کے موسم اس پر آشکار ہوئے تو وہ چکرا گئی۔ زندگی اتنی سہل نہیں ہوئی تھی جتنا وہ سمجھ رہی تھی۔ مگر شکر تھا کہ یہاں اس کے کردار پر کوئی انگلی اٹھانے والا نہ تھا اور اس کے دل میں عمران کی قدر اسی

دن بڑھ گئی تھی جب عمران نے اس پر اٹھنے والی انگلی اور غلط الزام پر لب کشائی کی تھی۔

اب وہ تھی اور نئی اور مختلف لائف...... پہلے بیٹے کے بعد ایک بیٹی اور بیٹا مزید ہوگئے تو وہ بُری طرح مصروف ہوگئی۔ قلم سے رشتہ تو اس نے جب ہی توڑ دیا تھا جب فہد ملک کا ہاتھ چھوڑ کر خود چلنا سیکھا تھا اب بھی ذہن میں کچھ آتا اور لکھنے کو دل بھی کرتا تو وقت نہ ملتا تھا یوں قارئین کی پسندیدہ رائٹر گم نامی کے اندھیروں میں کھو گئی اور لوگ دھیرے دھیرے بھول گئے کہ کوئی کشف انیس بھی تھی۔

❀ ❀ ❀
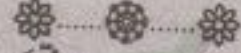
وہ زبان کا سچا نکلا تھا اس نے جو قسم کھائی تھی وہ نبھائی بھی تھی۔ سدرہ کی شادی کرکے وہ امی ابو کے ساتھ اسلام آباد شفٹ ہوگیا کیونکہ وہاں کشف کے حوالے سے کوئی نہ کوئی بات کان میں پڑ ہی جاتی تو اس کا دل بہت دکھی ہوجاتا تھا' اس نے شادی کے بعد کشف کو نہیں دیکھا تھا' یہ وعدہ اس نے اپنے دل سے کیا تھا کیونکہ اگر وہ سامنے آجاتی تو شاید کمزور پڑ جاتا۔ اس نے اپنی دنیا میوزک میں بنالی اور خود کو گم کردیا' ابو نے ایک بار اس کی شادی کا ذکر کیا تھا۔

"میری زندگی میں گنجائش نہیں ہے اس کی۔" ابو حیران ہوئے تھے تب امی نے انہیں بتادیا تھا کہ کشف سے شادی کی خواہش تھی اس کی تب وہ نہیں مانے تھے اور اب وہ نام بھی نہیں لینے دیتا تھا۔

"مگر ایسا کیسے ممکن ہے ہمارا ایک ہی بیٹا ہے' کتنے ارمان ہیں ہمارے۔"

"میرے دل کے ارمان راکھ بن گئے ہیں امی! جب میں منتیں کرتا رہا' تڑپتا رہا مگر...... خیر مگر پلیز مجھے مجبور نہ کریں۔" ابو کی بات امی نے اس کے سامنے دہرائی تو وہ بولا تھا اور امی لب بھینچ گئیں' سدرہ نے فون کرکے اسے سمجھانا چاہا۔

"کشف خوش ہے اپنی زندگی میں' اپنے بچوں میں۔ تم بھی پلیز بھول جاؤ اسے اور اپنی زندگی کا از سر نو آغاز کرو۔"

"اللہ اسے ہمیشہ خوش رکھے مگر میں نے کب شرط رکھی تھی اگر وہ خوش ہوگی تو میں شادی کرلوں گا۔ اس شادی کے لیے میں نے مجبور کیا تھا اسے اور سدرہ تم بھی تو عورت ہو' جانتی ہو کہ اللہ نے عورت کے اندر صبر اور قربانی کا جذبہ کتنا زیادہ رکھا ہے' عورت ہر حال میں جی لیتی ہے۔" سدرہ نے بھی ہار مان لی اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا' بارہ سال بیت گئے آج اس کا نام شہرت کی بلندیوں پر تھا صرف پاکستان میں ہی نہیں دنیا کے ہر کونے میں اس کے فین اس کی آواز کو پسند کرنے والے لوگ موجود تھے۔ مگر جس نام کو وہ بلندیوں پر دیکھنا چاہتا تھا وہ گم نامی میں کھو گیا تھا' وہ کتنی ثابت قدم تھی جو کہہ کر گئی تھی پورا بھی کیا تھا۔

"ایسا ممکن نہیں جب کشف کے ساتھ فہد ملک کا نام نہیں ہوگا تو وہ بھی بلندیوں پر نہیں جاسکتی۔" اس نے فہد ملک کا ہاتھ چھوڑ کر چلنا سیکھا تو قلم سے ناطہ توڑ لیا' جانے کیوں اس نے اپنے ہنر کو زنگ لگا لیا۔

"میں نے ہمیشہ وہ کیا کشف جو تم نے کہا مگر میں نے تو تم سے صرف ایک خواہش کی تھی کہ لکھنا نہ چھوڑنا لیکن شاید تمہارے من میں میرے لیے اتنی نفرت آ گئی ہوگی کہ تم نے سب بھلا دیا میرا نقش میرا نام اور میری خواہش......" اکثر اس کے من میں یہ باتیں آتی تھیں پھر وہ خود ہی جھٹک دیتا۔

"اچھا ہی ہے میری خواہش تمہیں خوش دیکھنے کی ہے اگر مجھے بھلا کر تم خوش ہو تو میں بھی بہت خوش ہوں۔" مگر پھر بھی اکثر ڈائجسٹ میں اس کا نام تلاش کرتا رہا اس امید پر کہ شاید اس نے قلم سے رشتہ پھر جوڑ لیا ہو اور ہر بات اسے فقط مایوسی ملتی تھی۔ وہ جب بھی شدت سے یاد آتی تو وہ اس کی پرانی تحریریں نکال کر پڑھتا تھا یہ ہی اس کی حیات کا سرمایہ تھا۔ اس بار بھی اس نے ایک امید کے سہارے اس کا نام تلاش کرنے کو ایک

ماہنامہ لیا تھا لیکن اس دفعہ اسے مایوسی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی تحریر میں ایک نظم موجود تھی ''کشف عمران انصاری'' کے نام سے۔

''یہ درد میرے دل سے نکل کیوں نہیں جاتا
یارب میرے من کو سکون کیوں نہیں آتا
جب ازل سے جدائی ہی مقدر میں ہے ٹھہری
وہ شخص میرے دل سے اتر کیوں نہیں جاتا
ہر روز درد کی نئی اک فصیل کھڑی ہے
اک بار ہی یہ غم مجھے نگل کیوں نہیں جاتا
میں تنہا ہی حساس ہوں اس دکھ کو لے کر
یہ درد ہر دل میں اتر کیوں نہیں جاتا''

جانے خوشی کا احساس تھا یا پھر اس کے کھونے کا دکھ شدت اختیار کر گیا کہ اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے تھے۔

❀......❀......❀

فہد ملک کا نیا البم ریلیز ہوا اور اگلے ہی دن وہ ان کے گھر موجود تھا کیونکہ عمران اس کے بہت بڑے فین تھے۔

''دیکھو بیگم کیا شاندار البم ہے۔'' انہوں نے سی ڈی اس کے سامنے رکھی اور آج برسوں کے بعد اس نے فہد ملک کو دیکھا تھا اور یک دم ہی اس کے دل کو کچھ ہوا تھا اسے لگا کہ مزید ایک لمحہ یہ تصویر سامنے رہی تو شاید وہ ہار جائے۔

''کتنا سچا انسان ہے یار! جس لڑکی سے محبت کی اس کے نام پر جیتا ہے' یہ البم بھی اسے ہی ڈیڈیکیٹ کیا ہے۔'' عمران سی ڈی اٹھا کر خود دیکھنے لگے۔

''اس ہستی کے نام جس کا نام بلندیوں پر دیکھنا میری خواہش تھی۔''

''واؤ محبت ہو تو ایسی۔'' عمران اسے سراہ رہے تھے کشف اٹھ کر کمرے میں آ گئی۔

''ہاں محبت ہو تو ایسی......'' کون کہتا ہے کہ عورت ہی صرف وفا کی دیوی ہے' سچی محبت صرف عورت ہی کر سکتی ہے۔

آج تیرہ سال بعد اس کا دل اعتراف کر رہا تھا کہ وہ ہرجائی نہیں تھا اس نے جو کیا اس کی خوشیوں اور سکھ کے لیے کیا اور اپنی زندگی کتنی سچائی سے اس کے نام لکھ دی تھی جس نے اسے ہرجائی قرار دے کر اس کا نام تک دل سے مٹا دیا تھا۔ پہلی محبت انسان کبھی نہیں بھولتا چاہے وہ مرد ہو یا عورت' سچی محبت کے نقش تاعمر دل پر گڑے رہتے ہیں۔ وہ کہتی تھی کہ اس نے فہد ملک کا نام اس کے نقش دل سے مٹا دیے ہیں مگر آج جب اس کی تصویر سامنے آئی تو کیوں آنکھیں بھر آئی تھیں اس لیے کہ وہ کہیں نہ کہیں موجود تھا۔

بے شک عورت کا خمیر محبت اور صبر سے گندھا ہے' اس نے جو کیا وہ اس کے خمیر میں شامل تھا۔ فہد ملک سے محبت کی تو وہ بھی سچی اور خالص اور جب عمران احمد کی زندگی میں آئی تو فہد کا نام تک نہ لیا اور پوری ایمان داری سے نباہ کیا۔ بس ایک گلہ ہمیشہ رہا کہ کاش ہمارے بڑے ان روایتی سوچوں سے باہر نکل آئیں۔ ذات برادری کے نام پر یہ سب نہ کریں جو رب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے۔ رنگ ذات کی بنیاد پر مسلمانوں کو تقسیم نہ کریں' مسلمان ایک ہیں ان کا ایمان ایک ہے' دین' قرآن پاک ایک ہے تو پھر یہ تفریق کیوں ہے؟ کیا ہے یہ برادری؟ کچھ بھی نہیں محض ہماری سوچ کی پستی اور بس......!

مگر انہوں نے یہ بات اپنے بڑوں کے سامنے نہیں کی اور محبت کی قربانی دے دی۔ وہ تو عورت تھی اپنے ایثار و قربانی کے جذبے سے زندگی سے سمجھوتہ کر گئی مگر فہد ملک نے مرد ہو کر ثابت کیا کہ ''محبت اگر مرد کرے تو وہ بھی عورت سے زیادہ وفادار ہو سکتا ہے۔'' اس نے اپنی زندگی ''کشف انیس'' کی محبت کے نام کر دی تھی اور جب تک جینا تھا صرف اس کی محبت کو دل میں روشن کیے ہی جینا تھا۔

❀

فاصلے کیوں ہیں، ضابطے کیوں ہیں
ہم تجھے اتنا چاہتے کیوں ہیں
ہے مرا مسئلہ فقط اک شخص
پھر یہ اوروں سے رابطے کیوں ہیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

آفس میں مصطفیٰ کے نمبر پر تابندہ بوا کا فون آتا ہے اور وہ نہایت رنجیدہ لہجے میں شہوار کی ناراضگی اور اس کے کالج چھوڑنے کے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے مدد کی درخواست کرتی ہیں۔ مصطفیٰ اس تمام صورت حال پر شہوار کے کالج کے چیئرمین سے بات کرتا ہے۔ مصطفیٰ کے کہنے پر ہی وہ شاہ زیب صاحب کو شہوار کے ہر حال میں کالج آنے اور پڑھائی کے حرج ہونے کا ذکر کرتے ہیں اس معاملے کو لے کر شاہ زیب فوراً ہی مصطفیٰ کو بلوا کر اسے شہوار کو گاؤں سے لانے کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ دوسری طرف وہ شہوار کو بھی کالج سے آئے ہوئے فون کا حوالہ دے کر اسے فوراً واپس آنے کا کہتے ہیں۔ مصطفیٰ وہاں پہنچتا ہے تو بابا صاحب اس سے ولید اور اس کے ماں باپ کے متعلق دریافت کرتے ہیں جس پر مصطفیٰ حیرت کا شکار ہوتے انہیں ضیاء احمد کا نام بتاتا ہے۔ شہوار شاہ زیب صاحب کی کال کے بعد خود کو انتہائی بے بس محسوس کرتی ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے خود کو واپسی کے لیے آمادہ کرنا پڑتا ہے لیکن گاڑی میں مصطفیٰ کو دیکھ کر اس کا ضبط جواب دے جاتا ہے اور وہ غصے میں اسے نہایت سخت الفاظ سے نوازتی ہے جس پر مصطفیٰ بھی تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے اسی سخت لہجے میں اسے اچھا خاصا خوف زدہ کر دیتا ہے۔ جس پر شہوار عجیب خدشات دل میں لیے نہایت خوف زدہ انداز میں باقی کا راستہ طے کرتی ہے۔ گھر پہنچ کر وہ ماں جی کے گلے لگتے ہی رونا شروع کر دیتی ہے۔ جس پر وہ ناسمجھی کے عالم میں مصطفیٰ کو دیکھتی ہیں لیکن وہ نہایت سرد تاثرات لیے اندر بڑھ جاتا ہے۔ دوسری طرف انا شہوار کے کالج نہ آنے پر متفکر ہوتی ہے وہ اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن اس کا نمبر بند ملتا ہے آخر کار ولید سے مصطفیٰ کا نمبر لے کر وہ اس کے بارے میں دریافت کرنا چاہتی ہے لیکن ولید کے نمبر پر تب ہی کاشفہ کی کال آجاتی ہے اس کے فون سے آنے والی نسوانی آواز سنتے ہوئے انا بوجھل دل لیے خاموشی سے واپس آجاتی ہے۔ وہ کیتھی کے بارے میں روشی سے دریافت کرتی ہے اور کیتھی کی ولید سے محبت اور خودکشی کے بارے میں جان کر اندر تک ٹوٹ جاتی ہے گھر میں شادی کے ہنگاموں کو یکسر نظر انداز کر کے وہ اپنی دنیا کے برباد ہونے پر ماتم کناں رہتی ہے۔ اگلے دن وہ کالج آتی ہے تو شہوار سے ملاقات ہوتی ہے شہوار انا کو دیکھ کر تمام صورت حال سے اسے آگاہ کرتی ہے۔ جس پر انا اسے سمجھاتی ہے کہ وہ ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر اپنی نئی زندگی میں قدم رکھے لیکن شہوار کے لیے یہ سب آسان نہیں تھا۔

اب آگے پڑھیے

❁……◉……❁

"مس رابعہ آپ کو عباس صاحب نے کل ایک فائل دی تھی زبیر انڈسٹری کے ساتھ ایگری منٹ کی؟" وہ اپنے

کمپیوٹر پر کام کرنے میں مصروف تھی جب فاروقی صاحب آئے۔ وہ ... ایک دم چونکی۔

"جی سر...... دی تو تھی انہوں نے اس کی چند کاپیز نکالنے کو کہا تھا۔" اس نے فوراً کھڑے ہو کر بتایا۔

"اوکے...... وہ فوراً مجھے دیں۔" انہوں نے کہا تو اس کی الجھن ایک دم تشویش میں بدلی۔

"ابھی؟" اس نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔

"جی فوراً" دراصل زبیر انڈسٹری کے ساتھ گارمنٹس کے کچھ معاہدے چل رہے ہیں ہماری ایک دو دن بعد میٹنگ طے تھی مگر وہ لوگ ابھی میٹنگ چاہ رہے ہیں جبکہ عباس صاحب آل ریڈی کسی سے ملنے گئے ہیں انہوں نے ہی کال کر کے کہا ہے کہ میں زبیر انڈسٹری سے معاہدے کے تمام پیپرز اور ایگری منٹ کی فائل لے کر وہاں پہنچوں وہ بھی وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔" انہوں نے تفصیلاً بتایا تو اس کا رنگ اڑا۔

وہ صبح سے اسی فائل کی وجہ سے تو الجھی ہوئی تھی کل واپسی پر وہ فائل گھر لے گئی تھی اسے کچھ ضروری دستاویز کمپیوٹر میں فیڈ کرنا تھی اور وہ صبح افراتفری میں گھر سے نکلتے وقت وہ فائل گھر پر ہی بھول آئی تھی۔ یہ بہت ضروری فائل تھی اگر ادھر ادھر ہو جاتی تو اس کی شامت آجاتی تھی اور اپنی اسی غلطی کا ابھی تک اس نے کسی سے ذکر بھی نہیں کیا تھا آج عباس صاحب آفس نہیں آئے تھے تو اس نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا گھر فون کر کے اس نے کنفرم کیا کہ فائل گھر میں ہی ہے اب ایک الجھن تھی کہ کہیں اور کوئی نہ پوچھے اور اس کا ذرا بچ نکلا آیا۔

"وہ ایکچوئلی سر اس فائل کی کچھ کاپیز نکالنی تھیں آفس میں کام مکمل نہ ہوا تو میں فائل گھر لے گئی تھی اور صبح جلدی میں گھر بھول آئی ہوں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا تو فاروقی صاحب ایک دم حیران ہوئے۔

"کیا...... آپ فائل گھر لے گئی تھیں۔" اس نے فوراً سر ہلایا۔

"آپ کو پتا ہے یہ کس قدر ضروری فائل تھی اور یہاں کا رول ہے کہ کوئی بھی ورکر آفس ورک سے متعلق ایک کاغذ بھی گھر لے کر نہیں جائے گا۔ آپ کو ٹریننگ کے پہلے دن ہی یہ بات باور کروائی تھی ہم نے اور پھر بھی آپ نے ایسی سنگین غلطی کی۔ آپ نے عباس صاحب سے پوچھا تھا اس بارے میں؟" فاروقی صاحب ایک دم غصے ہوئے تو اس نے لب دانتوں تلے دبا لیا۔

"وہاں جو زبیر انڈسٹری والوں نے کال کی ہے ارجنٹ میٹنگ کی عباس صاحب وہاں پہنچ چکے ہوں گے اور میرا ویٹ کر رہے ہوں گے اور ایک آپ ہیں کہ فائل گھر چھوڑ آئی ہیں۔ جانتی ہیں آپ کی اس حرکت کا علم شاہ زیب صاحب یا عباس صاحب کو ہو گیا تو وہ آپ کے ساتھ کیسا بی ہیو کریں گے؟" فاروقی صاحب اس کی سنگین غلطی پر سخت سنا رہے تھے۔

"سر میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا عباس صاحب کو آج ہر حال میں اس فائل کی پانچ کاپیز درکار تھیں اور اس فائل سے متعلقہ کوئی بھی مواد کمپیوٹر میں پہلے سے فیڈ نہیں تھا سو پہلے مجھے تمام مواد کمپیوٹر میں فیڈ کرنا تھا یہ فائل مجھے آفس آف ہونے سے صرف آدھا گھنٹا پہلے ملی تھی۔ سو مجبوراً مجھے فائل گھر لے جانا پڑی تھی۔" اس نے وضاحت دی تو فاروقی صاحب نے سر جھٹکا۔

"آپ نے پرمیشن لی تھی فائل لے جانے کی؟"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اندازہ ہے آپ کو اگر عباس صاحب کو اس حرکت کا علم ہو گیا تو ان کا کیا ری ایکشن ہوگا؟" انہوں نے کافی سنجیدگی

یونہی فٹ نہیں کروائے گئے ہماری ایک ایک حرکت پر انتظامیہ کی نگاہ ہوتی ہے اور اس قانون پر سختی سے عمل درآمد کروایا جاتا ہے اس شخص کے بعد ایک دو دفعہ پھر اس سیٹ پر چند اور چہرے بھی آئے تھے مگر انتظامیہ کی نگاہ سے ان کی چھوٹی موٹی کوتاہیاں چھپ نہیں سکیں سو نتیجتاً تم اب ادھر ہو اور تمہاری اس غلطی کے بعد مجھے نہیں یقین کہ اب تم ادھر ٹک سکو گی یا نہیں۔" ہادیہ نے آہستگی اور دکھ سے کہا تو رابعہ بھی چند پل کے لیے بالکل گم صم ہوگئی تھی۔

"اللہ...... اتنے سخت ہیں یہ لوگ؟" وہ سخت ہراساں ہوگئی تھی۔

باقی کا سفر بہت خاموشی سے گزرا۔ فاروقی صاحب نے بہت رش ڈرائیونگ کی تھی سو آدھے گھنٹے میں وہ اس کے گھر کی گلی میں پہنچ گئے تھے گاڑی گلی میں نہیں جاسکتی تھی سو رابعہ فوراً باہر نکل کر بھاگی اور بہت تیزی سے وہ گھر میں داخل ہوئی تھی۔ بھابی گھر میں ہی تھیں۔

"تم اس وقت۔" اسے یوں افراتفری میں آتے دیکھ کر چونکیں۔

"وہ فائل کدھر ہے؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"تم نے جب فون کیا تھا تو تب ہی میں نے کمپیوٹر ٹیبل سے اٹھا کر تمہاری الماری میں رکھ دی تھی۔" بھابی کی بات پر وہ فوراً اندر بھاگی۔ فائل الماری میں ہی تھی۔ اس نے عجلت میں کھول کر تمام پیپرز اور کاغذات چیک کیے۔ ساتھ میں وہ ساری کاپیز تھیں جو اس نے رات ہی پرنٹ کرلیں تھیں۔ وہ جلدی سے فائل لے کر باہر نکلی تھی۔

"رکو تو سہی۔" بھابی اسے یوں عجلت میں دیکھ کر سامنے آئیں۔

"رک نہیں سکتی ٹائم نہیں ہے امی کدھر ہیں؟"

"وہ سامنے والوں کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔" انہوں نے بتایا۔

"ان کو مت بتایئے گا کہ میں آئی ہوں بس فائل لینے آئی تھی۔" وہ جلدی سے گھر سے نکل آئی۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے سکون کا سانس لیا۔

"یہ لیں سر۔" فاروقی صاحب کو فائل تھما کر وہ قدرے ریلیکس ہوئی تھی۔ انہوں نے فائل کھول کر اسے بغور دیکھا۔ چند صفحات پلٹے اور پھر مطمئن ہو کر گاڑی آگے بڑھائی تھی۔

"دیکھیں پہلے ہی میرا کافی ٹائم ویسٹ ہوچکا ہے عباس صاحب کی کال پر کال آرہی ہے اور میں مسلسل گاڑی کی خرابی کا بہانہ بنا رہا ہوں۔ یہاں وہاں آپ کو ڈراپ کرنے کا رسک نہیں لے سکتا کہ آپ کو یہاں سے کنوینس نہیں ملے گی سو اب مجبوراً آپ کو میرے ساتھ میٹنگ پلیس تک جانا پڑے گا۔ آپ دونوں عباس صاحب کے سامنے مت آیئے گا۔" انہوں نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا تو ان دونوں نے سر ہلا دیے۔ کچھ دیر بعد فاروقی صاحب نے گاڑی ایک ہوٹل کے سامنے روکی تو وہ دونوں بھی باہر نکل آئیں۔

"میں سیکنڈ فلور پر جارہا ہوں وہیں میٹنگ ارینج کی گئی ہے آپ فرسٹ فلور پر چلی جائیں بے شک لنچ کرلیں پے منٹ میں کردوں گا اوکے......؟" انہوں نے چلتے چلتے کہا۔

"اٹس اوکے سر۔ ہمیں بھوک نہیں ہے اور ہم ادھر ہی ٹھیک ہیں۔"

"اوکے ایز یو وش۔" رابعہ نے فوراً انکار کردیا تو فاروقی صاحب نے کندھے اچکا دیے تھے۔

"میں میٹنگ کے بعد آپ دونوں کو پک کرلوں گا۔" وہ چلے گئے تو دونوں ہوٹل کے صحن میں بنے چھوٹے سے لان میں چلی آئیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ فاروقی صاحب سر عباس یا کسی اور سے ذکر کریں گے؟" رابعہ نے ایک بینچ پر بیٹھتے

ہوئے پوچھا۔
"جس طرح کا ان کا رویہ ہے مجھے تو نہیں لگتا ہاں بعد میں کیمرے تمہاری غلطی ظاہر کردیں تو اور بات ہے۔" ہادیہ بھی ساتھ بیٹھ گئی تھی۔
"فرض کرو انتظامیہ کو پتا چل جاتا ہے تو پھر کیا کریں گے۔"
"اس کا فیصلہ تو انتظامیہ ہی کرسکتی ہے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" ہادیہ بھی فکر مند تھی وہ گم صم سی ہوگئی۔
ان چند دنوں میں وہ اپنی اس جاب سے خاصی مطمئن ہوگئی تھی عباس صاحب سے پہلی ملاقات میں ہونے والی تلخ کلامی کے بعد دوبارہ کوئی ناخوشگوار واقعہ بھی رونما نہیں ہوا تھا کہ وہ بدظن ہوتی پھر یہاں کا ماحول بہت اچھا تھا اور وہ خود پوری ایمانداری اور دلجمعی سے یہاں کام کرنے کا قصد کیے ہوئے تھی کہ یہ سنگین غلطی ایک دم رونما ہوگئی تھی۔
"اچھا دفعہ کرو جو ہوگا دیکھیں گے۔ چلو چل کر لنچ کرتے ہیں اس ہوٹل کا کھانا تو لذیذ ہوتا ہے۔ یہاں آ کر لنچ نہ کرنا بڑی حماقت ہے۔ فاروقی صاحب نے ہامی بھری ہے تو وہ کچھ نہ کریں گے چلو اندر چلتے ہیں۔" ہادیہ نے کہا تو وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔
"صرف بریانی اور کوک منگوانا۔" وہ اور ہادیہ ایک ٹیبل سیٹ کر کے بیٹھ گئی اور پھر جب ویٹر پاس آیا تو رابعہ نے دھیمے سے کہا۔
"یہاں کی مٹن کڑاہی بہت اچھی ہوتی ہے اور بیف کباب کی تو کیا بات ہے۔" ہادیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلادیا۔
"موڈ نہیں ہورہا بس ایک دو چیزیں منگوانا اور کچھ بھی نہیں۔"
ہادیہ نے کباب' سیلیڈ' بریانی اور کوک کا آرڈر لکھوادیا تھا۔
"ہیلو۔" وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے لنچ کررہی تھیں جب اس آواز پر سر اٹھا کر دیکھا۔
"آپ۔" اپنے سامنے کھڑی عادلہ کو دیکھ کر دونوں ہی چونکی تھیں مگر بولی صرف ہادیہ تھی۔
"کیا میں آپ کے ساتھ بیٹھ سکتی ہوں۔" اسٹائلش سے سوٹ میں بیگ کندھے سے لٹکائے وہ کافی پراعتماد انداز میں کھڑی تھی۔ جبکہ رابعہ کی نگاہ اس کی حسین صورت پر جم سی گئی تھی۔
"وائے ناٹ۔" ہادیہ فوراً سنبھلی عادلہ سے اس کی سلام دعا تھی سوائے اخلاق نبھانا پڑا۔
"ایکچوئلی میں یہاں کچھ فرینڈز کے ساتھ آئی تھی۔ تم لوگوں پر نگاہ پڑی تو ادھر چلی آئی۔" بیٹھتے ہوئے اس نے وضاحت کی تو ہادیہ کو مسکرا کر سر ہلانا پڑا۔
"تم عباس کے آفس میں کام کرتی ہو ناں اس دن جب میں آفس گئی تو تم ادھر ہی تھیں؟" عادلہ نے رابعہ سے کہا تو وہ چونکی عادلہ کی یادداشت کمال کی تھی۔
"جی۔" وہ عادلہ کی یادداشت پر حیران ہوئی تھی۔
"ہم دونوں شاہ زیب صاحب کے آفس میں ہی کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتی ہیں میرا کام سجاد صاحب کے کمپیوٹر سیکشن میں ہوتا ہے جبکہ رابعہ کا عباس صاحب کے۔" ہادیہ نے سنجیدگی سے بتایا تو وہ مسکرائی۔
"اوہ پھر تو تم دونوں کافی اہم ورکرز ہوان لوگوں کی فرم کی۔" عادلہ نے فوراً متاثر ہونے کا تاثر دیا مگر انداز بڑا استہزائیہ تھا۔ رابعہ نے الجھ کر ہادیہ کو دیکھا۔ نجانے کیوں اسے عادلہ کی آمد اچھی نہیں لگی تھی اور اوپر سے اس کی آنکھوں کا تاثر۔

"جی کیا کہہ سکتے ہیں ابھی تو ہم نیو ہیں ٹریننگ سیشن میں ہیں۔" ہادیہ نے سنجیدگی سے کہا تو رابعہ اس کی اس غلط بیانی پر الجھی۔
"عباس جیسے قدامت پرست شخص کے کمپیوٹر سیکشن کے لیے ایک فی میل ورکر کام کرے امیزنگ مجھے بڑی حیرت ہورہی ہے۔" عادلہ نے خاصے تمسخرانہ انداز میں کہا تو دونوں خاموش رہیں رابعہ کو برا لگا مگر مصیبت یہ تھی کہ سامنے بیٹھی خاتون مالکان میں سے تھیں اس کے ساتھ کیسے بی ہیو کرنا ہے اسے اندازہ نہیں ہورہا تھا۔
"محترم عباس صاحب کو اوپر سیکنڈ فلور پر دیکھ کر آرہی ہوں یعنی محترم کسی کے ساتھ میٹنگ میں آئے ہوئے ہیں اپنے وفادار دم ہلاتے فاروقی صاحب کے ہمراہ۔ یہ لوگ اپنی سیکریٹری ٹائپ کی چیزوں کو لے کر ایسی جگہوں پر آتے ہیں؟ ان لوگوں کا وطیرہ تو نہیں مگر تم دونوں کو ادھر دیکھ کر مجھے حیرت ہورہی ہے کہ کیا واقعی ان لوگوں کے بھی اصول بدل رہے ہیں جو ہمیشہ سے کنویں کے مینڈک تھے انہوں نے اپنے کنویں کے مدار سے باہر نکل کر جھانکنا شروع کردیا ہے...... امیزنگ...... ویسے اس جیسی لڑکی ہو اور اسے اپنے ساتھ میٹنگ میں لانے اور اس کی ویلیو کو کیش کرانے کو کوئی کافر ہی ہوگا جو انکار کرے گا۔"
"شٹ اپ۔" رابعہ کو قطعی اندازہ نہیں تھا کہ یہ عورت اپنے گفتار اور خیالات کے اظہار میں اس قدر گھٹیا بھی ہوسکتی ہے۔ اس نے برملا اس کی ذات پر اٹیک کیا سو وہ آؤٹ ہوگئی۔
"اوہ...... یو شٹ اپ۔" رابعہ کے یوں چیخنے پر وہ اس سے زیادہ اشتعال میں آ کر چیخی تھی ہادیہ دہل کر رہ گئی۔
"عادلہ آپی پلیز۔ ہادیہ کو اندازہ نہیں تھا کہ صورت حال ایسی ہوگی اس نے فوراً عادلہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔
"عباس جیسے کنزرویٹو انسان کا انتخاب تو تم جیسی دو ٹکے کی لڑکیاں تو ہوسکتی ہیں مگر مجھے شٹ اپ کہہ کر چپ نہیں کرا سکتیں۔ میرے سامنے ویلیو کیا ہے تمہاری' تمہارے سامنے اس دن اس نے مجھے ذلیل کر کے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میں ڈر گئی ہوں تو غلط فہمی ہے تم دونوں کی۔ تمہاری جیسی بے حیثیت گلی گلی ٹھوکریں کھاتی لڑکی سے اپنے جوتے صاف کروانے کا بھی میں سوچ نہیں سکتی۔" عادلہ نے اسے اس قدر ذلیل کیا تو رابعہ حیرت سے ششدر رہ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عادلہ کو دیکھے گئی۔ یہ سامنے بیٹھی عورت اسے یہ سب کیوں اور کس لیے سنا رہی تھی وہ حیران تھی۔ وہ جو فوراً غصے کا شکار ہوجاتی تھی اب حیرت سے ساکت تھی۔
"عادلہ آپی پلیز یہ میری دوست ہے' خبردار آپ نے ایک لفظ بھی مزید کہا تو" آپ پلیز یہاں سے چلی جائیں۔" اردگرد کے لوگ متوجہ ہورہے ہیں ہادیہ نے ایک دم غصے سے کہا تو عادلہ تمسخرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔
"مجھے بھی یہاں بیٹھنے کا کوئی شوق نہیں۔" اس نے تنفر سے کہا۔
"پتا کرواتی ہوں میں تمہارا۔ اس دن کی اپنی ذلت میں قطعی بھولی نہیں اور نہ ہی بھولوں گی' جا کر بتا دینا اپنے مسٹر عباس کو۔" تنفر اور نخوت سے کہتی وہ وہاں سے چلی گئی۔ رابعہ نے اپنا سر تھام لیا۔
"مائی گاڈ مجھے تو لگتا ہے کہ یہ عورت سائیکی کیس ہے۔" رابعہ نے بہت دکھ سے کہا تو ہادیہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھاما۔
"دفعہ کرو خوامخواہ دوسروں پر کیچڑ اچھالنا ان جیسے لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ تم پریشان مت ہو؟" ہادیہ نے سمجھایا تو وہ محض سر ہلاگئی اور خاموشی سے پانی کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگالیا۔
تبھی ان دونوں نے عباس صاحب کو فاروقی صاحب اور چند اور اشخاص کے ہمراہ زینہ اترتے دیکھا وہ لوگ آپس میں باہم گفتگو میں مصروف تھے۔ فاروقی صاحب نے سیڑھیاں اترنے کے بعد عباس صاحب سے کچھ کہا تبھی وہ محض سر ہلاتے وہاں سے نکل گئے تھے جبکہ فاروقی صاحب نے پہلے کھڑے کھڑے یونہی سارے ہال میں نگاہ ڈالی اور پھر

ان لوگوں پر نگاہ پڑی تو وہ اسی طرف چلے آئے۔
"کیسی رہی میٹنگ سر۔" وہ دونوں بھی کھڑی ہوگئی تھیں ہادیہ نے پوچھا۔
"بہت اچھی۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔
"عباس صاحب کو پتا تو نہیں چلا؟" رابعہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
"نہیں...... میں نے ذکر نہیں کیا۔ مس رابعہ آپ نیو ہیں آپ کی کارکردگی اور توجہ دیکھ کر آپ کے جذبے کا اظہار ہوتا ہے۔ میں آپ کے کام سے مطمئن ہوں سو اسی لیے یہ معاملہ دبا گیا ہوں۔ احتیاط کیجیے گا کہ آئندہ ایسی غلطی نہ ہو۔ شاہ زیب صاحب نرم خود کھائی دیتے ہیں بعض معاملات میں بہت سخت بھی ہیں۔ دغا بازی' جھوٹ اور فریب تو قطعاً برداشت نہیں کرتے۔" فاروقی صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔
"سر عباس تو چلے گئے ہیں آئیں ہم بھی چلتے ہیں۔" انہوں نے ویٹر کو بلوا کر بل پے کر کے وہ ہوٹل سے نکل آئے تھے۔

❁......◉......❁

"آپ نے بتایا نہیں پھر کیا بنا ایاز کی ضمانت کا...... کب ہوگی؟" بیگم عبدالقیوم نے پوچھا۔
"ہو جائے گی کل تک؟"
"اتنے دن ہو گئے ہیں بس آج کل آج کل کی گردان سن رہی ہوں۔ کہاں گئے آپ کے وہ سارے دوست احباب؟ کوئی کام نہیں آرہا اس کی حالت یاد آتی ہے تو میرا اپنے دل پر ہاتھ پڑتا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ جب تک آپ ضمانت کروائیں گے وہ لوگ میرے بیٹے کا حشر نشر کردیں گے۔" بیگم عبدالقیوم نے غصے سے کہا۔
"تو کیا کروں؟ وہ لوگ ہر بار کوئی ایسی چال چل جاتے ہیں کہ ہمارا کوئی بھی حربہ کامیاب نہیں ہو پاتا اور چند بندے جو ان لوگوں کے اندر چھوڑے تھے میں نے ان لوگوں نے جو اطلاعات دی ہیں یوں سمجھو کہ ان لوگوں نے ساری پلاننگ کر کے ہی ایاز کو حوالات میں بند کیا تھا ایاز کے اوپر جو بھی کیس ہے سب جھوٹ ہے اور اگر اصل حقیقت میں سامنے لاتا ہوں تو اس میں بھی خود ہی پھنستا ہوں۔ ایاز کے پچھلے سارے کھاتے کھلتے ہیں پھر۔" بیگم کے جواب پر انہوں نے بھی اشتعال میں آ کر جوابی کارروائی کی تھی۔
"اور ایاز وہاں ٹھیک ہے میڈیکل ٹریٹمنٹ ہو رہا ہے اس کا ایک دفعہ کے بعد دوبارہ اس پر کسی نے ہاتھ نہیں اٹھایا اب اس کی حالت کافی بہتر ہے۔" انہوں نے مزید بتایا۔
"ملاقات کی بھی تو اجازت نہیں دے رہے وہ لوگ ڈیڈ آخر ہم کب تک یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔" عادلہ نے بھی خاصی بے زاریت سے کہا تو عبدالقیوم نے بیٹی کو گھورا۔
"مجھے تو لگتا ہے یہ ساری مصیبت محض تمہاری وجہ سے آئی ہے کتنی بار تمہیں سمجھایا تھا کہ فی الحال ان لوگوں سے بگاڑنا ٹھیک نہیں۔ تم سسرال چلی جاؤ۔ حالات دیکھ کر میں کچھ نہ کچھ کروں گا۔ تم اگر وہاں ہوتی تو شاید وہ لوگ کوئی سنگین قدم اٹھانے سے گریز کرتے۔"
"تو ڈیڈ...... ڈونٹ بلیم می۔ ایاز کے ساتھ آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سب اس کے اپنے کارنامے ہیں۔ میں اب مر کر بھی اس گھر میں نہیں جاؤں گی۔ میں عباس اور اس کے باپ کو تباہ و برباد کردوں گی۔ نفرت ہے مجھے ان لوگوں سے ایاز والے واقعے کے بعد تو اب وہاں جانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی...... آپ مجھے بلیم کرنے کے بجائے ایاز کی ضمانت کیسے کروائی جائے اس کے بارے میں سوچیں؟" عادلہ نے خاصی بدتمیزی سے جواب دیا تو عبدالقیوم صاحب کو

ایک دم خاموش ہو جانا پڑا۔

"عادلہ ٹھیک کہہ رہی ہیں ڈیڈ اب ایک دوسرے کو بلیم کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں۔ عادلہ محض آپ کے کہنے پر اور صرف ان لوگوں کی مالی حالات دیکھ کر ان لوگوں سے رشتہ داری پر راضی ہوئی تھی ورنہ وہ کتنے قدامت پرست ہیں یہ تو صاف اور واضح دکھائی دے رہا تھا۔ تب آپ کو ان لوگوں کی خاندانی پوزیشن بزنس میں دن بدن ہوتی ترقی اور مالی حیثیت اٹریکٹ کر رہی تھی مگر اس کے باوجود عادلہ کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا۔ چند لاکھ حق مہر کے سوا مائی فٹ۔" کاشفہ نے بھی نخوت سے کہا تو عبدالقیوم صاحب نے ایک گہرا سانس لیا۔

اس بات کا تو انہیں بھی قلق تھا کہ ہمیشہ نفع کا سودا کرنے والے اس بار گھاٹے کا سودا کر بیٹھے تھے۔

"ہمارے پاس ابھی آفاق کی صورت میں ایک مہرہ ہاتھ میں ہے عادلہ راضی ہو تو ہم آفاق کو لینے کی کوشش کر سکتے ہیں۔" انہوں نے پھر ہمت کی۔

"اوہ..... نو ڈیڈ آپ کو پتا ہے ہمارا کیس کتنا کمزور ہے اور آفاق جیسے دردسر کو میں نہیں افورڈ کر سکتی۔ وہ ان لوگوں کا خون ہے ادھر ہی رہے تو ٹھیک ہے۔" عادلہ نے بہت بیزاریت سے کہا۔

"وہ تمہارا بیٹا ہے تمہارا اس پر حق ہے وہ وارث ہے اس خاندان کا تمہاری دیورانی کی ابھی تک کوئی اولاد نہیں جو کچھ بھی ہے آگے چل کر وہ آفاق کا ہی ہوگا آفاق کو بنیاد بنا کر ہم دعویٰ کر سکتے ہیں۔" مام نے بھی کہا تو وہ ہنسی۔

"نجانے آپ دونوں کس دنیا میں رہتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں خاصا وقت گزار کر آئی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں وہ کبھی بھی آفاق کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے چاہے ہم کسی بھی عدالت میں چلے جائیں وہ ایسے ایسے حقائق اور دلائل سامنے لے آئیں گے کہ ہمیں خود ہی کیس ختم کرنا پڑے گا اور آپ دونوں جانتے ہیں کہ مجھے دولت سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ کل جو ذلت میں نے ان لوگوں کی وجہ سے سہی ہے اس کا بدلہ تو میں ضرور لوں گی بلکہ یوں کہہ لیں آج سے میں نے باقاعدہ پہلا قدم اٹھالیا ہے۔ عباس اور اس کے باپ کی بربادی کا آغاز سمجھیں ہو چکا ہے۔" عادلہ نے مسکرا کر کہا تو ڈیڈ چونکے۔

"مطلب؟" عادلہ کے تاثرات ناقابل فہم تھے۔

"کچھ خاص نہیں۔ جو بھی رزلٹ ہوگا آپ کے سامنے ہی آئے گا۔" عادلہ نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔

"پھر بھی آج کل جو حالات ہیں کوئی بھی جذباتی قدم اٹھانے کی قطعی ضرورت نہیں۔ جو کچھ بھی ہو میرے سامنے ہو، ایاز کا کیا میں بھگت رہا ہوں یہ نہ ہو کہ تمہاری طرف سے بھی مجھے پریشانی اٹھانا پڑے۔" ڈیڈ نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا تو اس نے خفگی سے منہ بنالیا۔

"او ڈیڈ میں اب اتنی بچی بھی نہیں ہوں اپنا اچھا برا بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ ڈونٹ وری ایسا کچھ نہیں ہوگا جس سے آپ کو پریشانی ہو۔" اس نے قدرے اطمینان سے کہا تو ڈیڈ نے گہرا سانس لیا۔

اپنے ان تینوں بچوں کو سمجھانا قطعی فضول تھا۔ یہ تینوں جو ایک دفعہ طے کر لیتے تھے پھر کر کے ہی رہتے تھے۔

"مجھے ایاز کے سلسلے میں کسی سے ملنا ہے چلتا ہوں۔" ڈیڈ اپنی گھڑی دیکھتے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی بیگم ان کے ہمراہ باہر تک آئی تھیں۔

"امجد خان کے بارے میں کوئی اتا پتا کروایا کون ہے؟ یہ واقعی لالہ رخ کی ماں کا ملازم تھا یا پھر محض ہمیں دھکا رہا ہے۔" بیگم عبدالقیوم کے چہرے پر خاصی تشویش تھی۔ عبدالقیوم صاحب نے رک کر بیگم کو دیکھا۔

"چند بندے چھوڑے ہوئے ہیں اس امجد خان کے پیچھے بھی حالیہ اطلاعات تو صرف اس حد تک ہی ملی ہیں کہ یہ

شخص پچھلے بیس سال سے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہے۔ تعلیم صرف بی اے ہے مگر اپنی ذہانت اور اعلیٰ کارکردگی کی بدولت اس جگہ تک پہنچا ہے۔ اس شخص کو ہمیشہ اسپیشل کیسز ہینڈل کرنے کو دیے جاتے ہیں۔ اس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے ایک دو دن میں پتا چل جائے گا۔"

"اور جو وہ لالہ رخ کی بات کر رہا تھا وہ؟" عبدالقیوم نے دیکھا ان کی بیگم سخت متوحش تھیں پریشان تو وہ بھی تھے مگر ہر بار یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتے تھے کہ لالہ رخ مرچکی ہے اور اس کی زندگی سے متعلق ہر انسان ہر ثبوت قبر کی گہری تہہ میں دفن ہو چکا ہے اور امجد خان جیسے لوگ اتنی جلدی قبر کی گہرائی تک رسائی حاصل نہ کر پائیں گے۔

"وہ محض دھمکی دے رہا ہوگا۔ ورنہ ہم کو مطمئن کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ لالہ رخ اور اس کی زندگی میں متعلق ہر ثبوت ختم ہو چکا ہے۔" عبدالقیوم صاحب نے کہا تو ان کی بیگم خاموش ہو رہیں۔

"پھر بھی اس شخص کو نظر انداز مت کریں۔ ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے اس انسان کی بھی تو کوئی کمزوری ہوگی نا؟" کچھ پل بعد ان کی بیگم نے کہا تو وہ مسکرائے۔

"ہاں اس شخص کا ایک بیٹا ہے۔ بیرون ملک ہوتا ہے۔"

"اگر یہ وہی امجد خان ہے جو لالہ رخ کی ماں کی کوٹھی میں ہوتا تھا وہ پھر اس شخص کی بیوی وہی لڑکی تھی نا جس کی مدد سے لالہ رخ کوٹھی سے بھاگی تھی۔ اس کا بیٹا تو تبھی ایک سال کا تھا۔" بیگم عبدالقیوم کو اور بھی بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔

"ہاں وہی لڑکی تھی۔ مگر بعد میں یہ دونوں میاں بیوی ایسے غائب ہوئے تھے کہ کبھی دوبارہ خبر ہی نہ ملی کہ کہاں روپوش ہوئے اس لیے کبھی میں نے لالہ رخ کے اور اس کے خاندان کے مرنے کے بعد بھی سوچا تک نہ تھا کہ لالہ رخ کی زندگی سے متعلق کچھ اور لوگ ابھی باقی ہیں اور کبھی یہ لوگ ہمارے سامنے بھی آ سکتے ہیں؟"

"تو اب کیا ہوگا اور وکیل صاحب کیا کہتے ہیں؟" بیگم عبدالقیوم نے کچھ توقف کے بعد پوچھا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئے۔

"خیر ہاتھ تو اب ہم بھی باندھ کر نہیں بیٹھے ایاز کی وجہ سے مجھے امجد خان جیسے انسان کے منہ لگنا پڑ رہا ہے ورنہ ایسے لوگوں کو کیسے مزہ چکھاتے ہیں اب تک اس شخص کو پتا چل چکا ہوتا۔" کچھ تنفر اور غرور سے کہا تو بیگم عبدالقیوم خاموش رہیں انہوں نے بیگم کو دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرائے۔

"فکر نہیں کرو ایک دو دن میں ایاز باہر ہوگا بس ایک دفعہ ایاز باہر آ جائے تو پھر اس امجد سے بھی اچھی طرح نبٹ لوں گا۔" انہوں نے بیگم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھا دیے۔

❀ .... ✺ .... ❀

وہ کالج سے آنے کے بعد چینج کر کے واپس لاؤنج میں آئی تو لائبہ بھابی کو دیکھ کر ٹھٹکی۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے تیزی سے لاؤنج سے ملحقہ واش روم میں گھسی تھیں۔

"کیا ہوا خیریت؟" وہ فوراً ان کے پاس آئی۔ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا لائبہ کو وامیٹنگ ہو رہی تھی۔ وہ چند پل انہیں بغور دیکھے گئی۔

"کیا پھر سے آنا شروع ہو گئی ہے؟" ماں جی بھی ادھر ہی آ گئی تھیں۔

بھابی نل بند کر کے اثبات میں سر ہلاتے ٹاول اسٹینڈ سے کھینچ کر منہ صاف کرنے لگی تھیں۔ پھر شہوار کو دیکھ کر مسکرائیں۔ بڑی شرمیلی سی مسکراہٹ تھی۔

"میں نے منع بھی کیا تھا یہ کچن کا کام رہنے دو میں ملازمہ کے ساتھ مل کر کر لوں گی تم پھر بھی کچن میں جا گھسی تھیں؟"

ماں جی نے لائبہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس صوفے پر بٹھایا تھا بھابی دھیرے سے مسکرائی تھیں۔ شہوار نے جو صورت حال سمجھی تھی اسے زبان پر لانے سے اس نے گریز کیا۔ کیا پتا اس کا محض وہم ہی ہو۔

"تم نے کھانا کھالیا کیا؟" ماں جی نے اسے یوں کھڑے دیکھ کر پوچھا، تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ابھی کچن میں ہی جانے والی تھی کہ بھابی کو دیکھ کر رک گئی۔" ماں جی اس کی بات پر دھیرے سے مسکرائیں۔

"عباس کی اولاد کے بعد اللہ میرے سجاد کو بھی اولاد سے نواز رہا ہے۔" انہوں نے شہوار کو بتایا تو شہوار نے ایک گہرا سانس لیا یعنی اس کے خیالات کی تصدیق ہوچکی تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"مبارک ہو۔"

"خیر مبارک۔ اللہ ساتھ خیریت کے دن لائے۔ عائشہ کی بسمہ اور عباس کے آفاق کے بعد یہ تیسرا بچہ ہوگا ہمارا۔" شہوار بھابی کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"حویلی میں تو آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھیں۔ یہاں آتے ہی طبیعت خراب کرڈالی۔" اس نے آہستگی سے کہا تو وہ ایک دم جھینپ گئیں جبکہ ماں جی بھی ہنس دی تھیں۔

"بدتمیز۔" ان کا چہرہ شرم سے سرخ ہورہا تھا شہوار ہلکا سا ہنس دی۔

"مجھے کئی دن سے شک تھا۔ بس تمہارے اور مصطفیٰ کے نکاح پر اتنی مصروفیت رہی کہ میں نے زیادہ دھیان نہ دیا مگر شہر آتے ہی یہ وامیٹنگ کا سلسلہ چل نکلا۔ لیڈی ڈاکٹر سے تصدیق کروائی تو پتا چلا کہ میرا شک درست ہے۔"

"ماشاء اللہ...... خوش ہیں نا؟" اس نے کافی محبت سے پوچھا تو وہ کھل کر مسکرائیں۔

"ظاہر ہے، مگر مجھ سے زیادہ تو سجاد خوش ہیں۔ سجاد کو تو ویسے بھی بچے بڑے پسند ہیں۔ آفاق کی وجہ سے کمی نہیں فیل ہوتی تھی مگر وہ شدت سے منتظر تھے۔" بھابی نے خوش ہوکر بتایا۔

"آفاق ہے کدھر؟" آفاق کا نام سن کر اسے اچانک خیال آیا۔

"اندر سو رہا ہے۔" ماں جی نے بتایا اور پھر اٹھ گئیں۔

"اب تم کچن میں نہیں جاؤ گی۔ شام کا کھانا میں اور رخشندہ تیار کرلیں گی۔" ماں جی نے ہدایت دی تو لائبہ نے سر ہلا دیا۔

"آپ رہنے دیں میں تیار کرلوں گی۔" شہوار نے ماں جی کی بات پر کہا تو وہ مسکرائیں۔

"نہیں تم رہنے دو...... پہلے ہی اتنے دن کالج سے غیر حاضر رہی ہو تمہارا وقت بہت قیمتی ہے تم کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرلو ویسے بھی سارا دن کالج میں گزار کر آئی ہو تھک گئی ہوگی۔ اب آتے ہی کچن میں نہ گھس جانا۔ ملازمائیں ہیں وہ دیکھ لیں گی۔" انہوں نے رسان سے کہا۔

"میں ٹائم مینج کرلوں گی مگر ہمارے ہوتے ہوئے آپ کچن میں کام کریں اچھا نہیں لگتا۔"

"تمہارے ہاتھوں کی مہندی ابھی اتری نہیں اور تمہیں میں کچن میں گھسا دوں۔ تم کھانا کھالو کام تو ہوتے رہتے ہیں۔" وہ مسکرا کر کہتے واپس کچن کی طرف چل دی تو شہوار نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جہاں مہندی کا رنگ ابھی بھی برقرار تھا۔ اس نے سر جھٹکا۔ بھابی نے سر جھٹکنے پر بغور دیکھا۔

"تمہاری مصطفیٰ سے صبح کس بات پر لڑائی ہوئی تھی۔" وہ کچن کی طرف جانے لگی تو بھابی کی آواز پر رکی۔

"میری کسی سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔" اس نے ایک دم سنجیدگی سے کہا۔

"پھر صبح روئی کیوں تھیں؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں آنا نہیں چاہتی تھی اور وہ مجھے زبردستی لے کر آئے تھے۔" اب لہجے میں کچھ تلخی بھی در آئی تھی۔

"تم مصطفیٰ سے نکاح سے خوش نہیں ہو کیا؟ تمہارا اس سارے سیٹ اپ کے دوران جو بھی ری ایکشن رہا ہے اس سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ مصطفیٰ تمہارے درمیان کوئی سیریس قسم کا ایشو چل رہا ہے ورنہ مصطفیٰ جیسے شخص سے شادی سے انکار کوئی وجہ نہیں بنتی۔" بھابی سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔ وہ ایک دم لب دانت تلے دبا گئی۔

"اب کیا فائدہ پوچھنے کا اب تو وقت گزر چکا ہے۔" اس نے کچھ توقف کے بعد خاصی تلخی سے کہا تو بھابی نے اسے بغور دیکھا ان کے دل کے اندر عجیب سے اوہام سر اٹھانے لگے۔

"تمہیں اعتراض کیوں تھا۔" انہوں نے مزید پوچھا۔

"اعتراض نہیں میں اس رشتے سے صاف انکاری تھی۔ اور وجہ کیا ہے یہ آپ کے دیور صاحب بخوبی جانتے ہیں۔" وہ تلخی سے کہہ کر وہاں سے کچن کی طرف چلی آئی۔ جبکہ بھابی نے بہت سنجیدگی سے اسے وہاں سے جاتے دیکھا اور کچھ حیرت سے کہ اس لب و لہجے میں بات کرنا شہوار کا مزاج تو نہ تھا۔

کچن میں آ کر اس نے کھانا کھایا پھر ماں جی کے منع کرنے کے باوجود ان کے ساتھ مل کر رات کے کھانے کا اہتمام کرنے لگ گئی۔ اس گھر میں ہر ایک کی الگ الگ پسند ہوتی ہے۔ شاہ زیب انکل کے لیے پرہیزی کھانا پکتا جبکہ باقی سب کے لیے ان کی پسند کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ مصطفیٰ چائینز قسم کے کھانوں کا شوقین تھا جبکہ عباس اور سجاد بھائی دونوں پاکستانی کھانوں کے۔ سو رات کے کھانے میں چاروں مرد حضرات کی پسند کے مطابق مینو ترتیب دیا جاتا تھا۔ لائبہ بھابی رشین، اٹالین، چائنیز اور پاکستانی بھی کھانے بنانے میں ماہر تھیں۔ جبکہ شروع سے ہی ماں جی نے اسے کچن کی ذمہ داری دے دی تھی۔ عادلہ بھی کبھی کبھار جب اس کو موقع ملتا تھا تو وہ اسے کچھ نہ کچھ پکانے کا آرڈر دے دیتی تھیں اور وہ کوئی بدمزگی نہ ہو فوراً حکم کی تعمیل میں جت جاتی تھی اور ایسے میں اکثر ماں جی عادلہ بھابی سے الجھ پڑتی تھیں کہ وہ اسے کچن میں کام کیوں کراتی ہیں۔ مجموعی طور پر وہ کچن کے معاملات میں اتنی سگھڑ بی بی نہ تھی بس نارمل روٹین کے مطابق ہی سادہ کھانا پکانے میں ٹرینڈ ہو گئی تھی۔

اس گھر میں ہر کام کے لیے ملازم تھے مگر کچن کے کام گھر کی خواتین کی ذمہ داری تھے۔ ایک دو ملازمائیں ہمہ وقت کچن میں رہتی تھیں مگر کھانا اپنی نگرانی میں ہی تیار کروایا جاتا تھا شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں سبھی اچھا اور گھر کی خواتین کے ہاتھ کا پکا کھانے کے عادی تھے تو گھر کی خواتین اس معاملات میں قطعی بے پروائی نہ برتتی تھیں۔ شہوار نے ملازمہ اور ماں جی کے ساتھ مل کر کھانا تیار کروایا تھا۔ مغرب کی نماز تک اچھا خاصا کام سمٹ گیا تھا مغرب کی نماز پڑھ کر اس نے ماں جی کو زبردستی کچن سے باہر نکال دیا تھا۔ مغرب کے بعد گھر کے مرد حضرات واپس آنا شروع ہو گئے تھے۔ آٹھ بجے تک کھانا لگا دیا جاتا تھا جبکہ مصطفیٰ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ ماں جی کا خیال تھا کہ مصطفیٰ آ جائے تو ٹیبل سیٹ کی جائے سجاد بھائی نے کال کی تو پتا چلا کہ مصطفیٰ کسی کام میں مصروف ہے اور لیٹ آئے گا شہوار نے سکھ کا سانس لیا۔ اندر ہی اندر وہ مصطفیٰ سے سامنا کرنا پر قطعی تیار نہ تھی۔

اتنا سے ایک طویل ڈسکشن کے بعد شہوار نے سوچا تھا کہ اب وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش ضرور کرے گی۔ جو ہونا تھا ہو چکا تھا آئندہ کے لیے اسے بس مصطفیٰ کی ذات اور معاملات سے ایک حد تک محتاط ہو جانے کی اشد ضرورت تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب مصطفیٰ سے الجھنے کے بجائے وہ اپنے رویے سے اسے احساس ضرور دلانے کی کوشش کرے گی کہ یہ جو بھی کچھ ہوا تھا وہ غلط تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ مصطفیٰ کے سامنے اب کم سے کم آئے۔ کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا شاہ زیب صاحب شہوار سے گاہے بگاہے اس کے کالج سے متعلق سوالات کرتے رہے اور وہ سنجیدگی

سے جوابات دیتی رہی۔ کھانے کے بعد اس نے چائے تیار کر کے سب کو دی تھی۔

"کچن اب ملازمہ دیکھ لے گی۔ تم اب کچھ بھی مت کرنے ویسے بھی تمہارا بہت ٹائم ضائع ہو گیا ہے اب کچھ دیر بیٹھ کر پڑھ لو۔" سب کو چائے دے کر وہ واپس کچن کی طرف جانے لگی تو ماں جی نے فوراً ٹوکا تو وہ مسکرا دی۔

"جی میں اپنے روم میں ہی جا رہی ہوں۔" خالی ٹرے کچن میں رخشندہ کو کچن سمیٹنے کی ہدایت دیتے وہ اپنا چائے کا مگ لیے اپنے روم میں آ گئی۔ اتنے دن کی غیر حاضری کے باوجود اس کا روم صاف ستھرا تھا۔ چائے کے گھونٹ بھرتے اس نے بیگ سے موبائل نکالا۔

وہ بستر کے کنارے ٹک کر چائے کے گھونٹ بھرتی موبائل آن کر کے اس کے مختلف فنکشنز چیک کرتی رہی تھی۔ سم آن کرتے اس نے سوچا کہ عائشہ سے کال کر کے ضرور پوچھے گی کہ اس سیل کی کیا قیمت ہے اگر عائشہ نے اپنے پیسے سے خریدا تھا تو اتنا مہنگا موبائل لینے پر اس کی ایگو ضرور ہرٹ ہوئی تھی۔ موبائل چیک کرتے اسے اندازہ ہوا کہ موبائل پہلے سے استعمال شدہ تھا۔ شاید عائشہ کا اپنا موبائل تھا یہ۔ چائے ختم کر کے اس نے عائشہ کا نمبر ملایا۔

"السلام علیکم۔" کچھ پل بعد عائشہ نے کال پک کی۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو تم؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے تم سناؤ کیسی ہو...... کیا حویلی میں ہی ہو ابھی تک؟" عائشہ نے پوچھا۔

"نہیں، میں آج صبح شہر آ گئی تھی۔" اس نے بتایا۔

"اچھا ماں جی اور باقی سب وہاں ٹھیک ہیں نا؟"

"ہوں۔" اس نے ہنکارا بھرا۔

”عائشہ میں نے آج ہی موبائل آن کیا ہے۔ تمہیں میں نے کوئی بھی عام سا موبائل خریدنے کو کہا تھا اتنا قیمتی سیٹ لانے کی کیا ضرورت تھی؟“ اس نے سنجیدگی سے کہا تو عائشہ ہنس دی۔

”میں نے نہیں خریدا۔ دراصل اس دن جب ہم شاپنگ کے لیے نکل رہے تھے تب تم نے موبائل لانے کو کہا تھا جب تمہارا برائیڈل ڈریس خریدنا تھا اس دن مصطفی بھائی بھی ساتھ تھے میں نے جب انہیں بتایا کہ ہمیں ایک موبائل بھی خریدنا ہے تمہارے لیے تمہارا پہلا موبائل ٹوٹ گیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ مت خریدیں ان کے پاس دو تین موبائل کے سیٹ موجود ہیں ان میں سے ایک تمہارے لیے لے جائیں۔ یہ نیو سیٹ تھا انہوں نے چند دن پہلے ہی لیا تھا انہوں نے کہا تھا کہ یہ تمہیں دے دیں تو میں وہ تمہارے لیے لے آئی تھی۔“ عائشہ نے بتایا تو وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

”یعنی یہ مصطفی کا موبائل تھا۔“ وہ بے یقین تھی۔

”تو اور کیا؟“ عائشہ نے ہنس کر بتایا۔

”تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔“ اسے ایک دم شدید قسم کا غصہ آیا اسے مصطفی کا صبح والا رویہ بھولا نہیں تھا اندر ایک دم اشتعال کی لہر اٹھی۔

اتنے دن سے سیٹ اس کے پاس تھا اور مصطفی سمجھ رہا ہوگا کہ اس کا دیا گیا سیٹ قبول کرلیا ہے اور استعمال کررہی ہوں۔ اس کے اندر شدید ابال اٹھا۔

”یہ اتنی اہم بات نہ تھی کہ تمہیں بتاتی۔“ عائشہ نے خاصی بے پروائی سے کہا۔

”یہ اتنی غیر اہم بات بھی نہ تھی۔“ اس نے اپنی طرف سے خاصے غصے میں کہا تھا مگر دوسری طرف عائشہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

”اوہو...... یعنی غصہ آرہا ہے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ بھئی تمہارے مزاجی خدا کا موبائل تھا جو اب تمہاری تحویل میں ہے سوچنے کو بہت سے خوب صورت خیالات دل و دماغ میں جگہ بنا سکتے ہیں۔“ عائشہ چھیڑ رہی تھی وہ ایک دم ٹھٹکی یعنی عائشہ کچھ اور سمجھ رہی تھی۔

”شٹ اپ۔ میرے ساتھ الٹی سیدھی مت کرو۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں اس بے معنی سے موبائل کو لے کر کچھ الٹا سیدھا سوچوں۔“ اس نے فوراً تنفر سے کہا۔

”تمہیں جب میں نے سیٹ تھمایا تھا اور تم نے چپ چاپ تھام لیا تھا تو مجھے یہی لگا تھا کہ تمہیں ضرور علم ہوگا کہ یہ مصطفی کا سیٹ ہے ورنہ تم موبائل سے متعلق ضرور پوچھتیں۔“ شہوار لب دانت تلے دبا گئی۔

اب عائشہ سے اس موبائل سے متعلق کچھ بھی کہنا فضول تھا۔ وہ اسے مزید کچھ بھی کہتی تو وہ اسے کسی اور ہی معنوں میں لیتی۔ سو اس نے بغیر مزید ایک لفظ بھی ادا کیے کال ڈراپ کردی تھی۔ اس نے تو آج تک کبھی اس چیز پر توجہ دینے کی کوشش نہیں کی تھی کہ مصطفی کیا پہنتا ہے کیا کھاتا پیتا ہے اس کے ذاتی استعمال میں آنے والی اشیا کے متعلق تو بہت دور کی بات تھی۔ اسے اگر علم ہوتا کہ یہ مصطفی کا موبائل ہے تو وہ کبھی مر کر بھی عائشہ سے نہ لیتی۔ اس نے ایک دم غصے سے موبائل آف کرکے اس میں سے سم نکال لی تھی۔ اسے رہ رہ کر طیش آرہا تھا کہ اتنے دن سے یہ موبائل اس کے پاس تھا۔ موبائل بہت غصے سے اس نے بیڈ پر پٹخ دیا۔ پھر کچھ سوچتے وہ ایک دم اٹھی تھی۔ موبائل بیڈ سے اٹھا کر وہ باہر آئی اور اب اس کا رخ مصطفی کے کمرے کی طرف تھا۔

مصطفی ابھی تک گھر نہیں آیا تھا ورنہ اس کی گاڑی کا مخصوص ہارن ضرور سنائی دیتا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر آئی۔ وہ اس کمرے میں بہت کم آئی تھی ہاتھ میں پکڑا موبائل اس نے بستر پر پھینکا اور پھر جس تیزی سے آئی تھی اسی تیزی سے

واپس اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ اسے اپنی بچکانہ حرکت کا احساس تو تھا مگر غصے کے سبب کچھ سوچنے سے قاصر تھی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
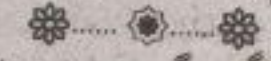
جیسے ہی اس نے قدم اندر رکھا ایک دم ٹھٹک گئی۔ انا مگوں میں چائے انڈیل رہی تھی۔ اسے قطعی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ ولید اسے دیکھ کر دہلیز پر ہی جم گیا ہے وہ تو اپنے ہی دھیان میں مگن تھی۔ باہر ڈھولک اور ایک بھرپور شور کی آواز رہی تھی۔ وہ آج آفس کچھ لیٹ سے آیا تھا گھر میں ایک ہنگامہ برپا تھا وہ ان سب سے بچتا بچاتا چینج کرکے سیدھا کچن میں آیا یہاں انا پر نگاہ پڑتے ہی وہ وہیں رک جانے پر مجبور ہوگیا۔ وہ جب سے پاکستان لوٹا تھا اسے آج قدرے روٹین سے ہٹ کر تک سک سا تیار دیکھ رہا تھا۔

بے بی پنک لانگ شرٹ اور پاجامے کے ہمراہ وہ آج معمول سے ہٹ کر تیار ہوئی تھی۔ دائیں کندھے پر دوپٹہ بے پروائی سے جھول رہا تھا۔ آدھے بال رومال میں جکڑے ہوئے تھے کانوں میں آویزے ہونٹوں پہ ہلکی سی لپ اسٹک تھی۔ وہ خلاف معمول آج خاصی پیاری لگ رہی تھی۔ ایک دم اپنی طرف کھینچتی ہوئی۔ ورنہ اس نے تو اسے ہمیشہ خود سے بے پروا بےزار اور بے حس ہی پایا تھا۔ جبکہ صبح انا کا جو رویہ تھا وہ ولید کو ابھی بھی یاد تھا۔ صبح وہ انا کا چادر میں لپٹا چہرہ اور آنکھوں کی سرخی دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ اس کے دل میں شک پیدا ہوا تھا کہ وہ کسی بات پر کافی شدت سے روتی رہی ہے۔ اس کے بار بار کہنے پر بھی اس نے اپنا چہرہ اس کی طرف نہیں کیا اور اب صبح والی کیفیت سے یکسر مختلف ایک نئے روپ میں نظروں کے سامنے تھی۔

”السلام علیکم۔“ وہ مگوں میں چائے انڈیل کر پلٹی تو ولید کو دیکھ کر ٹھٹھکی۔ ولید نے اس کے متوجہ ہونے پر مسکرا کر سلام کیا تو وہ سنجیدگی سے رخ موڑ گئی۔

”وعلیکم السلام۔“ ولید اندر آ گیا تھا جبکہ وہ رخ موڑے ایک دوسری ٹرے میں کھانے پینے مٹھائی اور بسکٹ کے لوازمات سیٹ کررہی تھی۔

”خیریت...... یہ سب کیا ہورہا ہے؟“ وہ پاس آ کھڑا ہوا۔

”کیوں آپ کو نظر نہیں آرہا؟“ اس نے ٹرے سے نظر ہٹا کر ولید کو دیکھا۔ انداز ہنوز سنجیدگی لیے ہوئے تھے۔ ولید ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ یعنی صرف ظاہری طور پر صرف لباس بدلا گیا تھا باقی اندرونی طور پر وہی صبح والا موسم برقرار تھا۔

”نظر تو آرہا ہے صرف ظاہری تبدیلیاں ہی نہیں بلکہ اندرونی طور پر وقوع پذیر ہونے والی کیفیت بھی دکھائی دے رہی ہے۔“ اس نے کہا تو انا کے چہرے کے زاویے بگڑے اس نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر لب بھینچ گئی تبھی صغراں اندر آتی دکھائی دی۔

”کہاں مر گئی تھی تم پتا نہیں تھا کہ یہاں اتنا کام ہے۔“ اس نے صغراں کو کافی تلخی سے ڈانٹا تو ولید متعجب ہوا۔

”وہ جی باہر اتنا مزہ آرہا تھا ساتھ والے گھر کی لڑکیاں اتنے اچھے اچھے گانے گا رہی تھیں تو میں وہاں رک گئی۔“ صغراں اسے غصے میں دیکھ کر فوراً صفائی دینے لگی۔

”اچھا یہ سب لے جاؤ اگر چائے کم ہے تو مجھے فوراً بتاؤ پھر میں نے بار بار کچن میں نہیں آنا۔“ ولید کو مکمل طور پر نظر انداز کیے اس نے کہا تو صغراں فوراً سر ہلاتی ٹرالی میں سب سامان رکھ کر فوراً باہر نکل گئی۔ اس نے پلٹ کر چولہے پر رکھا چائے والا برتن اتار کر سائیڈ پر رکھا اور دودھ والا پاٹ فریج میں رکھ کر ارد گرد رکھے پتی اور چینی کے ڈبے اٹھا کر کیبن میں رکھنے لگی۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے ولید وہاں موجود نہیں اور وہ اکیلی کچن میں ہے۔ بالکل

لاتعلقی اور اجنبیت والا انداز تھا۔
"مجھے کھانا نکال دو۔ سخت بھوک لگ رہی ہے۔ آج سارا دن بہت بزی گزرا اب تو تھکن اور بھوک سے برا حال ہو رہا ہے۔" وہ ڈبے رکھ کر پلٹی تو ولید نے کہا انا نے بس ایک نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا وہ متوجہ تھا۔ وہ فوراً رخ پلٹ کر چولہوں کی طرف متوجہ ہوئی۔
"آپ بیٹھیں میں گرم کرکے نکال دیتی ہوں۔" اس کا انداز وہی سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔ وہ پھر الجھا۔
"انا کیا پریشانی ہے یار؟" اس نے بیٹھنے کے بجائے قریب آ کر پوچھا۔
"مطلب؟" شوکیس سے کھانے کے برتن نکالتے اس نے بس سر اٹھا کر ولید کو دیکھا۔
"مطلب تو تمہیں خود پتا ہونا چاہیے۔ مگر ایک بات تو میں بہت شدت سے نوٹ کررہا ہوں کہ تمہارا یہ رویہ صرف میرے ساتھ ہی چینج ہوتا ہے باقی لوگوں کے ساتھ تمہارا مزاج اور رویہ اس قدر قطع تعلق والا نہیں ہوتا۔ وجہ......؟" ولید کے الفاظ پر اس کے چہرے کے زاویوں میں ایک کھنچاؤ سا در آیا۔
"غلط فہمی بھی تو ہوسکتی ہے۔" اس کے پاس سے ہٹ کر وہ اب اس کے لیے برتنوں میں کھانا نکالنے رہی تھی۔
"تو پھر تمہارے صبح والے رویے کو کیا نام دوں؟" کھانا نکالتے وہ ایک پل کو ٹھہری تھی۔
"صبح میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" ٹرے میں برتن رکھ کر وہ پتیلی کی طرف بڑھی۔
"اور اب بھی مزاج درست نہیں۔" اس نے ٹرے میز پر رکھی تو ولید قریب آ گیا۔
اس نے پلٹ کر خاصی خفگی سے ولید کو دیکھا وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ چکا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ کھل کر مسکرا دیا۔
"بیٹھو۔" اپنے سامنے ٹرے درست کرتے اس نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔
"تھینکس میں کھانا کھا چکی ہوں۔" اپنے اسی روکھے انداز میں کہہ کر وہ پلٹی۔
"تمہیں پتا ہے کہ میں اکیلے کھانا نہیں کھاتا۔ مجبوراً ہی سہی تمہیں مجھے کمپنی دینا ہوگی۔" ولید نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ رکی۔
"کیا مسئلہ ہے آپ کو؟ آپ چھوٹے بچے تو نہیں کہ منہ میں نوالے بنا بنا کر ڈالنے کی ضرورت پڑ جائے۔" اس نے بہت جھنجلا کر کہا تھا ولید ہنس دیا۔
"پھر بھی میرے پاس بیٹھو تو سہی۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے کسی اور بھی چیز کی ضرورت پڑ جائے اور پھر کہاں میں بار بار تمہیں آوازیں دیتا پھروں گا۔"
"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آپ محترم امریکا جیسے معاشرے سے نکل کر آئے ہیں اس معاشرے میں اپنا ہر کام خود سے ہی سرانجام دیا جاتا ہے۔" اس نے خاصا چڑ کر کہا تو ولید کھل کر ہنس دیا۔
"مگر ان چند ماہ کے پاکستان کے قیام کے دوران تم لوگوں نے ہماری تمام عادتیں بگاڑ دی ہیں۔ شروع میں اتنی خدمتیں کی گئی کہ اٹھ کر پانی پینے تک کی زحمت نہیں دی گئی اب جب عادتیں بگاڑ دی ہیں تو اجتناب برتا جارہا ہے دس از ناٹ فیئر یار۔" انا نے خاصا تپ کر گھورا تو ولید نے ایک دم ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ کو دانت تلے روکا۔ انا کا تپا تپا انداز اسے ایک دم اچھا خاصا لطف دے گیا تھا۔
"اچھا بے شک نوالے توڑ کر منہ میں مت ڈالنا مگر بیٹھ تو سکتی ہونا...... کھانے کے بعد تم چائے بھی بنا کر پلاؤ گی اگر تمہاری فرمائش ہوئی تو آج تمہارے ساتھ کافی کا بھی شغل فرما سکتا ہوں۔" اس نے چھیڑا وہ سر جھٹک گئی۔
انا جو گزشتہ ساری رات اذیت کی بھٹی میں جلتے بے تحاشا آنکھوں کی قیمتی متاع کے ضیاء کے بعد صبح ایک اٹل فیصلہ

کرچکی تھی کہ اب ولید کی طرف دھیان نہیں دینا۔ بھلے اس کی زندگی میں کوئی بھی ہو اس کا کسی کے بھی ساتھ تعلق ہو اب وہ اپنے آپ کو مزید خوار نہیں کرے گی۔ اپنی سوچوں اپنے خیالات پر سختی سے پہرہ بٹھائے گی۔ وہ اپنے آپ کو واپس نارمل حالت میں لانے کی سعی میں تھی۔ مگر ولید کا انداز دیکھ کر اس کے دل میں ایک دم شدید اضطراب پھیلا۔

"کیا اس شخص سے اب پہلو تہی کرلینا اتنا آسان ہوگا؟" ولید کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے بسی سے سوچ رہی تھی۔ ولید سے دامن بچا کر چلنا اسے لگا زندگی کا سب سے مشکل کام ہے۔

"بیٹھونا پلیز۔" ولید نے دوبارہ کہا تو اس کی برابر والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی مگر بیٹھنے کے بعد وہ ولید کی طرف توجہ دینے کے بجائے اوون کی طرف دیکھنے لگی۔ ولید نے بغور اس کے تنے تنے سنجیدہ تیور ملاحظہ کیے پھر دھیرے سے مسکرایا۔

"تمہاری دوست اب کالج آرہی ہے؟" ولید نے پوچھا تو اس نے محض سر ہلا دیا۔ اس نے یونہی سرسری ٹیبل پر دیکھا تو چونکی اس نے پانی تو رکھا ہی نہ تھا۔ فوراً اٹھی۔

"کدھر۔" نوالہ منہ میں ڈالتے اسے یوں تیزی سے اٹھتے دیکھ کر پوچھا وہ بغیر جواب دیے فریج کی طرف آ گئی تھی۔ سادہ پانی کی بوتل نکال کر ریک سے گلاس لے کر واپس ٹیبل پر آ گئی۔ گلاس میں پانی انڈیل کر ولید کے پاس رکھا۔

"تھینکس۔" اس نے گلاس اٹھالیا تھا۔

"اب تمہاری دوست کی کنڈیشن کیسی ہے؟ کچھ فرق پڑا اس کی سوچ میں۔" انا کو ولید کا سوال پسند نہ آیا۔

"وہ بیمار تو نہیں۔" اس نے قدرے برا مان کر کہا تو وہ مسکرایا۔

"جس طرح کی تم نے پچویشن بتائی تھی وہ نارمل بھی نہیں لگی۔" ولید کی بات پر اس نے گھورا۔

"کسی کے اوپر کمنٹس پاس کرنا آسان ہوتا ہے مگر جب یہی کیفیت خود پر بیتتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔" اس کے لہجے میں خاصی تلخی در آئی تھی۔

"اگر آج آپ کی شادی آپ کی مرضی کے بغیر کردی جائے تو تب آپ کا بھی سیم یہی ری ایکشن ہوگا ویسے بھی مصطفی بھائی آپ کے دوست ہیں نا آپ لامحالہ ان کو ہی فیور کریں گے۔ یہ تو مردوں کا کام ہے عورتوں کے احساسات و جذبات کو محض جذباتیت کا نام دے کر ان کو انڈر اسٹی میٹ کرنا۔" وہ خاصی بھنائی ہوئی تھی۔

"مصطفی نے اس سے نکاح کرکے اس کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ اس طرح وہ مزید محفوظ ہوگئی ہے۔ مصطفی کے خاندان نے یہ اسٹیپ اس کی بہتری کے لیے تو اٹھایا ہے۔ ورنہ آج کل کے دور میں کون ہے جو بغیر کسی خونی تعلق کے اپنے یہاں پناہ بھی دیں تحفظ بھی فراہم کریں اور زمانے کے سرد و گرم سے بچانے کے لیے نکاح جیسے بندھن کا بھی اہتمام کریں۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں ایسے مصطفی کے خاندان اور والدین کا یہ فعل قابل ستائش ہے۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ سر جھٹک گئی۔

وہ گزشتہ دنوں سے ولید سے جس حد تک بدگمان تھی اور کل روشانے سے کیتھی کا ذکر سن کر جس طرح وہ بکھری تھی اور صبح تک اس نے جس طرح خود کو سنبھالا تھا ایسے عالم میں یوں ولید کے سامنے بیٹھ کر گفتگو کرنا اور اخلاقیات برتنا اسے سخت گراں گزر رہا تھا۔ اندر ہی اندر دل میں ایک بوجھ بڑھ رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا ولید بس فٹافٹ کھانا ختم کرے تو وہ اسے اس کی فرمائش پر چائے یا کافی جو بھی وہ چاہتا ہے بنا کردے کر یہاں سے نکل جائے۔ ویسے بھی باہر ڈھولک رکھی ہوئی تھی پڑوس کی خواتین کو صغراں بلا لائی تھی ماما روشانے سب وہیں تھیں اس کے علاوہ ماما کی چند دوستوں کی فیملیز بھی تھیں۔ یہ اس کے اکلوتے لاڈلے بھائی کی شادی تھی۔ سو دل کی جو بھی کیفیت تھی مگر وہ یہ شادی بھرپور انداز میں انجوائے کرنا چاہتی تھی اسی لیے تو آج سر شام ہی لباس بدل کر ڈھنگ سے تیار ہوئی تھی۔ اس کی اس تبدیلی پر ماما اور

روشانے بہت خوش ہوئی تھیں۔ دونوں نے بہت سراہا بھی تھا اور آج وہ خود کو بھی باقی کچھ دنوں سے ہٹ کر اچھی بھی لگی تھی۔ مگر اب ولید کے ساتھ گزرنے والے یہ چند پل اس کے دل کی زمین کو پھر سے گیلا کرتے جا رہے تھے مگر وہ اب پھر سے پہلے والی کیفیت میں جانے کو تیار نہ تھی۔ سو وہ اب کسی بھی بحث میں ملوث ہونے کو تیار نہ تھی۔

"تم نے مصطفی کے دادا صاحب کو دیکھا ہے حویلی میں۔" ولید نے مزید پوچھا تو وہ چونکی۔

"نہیں...... مگر مصطفی بھائی کے والد صاحب کو ضرور دیکھا ہے۔"

"میرے موبائل میں تصویر ہے اچھے خاصے بارعب شخصیت کے مالک ہیں۔ ان سے مل کر میں بہت متاثر ہوا تھا۔"

"مصطفی بھائی کا سارا گھرانہ بلکہ خاندان ہی بہت ملنسار اور بااخلاق ہے۔ ان کی والدہ بھی بہت نائس نیچر کی مالک ہیں۔ ان کے دونوں بھائی ان کی منجھلی بھابی اور دونوں بہنیں بھی بہت اچھے لوگ ہیں۔ میں بہت کوشش کے باوجود شہوار کی والدہ سے نہیں مل پائی۔ بس جو ایک دن وہاں رہے ایسا گزرا کہ ان سے ملاقات کا اتفاق ہی نہ ہوسکا مگر جب شہوار کا نکاح ہوا تو تب وہ پاس ہی تھیں مگر تعارف نہ ہوسکا۔ سنا ہے وہ خود بھی بہت سلجھی ہوئی خاتون ہیں بقول شہوار کے حویلی کی ساری ذمہ داری ان ہی کے سپرد ہے۔" مصطفی کے نکاح کے بعد وہ کیتھی والے واقعے کو لے کر اس قدر ہرٹ ہوئی تھی کہ وہ لاشعوری طور پر ولید سے سامنا کرنے سے گریز کررہی تھی اور اب آج جب موقع ملا تھا تو ولید تفصیلاً یہ موضوع چھیڑ بیٹھا تھا تو اب اسے بھی بات کرنا پڑ رہی تھی۔

"مصطفی بھائی شادی پہ آرہے ہیں نا؟" ولید کھانا کھا چکا تھا اس کے پوچھنے پر مسکرا کر سر ہلایا اور نیپکن سے ہاتھ صاف کیے۔

"روشانے کی شادی ہو اور مصطفی نہ آئے ناممکن سی بات ہے۔ میں نے تو ود فیملی ہی انوائٹ کیا ہے دیکھتے ہیں کون کون آتا ہے۔" ولید نے کہا تو وہ سر ہلا کر اٹھ کر برتن سمیٹنے لگی اب مزید بیٹھنا بے کار تھا۔ تبھی روشانے اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔

"تو یہ تم ادھر بیٹھی ہوئی ہو اور میں تمہیں ہر جگہ دیکھ آئی ہوں۔ وہاں باہر ہر کوئی تمہارا پوچھ رہا ہے۔ ساتھ والے گھر سے جو آنٹی آئی ہیں انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہمیں بلا کر انا خود غائب ہوگئی ہے؟" آتے ہی وہ شروع ہوگئی تھی انا مسکرائی۔

"میں بس اب آنے ہی والی تھی۔" خالی برتن سنک پر رکھتے وہ پلٹی۔

"ولی آگئے تھے چائے بھجوا کر ان کو کھانا دینے لگ گئی تھی۔" اس نے کہا تو روشانے نے اپنے بھائی کو دیکھا۔

"آج آپ لیٹ ہوگئے تھے؟" وہ بھائی کے پاس آ بیٹھی تھی۔

"ہاں احسن کی جگہ ایک جگہ میٹنگ میں مجھے جانا پڑ گیا تھا۔" ولید بہت ریلیکس انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

"بابا بھی کئی بار پوچھ چکے تھے۔" روشانے نے اطلاع دی۔

"ہاں انا چائے پلوا رہی ہے۔ وہ پی کر ادھر ہی جا رہا ہوں۔" اس نے کہا تو انا نے گہرا سانس لیتے چولہے کی طرف رخ موڑا۔

"بابا آپ سے کوئی بہت ضروری بات کرنا چاہ رہے تھے بار بار مجھے کہہ چکے تھے کہ جب بھی آپ گھر لوٹیں ان کے پاس بھیج دوں۔" روشانے بھائی کو کہہ رہی تھی۔

"کیا بات کرنی تھی؟" ولید مکمل طور پر بہن کی طرف متوجہ ہوچکا تھا۔

"وہی اسی دن والی۔" روشانے نے لب کے دھیمی آواز میں کہا تو ولید سنجیدہ ہوگیا انا نے پلٹ کر دیکھا۔

"میں کہیں بھاگا تو نہیں جارہا بابا کو آخر جلدی کس بات کی ہے۔" وہ جھنجلایا۔

"مجھے نہیں پتا خود ہی ان کے پاس جاکر پوچھ لیں۔ ویسے بھی آپ نے اس دن بابا کے سامنے اپنی رضامندی ظاہر کردی تھی۔ مجھے تو سمجھ نہیں آرہی ہے کہ آپ کو اعتراض کیا ہے اب۔" پتا نہیں دونوں بہن بھائیوں میں کیا معاملہ تھا انا کچھ خاص نہ سمجھ پائی تھی۔

"لگتا ہے بابا نے کچھ فائنل کردیا ہے وہ شام سے پہلے مجھے کچھ ایسی ہی خبر دے رہے تھے۔" روشانے نے دھیمے سے کہا۔ ولید نے چونک کر دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"چائے پی کر بابا کے پاس چلے جائیں وہ آپ کو بتادیں گے۔"

"لاؤ انا چائے میں بھائی کو دے دوں گی۔ تم اندر جاؤ وہاں وہ سب لوگ تمہیں بلا رہے ہیں۔" بھائی سے کہہ کر وہ انا کے پاس آگئی تھی۔

"رہنے دو۔ ماما نے تمہیں چولہے کے آگے دیکھ لیا تو مجھے سخت ڈانٹ پلائی گی۔ ویسے بھی چائے بس تیار ہی ہے۔" انا کی آواز پر ولید نے اسے پرسوچ نظروں سے بغور دیکھا، چمکتا دمکتا دلکش سراپا نگاہوں کو خیرہ کررہا تھا۔ ولید کے دل و ذہن میں ایک جنگ سی چھڑ گئی۔ انا کے پچھلے تمام رویے اور اپنا ردعمل۔

"لگتا ہے اب اس آنکھ مچولی کے کھیل کو بند کرتے بابا سے دوٹوک فیصلہ کن بات کرنے کا وقت آگیا ہے۔" ولید کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا تھا۔

"یہ لے جائیں۔" وہ اپنی سوچوں میں اس بری طرح غرق تھا کہ انا نے چائے کا مگ اس کے آگے لا رکھا تو وہ چونکا اور پھر مسکرادیا۔

"تھینکس۔" اس نے کہا پر انا بغیر کوئی تاثر دیے پلٹی تو ولید نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا وہ انا کا بدلتا موڈ پوری شدت سے محسوس کررہا تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

فیضان کمرے سے باہر نکلے تو رابعہ کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر چونکے۔

"یہ لڑکی ابھی تک جاگ رہی ہے۔" وہ اس کے کمرے کی طرف چلے آئے۔ دروازہ ادھ کھلا تھا جس کی وجہ سے کمرے کے اندر کی روشنی باہر آرہی تھی۔ انہوں نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کمرے میں ایک بستر پر ثریا بیگم سوئی ہوئی تھیں جبکہ رابعہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلارہی تھی۔

"رابعہ۔" انہوں نے پکارا تو وہ چونکی۔ پلٹ کر ماموں کو دیکھا اور مسکرائی۔

"آئیں ماموں آپ سوئے نہیں۔"

"میں تو سونے لگا تھا باہر نکلا تو تمہارے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر ادھر چلا آیا۔" وہ اندر آگئے تھے۔

"بس یہ تھوڑا سا کام تھا۔ یو ایس بی میں سیف کررہی تھی اور کچھ پرنٹس نکالنے تھے۔" اس نے کہا تو وہ اس کے پاس آرکے۔

"بہت کام کرواتے ہیں تمہارے آفس والے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کل ساری رات بھی تم جاگتی رہی ہو۔"

"نہیں ماموں آفس والے تو گھر کام لانے کی پرمیشن نہیں دیتے یہ تو میری ایک فرینڈ کا کام ہے وہ آج شام گھر آئی

تھی اس کی اسائنمنٹ تھا کہہ رہی تھی کہ تیار کردوں۔ کل اسے ہر حال میں جمع کروانا تھا۔" وہ جلدی جلدی پرنٹ نکال رہی تھی۔ ماموں اسے دیکھے گئے۔

"آپ بیٹھیں نا۔" اس نے قریب پڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ اس کے قریب ہی رکھ کر بیٹھ گئے۔

"آفس کیسا جارہا ہے تمہارا؟ کوئی پریشانی تو نہیں۔" انہوں نے یونہی پوچھ لیا۔

"آفس تو ٹھیک چل رہا ہے مگر ان لوگوں کے چند رولز ایسے ہیں کہ مجھے بڑی سخت ہچکچاہٹ ہورہی ہے۔ جیسے کہ کچھ بھی ہوجائے تمام کام آفس میں ہی مکمل کرنا ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا تو وہ مسکرادیے۔

"یہ تو اچھی بات ہے نا۔ اس طرح گھر کو بھی آفس بنانے کی زحمت سے انسان بچ جاتا ہے۔"

"پتا ہے مجھے ان کے اس رول کا قطعی علم نہ تھا اور کل میں کچھ بہت اہم پیپرز گھر لے آئی تھی۔ آج میٹنگ تھی فاروقی صاحب نے صبح جب مجھ سے پیپرز مانگے تو میرے سارے طوطے اڑ گئے۔ وہ سخت ناراض ہورہے تھے پھر بادیہ کے ہمراہ گھر سے آکر کاغذات لے کر گئی تو جان چھوٹی تھی۔ مجھے نہیں علم تھا میری یہ چھوٹی سی غلطی اتنا بڑا ایشو بن جائے گی وہ تو فاروقی صاحب کے دل میں رحم آگیا کہ انہوں نے بات صرف اپنے تک رکھی تو جان کی خلاصی ہوئی۔ ورنہ تو میں سخت ٹینشن میں آگئی تھی۔" وہ آج کا تازہ ترین واقعہ سنارہی تھی۔ فیضان صاحب نے بڑی دلچسپی سے سنا۔

"ظاہر ہے ہر ادارے کے کچھ رولز ہوتے ہیں۔ خیال رکھا کرو ان رولز کو فالو کیا کرو اسی طرح تجربہ حاصل ہوتا ہے اعتماد آتا ہے۔ ماشاء اللہ ذہین تو تم ہو ہی مگر جو بے پروائی برتتی ہو اس سے کام بگاڑ لیتی ہو۔"

"میں جان بوجھ کر تو کچھ بھی نہیں کرتی۔ بڑی کوشش کرتی ہوں کہ محتاط رہا کروں مگر کہیں نہ کہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے۔" اس کا کام تقریباً مکمل ہوچکا تھا اس نے کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کیا۔

"آپ کدھر تھے جب سے میں آفس سے لوٹی تھی آپ نظر ہی نہیں آئے تھے؟"

"کہیں نہیں بس باہر نکل گیا تھا ویسے ہی۔"

"ماموں سہیل بھائی کی کال آگئی تھی۔ وہ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے تھے مگر پھر ٹال گئے۔ مجھے لگا کہ جیسے وہ کچھ پریشان ہیں۔ امی سے بات کی تھی انہوں نے پھر بھابی سے بھابی کو بتایا تھا کہ ان کے ساتھ جولڑ کا ہوتا ہے نا ابوبکر اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے وہ اسپتال میں ایڈمٹ ہے تو بھائی ہی سب اخراجات کررہے ہیں شاید انہیں کچھ رقم کی ضرورت تھی مگر وہاں کسی سے بھی بندوبست نہیں ہو پایا تو شاید اسی لیے آپ سے بات کرنا چاہتے تھے۔" اس نے تفصیلات بتائی تو وہ فکرمند ہوگئے۔

"اوہ کیسے ہوا ایکسیڈنٹ؟"

"پتا نہیں مجھے تو ٹال گئے تھے بھابی کو ہی سب بتایا تھا۔"

"بڑا نیک اور سلجھا ہوا لڑکا تھا یہ ابوبکر بھی پچھلی بار جب وہ چھٹی پر پاکستان آیا تھا تو سہیل کا کچھ سامان لے کر گھر بھی آیا تھا تم تو نہیں ملی تھیں مگر ہم سب سے ملا تھا بہت ہی نیک لڑکا ہے وہ تو...... اللہ خیر کرے...... نجانے کن ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور پردیس میں تو اپنے اور بھی شدت سے یاد آتے ہیں۔" وہ ایک دم فکرمند ہوگئے تھے۔

"میں کال کرتا ہوں ایسے عالم میں تو جتنی بھی رقم ہو کم لگتی ہے۔ میرے وہاں کچھ جاننے والے ہیں سہیل سے کہتا ہوں ان سے رابطہ کرے۔ ان سے تو اسے ضرور رقم مل جائے گی۔" وہ فوراً متفکر ہوکر اٹھنے لگے تو رابعہ نے انہیں بغور دیکھا۔

"ماموں کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ آپ جو نظر آتے ہیں آپ وہ ہیں نہیں۔ نجانے کیوں مجھے کبھی کبھار عجیب وغریب

سے وہم ستاتے ہیں۔" فیضان صاحب جو اٹھ کر جانے لگے تھے ایک دم پلٹ کر اسے دیکھنے لگے۔

"پاگل ہو تم تو؟" وہ مسکرا دیے۔

"آپ اور امی اکثر چھپکے چھپکے کیا باتیں کرتے رہتے ہیں؟" اس نے ایک نیا سوال کیا تو وہ کھل کر ہنس دیے۔

"تمہاری ماں تمہاری طرف سے خاصی فکر مند رہتی ہے۔ اسی فکر میں رہتی کہیں کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر تمہیں اپنے گھر بار کا کر دوں۔"

"ماموں۔" ماموں کے الفاظ پر اس نے ایک دم منہ بنایا۔

"مجھے ٹال رہے ہیں؟"

"اچھا بتائیں سہیل بھائی کو آپ نے باہر بھجوایا تھا تب تو ہمارے حالات بہت خراب تھے نا تو پھر آپ نے یہ سارے انتظامات کہاں سے کیے تھے۔ نا صرف بھائی کو باہر بھجوایا بلکہ وہاں کام کا بھی بندوبست کروا دیا تھا؟"

"بیٹا میرے کچھ جاننے والے وہاں کے رہنے والے تھے بس ان سے رابطہ کیا اور تمام انتظامات ان لوگوں نے ہی کیے تھے۔ ہمارے پاس اتنا پیسہ کہاں تھا کہ ہم خود کچھ کرتے۔" ماموں نے رسانیت سے کہا تو وہ انہیں بغور دیکھنے لگی۔

"میں نے سہیل بھائی کی باتوں سے اندازہ لگایا ہے کہ جیسے آپ کی وہاں کچھ پراپرٹی تھی جواب سہیل بھائی کے پاس ہے۔"

"میری پراپرٹی؟ حد ہوتی ہے قیاس آرائی کی بھی بیٹا میں تو ساری عمر اپنے گھر اور پھر اس علاقے سے باہر نہیں نکلا وہاں سات سمندر پار کیسے جا سکتا تھا اور پھر پراپرٹی بھی بنانا' نجانے تم کیا کیا سوچتی رہتی ہو۔" انہوں نے قدرے ہنس کر کہا تو وہ ٹھٹکی۔

"تو پھر جو بھی آپ نے کہا کچھ جاننے والوں سے سہیل بھائی کو رابطہ کرنے کا کہتا ہوں تو ان لوگوں سے آپ کے کیا ریلیشن ہیں آپ کے تعلقات ان لوگوں سے کیسے بن گئے پھر؟ جبکہ بقول آپ کے کہ آپ اس علاقے سے باہر بھی نہیں نکلے کبھی۔" اب کے فیضان صاحب نے بغور اسے دیکھا۔

"تمہاری والدہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں کہ تم ہر بات کی کھال اتارتی ہو۔" انہوں نے کہا تو وہ ہنس دی۔

"نہیں خیر ہر بات کی تو نہیں اتارتی مگر صرف ان باتوں کی جو مجھے متجسس کر دیتی ہیں۔" وہ ہلکا سا مسکرا دیے۔

"ماموں ایک بات کہوں؟" وہ پلٹنے لگے تو اس نے پھر کہا وہ رک گئے۔ سوالیہ نظروں سے رابعہ کو دیکھا۔

"آپ ماشاء اللہ اتنے ہینڈسم ہیں آج بھی لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں لڑکیاں تو دیکھ کر ہی آپ پر مر مٹنے کو تیار ہو جائیں گی اتنے شاندار اس قدر قابل پھر آپ نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟" ایک تو یہ رابعہ اور اس کے یہ سوالات انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم واقعی بہت الٹا سیدھا سوچنے اور بولنے لگ گئی ہو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ تمہاری والدہ کے مشورے پر عمل کرنے میں اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔" انہوں نے بہت سنجیدگی سے کہا تو رابعہ بس دیکھ کر رہ گئی۔ وہ جب بھی ایسی کوئی بات کرتی تھی ان کا رویہ ایک دم بے انتہا سنجیدہ دو ٹوک اور قطعی ہو جاتا تھا۔

"آپ نے ساری زندگی ہم لوگوں پر ضائع کر دی کیا کبھی بھی آپ کے دل میں خیال نہیں آیا کہ آپ کی بھی بیوی اور بچے ہوتے؟"

"رابعہ......؟" کچھ توقف کے بعد اس نے پھر کہا تو ماموں نے اسے ایک دم ٹوک دیا۔

"اوکے ٹھیک ہے اب کچھ نہیں کہتی بس آپ اپنا موڈ ٹھیک کریں۔" ماموں کے ٹوکنے پر اس نے ایک دم مسکرا کر کہا

بھیگا ہوا دل

بھیگے ہوئے موسم کی شوخ ادائیں
برستی ہوئی بوندوں کی ہے بے خودی
فلک سے برستا لمحہ بہ لمحہ
روح کو شاد کرتا
بھیگے ہوئے بادل کا پانی
مجھے خبر تھی......
پسند ہیں تم کو یہ سارے مناظر
بھیگی باتیں، بھیگی پلکیں
برستی ساعتیں بولتی سانسیں
تو دیکھ لو آج پلٹ کر اک بار
میں نے خود کو خود میں چھپا کر کہیں
بہت دور خود میں مدفن کیا ہے
اک تمہاری چاہ کی خاطر
خواب زندگی پلکوں سے چھین کر
رتجگوں کے آنسوؤں سے بھرے عذاب لمحے
سراب لمحے......
انہی آنکھوں کو دان کیے ہیں
کیونکہ خبر تھی مجھ کو
پسند ہیں تم کو
بھیگے لمحے
بھیگی باتیں......

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

تو ماموں ایک گہرا سانس لے کر رہ گئے۔

"میں سہیل کو کال کرتا ہوں اور تم بھی اب سب سمیٹ کر سونے کی تیاری کرو صبح آفس بھی جانا ہے تمہیں۔" وہ اسے سنجیدگی سے کہتے باہر نکل گئے۔

❀......❀......❀

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا بابا کو کتاب پڑھتے پایا۔

"السلام علیکم۔" ضیاء صاحب نے کتاب سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وعلیکم السلام آؤ میں کافی دیر سے روشی سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔"

"جی ابھی روشی نے بتایا تھا آپ سنائیں طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ ان کے پاس بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔

"الحمدللہ تم آج لیٹ آئے ہو۔" انہوں نے کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھ دی۔

"بس احسن کا کچھ کام تھا وہ تو جلدی آ گیا تھا سو میں مکمل کر کے ہی آیا ہوں۔"

"میں نے تم سے اس دن ایک بات کی تھی میں چاہتا ہوں کہ اب روشی کی مہندی کے فنکشن کے دوران ہی تم دونوں کی منگنی کی رسم بھی کر دوں۔" بابا نے براہ راست کہا تو وہ چونکا۔

"اتنی جلدی کیا ہے؟" وہ ایک دم سنجیدہ ہوا۔

"تمہیں جلدی نہیں ہے مگر مجھے تو ہے نا زندگی کا کیا بھروسہ کب دغا دے جائے۔" ان کا انداز بھی ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"خوامخواہ کے خدشے پالنے کی قطعی ضرورت نہیں اور پلیز بابا جان ابھی میں ایسے کسی بھی جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتا۔" بابا نے بغور اسے دیکھا ولید کا انداز انہیں عجیب سا لگا۔

"تمہیں انا پسند نہیں ہے کیا؟" ان کے انداز میں ایک دم ڈھیروں خدشے آ ٹھہرے۔

"نہیں بابا...... ایسی بات نہیں...... وہ ایک اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے کچھ حد تک جذباتی ہے مگر ناپسندیدگی والی

بات قطعی نہیں۔"

"تو پھر......؟" بابا اب کے مکمل طور پر سنجیدہ ہوئے تھے۔

"پتا نہیں بابا کبھی کبھار میں بہت الجھ جاتا ہوں کچھ دھندلے سے نقوش ادھوری سی یادیں دل و دماغ کو عجیب طرح سے الجھانے لگتی ہیں اور ایسے میں لگتا ہے کہ جیسے کہیں کوئی بہت بڑا اسرار پوشیدہ ہے بابا روشی کی شادی اور اب آپ کا فیصلہ مجھے بہت الجھانے لگا ہے۔" ضیاء صاحب نے بہت چونک کر اسے دیکھا۔ وہ واقعی الجھا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک دم اس کا ہاتھ تھاما۔

"تم ایسا کیوں سوچتے ہو؟ میں تمہارا باپ ہوں کیا میں تم لوگوں کے حق میں کچھ غلط کرسکتا ہوں۔" ولید نے انہیں بغور دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرادیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں مگر میں عجلت میں کوئی بھی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ پلیز ابھی آپ اس کے لیے مجھے فورس مت کریں۔"

"مگر میں تو اب صبوحی سے بات کرچکا ہوں۔ اس دن تم نے رضامندی دی تھی تو مجھے یہی لگا تھا اب تمہیں انکار نہیں۔" بابا کے الفاظ پر ولید ٹھٹکا۔

"اف...... کیا کہا آپ نے پھوپو سے۔"

"انا کے لیے صبوحی کی کوئی دوست اپنے بیٹے کا آج رشتہ لے کر آئی تھی تب صبوحی نے مجھ سے بات کی صبوحی میری چپ اور تمہارے ٹال مٹول سے شاید یہ سمجھی تھی کہ ہمارا ارادہ رشتہ کرنے کا نہیں۔ سو وہ سنجیدگی کے ساتھ دوسرے سلسلے پر سوچ رہی تھی۔ پھر میں نے صبوحی سے بات کرکے مہندی والے دن منگنی کا فنکشن فائنل کیا۔ وہ ہماری بچی ہے اور ہمارے ہوتے ہوئے باہر کیسے چلی جائے۔"

"اف...... آپ مجھ سے پہلے پوچھ تو لیتے۔" وہ اچھا خاصا الجھ گیا۔

"تم نے اس دن رضامندی دی تو مجھے لگا کہ تمہیں اب انکار نہیں ہوگا۔" بابا نے سادہ سے انداز میں کہا تو وہ بالکل خاموش ہوگیا۔ ضیاء صاحب نے اسے بغور دیکھا۔

"اگر تم راضی نہیں تو میں انکار کردیتا ہوں۔" ولید کے انداز پر ان کا لہجہ ایک دم دھیما پڑا۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اب تو آپ فائنل کرچکے ہیں۔"

"تم راضی نہیں ہو تو یہ رشتہ بھلا کیوں کر کیا جاسکتا ہے۔" بابا کا لہجہ بہت شکست خوردہ ہوگیا تھا۔

"میں صبوحی کو انکار کردوں گا۔" "تم دونوں بھائی بہن میری زندگی کا حاصل ہو میں تم دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم شاد و آباد دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرا کیا ہے آج مرجاؤں تو کل دوسرا دن زندگی تو تم لوگوں نے ہی گزارنی ہے۔ ابھی تو بات میرے صبوحی اور وقار کے درمیان ہی ہے۔" بابا کا لہجہ ایک دم آزردہ ہوا تھا۔ ولید کے اندر ایک تاسف نے سر اٹھایا۔

"ایم سوری بابا میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ آپ کا ہر فیصلہ میرے لیے مقدم ہے۔ مگر میں اندر سے مطمئن نہیں ہوں اس فیصلے سے۔" اس نے ضیاء صاحب کا ہاتھ تھام کر چوما تو وہ دھیرے سے مسکرائے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے تمہاری خوشی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے اگر تم میری بات کا مان رکھو گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ میں صبوحی سے بات کرچکا ہوں اب ان دنوں میاں بیوی کو انکار کرتا ہوں تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔" باباجان کے الفاظ پر وہ کتنی تا دیر تک گم صم رہا اور پھر ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

شازیہ اختر

سویٹ آنچل فرینڈز اور قارئین کو میرا پُرخلوص سلام قبول ہو جی تو میرا نام شازیہ اختر ہے سب گھر والے اور دوست پیار سے شازی کہتے ہیں لیکن بھائیوں نے میرے عجیب سے نام رکھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ان سے لڑ پڑتی ہوں چھ جون کو اس دنیا میں انٹری دی اب آتے ہیں اپنی خامیوں اور خوبیوں کی طرف' کچھ خاص تو نہیں لیکن جو ہیں وہ بتا دیتی ہوں مجھے دوست بنانا بہت اچھا لگتا ہے نماز پابندی سے پڑھتی ہوں اور سب کو نماز پڑھنے کے لیے بھی کہتی ہوں کسی کو ناراض نہیں دیکھ سکتی اگر کوئی ناراض ہو بھی جائے تو خود پہل کرتی ہوں اس کو منانے میں چاہے غلطی اسی کی کیوں نہ ہو اب آتے ہیں خامیوں کی طرف غصہ بہت جلدی آجاتا ہے لیکن جتنا جلدی آتا ہے اتنی جلدی اتر بھی جاتا ہے جو دل میں بات ہو وہ منہ پر کہہ دیتی ہوں میری تعلیم کچھ خاص نہیں ہے پڑھنے کا تو بہت شوق تھا لیکن پڑھ نہ سکی (واہ ری قسمت) آنچل سے وابستگی کافی عرصے سے ہے پہلے مانگ کر گزارہ کرتے تھے لیکن اب اپنا منگوا لیتے ہیں اب کچھ تعارف گھر والوں کا ہو جائے ہم چھ بہن بھائی ہیں دو بہنیں اور چار بھائی۔ میں سب سے چھوٹی ہوں اور چھوٹی ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھاتی ہوں میں جہاں جاتی ہوں ہر کسی کو دوست بنا لیتی ہوں دوستوں کی لسٹ بہت لمبی ہے لیکن کچھ کے نام لکھ رہی ہوں نرگس شاہین جو کہ میری بیسٹ فرینڈ اور بہت اچھی رازداں ہے۔ عظمیٰ اختیار خصہ شمائلہ جویریہ شمشاد جو بھابی ہونے کے ساتھ ساتھ نند بھی ہے مجھے رنگوں میں وائٹ اور پنک کلر بہت پسند ہے۔ بارش میں بھیگنا بہت اچھا لگتا ہے میرا تعلق ضلع چکوال کے گاؤں نور پور سے ہے مجھے شاعری سے بے حد لگاؤ ہے پڑھتی بھی ہوں اور لکھتی بھی ہوں (بقول نرگس کے) تمہارا انتخاب بہت اچھا ہوتا ہے۔ شاعروں میں نازیہ کنول اور وصی شاہ بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی، عشنا کوثر، عظمیٰ افتخار، سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں کاش میں بھی رائٹر بن سکتی۔ مجھے کھانا پکانا بہت اچھا لگتا ہے لیکن پکاتی بھی ہوں' کھانا جو بھی پکا ہو کھا لیتی ہوں۔ میری پسندیدہ شخصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں اپنے امی ابو سے بھی بہت پیار کرتی ہوں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے (آمین) خصوصاً اپنے کیوٹ سے بھتیجے معاویہ اور بھتیجی حمنہ احمد میں تو میری جان ہے جب وہ مجھے پھوپو کہہ کر بلاتے ہیں تو مجھے ان پر بہت پیار آتا ہے میں چاہتی ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا کام کرکے جاؤں کہ زمانہ میری مثال دے۔ اللہ حافظ۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی' مگر جو بھی کریں وہ بس رسمی سا ہو میرا مطلب ہے کہ زیادہ دھوم دھڑکا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" بابا ہلکا سا مسکرادیے۔

"خوش رہو...... جیتے رہو۔" ولید نے محض سر ہلایا۔ بابا نے جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

"ایک بات بتاؤ ولی تمہیں انا پسند نہیں ہے کیا؟ میں نے بہت بار نوٹ کیا ہے کہ جب بھی کوئی ایسی بات ہوتی ہے تمہارا رویہ بہت تبدیل ہوجاتا ہے مگر عام روٹین میں تمہارا انا کے ساتھ رویہ قابل گرفت نہیں ہے خاصا دوستانہ ہوتا ہے۔" بابا کی بات پر وہ قدرے چونک کر سیدھا ہوا۔

"ایسی کوئی بات نہیں' بس فی الحال اس رشتے کے حق میں نہیں ہوں تو اس لیے بھی میرے انکار سے آپ کو ایسا فیل ہوا۔"

"میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ انا تمہارے بارے میں خاصی پوزیسو ہے شاید پسند بھی کرتی ہے تمہیں۔ ہوسکتا ہے وہ تمہارے اور اپنے اس رشتے کے سلسلے سے باخبر ہو اور اسی لیے خاص خیال رکھتی ہو۔" بابا نے اب کے مسکرا کر دوستانہ انداز میں کہا تو ولید چونکا۔

"آپ کو یہ کیسے اندازہ ہوا؟"

"تم لوگ میرے سامنے کے بچے ہو ایک عمر گزاری ہے میں نے۔ انا جیسی سادہ مزاج لڑکی تو ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ کوئی بھی انسان جو ذرا دھیان دے تو فوراً نوٹ کرسکتا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم بھی نوٹ کرچکے

ہو کہ آج کل اس کے دم بدم بدلتے رویوں اور مسلسل خاموش طبیعت کا اصل محرک کیا ہے؟'' بابا نے مسکرا کر کہا تو ولید نے سر جھٹکا۔

''آپ کو غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے؟'' اس نے بات ٹالنا چاہی۔

''میں نے ایک عمر گزاری ہے آج اس مقام پر ہوں تو ایک طویل جدوجہد پر مبنی زندگی کے بعد یہ سب حاصل کر پایا ہوں۔ نہ میری نظر کمزور ہے اور نہ ہی ابھی میں اتنا سٹھیا ہوں کہ سامنے کی بات نہ سمجھ سکوں۔'' ان کے الفاظ پر ولید خاموش ہی رہا تھا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم انا کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔'' انہوں نے محبت سے کہتے اس کے بال بکھیرے۔

''وہ بہت پیاری بچی ہے اور مجھے وہ شروع دن سے ہی تمہارے لیے پسند تھی۔ شادی تو جب تم کہو گے کریں گے مگر رشتہ طے کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے نا۔''

''اور انا اس سے بھی کسی نے پوچھا کہ نہیں؟''

''یہ تو صبوحی ہی جانتی ہو گی اس معاملے میں مجھے علم نہیں۔''

''ہم......'' ولید نے ہنکارا بھرا تبھی اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔ ولید نے پاکٹ سے موبائل نکال کر اسکرین دیکھی۔ نا معلوم مگر کچھ کچھ مانوس سا نمبر تھا ولید کو دو سیکنڈ لگے تھے نمبر پہنچاننے میں۔

''کون ہے؟'' اس نے جیسے ہی کال ڈسکنیکٹ کی بابا نے پوچھا۔

''پتا نہیں کوئی رانگ نمبر ہے۔'' اس نے ٹالا تبھی دوبارا موبائل بجنے لگا۔

''سن لو شاید کوئی جاننے والا ہی ہو۔'' وہ دوبارہ کال کاٹنے لگا تھا جب بابا نے کہا اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''آپ نے مجھ سے کوئی اور بات تو نہیں کرنی اس سلسلہ میں۔'' بستر سے اٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''نہیں...... بس یہی پوچھنا تھا۔''

''او کے پھر میں چلتا ہوں۔'' کال مسلسل آ رہی تھی وہ بابا کو عجلت میں کہہ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

''ہیلو۔'' اس نے کال پک کی۔

''کہاں تھے آپ؟ میں جب بھی کال کرتی ہوں آپ پک ہی نہیں کرتے۔'' دوسری طرف وہی تھی۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

''آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟''

''کیا آپ سے بات کرنے کے لیے کسی کام کا ہونا ضروری ہے۔'' دوسری طرف وہ لڑکی خاصی حاضر دماغ تھی۔ ولید ہلکا سا مسکرایا۔

''اچھا جواب ہے مگر مس کاشفہ صاحبہ مجھ جیسے انجان شخص سے آپ کی کوئی اتنی گہری رشتہ داری بھی نہیں کہ آپ دن میں کوئی دس دس بار کال کرتی پھریں۔''

''شکر ہے ہر بار کی طرح اس بار مجھے اپنا تعارف نہیں کروانا پڑا ہے اور رہ گئی رشتہ داری کی بات تو آج کے دور میں کسی سے بھی رشتہ داری بناتے کون سا دیر لگتی ہے بس مزاج ملنا چاہیں۔'' وہ لڑکی خاصا مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

''پھر تو آپ کو یہ جان کر خاصا افسوس ہوگا کہ ہمارے مزاج قطعی نہیں ملتے' ایک فیصد بھی نہیں۔'' ولید راہداری کا دروازہ عبور کرتے انا والے حصے میں آ کر بالکونی میں آ کھڑا ہو گیا۔ نیچے لاؤنج کا منظر واضح تھا۔ ڈھیر سارے چہرے ڈھولک کی لے پر گیت اور شور۔

غزل

تقاضے وقت کے وہ لوگ سب نبھاتے ہیں
مصیبتوں میں ہمیشہ جو مسکراتے ہیں
انہیں تو زخم کے سہنے کی پڑ گئی عادت
جو پھول چھوڑ کے کانٹوں سے دل لگاتے ہیں
جو اپنے سینے میں رکھتے ہیں عشق منصوری
کسی کے سامنے وہ سر کہاں جھکاتے ہیں
سنبھل سنبھل کے اٹھاتے ہیں جو قدم اپنے
جہانِ زیست میں وہ کب فریب کھاتے ہیں
جو اپنے سینے میں رکھتے ہیں پال کر پتھر
وہ لوگ جانے کیوں شیشوں کے گھر بناتے ہیں
وہ جن کی باتوں سے جھڑتے ہیں پھول اے راغب
وہی چراغ محبت سدا جلاتے ہیں

راغب عثمانی کیانی......راولپنڈی

''آپ مزاج ملنے پر آمادہ تو ہوں پھر دیکھتے ہیں کہ کیسے نہیں ملتے۔ آپ کی طرف بہت شور برپا ہے کیا کوئی پرابلم ہے؟'' اس لڑکی کی حسیات شاید بہت شارپ تھیں فوراً نوٹ کر کے پوچھنے لگی تھی۔

''نہیں گھر میں شادی کا فنکشن ہے تو اسی سلسلے کا ہنگامہ ہے۔'' ولید نے نیچے ڈھولک کے اردگرد بیٹھے چہروں پر نگاہ ڈالی۔

تبھی انا کا مسکراتا چہرہ اس کی نگاہوں کی گرفت میں آیا تھا۔ تالی بجاتی وہ نجانے کس بات پر مسکرائی تھی' ایک پل کو ولید کی نگاہ اس کے چہرے پر جم سی گئی تھی۔ بے بی پنک لباس میں اس کا وجود بڑا خیرہ کن لگ رہا تھا۔ ایک عجیب سی چمک دمک تھی آج اس کے وجود میں اور اٹھتی گرتی پلکوں کا رقص بھی کچھ بڑا ہی سحر انگیز تھا۔ انا کے لیے صبوحی کی امی اپنے بیٹے کے بیٹے کا آج رشتہ لے کر آئی تھی۔'' اسے اپنے کانوں میں کچھ دیر قبل کہے بابا کے الفاظ گونجتے محسوس ہوئے۔

''ہیلو...... کہاں کھو گئے' کیا ہوا؟'' دوسری طرف موجود لڑکی کہہ رہی تھی اور ولید کی نگاہ مسکراتے سحر انگیز وجود پر ٹھہری گئی تھی۔

''تب صبوحی نے مجھ سے بات کی' صبوحی میری چپ اور تمہارے ٹال مٹول سے شاید یہ سمجھی تھی کہ ہمارا ارادہ رشتہ کرنے کا نہیں ہے سو وہ سنجیدگی کے ساتھ دوسرے رشتے پر سوچ رہی تھی۔'' ولید کی نگاہوں کے انا کا مسکراتا چہرہ تھا۔

''تو محترمہ! اس قدر اہتمام سے آج اس لیے تیار ہوئی تھیں۔''

''ہیلو ولید! کیا تم مجھے سن رہے ہو۔'' دوسری طرف موجود لڑکی پکار رہی تھی ولید نے اپنی مکمل توجہ اس جانب مبذول کی۔

''میں سن رہا ہوں' کیا کہہ رہی تھیں آپ؟''

''کس کی شادی ہو رہی ہے؟'' دوسری طرف موجود لڑکی نے پوچھا۔

''میری سسٹر کی۔''

"اوہ۔" لڑکی نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"آپ کے گھر میں اور کون کون ہے؟"

"میری بہن میرے والد اور پھوپو کی فیملی۔" ولید نے اب بھی گاہے بگاہے انا کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا آپ کی پھوپو کی فیملی بھی آپ لوگوں کے ساتھ رہتی ہے؟"

"نہیں ہم لوگ ان کے ساتھ رہتے ہیں۔" انا نے یونہی تالیاں بجاتے سر اٹھا کر دیکھا تبھی وہ چونک سی گئی تھی ولید مکمل توجہ سے اسے ہی دیکھ رہا تھا وہ ایک پل کو ٹھٹکی تھی۔ اس نے گھبرا کر اطراف میں دیکھا اور پھر ولید کو وہ ریلنگ پر جھکتے ہوئے مسکرائے۔

"کیوں؟" دوسری طرف کاشفہ نے پوچھا تھا۔

"اس لیے کہ ہم کمبائن فیملی میں رہتے ہیں۔"

"اوہ......" انا نے ولید کی مسکراہٹ کو خاصا حیران ہو کر دیکھا تھا۔

"آپ کی پھوپو کی فیملی میں اور کون کون شامل ہے؟"

"میری پھوپو ان کے شوہر بیٹا اور بیٹی۔"

انا اب دوبارہ تالیاں بجا رہی تھی مگر اس کے انداز میں اب اطمینان مفقود تھا وہ پل پل بعد کبھی چہرے پر آئی لٹ کو سمیٹ رہی تھی تو کبھی دوپٹہ درست کر رہی تھی پھر اس نے بہت اکتا کر ہاتھ جھولی میں رکھتے ولید کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ابھی بھی مکمل توجہ سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر پھر مسکرایا تھا۔ انا کی آنکھوں میں اک خفگی سی در آئی۔

"اوکے خاتون میری فیملی مجھے بلا رہی ہے پھر بات ہوگی۔" انا نے روشانے کی طرف رخ موڑ لیا تھا جو پاس ہی براجمان تھی۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اوکے پھر کب؟"

"دیکھیے کب موقع ملتا ہے اصل میں میری سسٹر کی شادی ہے تو میں ادھر بزی ہوں آج کل۔"

"ہمیں شادی پر نہیں بلوائیں گے آپ؟" کاشفہ نے خاصی بے تکلفی سے کہا۔

"آپ شامل ہونا چاہیں گی۔" ولید نے مروتاً کہا۔

"کیوں نہیں، کس دن ہے فنکشن؟"

"میں آپ کو کارڈ بھجوا دوں گا پھر۔" اب دیگر خواتین بھی اسے دیکھ چکی تھیں۔ کچھ لڑکیاں تو پلٹ پلٹ کر دیکھنا شروع ہوئیں تو ولید کو مزید یہاں اپنا کھڑے رہنا اچھا نہ لگا وہ فوراً وہاں سے پلٹا تھا۔

"میں انتظار کروں گی۔"

"اوکے پھر بات ہوگی اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" ولید نے کال بند کر کے موبائل اپنی جیب میں رکھا اور پھر پھوپو والے حصے کی طرف جانے کی بجائے کچھ سوچتے وہ واپس اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

نشانِ منزل کا ان آنکھوں کو ہم بتلا بھی سکتے تھے
جو دل رشتہ بدل لیتا اُسے سمجھا بھی سکتے ہیں
نہ جانے کس لیے اقرار کرنے میں لگیں صدیاں
ذرا سا کام تھا پل بھر میں وہ کروا بھی سکتے تھے

"دیکھ کر نہیں چل سکتی ہو کیا؟" کرخت، بے لچک اور انتہائی جھنجلائی ہوئی آواز پر اس نے نیم وا آنکھوں کو پوری طرح کھولا۔ بمشکل حواس میں آتے ہوئے اس نے اس کو بغور دیکھا تھا۔ سن گلاسز لگائے بلیک فٹنگ والی شرٹ اور بلیک ہی جینز سوٹ کیس کو ہاتھ میں پکڑے وہ غصیلی نظروں سے اس کو گھور رہا تھا اور وہ آنکھیں سکیڑے اس کو دیکھے جارہی تھی۔ جس کو وہ دیوار سمجھ رہی تھی درحقیقت وہ ایک بہت ہینڈسم انسان تھا کڑے تیوروں، غصیلی نظروں اور تلخ کلامی کے باوجود اس لمحے وہ اس کی لک سے ایمپریس ہورہی تھی۔

"اف تم مٹی کے بنے انسان ہو یا آئرن مین؟ حد ہوتی ہے مضبوطی کی بھی تھوڑی سی نزاکت تو ہونی چاہیے ناں بندے میں کہ جب کوئی ٹکرائے تو وہ ہوش میں رہے اور یہ نہ سمجھے کہ اس کا سر دیوار سے جا ٹکرایا ہے۔" دوسرے پل وہ اس کی خشمگیں نظروں سے جھانکتی ناگواری کو محسوس کرتے ہوئے جھنجلا کر قدرے روڈ لہجے میں بولی۔

"واہ بھئی یہ بھی خوب رہی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ غلطی خود کرو اور الزام دوسروں کو......" وہ بغور اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایکسکیوزمی مسٹر، غلطی تو آپ کی بھی ہے ناں شام کے وقت کالا چشمہ کون پہنتا ہے؟ اگر نہ پہنا ہوتا تو آپ کو بھی نظر آتا ناں کہ میں آرہی ہوں؟ اف میرا سر......" دوسرے لمحے وہ واپس اسی جھنجلاہٹ میں لوٹ آئی تھی۔ ماتھے پر رکھے ہاتھ کو ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

"یعنی کہ چت بھی میری پٹ بھی میری۔ کیا کہنے بھئی۔" وہ اس کی پیشانی پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

"تو کوئی اپنی آنکھیں کھول کر کیوں نہ چلے کہ کسی سے ٹکرائے ہی نہ اور یہ کون سا طریقہ ہے یوں سرِ راہ گانے گا گا کر چلنا لاپروائی اور پھوہڑپن کی بھی حد ہوتی ہے، دنیا بھی کیسے کیسے لوگوں سے بھری پڑی ہے، نہ بات کرنے کا ڈھنگ نہ چلنے کا سلیقہ......؟" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اس کو مزید القاب سے نوازا گیا۔ جس نے اس کی تیوریوں میں اضافہ کیا۔

"واٹ؟ بات کرنے کا ڈھنگ خود سیکھو پہلے مسٹر پھر یہ لیکچر دینا۔" اس نے اس کے طرزِ تخاطب پر چوٹ کی تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"ایکسکیوزمی میں ذرا جلدی میں ہوں۔ ناؤ بائے...... اور ہاں نیکسٹ ٹائم آنکھیں کھول کر چلنا۔" متبسم چہرے کے ساتھ کہتا وہ اس کو زچ کرتا آگے بڑھنے لگا۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ ایک بار پھر اس کے سامنے کھڑی ہوئی نجانے کیوں وہ لہجہ اس کو جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"جس ڈھنگ اور سلیقہ کی آپ بات کررہے ہیں کیا وہ آپ کے پاس بھی ہے؟" سپاٹ لہجے میں اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ اعتماد سے بولی۔

"نہیں مجھ میں بھی نہیں ہے یہ سلیقہ اور ڈھنگ۔" کڑواہٹ بھرے لہجے میں بولتا دائیں ہاتھ سے اس کو سائیڈ پر کیا۔ تو اس لمس پر لمحہ بھر کو وہ چونک اٹھی۔

"اور ہاں...... ویلکم ٹو پاکستان۔" وہ یک دم واپس پلٹا۔ کشش ہونقوں کی طرح اس کو دیکھے جارہی تھی۔

"میرسب اقبال عالمگیر۔" اس کے چہرے پر پہچان کی کوئی رمق نہ ابھری تو تاب کے وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا۔

"تم اپنے لیے نہ سہی لیکن میرے لیے اتنی ہی ضروری ہو جتنی کہ میری یہ سانسیں۔" دوسرے پل اس کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی، یہ سرگوشی ایک بار پھر گونج اٹھی وہ کنفیوز نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہیلو......! میں کوئی جن بھوت ہوں کیا جو یوں سکتے میں آگئی ہو؟" اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔ میرسب اس کے ردعمل پر حیران رہ گیا۔

"نن...... نہیں...... بب...... بٹ...... مم...... میں نے آ...... آپ کو خواب میں دیکھا تھا۔" اٹک اٹک کر وہ بمشکل کہہ پائی۔

"اچھا...... پھر پہچانا کیوں نہیں؟" وہ سرسری سے لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

"وہاں تو آپ بہت ڈفرنٹ لگ رہے تھے۔" وہ بے دھیانی میں بولی۔

"وہ کیسے؟"

"وہ...... وہ...... تو مجھے نہیں پتہ......" ہاتھ مروڑتی وہ نظریں جھکائے بولی۔ اس لمحے وہ خود بھی اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔ اور اپنی بوکھلاہٹ پر مسلسل خود کو کوس رہی تھی۔

"اوکے پھر ملاقات ہوگی۔" اس کی بے سر پیر کی باتوں سے اکتا کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے اوجھل ہوگیا۔

"جلاد صیاد...... اوئو......" دوسرے پل اس نے اپنے آپ کو سرزنش کی۔

"ہائے میرا سر......" سر پکڑ کر اب وہ دوبارہ کراہنے لگی۔ چند پل وہیں کھڑی رہی اور پھر سعید کے گھر کی طرف بڑھ گئی۔

...... ❀ ......

راہداری سے گزرتے ہوئے یک دم ہی وہ ندا کی طرف بڑھ گئی کہ اس کا بھی حال احوال پوچھ لے۔

"ندا؟ کیا ہوا یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" کشش حسب عادت دائیں بائیں دیکھتی بے پروائی سے اپنے دھیان میں چلی جارہی تھی۔ جوں ہی وہ گیٹ عبور کرکے اندر داخل ہوئی سائیڈ پر بنے کچے فرش پر بیٹھی ندا پر نظر پڑی تو تیز تیز قدموں سے چلتی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو، سر درد کیسا ہے اب؟" اس کے پاس بیٹھتے ہوئے وہ فکر مندانہ لہجے میں اس سے استفسار کررہی تھی۔

"ارے...... ارے یہاں کیوں بیٹھ گئی ہو؟ اٹھو اندر چلو......" ندا نے اس کو نیچے بیٹھتے دیکھا تو مروتاً بولی۔

"کوئی بات نہیں، یہیں ٹھیک ہے، ویسے یہ اتنا تکلف کس خوشی میں نبھایا جارہا ہے؟" کشش اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں، یہ جگہ صاف نہیں تو میں......"

"صاف نہیں تو کیا ہوا تم بھی تو بیٹھی ہو ناں میں نہیں بیٹھ سکتی کیا؟" کشش اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بولی۔

"ہاں ہاں بیٹھ کیوں نہیں سکتی۔"

"تم یہ بتاؤ کہ یہ آنکھوں میں لالی طبیعت خرابی کی وجہ سے ہے یا نیند نہ پوری ہونے کی وجہ سے۔" کشش اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی فرش پر بکھری کنکریوں کو ہاتھ میں بھر کر ہوا میں اچھالتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی، تو ندا نے اس کی طرف بغور دیکھا نجانے کیوں ندا کو کشش سے ایک خاص انسیت تھی، دوری کے باوجود ان دونوں میں خوب دوستی تھی اور شاید اس کی وجہ کشش کی نیچر تھی، شوخ و شنگ سی، انوکھے خوابوں کے پیچھے بھاگنے والی، غیر سنجیدہ نیچر کے باوجود دوسروں کی تکلیف اور ایموشنز کو سمجھنے والی کشش بہت جلدی دوسروں کے دل میں اتر کر وہاں ڈیرے جمالیتی تھی، اس کے برعکس ندا اپنی سنجیدگی اور سمجھداری کی بنا پر دوسروں کو ایمپریس کرلیتی تھی لیکن

دونوں اپنے اپنے طریقے سے اپنے اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے جنونی تھیں اور یہی انڈر اسٹینڈنگ ان کی دوستی کی ڈور کو مضبوطی سے باندھے ہوئے تھی لیکن آج نجانے کیوں ندا کو کشش سے بیزاریت محسوس ہو رہی تھی اور اس لمحے ندا کو کشش کی موجودگی گراں گزر رہی تھی وہ جبری مسکان سے کام لے رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" کشش نے اس کو یوں اپنی طرف دیکھتا پا کر سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"کچھ نہیں غلط ٹائم پر سو کر طبیعت خراب کرلی اب بس سستی ہے۔" ندا بکھرے بالوں کو سمیٹ کر دوبارہ کیچر میں قید کرتے ہوئے کسلمندی سے بولی۔

"اچھا چلو اندر چلتے ہیں چائے پیتے ہیں۔" کشش وہاں سے اٹھتے ہوئے بولی اور اس کا ہاتھ کھینچ کر اس کو بھی اٹھانے لگی۔

"ہاں چلو......" ندا اٹھ کھڑی ہوئی اور کپڑے جھاڑتے ہوئے اس کے ہمراہ چل دی۔

"یہ بتاؤ کشش تمہارے اس ہیرو کا کیا بنا کوئی نام و نشان ملا اس کا یا نہیں؟" اس کے ساتھ چلتی ندا کن انکھیوں سے اس کو دیکھتے ہوئے کچھ کھوجتے ہوئے بولی۔

"ابھی تو اس کو ڈھونڈا ہی نہیں جب ڈھونڈوں گی تو مل ہی جائے گا......" کشش کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی اور بے اختیار اپنی کلائی کو دیکھا جہاں ایک انجانا لمس ابھی تک دمک رہا تھا۔

"کب ڈھونڈو گی؟ ویسے سنا ہے تمہارے لیے "کسی" کا پرپوزل آیا ہے۔" ندا شرارت سے اس کو چھیڑتے ہوئے بولی۔

"کیا...... کس کا؟" کشش یک لخت اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور چلا کر بولی۔

"تمہیں نہیں پتہ کیا؟" ندا ٹٹولتی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"نہیں تو......" کشش کی حیرانی سوا تھی ندا نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"دیکھا ایک خواب تو یہ سلسلے ہوئے
دور تک نگاہوں میں ہیں گل کھلے ہوئے......"

ندا نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے کہ صفی کی شوخی میں ڈوبی شرارتی آواز پر دونوں نے پلٹ کر دیکھا جو ہمیشہ کی طرح گنگناتے ہوئے خیام چچا کے پورشن سے نمودار ہوا تھا۔

یہ گلہ ہے آپ کی نگاہوں سے
پھول بھی اگر ملا تو فاصلے ہوئے

وہ ان دونوں کو دیکھتا اپنی مخصوص مسکراہٹ چہرے پر سجائے ان کے پاس آرکا تو کشش نے اس کی تال کے ساتھ تال ملائی تو جہاں اس کا فلک شگاف قہقہہ گونجا وہاں ندا نے لب بھینچ کر پرسوچ نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔

"واہ کزن کیا حاضر جوابی ہے سمجھدار ہوگئی ہو کیا؟" دونوں ہاتھ جینز کی پاکٹ میں ڈالتا وہ مسرور لہجے میں ایک نظر ندا کو دیکھ کر کشش سے مخاطب ہوا۔

"ہاہاہا ایسی ویسی مجھے تو سمجھداری پر ایوارڈ ملنا چاہیے اب۔" کشش نے بھی وہی شوخ طرز کلام اپنایا۔

"ویسے کزن سنا ہے کہ آج کسی نے مجھے خواب میں دیکھا اور......"

"ڈر گیا......" گنگناتے ہوئے صفی نے بھرپور نظروں سے ندا کو دیکھا تو کشش نے اس کی بات اچک لی۔ جس پر صفی کی بھی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی۔" صفی نے مصنوعی آنسو صاف کرتے ہوئے خیالی رومال نچوڑا۔

"تم دونوں یہاں کھڑے ہو کر انتکشری کھیلو میں جا رہی ہوں۔" ان دونوں کی شوخیاں طویل ہوتی جا رہی تھیں اور اب ندا کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سخت الفاظ میں ان کو روکتی وہاں سے چلے جانا ہی بہتر سمجھا۔

کبھی کبھی منظر سے غائب ہو جانے میں ہی ہماری بھلائی ہوتی ہے۔ اپنا بھرم اور رشتوں کا مان قائم رکھنے کا یہ بہترین حل ہے کہ ہم لب سی لیں۔ وقتی طور پر ہی سہی لیکن

اس لمحے واک آؤٹ میں ہی ہماری بہتری چھپی ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ صفی یا کشش کچھ کہتے ندا وہاں سے چلی گئی۔ صفی کی گہری نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا جبکہ کشش متعجب نظروں سے صفی کو دیکھ رہی تھی۔

"اس کو کیا ہوا؟" کشش کی نظروں میں سوال تھا جس پر صفی صرف کندھے اچکا کر رہ گیا۔

"کزن...... معاملہ کیا ہے؟" کشش ہنسنے لگی اور مشکوک نظروں سے اس کو گھورا۔

"معاملہ تو کچھ خاص نہیں...... بس یونہی ایک لمحے نے کچھ بدل دیا۔" صفی پرسوچ لہجے میں سنجیدگی سے بولا۔

"کچھ...... بدلنے سے اب "سب" کچھ بدلنے لگا ہے کیا؟" کشش مسکراتی نظروں سے اس کو دیکھنے لگی تو صفی کھسیانا سا ہنس پڑا۔

"ہاہاہا...... اس کا مطلب ہے تیر نشانے پر لگا ہے......" کشش اس کو دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی۔ ندا کے خاموش رویے کی وجہ اب سمجھ آنے لگی تھی۔

"نشانے پر تو لگا لیکن زخمی بھی کر گیا۔" صفی مدھم مسکراہٹ کے ساتھ ذومعنی انداز میں بولا۔

"تیر بھی نشانے پر لگے اور کچھ گھائل بھی نہ ہو یہ تو ممکن نہیں ہوتا ناں ڈیئر کزن۔" کشش سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"ہاں یہ تو ممکن نہیں۔" صفی پرسوچ لہجے میں گویا ہوا۔

"ہاہاہا...... چلو بھئی آپ لگاؤ اب زخموں پر مرہم میں چلی۔" شرارت بھرے مخلصانہ مشورے کے ساتھ ہی وہ بجائے ندا کے پیچھے جانے کے واپس سعید کے گھر کی جانب بڑھنے لگی۔

"ارے ارے کہاں چلی اندر چلو ناں چائے پیتے ہیں۔" صفی جو ندا کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا یک دم اس کو روکنے لگا۔

"نہیں تم جاؤ میں مما کو کال کروں گی۔" کشش مسکراتے ہوئے بولی اور واپس چل دی نجانے کیوں لمحہ بھر کو اس کی سوچیں بھٹکتی ہوئی میرسب کے گرد گھومنے لگیں۔ دوسرے پل سر کو جھٹکتے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی صفی کی نظروں سے اوجھل ہوئی تو وہ کچھ سوچ کر ندا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

***

"کشش...... بیٹا یہ کیا کر رہی ہو؟ کہاں جا رہی ہو؟" اپنا سوٹ کیس گھسیٹتی کشش آگے بڑھتی جا رہی تھی کہ اقبال نے اسے دیکھا اور حیرت سے پوچھنے لگے۔

"جا نہیں رہی چچا جی آ رہی ہوں۔" وہ اسی مصروف انداز میں ان کی طرف دیکھے بنا بولی۔

"کہاں آ رہی ہو؟" مدھم مسکراہٹ کے ساتھ وہ آگے بڑھے اور سوٹ کیس اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے استفسار کرنے لگے۔

"یہاں میرے ایک چچا ہوتے ہیں بہت ہی بے وفا سے ان کے پاس جا رہی ہوں۔ ان کو احساس دلانے کہ ان کی ایک اور بھی بیٹی ہے جو بہت دور سے ان سے ملنے آئی ہے تو شاید وہ اپنی بزی روٹین سے تھوڑا سا وقت نکال کر اس بیٹی کا حال ہی پوچھ لیں۔" کشش نروٹھے لہجے میں اقبال کو دیکھتے ہوئے گلے کر رہی تھی تو اس کے اس استحقاق پر اقبال کھل کر مسکرائے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے میری بیٹی...... یہ تمہارا گھر ہے آج سے بہت سارا ٹائم تمہارے نام چلو آجاؤ۔"

"دیکھا میں نے صحیح کہا تھا آپ ایسے نہیں ماننے والے تھے زبردستی اپنا حق لینا پڑتا ہے۔" کشش ہنستے ہوئے بولی تو اقبال اس کی زبردستی پر سرشار دکھائی دینے لگے۔

"سیما...... سحرش دیکھو بیٹا کون آیا ہے۔" اقبال اس کو ہمراہ لیے ہال میں داخل ہوئے اور سیما اور سحرش کو آواز دی۔

"کشش آپی......" سحرش نے حیرت سے اقبال کے ہاتھ میں پکڑے سوٹ کیس کو دیکھا۔

"کیا ہے اب اتنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے یہ سوٹ کیس میرا ہے۔ اب میں یہاں آ گئی جس کسی نے مجھے ملنا ہے وہ یہاں آ کر

ملے۔" وہ شاہانہ انداز سے کہتی آگے بڑھ کر سیما چچی کے گلے لگ گئی۔

"اینڈ آئی ہوپ، کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟" سحرش کی طرف مڑتے اس نے کن انکھیوں سے سائیڈ والے صوفے پر براجمان میرسب کو دیکھا جس نے اس کے آنے پر کسی قسم کے ردعمل کا کوئی اظہار نہ کیا تھا۔ اسی پوزیشن میں بیٹھا اپنے موبائل کو دیکھتا رہا تھا۔

"کسی میں اتنی جرات نہیں کہ میری بیٹی کے آنے پر اعتراض کرے۔"

"مما پاپا کو دیکھا ہے کیسے بھتیجی کے آنے پر خوش ہو رہے ہیں۔" سحرش نے سیما کو دیکھا۔

"تم جلو اب بیٹھ کر۔" کشش اقبال چچا کے پاس آتی ہوئی سحرش کو منہ چڑا کر بولی۔

"میں کیوں جلوں...... ذرا پاپا کو یہ تو بتاؤ ناں کہ آپ یہاں آئی کس کے کہنے پر ہو۔"

"اپنے کہنے پر آئی ہوں ناں...... ورنہ یہاں تو سب اتنے مصروف ہیں کہ اتنا نہ ہوسکا حال ہی پوچھ لیں۔" کشش پھر میرسب کی مصروفیت پر طنز کرتے ہوئی بولی۔

"مما میں ذرا باہر جارہا ہوں، شاید تھوڑا لیٹ ہوجاؤں۔" اس کی آمد کو مکمل نظر انداز کرتے میرسب سیما سے مخاطب ہوا اور ان کے جواب سے پہلے ہی وہاں سے چلا گیا۔

"سوری آپی...... بھائی ناں آج کل کچھ ڈاؤن ہیں۔ پلیز آپ مائنڈ نہ کرنا۔" سحرش خوامخواہ شرمندہ ہورہی تھی۔ سیما اور اقبال نے بھی اس سے نظریں چرائی تھیں۔

"ہیں سوری کس بات کے لیے؟ تم فکر نہ کرو میں آگئی ہوں دیکھنا تمہارے بورنگ بھائی کو بھی سدھار دوں گی۔" کشش داہنی آنکھ کا کونا دباتے ہوئے شرارت سے بولی تو سیما اور اقبال نے بہت دیر کا روکا سانس خارج کیا۔ تو کشش نے چونک کر ان کو دیکھا۔

"اور یہ کیا چچا اینڈ چچی کم آن یار ٹینشن نہ لیں۔"

"اوہ یس...... سوری سوری آئی مین......" اپنی دھن میں انتہائی بے تکلفی سے بولتی کشش نے دوسرے پل اپنے آپ کو سرزنش کی۔

"آپ فکر نہ کریں اور آج کے بعد آپ دونوں بھی ذرا مسکرانا شروع کریں۔ اب کیا مجھے آپ کو یہ بتانا پڑے گا کہ زندگی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں لیکن ہمیں ان کا مقابلہ کرنا چاہیے نہ کہ منہ بنا کر بیٹھ جانا چاہیے۔" کشش آج ان کو حیران کرنے کے درپے تھی۔

"اچھا دادی اماں...... جو آپ کا حکم......" سحرش مسکراتے ہوئے بولی، جبکہ سیما اور اقبال ٹکٹکی باندھے اس پاگل سی کشش کو دیکھتے رہ گئے۔

"سو پرامس؟" کشش نے اپنا ہاتھ آگے کیا اور ان سے ہمیشہ خوش رہنے کا پرامس لینے لگی۔

"پکا پرامس......" سحرش نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"چچا اینڈ چچی...... آپ بھی پرامس کریں۔" کشش بضد لہجے میں بولی تو طوعاً و کرہاً سیما اور اقبال کو بھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرنا پڑا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

"بی جی...... کہاں تھیں آپ؟ مجھے یہ بتاؤ یہاں کے لوگ اتنے بے وفا کیوں ہیں؟ ایسے بھولتے ہیں جیسے ہم ہیں ہی نہیں۔" اقبال چچا کی طرف رہتے اس کو دوسرا دن تھا صبح صبح فریحہ کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تھی تو اٹھتے ہی بھاگ کر آئی اور ان سے لپٹ گئی۔ فریحہ سیما کے ساتھ بیٹھی شاید کسی گھمبیر مسئلے کو ڈسکس کررہی تھیں، کیونکہ سیما کے تاثرات بہت سپاٹ تھے۔ فریحہ نے گرم جوشی سے اس کو گلے لگالیا۔

"میں یہاں ہی ہوں، تم بتاؤ یہاں کیا کررہی ہو؟" فریحہ اس کو پیار کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"مزے کی بات بتاؤں بی جی، میں سیما چچی اور چچا کو تنگ کرنے کے لیے یہاں آگئی ہوں۔ زبردستی......" کشش شرارتی نظروں سے سیما کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں بیٹا ہم تنگ نہیں ہوں گے" فریحہ خالہ مجھے تو

فائدہ ہی ہوا کشش کے آنے کا ہر وقت ایسے ہی ہلہ گلہ کیے رکھتی ہے اور کل سے میں نے چائے تک نہیں بنائی۔" سیما اس کی طرف دیکھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولی تو فریحہ نے معنی خیز نظروں سے سیما کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی۔

"جلدی سے فریش ہوکر آجاؤ پھر ناشتا ساتھ میں کریں گے۔" فریحہ کشش کے کھلے بالوں کو سہلاتی ہوئی بولی تو وہ بھی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے کمرے سے نکلتے میرسب نے تیکھی ناگوار نظروں سے اس کو گھورا تھا۔

"ایک اور ڈرامہ آگیا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔ اب اس کو شوخ، چلبلی اور ہنسنے ہنسانے والی لڑکیوں سے چڑ ہوگئی تھی۔ اور اب وہ ان کی ہنسی مذاق و شوخی کو ان کی عادت نہیں گردانتا تھا بلکہ 'لوفرانہ و چھچھی حرکات' کہہ کر ناگواری سے سر جھٹک دیتا تھا۔ اس لمحہ بھی اچھلتی کودتی کشش اس کے اعصاب پر ناخوشگوار موسم کی طرح سوار تھی۔ چند پل وہاں رک کر بیزاریت سے سر جھٹک کر وہ سیما کی طرف بڑھ رہا تھا کہ کشش کی نظر اس پر پڑی۔ اس لمحے اس نے بھی دیکھا تو کشش کے لبوں پر معصوم سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ جس کا مطلب سلام کرنا تھا لیکن میرسب...... نے اس کی مسکراہٹ کا نجانے کیا مفہوم نکالا جو انتہائی نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"اف یہ مسٹر تو بالکل ویسے ہی ہیں...... اب میں کیا کروں......" دوسرے لمحے کشش کی سوچیں پھر انجانی نہج پر بھٹکنے لگیں۔ نجانے کیوں کشش جب بھی میرسب کو دیکھتی اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا مستقبل لہرانے لگتا۔ ظالم صیاد، بہت ساری نفرت اور پھر...... اس نے جھرجھری لی۔

"یا اللہ یہ میں کیا سوچنے لگی ہوں۔" اپنی باغی ہوتی سوچوں کو کوستی ہوئی کشش نے اپنے سر پر خود ہی ایک چپت رسید کی اور تیزی سے واپس کمرے کی طرف بڑھ گئی کہ ناشتے کے لیے دیر ہورہی تھی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

"او لال دوپٹے والی تیرا نام تو بتا، او کالے کرتے والی تیرا نام تو بتا، نام تو بتا، تیرا نام تو بتا، تم ہی میرے مندر تم ہی میری پوجا تم ہی دیوتا ہو......" آج پھر صفی کا ٹیپ ریکارڈر آن تھا اور وہ بنا کسی شرم و جھجک کے گنگناتے جارہا تھا۔

"ارے بھئی یہ کس نے جھوٹی خبر اڑائی تھی کہ "رفیع" اس دنیا سے کوچ کرگیا؟ کوئی جا کر ان کو بتاؤ کہ وہ ہمارے گھر میں سرگشت کررہے ہیں آؤ اور ان کو لے جاؤ ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔" خیام عالمگیر کے کانوں میں صفی کی آواز پڑی تو وہ قدرے اونچی آواز میں بولے۔

"چچا جان اب آپ شرمندہ کررہے ہیں۔" دوسرے پل وہ راہداری میں لگی کیاریوں کو پھلانگتے خیام کے آنگن میں آگیا اور ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے ان سے مخاطب ہوا۔

"ویسے برخوردار یہ شوق کہاں سے اپنالیا؟" خیام اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے ایک نظر اس کی طرف دیکھتے استفسار کررہے تھے۔

"بس چچا جان یوں ہی...... کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ کاش میں بھی ایک سنگر ہوتا تو......"

"آج ہم سب لوگوں سے منہ چھپا رہے ہوتے اور تمہیں...... عالمگیر سرنیم سے عاق کردیتے۔"

"میں تو بھئی صاف مکر جاتی کہ تم میرے بھی کچھ لگتے ہو۔" ہاتھ میں ٹرے اٹھائے ندا اندر داخل ہوئی تو اس کی بات اچک کر شرارت سے بولی تو صفی نے ایک بھرپور نظر اس پر ڈالی لیکن وہ اس کی طرف دیکھ ہی کہاں رہی تھی۔

"تم تو اب بھی مکر رہی ہو کہ میں تمہارا کچھ نہیں لگتا......" معنی خیز جملہ، شرارت بھری نظر، خیام کی موجودگی، ندا پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ تو اس نے خشمگیں نظروں سے اس کو گھورا۔

"اپنے لیے چائے کیوں نہیں لائی۔" صفی ٹرے میں رکھا چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا تو خیام نے چونک کر دیکھا تو ان کا قہقہہ بلند ہوا۔ جبکہ ندا منہ بسورتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

"کیا بنے گا اس ملک کا' ہر وقت ڈر خوف' کبھی زلزلے کا' کبھی دہشت گردی کا' نجانے کب ہم پوری طرح آزاد ہو سکیں گے۔" خیام چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے نیوز پیپر ٹیبل پر رکھتے ہوئے تاسف بھرے لہجے میں بولے۔

"چچا جان میں تو کہتا ہوں' ہمیں پاکستان واپس انگریزوں کو دے دینا چاہیے ان سے کہتے ہیں اس کو اپنے ملک کے جیسا بنا کر دو ہمیں۔ ہم سے کچھ نہیں ہونے والا' ہمیں صرف اپنے بینک بیلنس کی فکر ہے۔" صفی چائے کا سپ لیتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟ ہم اپنا پاکستان کیوں دیں کسی اور کو...... تم جیسے لوگ ہی ناں اس دھرتی پر بوجھ ہو' صرف باتیں کرنا آتی ہیں۔" ندا ہاتھ میں چائے کا کپ لیے واپس آئی تو صفی کی بات پر ناگواری سے بولی۔

"میڈم میں سچ کہہ رہا ہوں...... ہمارے لیڈرز پہلے تو کوئی کام کرتے نہیں دوسرے اگر کچھ کرنے کی ٹھان ہی لیں تو عوام ان کو کرنے نہیں دیتی' تنقید اور صرف تنقید...... ہاں یہ صحیح ہے' ہم صرف باتیں کرنا جانتے ہیں تو کیوں نہ ہم ان کو اپنا لیڈر بنائیں جو عوام کو قابو کرنا جانتے ہیں' جو قانون بنا سکتے ہیں' صرف بنا ہی نہیں بلکہ ان پر عمل بھی کروانا جانتے ہیں۔" صفی اسی تحمل مزاجی سے بولتا اس کو مزید زچ کر گیا۔

"تو خود کو بدلو ناں...... تبدیلی چاہتے ہو لیکن خود کو بدلنا نہیں چاہتے' گھر کا نظام ٹھیک نہ ہو تو کیا اس کو دشمن کے حوالے کر دیا جاتا ہے کہ آؤ' ہمیں ہمارا گھر ٹھیک کر کے دو؟ ہمارے پاس کیا کچھ نہیں؟ ہمارے پاس دماغ نہیں' سمجھ نہیں' ہماری سب سے بڑی طاقت ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن ہم یہی بھولے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں اپنے گھر کو ان کافروں کے حوالے کر دو۔ لعنت ہے ایسی سوچ پر۔" ندا نجانے کیوں اتنی تلخ ہوتی جا رہی تھی۔

"یہ لو پانی......" صفی نے گلاس اٹھا کر اس کو دیا' خیام بھی ہکا بکا اس کو دیکھے جا رہے تھے۔

"کیا ہوا بیٹا؟ صفی صرف بات ہی تو کر رہا تھا ناں۔" خیام تشویش زدہ نظروں سے اس کو دیکھتے گئے۔

"پاپا آج پاکستان کو صرف باتوں کی ضرورت نہیں ہے...... اور ایسی باتوں کی تو بالکل بھی نہیں ہے' آج پاکستان جس مشکل دور سے گزر رہا ہے' وہاں ہمیں صرف باتوں کی نہیں ہمت اور حوصلے کی بھی ضرورت ہے' اگر ہم کچھ کر نہیں سکتے تو کم از کم ایسی باتیں تو نہ کریں ناں' پاکستان ہمارا گھر ہے پاپا اور ہم اپنا گھر کسی کو دینے کا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟ اچھی' پوزیٹو سوچ کے ساتھ اگر ہم اپنے گھر کو سنوارنے کی کوشش کریں گے تو کیوں نہ کامیاب ہوں گے؟" ندا نان اسٹاپ بولتی ان دونوں کو شرمسار کر گئی تھی۔

"تمہاری سوچ بہت اچھی ہے بیٹا بہت ہی اعلیٰ' لیکن......"

"پاپا اچھی اور اعلیٰ سوچ کے بعد کسی 'لیکن' کی کوئی گنجائش کہاں رہتی ہے؟" ندا نے ابرو اچکا کر ان دونوں کو باری باری دیکھا۔

"اچھا بابا مجھے معاف کر دو' مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں' آئندہ ایسی سوچ آئی تو اس کو جرمانہ بھرنا پڑے گا۔ آج ابھی اور اسی وقت تمہارے...... آئی مین ہمارے پاکستان کے بارے میں کسی قسم کی بھی نیگیٹو سوچ پر کرفیو لگ رہا ہے۔" صفی دوزانو نیچے بیٹھتا ہاتھ جوڑے اس سے معافی مانگ رہا تھا۔ لیکن اس کے لہجے سے جھلکتا مسخرہ پن اس کو مزید تپا گیا۔

"اونہہ......" ندا نے اب کے خاموش ہو جانا ہی بہتر سمجھا' ویسے بھی اس وقت وہ کیسی لمبی چوڑی بحث کے موڈ میں نہیں تھی نہ ہی اس کے پاس ٹائم تھا۔ آج سب لوگوں کی دعوت تھی اور وہ صفورا کے ساتھ مل کر کچن میں ان کی ہیلپ کر رہی تھی اور صفی بھی اس وقت ڈھٹائی کے موڈ میں تھا تو ابھی اس سے بحث بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہی ہوتا اور وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تو صفی کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔

"کوئی تو بات ہے جو ندا یوں اکھڑے اکھڑے انداز کو اپنائے ہوئے ہے۔" صفی کی سوچ ندا کے تلخ کلامی کے گرد ہی گھوم رہی تھی۔

"چچی جان میری کچھ مدد چاہیے کیا؟" خیام کے پاس بیٹھے بیٹھے اب صفی اکتا گیا تھا۔ مسلسل پہلو بدل رہا تھا اور وہاں سے اٹھنے کے لیے پر تول رہا تھا' جیسے ہی خیام اپنے فون کی طرف متوجہ ہوئے صفی نے وہاں سے رفو چکر ہونے میں ایک سیکنڈ بھی نہ لگایا اور تیز تیز قدموں سے چلتا کچن میں جا رکا...... اور شریر لہجے میں مصروف سی صفورہ چچی سے مخاطب ہوا۔

"ہاں بیٹا میں نے بریانی دم پر رکھ دی ہے تم ذرا انڈے چھیل کر سلاد بنا دو۔" صفورہ بنا دیکھے بنا اس کی بھاری آواز پر غور کیے عجلت میں اس کو بتانے لگی تو اسٹول پر کھڑی ندا نے یکلخت پلٹ کر دیکھا تو صفی ہونقوں کی طرح صفورہ کی پلیٹ کو گھورے جا رہا تھا۔ ندا کی طرف نظر پڑی تو اس کی مضحکہ خیز مسکان نے اس کو مزید شرمندہ کر دیا۔

"چچی جان......" صفی بھی ایک نمبر کا ڈھیٹ تھا زیادہ دیر شرمساری کے خول میں خود کو مقید نہیں رکھتا تھا۔

"چچی جان میری پیاری چچی جان اتنا کام نہ کیا کریں کہ آپ کے احساسات ہی متاثر ہونے لگیں۔" چاپلوسانہ لہجے میں بولتا وہ دھلی ہوئی گاجر اٹھا کر چبانے لگا تو صفورہ نے ایک دم پلٹ کر دیکھا۔

"صفی تم ہو مجھے لگا اجیہ ہے۔" صفورہ دھیمی مسکان کے ساتھ بولیں۔

"کمال ہے چچی جان آپ کو میری اور اجیہ کی آواز میں کوئی فرق ہی نہیں محسوس ہوتا۔" صفی منہ بسورتے ہوئے روٹھے لہجے میں بولتا ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ تو اس کی اس حرکت پر ندا نے قدرے ناگواری اور کڑے پن سے اس کو دیکھا' اس کی نظروں سے جھانکتی بیزاری اور تلخی صفی کی نظروں سے چھپی نہ رہی۔ وہ مسلسل سوالیہ نظروں سے ندا کو دیکھ رہا تھا' ان کے درمیان آناً فاناً پھیلی کشیدگی اور تناؤ کی وجہ کیا ہے؟ ندا کی اس سرد جنگ اور کھینچا تانی کی آخر وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ وہ سمجھ کر بھی نہ سمجھ پا رہا تھا اور ندا...... وہ مسلسل خاموش تھی۔ اس وقت بھی بظاہر کام میں بزی اس کی طرف پشت کیے کھڑی تھی لیکن بے چینی اس کے ہر ایک عضو میں گھر کیے ہوئے تھی۔

"ندا بیٹا! سب چیزیں تیار ہیں تم سلاد بنا کر ریسٹ کرو صبح سے لگی ہوئی ہو۔ میں فریش ہو کر چینج کر لوں۔ صفی بیٹا کچھ چاہیے کیا؟" صفورہ ندا کو کہتی صفی کی طرف پلٹی۔

"نا...... ناں...... نہیں تو......" صفی ندا کے رویے کے بارے میں سوچنے میں اس قدر محو تھا کہ چونک گیا' ندا نے بھی پلٹ کر دیکھا۔

"ندا کوئی ناراضگی ہے کیا؟" صفورہ کے جاتے ہی صفی ندا کے پاس جا رکا۔

"ناراضگی وہ کیوں؟ ویسے بھی ناراض ہونے کے لیے کسی بات کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور ہماری تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔" ندا نے اجنبی نظروں سے اس کو دیکھا۔

"وہی تو پوچھ رہا ہوں ناں کہ بات کیوں نہیں ہوئی؟" وہ قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"اب مجھے کیا پتہ...... بس یوں ہی کشش کے آنے سے کچھ بزی دن گزر رہے ہیں ناں تو اس لیے ٹائم اتنا نہیں ہوتا مل بیٹھنے کا۔" ندا اس کی جھنجلاہٹ کو متحیر نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی اور پھر سے کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"صرف کشش کے آ جانے سے...... کل اگر دو لوگ اور آ گئے تو......" اس کے بودے' فرسودہ ایکسکیوز پر صفی چڑ کر بولا تو ندا کندھے اچکا کر رہ گئی۔

"سیدھی بات کرو کہ تم میری شکل نہیں دیکھنا چاہتی' یہ لولے لنگڑے بہانے نہ بناؤ۔" یک دم صفی غصے سے بولتا اس کو حیرت میں چھوڑ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا اور وہ وہاں کھڑی اس کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔

"اونہہ...... جاؤ' مجھے کیا......" دوسرے لمحے وہ سر جھٹک کر ساری پلیٹیں ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر کچن سے نکل

گئی۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ خود بھی اپنے رویے کے بدل جانے کی وجہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔ اپنے غصے اور دن بدن بڑھتی جھنجلاہٹ کو کوئی بھی نام نہ دے پارہی تھی۔ اپنی سوچوں کے گرداب میں پھنسی وہ اپنے روم میں آ گئی اور دروازہ لاک کرلیا۔

....

"نہیں یہ قطعی ممکن نہیں ہے اور پلیز مما یہ دوبارہ نہ سوچیے گا۔"

"لیکن بیٹا...... یہ بھی تو سوچو کہ......"

"نہیں مما، پلیز آپ مجھے مجبور نہ کریں، میں آپ کی بات نہیں مان سکتا۔" کمرے کے وسط میں کھڑا وہ قدرے جھنجلا کر بولا۔

"دیکھو بیٹا! ایک بات ہم نے تمہاری مانی اب تمہیں ہماری بات ماننی پڑے گی، پھر اس کے بعد جو مرضی ہو کرنا۔" اب کی بار اقبال نے مداخلت کی۔

"پھر اس کے بعد جو مرضی کی گنجائش ہی کہاں رہ جائے گی؟" وہ ناگواری سے بولا تو اقبال نے سیما کو دیکھا۔

"میرسب بیٹا ایک بار سوچ تو لو......" سیما پھر بولی۔

"مما پلیز...... میں نے نہیں سوچنا اس بارے میں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتی یہ بات آپ دونوں کے مائنڈ میں آئی کیسے؟ حد ہوتی ہے مما! جس چیز سے میں نے چھٹکارا پایا آپ دوبارہ وہی میرے متھے ڈال دینا چاہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں سوچوں۔" میرسب ان دونوں کو دیکھتے ہوئے اکتائے ہوئے تلخ لہجے میں ان سے پوچھ رہا تھا۔

"بیٹا ہم تمہارا بھلا ہی چاہتے ہیں اور گرنے کے ڈر سے کوئی چلنا تو نہیں چھوڑ دیتا۔" فریحہ سکندر کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے یک دم پلٹ کران کو دیکھا۔

"جن راستوں پر کانٹوں کے سوا کچھ نہ ہو وہاں بار بار قدم نہیں رکھے جاتے بی جی! پلیز آپ لوگ مجھے مجبور نہ کریں۔"

"زندگی کا تو ہر راستہ مشکلوں اور آزمائشوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے، یہاں تو قدم قدم پر مصیبتوں کا جال بچھا ہوتا ہے کس کس رستے کو چھوڑو گے؟" فریحہ اس کو بازو سے پکڑ کر صوفہ پر بٹھاتی ہوئی رسان سے بولی تو وہ لب بھینچ کران کو دیکھتا رہ گیا۔

"رستوں پر بچھے کانٹوں کو ہٹایا جاتا ہے بیٹا! کانٹے دار جھاڑیوں کو کاٹ کر رستے کو ہموار کیا جاتا ہے، کانٹوں کی چبھن کے ڈر سے کیا ہم پھولوں کے پاس جانا چھوڑ دیتے ہیں؟" فریحہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتی اس سے استفسار کررہی تھی۔

"جب دو انسانوں کی نیچر ایک جیسی ہو تو پہلا انسان ہو یا دوسرا کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ ان کی طرف دیکھے بنا تلخی سے بولا تو فریحہ نے سیما اور اقبال کو سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن ان کے چہروں پر مایوسی، ناامیدی اور یاسیت بھرے تاثرات اس قدر واضح تھے کہ فریحہ کی سوچ کی گرہیں مزید مضبوط ہوگئیں۔

"میرسب بیٹا کوئی بھی تمہیں فورس نہیں کررہا نہ ہی یہ رشتے زبردستی کے ہوتے ہیں، تمہیں اپنے ماں باپ پر بھروسہ کرنا چاہیے ایک قدم پر ٹھوکر لگے تو دوسرے قدم پر خود بخود ہی ہزاروں سوچیں ساتھ ابھرتی ہیں، ہم قدم ہوتی ہیں، تم صحیح سوچ رہے ہو، تمہارے اندیشے غلط نہیں ہیں، لیکن ایک نیچر کے دو انسانوں کے دل بھی ایک جیسے ہوں یہ بھی تو ضروری نہیں ہوتا؟" فریحہ، میرسب کو دیکھتی ہوئی کہہ رہی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے نظریں غیر مرئی نقطے پر جمائے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

"مجھے سوچنے کے لیے وقت چاہیے۔" اس کو خود اپنی آواز اجنبی لگی۔

"کتنا وقت؟" سیما کی آواز پر اس نے اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا اور دونوں ہاتھوں سے بالوں کو پیچھے کرتا گہرا سانس لیا۔

"چھ مہینے۔" باری باری ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے میرسب بولا۔

"چھ مہینے؟ نہیں بیٹا! دو دن کا ٹائم ہے تمہارے پاس۔ سوچ کر بتاؤ۔" فریحہ بولی تو میرسب کی نظریں ان پر جم گئیں۔

"جب آپ لوگوں نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو مجھے اس طرح رگیدنے کا کیا مطلب ہے پھر؟" میرسب تلخی سے بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔" کب سے خاموش بیٹھے اقبال صاحب کے لب ہلے۔

"ٹھیک ہے میں جلد ہی سوچ کر بتادوں گا۔" بے اعتبار نظروں سے ان تینوں کو دیکھتے ہوئے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا تو ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن بولنے کے لیے کسی کے پاس ایک لفظ بھی نہ تھا۔

....

"بھری دنیا میں آخر دل کو سمجھانے کہاں جائیں،
محبت ہوگئی جن کو...... وہ دیوانے کہاں جائیں
لگے ہیں شمع پر پہرے زمانے کی نگاہوں کے
زمانے کی نگاہوں کے......"

کشش جب سے پاکستان آئی تھی کبھی کبھی دعوتیں تو کبھی کہیں...... لیکن آج خیام اور صفورہ نے پکا ارادہ کیا تھا کہ سب کی دعوت ان کے ہاں ہوگی وہ اسی تیاری میں صبح سے مصروف تھیں اور ابھی کھانا کھا کر سب ہال میں جمع تھے اور صفی سب کے پرزور اصرار پر اپنی آواز میں ایک دل سوز غزل سنا رہا تھا۔ اس لمحے اس کی آواز کا جادو اتنا پراثر تھا کہ سب لوگ پلک جھپکے بنا اس کو سن رہے تھے۔

"جنہیں جلنے کی حسرت ہے، وہ پروانے کہاں جائیں،
محبت ہوگئی جن کو وہ دیوانے کہاں جائیں......
بھری دنیا میں آخر دل کو سمجھانے کہاں جائیں
سنانا بھی جنہیں مشکل، چھپانا بھی جنہیں مشکل
سنانا بھی جنہیں مشکل، چھپانا بھی جنہیں مشکل......
ذرا تو ہی بتا اے دل، وہ افسانے کہاں جائیں،
محبت ہوگئی جن کو وہ دیوانے کہاں جائیں،"

لہجے کی گھمبیرتا اور لفظوں کی معنی خیزی پر سب کے لیے پیس میں ٹرائفل ڈالتی ندا نے چونک کر اس کو دیکھا، تو اس کی نظریں اسی پر جمی تھیں، ندا کے چہرے پر پھیلے الجھن اور تذبذب نے صفی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیردی۔

"نظر میں الجھنیں، دل میں ہے عالم بیقراری کا
نظر میں الجھنیں، دل میں ہے عالم بیقراری کا
ہے عالم بیقراری کا......"

صفی نے داہنی آنکھ کا کونا دبایا تو ندا نے ٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھا اور دوبارہ ٹرائفل کی طرف متوجہ ہوگئی، لیکن دھڑکنوں میں پھیلے انتشار نے ایک بار پھر اس کو مضطرب کردیا تھا۔

"واہ...... واہ...... چل کزن اٹھ جا اور اب لگ جا لائن میں......" سب نے تالیاں بجا کرداد دی۔ تو کشش جو ندا کی ہیلپ میں لگی ہوئی تھی، ٹرائفل کی پلیٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پرجوش انداز میں بولی تو صفی کے ساتھ ساتھ باقی سب نے بھی سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"اف او...... وہ کل میں نے یائی چانس نیوز سن لی تو وہاں لڑکوں کی ایک لمبی لائن لگی تھی، جو شاید کسی سنگنگ کمپٹیشن میں انٹری مارنے کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے۔" کشش نے اب لگ جا لائن میں، کی ڈیفینیشن دی تو صفی نے کڑے تیوروں سے اس کو گھورا تو وہ ہنستی چلی گئی۔ کونے میں چپ چاپ بیٹھے موبائل پر کینڈی کرش کھیلتے میرسب نے اس کی ہنسی کو بڑی گہری نظروں سے دیکھا تھا لیکن دوسرے پل نظریں واپس سکرین پر جما دیں۔ جبکہ ایک دل ایسا بھی تھا جس نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی بھی لے آؤ۔" کشش سب کو باری باری ٹرائفل کی پلیٹس تھمارہی تھی، میرسب نے اپنی پلیٹ پکڑی اور تحکم بھرے لہجے میں بنا اس کی طرف دیکھے بولا تو اس کے اس سپاٹ انداز پر صرف کشش نے ہی نہیں باقی سب نے بھی ایک نظر اس کو دیکھا تھا۔

"اوکے باس۔" کشش اسی انداز میں بولی تو صفی کی

معنی خیز آہم پر کشش بھی ہنسنے لگی۔ جبکہ میرسب کے ساتھ ساتھ دو اور آنکھوں میں بھی شک کی شمعیں روشن ہونے لگی۔ میرسب نے تو سر جھٹک دیا لیکن ان دو آنکھوں میں پھیلے شک نے اس دل کو متزلزل سوچوں سے بھر دیا تھا۔ صفی کی زیرک نگاہوں نے اس اضطراب کو منٹوں میں جانچ لیا تھا اس نے ایک گہرا سانس لیا اور ایک سوچ نے اس کو تقویت بخشی تو دلکش مسکراہٹ کے ساتھ وہ وہاں سے اٹھا تو ان نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"پانی کیا کنوئیں سے بھرنا تھا؟" کشش کچن میں کھڑی صفی کے ساتھ نجانے کون سے راز و نیاز کر رہی تھی میرسب نے پانی لانے کو بولا ہے اس کے دماغ سے ہی نکل گیا۔

"او مائی گاڈ...... آئی ایم رئیلی سوری...... وہ ہم میں بھول گئی۔" کشش نے یک دم گلاس اٹھا کر کولر سے بھرنے لگی۔ میرسب کو دیکھتے ہی نہ جانے کیوں وہ بوکھلا جاتی تھی۔

"تھینکس اب پیاس نہیں رہی۔" کشش نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا تو وہ بے تاثر لہجے میں بولتا واپس پلٹ گیا۔

"اف یار یہ کیا چیز ہے۔" گلاس واپس رکھتے ہوئے رکا سانس خارج کرتے ہوئے کشش بولی اسی لمحے ندا بھی کچن میں داخل ہوئی تو صفی کو وہاں دیکھ کر ٹھٹکی۔

"چیز جو بھی ہے ویسے ایک بات ہے۔" ندا کے ٹھٹکنے کو دونوں نے نوٹ کیا صفی شرارت سے بولا۔

"کیا؟" کشش میرسب کے بی ہیور پر حیران ہو رہی تھی اور ندا کی خاموشی پر الجھ رہی تھی۔ جبکہ صفی کے چہرے پر پھیلی معنی خیز مسکان نے ان دونوں کو چونکا دیا تھا۔

"یہ چیز جو بھی ہے ناں تمہارے آئیڈیل سے کافی میچ ہو رہی ہے...... ہے ناں ندا؟" صفی شریر لہجے میں بولتا ندا کو انوالو کرنے لگا تو ندا نے حیرت سے اس کو دیکھا جبکہ کشش کے تاثرات ناسمجھی والے تھے۔

"کیا مطلب......؟" کشش اچنبھے سے بولی۔

"مطلب...... ندا پلیز ذرا اس کو مطلب سمجھانا۔" صفی مکمل طور پر ندا کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہم...... مجھے کیا پتہ کیا مطلب ہے۔" ندا کترا کر ٹرے میں رکھی پلیٹیں ٹیبل پر رکھنے لگی۔

"مطلب یہ مائی سویٹ کزن کہ یہ جو مسٹر میرسب صاحب ہیں ناں ان کا نک نیم "سڑیل" ہے اور یہ اتنی جلدی کسی سے ایمپریس بھی نہیں ہوتے تم بھی تو کچھ اسی طرح "سڑیل" سے بندے کی منتظر ہو ناں؟ تو کیوں نہ قسمت آزمائی کی جائے؟" صفی ہنستے ہوئے شرارت سے بولا تو ندا نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"اف توبہ نو تھینکس تم اپنا آئیڈیا اپنے پاس رکھو۔ یہ تو چند پل نہیں برداشت ہوتا۔" کشش نے پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بے پروائی سے سوچے سمجھے بغیر میرسب کے بارے میں کہا۔

"اور خبردار جو نیکسٹ ٹائم تم نے میرے آئیڈیل کے لیے کوئی بھی غلط ورڈ یوز کیا تو۔" دوسرے لمحے کشش نے "سڑیل" لفظ پر غور کیا تو صفی کو وارن کرنے لگی جبکہ وہ ہنستا چلا گیا۔

"ویسے یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔ پہلے آیئے پہلے پایئے اور بعد میں نہ پچھتایئے۔" صفی مسلسل اس کو زچ کیے جا رہا تھا۔

"تم پہلے خود تو پالو پھر مجھے مشورہ دینا۔" کشش معنی خیز نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں تو پا ہی لوں گا۔ یہ تو دو منٹ کا کام ہے۔" صفی کا قہقہہ ندا کو عجیب سا لگا۔ "لیکن مجھے تمہاری فکر بھی ہے ناں۔"

"میری فکر نہ کرو بس اپنے کام سنوار لو ورنہ دیر نہ ہو جائے کہیں دیر نہ ہو جائے۔" کشش گنگناتے ہوئے وہاں سے باہر نکل گئی جبکہ ندا ہونقوں کی طرح کھڑی ان دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ اور کچھ سمجھنے کی کوشش میں مسلسل سر ہاں نا میں ہلا رہی تھی۔ کشش کے جاتے ہی صفی نے ندا کو دیکھا۔

کے رستے میں آ کھڑا ہوا تو ندا نے متعجب نظروں سے اس کو دیکھا۔

"ویسے ایک بات ہے ندا میں نے نوٹ کیا ہے پچھلے چند ہفتوں سے تمہارا رنگ کافی کالا کالا سا ہو رہا ہے۔" آنکھوں میں شرارت لیے بظاہر سنجیدہ لہجے میں نظریں اس پر جمائے صفی بولا۔

"جیسی بھی ہوں اچھی ہوں، تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ رخ موڑ کر بولی۔

"جیسی بھی ہو اچھی لگتی ہو اسی لیے تو فکر ہو رہی ہے ناں۔" وہ زیر لب بڑبڑایا تو ندا یک لخت پلٹی وہ سر کھجانے لگا۔

"اتنا نہ جلا کرو کہ کالی ہو جاؤ کہ بہت اچھی لگنے لگو۔ میرا دل بہت نازک ہے ویسے تم جو جل کر کالی ہوئی جا رہی ہو ناں وہ صرف ایک مس انڈر اسٹینڈنگ ہے۔" دو قدم کا فاصلہ مٹاتے ہوئے وہ اس کے پاس کھڑا گھمبیر لہجے میں بولتا اس کو حیرتوں کے سمندر میں دھکیلتا چلا گیا۔

"آں......" ندا کی تو قوت گویائی ہی سلب ہو چکی تھی۔

"سچ کہہ رہا ہوں...... تم بھی سچ بولو جل رہی تھی ناں؟" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا تھا۔

"ہم...... میں بھلا کیوں جلوں گی؟" وہ اس کی قربت سے پزل ہو رہی تھی ہاتھ کی مدد سے اس کو پیچھے دھکیلا تو یک دم صفی نے اپنے سینے پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"صص...... صفی...... یہ کیا بدتمیزی ہے چھوڑو میرا ہاتھ......" اس کے پرزور لمس نے اس کی دھڑکنوں کو اتھل پتھل کرنا شروع کر دیا تو اپنے تاثرات چھپاتے وہ قدرے سخت لہجے میں بولی۔

"بدتمیزی کون سی بدتمیزی؟ ارے ہم پیار کرنے والے ہیں کوئی غیر نہیں۔" صفی مزید قریب ہوتا ہوا بولا۔ اس کے بروقت اور موقع کے گانوں سے ندا عاجز آ چکی تھی۔

"صفی......!" وہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

ایک ہاتھ میں ہو جاتے ارمان تمہارے ٹھنڈے۔" کشش کی انٹری پر ندا نے یک دم اپنا ہاتھ کھینچا اور باہر نکل گئی۔

"بہت بری ہو کزن ابھی اس نے نظریں جھکائی تھیں، ابھی پکا اقرار بھی کرتی...... ہمیشہ غلط ٹائم پر نازل ہوتی ہو۔" کشش کی شرارت پر صفی بدمزہ ہوا تھا۔

"ویسے کزن اس نے نظریں جھکائی نہیں اٹھائی تھیں۔" کشش ہنستے ہوئے بولی تو صفی کے فلک شگاف قہقہے پر اپنے کمرے کی طرف بڑھتی ندا نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے چہرے پر بہت دلکش آسودہ مسکراہٹ بکھر گئی، مطمئن دل کے ساتھ قدم اٹھاتی وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ لیکن یک دم ہی دل میں ایک انجانا سا وسوسا ابھرا اور پھر بیزار ہو گئی۔

...... ❀ ......

بلال اور آنسہ کی اچانک آمد نے عالمگیر پیلس میں ہلچل مچا دی تھی۔ کسی کو یقین نہ آ رہا تھا کہ ان دونوں نے اپنی آمد کو راز رکھا ہوا تھا۔ سب سے زیادہ خوش کشش تھی۔

"بھئی ہمارا تو سرپرائز کا کوئی پروگرام نہیں تھا، یہ تو میرسب کا آئیڈیا تھا کہ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ایک تو فلائٹ کا ٹائم ایسا تھا کہ آدھی رات کو سب کی نیند خراب ہو جاتی دوسرا انہیں بھی میرسب کا آئیڈیا پسند آیا کہ اچانک وارد ہو کر سب کو چونکا دیتے ہیں۔" بلال سب کے درمیان بیٹھے اپنے سرپرائز کی وضاحت دے رہے تھے تو میرسب کے نام پر بہت سی نظریں اس کی طرف اٹھیں، جو چہرے پر دھیمی مسکراہٹ سجائے بیٹھا تھا۔

"واہ بڑی بات ہے یہ بندہ مسکرانا بھی جانتا ہے۔" بلال کے ساتھ بیٹھی کشش کی نظریں بھی میرسب کی طرف اٹھی تھیں۔ اتنی نظروں کو اپنی طرف دیکھتے پا کر میرسب نے لب بھینچ لیے تو کشش نے بھی نظروں کا زاویہ بدلا اور گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی لیکن سوچوں کے حصار میں میرسب کی ذات ہی تھی، وہ اس کے لیے اپنی فیلنگز کو سمجھ نہیں پا رہی تھی اس کشمکش میں اس خواب کا بھی

عمل دخل تھا اس کا آئیڈیل اور میر سب...... کا کیا تعلق ہے؟ یہ اس کے لیے پہیلی تھی جس کو جب جب اس نے سلجھانے کی کوشش کی مزید الجھن کا شکار ہوئی اس کے دل میں میر سب کے لیے اس طرح کی فیلنگز نہیں تھیں لیکن اس کے اندر بہت گہرائی میں میر سب کے حوالے سے کچھ ایسا تھا جو اس کو چونکانے لگا تھا' کچھ ایسا تھا جو سامنے نہیں آ رہا تھا' جو اس کو "ہاں اور نا" کے دوراہے پر کھڑا کر رہا تھا۔

"بلال بھائی کیا پروگرام ہے' پہلے چائے پئیں گے یا کھانا کھائیں گے؟" آمنہ کمرے میں داخل ہوئی اور بلال کو مخاطب کرکے پوچھا۔

"پہلے چائے پئیں گے اور وہ بھی اپنی بیٹی کے ہاتھوں کی۔" بلال' کشش کی طرف دیکھتے ہوئے بولے تو کشش نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"اٹ مینز پاپا' آپ یہاں صرف میرے ہاتھ کی چائے پینے آئے ہیں' مجھے مس نہیں کیا؟" کشش ان کی طرف دیکھتی منہ بسورتی ہوئی لاڈ بھرے لہجے میں ان سے پوچھنے لگی۔

"نہیں بیٹا' آپ کو ہی مس کیا' چائے کا تو بس بہانہ ہے۔" بلال ہنستے ہوئے بولے۔

"اور سنائیں بھابی سب خیریت ہے ناں؟ اور یہ حویلی میں دیوار کیسی ہے؟" مصنوعی جلے بھنے انداز میں کہتے ہوئے آنسہ سیما کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"کوئی ناراضگی نہیں بھابی بس یہ ضروری لگی تو......" سیما سر جھکائے مدھم لہجے میں بولی تو میر سب نے لب بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا۔

"مما میں چائے بنا لاتی ہوں۔ سب پئیں گے ناں؟" کشش اٹھ کھڑی ہوئی اور با آواز بلند سب سے پوچھنے لگی۔

"ہاں...... ہاں سب پئیں گے۔" آمنہ نے جواب دیا اور آنسہ اور سیما کے پاس خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ کشش نے سوالیہ نظروں سے میر سب کو دیکھا لیکن وہ متوجہ نہ تھا تو چند پل وہاں کھڑے رہنے کے بعد کشش کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"چچی جان سحرش کہاں ہے؟" دروازے میں کھڑی کشش سیما سے پوچھنے لگی۔

"کپڑے پریس کر رہی ہے۔" سیما دھیمی آواز میں بولیں تو وہ سر اثبات میں ہلا کر باہر نکل گئی۔

"سب خیریت ہے ناں اقبال بھائی! یہ دیوار کہیں کسی رنجش کا نتیجہ تو نہیں؟" آنسہ اقبال کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے استفسار کر رہی تھیں۔

"نن...... نہیں بھابی ایسی کوئی بات نہیں۔" اقبال سر جھکائے شرمندہ سے بولے۔

"اگر ایسی کوئی بات نہیں ناں تو پھر کل ہی اس دیوار کو گرا دیں۔" بلال تحکم بھرے لہجے میں میر سب کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"کیا خیال ہے میر سب بیٹا؟"

"جی تایا جی جیسا آپ ٹھیک سمجھیں۔" میر سب اقبال اور سیما کے شرمندہ انداز پر ندامتوں میں گرتے ہوئے بولا۔

"ویری گڈ بیٹا' آپ سے اسی فرمانبرداری کی توقع تھی' ویسے ایک بات ہے۔" بلال' اقبال' سیما' آمنہ اور آنسہ کو دیکھتے ہوئے شگفتہ انداز میں بولے تو سب نے سوالیہ نظروں سے ان کو دیکھا۔

"ہمارے بچے ناں ہم سے زیادہ سمجھداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کشش نے یہاں آتے ہی محسوس کر لیا کہ یہ دیوار یہاں نہیں ہونی چاہیے اور میر سب نے اس کو ہٹا دینے کا کہہ کر اپنی سمجھداری کا ثبوت دیا ہے۔" بلال جوش سے بولتے یہ بھی بھول گئے کہ آنسہ نے ان کو منع کیا تھا کہ کشش کا نام نہ لیں کہ وہ ان کو یہاں کے حالات بتاتی رہتی ہے لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا' کسی اور نے تو نوٹ نہیں کیا لیکن کشش کے نام پر میر سب کے ماتھے پر بل ضرور پڑ گئے تھے' وہ سب اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے تو میر سب چپ چاپ وہاں سے نکل گیا۔ اپنے پورشن کی طرف بڑھتے دماغ میں آئی ترکیب پ

اک آسودہ سی مسکراہٹ سجائے تھی۔

چائے کا پانی کھول رہا تھا اور ابلتے بلبلوں پر نظریں جمائے وہ گہری سوچوں میں گم تھی اور اس کی سوچوں کا محور کون تھا وہ بے خبر تھی' لیکن کچھ تھا جو اس کی بے چینی میں اضافہ کر رہا تھا' کچھ تھا جو اس کی سوچوں کے رخ موڑ رہا تھا' کیا اس کی تصوراتی دنیا میں تراشا ہوا پتھر دل حقیقت میں میر سب کے روپ میں سامنے آیا ہے' جس کی نفرت اس کے لیے چیلنج ہے؟ جس نے اس کی سوچوں کو متزلزل کیا ہے' کیا وہ میر سب ہے؟ اس نے اپنے دل کو ٹٹولا وہاں جذبوں کی ٹھنڈی' میٹھی' دلکش پھوار تھی' نہ ہی قوس قزاح کے رنگ...... وہاں تو صرف اضطراب تھا' بے چینی تھی' انجانی کھوج تھی' لیکن اس سب میں میر سب کہاں فٹ ہوتا؟ اس کو سامنے پا کر شناسائی کا احساس کیوں ہوتا ہے' کیوں ایسا لگنے لگا ہے کہ اس خواب کا کوئی مقصد تھا' کیا میر سب اس چیلنج کا حصہ ہے' کیا میری اس انجانی محبت میں اتنی طاقت ہوگی کہ وہ کسی نفرت کا مقابلہ کرکے فتح قرار پا سکے؟ لاتعداد سوال اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے جا رہے تھے اور وہ وہاں کھڑی سوچوں میں گھیری ہوئی تھی۔

"جب چائے بن جائے تو......" بھاری مردانہ آواز پر کشش چونکی تھی' میر سب دروازے میں کھڑا نظریں اسی پر گاڑے نجانے کب سے وہاں براجمان تھا۔

"تو میری بات سن لینا میں باہر لان میں ہوں۔"

"آں...... جج...... جی؟" پتہ نہیں اس نے واقعی ہی سنا نہیں تھا یا حیرت اتنی تھی کہ سمجھ نہ سکی۔

"جب چائے بنا لو تو میری بات سن لینا' میں باہر لان میں...... انتظار کر رہا ہوں۔" میر سب ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر بولا تو وہ سر اثبات میں ہلا کر چائے کی طرف متوجہ ہوئی' اس پر ایک کڑی نظر ڈال کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

"میر سب نے مجھ سے کیا بات کرنی ہوگی؟" وہ زیر لب بڑبڑائی...... سب کو ہال میں چائے سرو کرکے اب وہ لان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہی تھی اس کی الجھنوں میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔

"آ...... آپ نے مجھے کیوں بلایا؟" اس کی طرف پشت کیے وہ فون پر کسی سے محو گفتگو تھا اس کی آہٹ پا کر بھی وہ نہ پلٹا تو کشش نے بالآخر خود ہی اس کو متوجہ کیا۔

"او کے بعد میں کال کرتا ہوں۔ اللہ حافظ۔" وہ ایڑیوں کے بل گھوما' ایک نظر اس کو دیکھا اور فون بند کر دیا۔

"آپ نے کیا بات کرنی تھی؟" وہ شاید الفاظ ترتیب دے رہا تھا اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات بہت واضح تھے۔

"دیکھیں کشش...... آپ مجھے جانتی ہیں اور نہ ہی میں آپ کو' ہمارا تعلق بہت سرسری سا رہا ہے' اگر کہا جائے کہ ہم صرف ناموں کی حد تک ایک دوسرے کو جانتے ہیں تو قطعی غلط نہ ہوگا۔" میر سب نے تلے الفاظ میں بول رہا تھا اور کشش اس کے لہجے میں الجھی لاتعداد سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش میں نظریں اس پر جمائے سن رہی تھی۔ نجانے کیوں ایک بار پھر اس نے اپنے آپ کو سمندر کی لہروں میں بھیگتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

"میرے دوستوں کی لسٹ بہت محدود ہے' میں کسی سے فری نہیں ہوتا' میری نیچر ہی ایسی ہے۔" کشش ابھی تک الجھن کا شکار تھی سمجھ نہ پا رہی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

"ہاں مجھے کچھ کچھ اندازہ ہے کہ آپ الگ نیچر کے بندے ہیں اور جلدی فری نہیں ہوتے۔" اس کے خاموش ہونے پر کشش نے کہا تو میر سب نے ایک نظر اس کو دیکھا اس لمحے وہ کوئی لاابالی' شوخ' شریر لڑکی کشش نہیں ایک سنجیدہ اور سمجھدار لڑکی لگ رہی تھی۔

"کشش آپ اس رشتے سے انکار کر سکتی ہیں؟" مزید کچھ کہنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے میر سب نے دو ٹوک الفاظ میں اس کو وہاں بلانے کا مدعا بیان کیا۔

"تم میرے لیے اتنی ہی ضروری ہو جتنی کے میری سانسیں...... ایک پل کو مجھے لگا...... یہ زندگی ختم ہو رہی ہے۔" لہروں کے بے تحاشا شور کے ساتھ گھمبیر فسوں خیز

لمحہ ایک بار پھر اس نے چاروں طرف تو بجنے لگا۔ کشش نے متعجب نظروں سے اس کو دیکھا اس کی بات پر کشش کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"کک...... کیا مطلب؟" دھک دھک کرتی دھڑکنوں کو ڈپٹتے ہوئے وہ بمشکل پوچھ پائی۔

"مطلب مجھے نہیں پتہ بس پلیز آپ انکار کردیں۔" وہ انتہائی بے بسی سے مضطرب لہجے میں جھنجلا کر بولا۔

"ایک پل کو مجھے لگا...... یہ زندگی ختم ہو رہی ہے......" کشش کے کانوں میں اس سرگوشی نے پھر رس گھولا تو خود بخود ہی اس کی پلکیں جھک گئیں۔

"میں یہ کسی سے نہیں کہہ سکتا تھا اس لیے مجھے آپ کا سہارا لینا پڑا' کیا میں امید رکھوں کہ آپ ایسا کریں گی؟" میرسب بہت پر امید نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"مجھے انعام میں کیا ملے گا پھر؟" مدھم مسکان کے ساتھ کشش شوخ لہجے میں بولی۔

"آپ نے ایسا کردیا تو منہ مانگا انعام۔" میرسب بنا سوچے وعدہ کر بیٹھا۔

"پکا پراس؟" کشش نے بے ساختہ اپنا ہاتھ آگے کیا تو میرسب نے چونک کر اس کے شوخ انداز کو دیکھا۔ لمحہ بھر کو اس کے ماتھے پر ناگوار شکنیں ابھری لیکن دوسرے پل اس نے خود کو نارمل کر کے کشش کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ دیا۔

"تھینک یو سو مچ کشش! آپ نے میری بہت بڑی پریشانی دور کردی۔" میرسب مطمئن انداز میں بولا۔

"ویسے آپ کو اتنا تھینکس کہنے کی ضرورت نہیں۔" کشش بے پروا انداز میں بولی اور جھک کر گھاس کو نوچ کر مٹھی میں بھر کر کھڑی ہوئی تو میرسب نے حیرت سے اس کی اس حرکت کو دیکھا۔

"میں نے پہلے ہی انکار کردیا تھا۔" مٹھی میں بھری گھاس کو ہوا میں اچھالتے ہوئے اس نے انکشاف کیا تو اپنے سر پر پڑتے گھاس کے تنکے جھاڑتے ہوئے میرسب نے چونک کر اس پاس کی لڑکی کو دیکھا۔

"ریئلی......؟" میرسب کی حیرت ساتویں آسمان کو چھونے لگی تھی۔

"جی بالکل......" نجانے کیوں وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی' میرسب کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"تو آپ کے انکار کا رزلٹ کیا نکلا۔" میرسب ٹٹولتی نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"انکار کا رزلٹ ایک بڑا سا "کراس"" کشش نے ہنستے ہوئے ہوا میں کراس کا نشان بنایا تو میرسب کے چہرے پر ابھرنے والی مسکراہٹ بہت بے ساختہ تھی۔

"پھر بھی تھینکس! آپ جاؤ کسی نے دیکھ لیا تو...... شاید آپ ایزی نہ فیل کریں۔" یہ وقت شاید پل پل چونکنے کا تھا۔ ایک بار پھر کشش نے وہی فکر اور وہی محبت اس کے لہجے میں محسوس کی تو اس کی پلکوں پر منوں بوجھ آ گرا' دل اس کی محبت کی آنچ میں سلگنے لگا۔

"میرسب بھا......" وہ وہیں کھڑی سوچوں میں گم تھی۔ یہ خواب کی تعبیر ہے کیا؟ کیا میرسب ہی وہ ہے جس کے لیے مجھے اپنی محبتوں کو آزمانا ہے؟ لیکن یہ تو...... جارہا ہے...... میرسب اس کو خیالوں میں گم دیکھ کر اس سے پہلے وہاں سے چل پڑا تو کشش نے اسے آواز دی تو "بھائی" کہتے کہتے لب بھینچ لیے۔

"پہلی بار میں نے آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے کیپ سمائلنگ آل ویز......" کشش معصوم سے انداز میں اس کو کہہ رہی تھی تو وہ سر اثبات میں ہلاتا آگے بڑھ گیا اور کشش کے خوابوں' سوچوں اور محبتوں کے در وا ہوتے چلے گئے۔ ایک بار پھر وہ اس خواب میں جا کھڑی ہوئی' آنکھوں کو میچے وہ خود کو بھیگتا ہوا محسوس کررہی تھی۔

...... ❀ ......

"بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔" "دل" کی بربادی کے آثار نظر آتے ہیں۔"

"اف صفی کبھی تو سیدھی بات کرلیا کرو' ہر وقت گانے...... اور یہ دل نہیں گھر ہے۔"

"دل ہی تو گھر ہے ناں میڈم اور تمہیں کیا پرابلم ہے؟ اتنی اچھی تو میری آواز ہے اور سونے پہ سہاگہ سر بھی اتنے اچھے لگ جاتے ہیں کہ......"

"ہاں ہاں کبھی اپنے اس سر کو ہمارے کانوں سے بھی تو سنو۔ پتہ چل جائے گا کتنی اچھی ہے۔"

"ویسے خیریت؟ آج صبح صبح کیا مرچیں چبائی ہیں یا زہریلی بوٹی پھانک کر آئی ہو؟"

"صبح صبح ماشاءاللہ...... ذرا ایک نظر گھڑی پر ڈالو۔"

"سوا ایک...... آہم جب جاگو وہ صبح ہی ہوتی ہے۔ اب مابدولت سے مزید بحث نہ کی جائے جلدی سے ناشتا حاضر کیا جائے۔ ویسے یہ تم کیا کررہی ہو؟"

دوپہر ہو رہی تھی اور صفی ابھی اٹھا تھا' نیند پوری ہو چکی تھی اس لیے صفی شوخ و شنگ آواز میں گنگناتا کچن میں داخل ہوا تھا' آج کشش نے سوچا تھا کہ وہ سب کے لیے سٹیم چکن بنائے گی۔ اس لیے اس نے ندا کو بھی شامل کرلیا تھا۔ اس وقت چکن کو مصالحہ لگا رہی تھی اور ندا اس کی ہیلپ کررہی تھی۔ صفی کو دیکھتے ہی وہ رخ موڑ گئی تبھی اس کو دل کی بربادی کے آثار نظر آئے تھے۔

"اچھا کشش تم مصالحہ لگا لو چکن میں' میں کچھ دیر تک آتی ہوں۔" ندا اس کو مکمل نظر انداز کرتی ہوئی کشش سے بولی اور باہر کی طرف بڑھنے لگی۔ دروازے تک پہنچ کر رکنا پڑا کیونکہ دونوں پٹ پر بازو پھیلائے دروازے کے بیچوں بیچ صفی کھڑا خشمگیں نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

"میں یہاں ناشتے کے لیے کھڑا ہوں اور تم کہاں جارہی ہو؟"

"یہ ناشتے کا نہیں کھانے کا ٹائم ہے مسٹر۔" ندا نے ابرو اچکا کر اس کو دیکھا۔

"اوکے پھر کھانا ہی کھلاؤ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" وہ صلح جو لہجے میں بولا۔

"میں کیوں کھلاؤں؟" ندا اس کے تحکم انداز پر بل کھا کر رہ گئی۔

"تم کیوں نہ کھلاؤ گی؟" صفی نے تیز نظروں سے اس کو گھورا۔

"نوکر نہیں ہوں میں۔" وہ بھی اسی لہجے میں بولی۔

"نوکر ہوتی تو کہتا بھی نہ چلو شاباش......" صفی نے پھر تحکمانہ انداز اپنایا۔

"میں تو نہیں کررہی اور ہٹو تم رستے سے۔" ندا ضدی لہجے میں بولی۔

"کراؤں گی تو تم ہی ورنہ کوئی بھی نہیں۔" صفی ہٹ دھرمی سے کہتا دونوں ہاتھوں کو جینز کی پاکٹس میں ڈالے سائیڈ پر ہوا اور ایک گہری نظر ندا پر ڈالی اور اس سے پہلے کہ ندا وہاں سے نکلتی صفی پلٹا اور اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

"کیا ہوا؟" ندا وہیں کھڑی اس کے رویے کو سوچے جارہی تھی کہ کشش نے اس کے کندھے کو تھپتھپا کر متوجہ کیا۔

"کک...... کچھ نہیں۔" لمحہ بھر کو ندا بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی اور لڑکھڑاتی آواز میں بولی اور باہر جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔

"ندا......" کچن ٹاول سے گیلے ہاتھ خشک کرتی کشش نے اس کو پکارا تھا' اس کے قدم رک گئے لیکن پلٹ کر نہیں دیکھا۔

"کیا بات ہے سب ٹھیک ہے ناں؟" کشش گھوم کر اس کے سامنے کھڑی ہوئی اور متفکرانہ لہجے میں اس سے دریافت کرنے لگی۔

"ہاں...... ہاں سب ٹھیک ہے۔" ندا پھیکی مسکان ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولی کشش نے ٹٹولتی نظروں سے اس کو دیکھا۔

"تمہارے اور صفی کے درمیان سب ٹھیک ہے ناں؟" کشش نے سب ٹھیک ہے ناں کی وضاحت کی تو ندا نے ٹپٹا کر اسے دیکھا۔

"ندا تمہیں شاید کوئی غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے تم صفی کی فیلنگز کو ایکسپٹ نہیں کر پا رہی ہو۔" ندا خاموشی سے اس کو دیکھنے لگی دل میں بہت سارے سوال تھے وہ الجھن

کی صورت اس کے چہرے سے عیاں ہو رہے تھے اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی کشش پھر بولی تو ندا بے چینی سے ہاتھ مروڑنے لگی۔

"نن...... نہیں کشش ایسی بات نہیں، بس یونہی۔"

"کوئی مسئلہ ہے کیا؟" کشش کے لہجے سے جھانکتے خلوص پر ندا اپنی سوچ پر شرمندہ سی ہو رہی تھی۔

"نہیں کشش کوئی مسئلہ نہیں۔" کشش کا ہاتھ تھام کر وہ دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کو یقین دلانے لگی۔

"ندا تم شاید...... چچا جان اور اجیہ کی بات پر اپ سیٹ ہو۔" کشش نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو ندا نے یک لخت بے ساختہ نظریں چرائیں تو کشش ہنسنے لگی۔

"کیا آر یو کریزی گرل ندا...... ان لوگوں نے جسٹ ایک بات کی تھی، جس میں نہ میں شامل تھی نہ ہی صفی...... اور تم تو جانتی ہو ناں صفی جیسا "لٹو" میرا آئیڈیل کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔" کشش نے جھک کر اس کو دیکھا اور شرارت سے بولی تو ندا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہم دوست ہیں پاگل انسان صرف دوست۔ ویسے ہی دوست جیسے تم اور میں ہیں۔ بس صفی کی محبت تمہارے لیے ہے۔ صرف تمہارے لیے اس خاص محبت کا کوئی بھی حصہ دار نہیں ہے اور میں تو بالکل بھی نہیں ہوں۔ صفی میرا ایک پیارا سا دوست ہے یوں مانو ایک بھائی سے کسی طور کم نہیں۔ تم اس خوامخواہ کی غلط فہمی کو دل سے نکالو اور چلو اس کے لیے ناشتا بناؤ اور دے کر آؤ اس کو۔" کشش اس کا دل صاف کرتے ہوئے تحکم آمیز لہجے میں بولی تو ندا کا دل اطمینان سے بھر گیا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور محبت بھری نظروں سے کشش کو دیکھا۔ ایک پل میں اس نے خود کو اپنی نکمی سوچ کو ہزار بار ملامت کیا جس نے خوامخواہ دل بیزار کر رکھا تھا۔

"ٹھیک ہے ناں...... سب کلیئر ہو گیا؟" کشش نے کھوجتی ہوئی نظروں سے اس کے پرسوچ چہرے کو دیکھا۔

"ہاں...... تھینک یو کشش اینڈ آئی ایم سوری۔" ندا شرمندہ سی بولی۔

"جاؤ جاؤ معاف کیا۔" کشش شاہانہ انداز میں بولی تو دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں۔

"اب ٹائم نہیں ویسٹ کرو جلدی سے صفی کے لیے ناشتا بنا کر دے آؤ صبح سے کچھ نہیں کھایا اس نے بھوکا ہوگا بیچارہ۔ میں سحرش کی طرف جا رہی ہوں ان سب کو شام کی انویٹیشن دینے۔" وہ شرارتی نظروں سے ندا کو دیکھتے ہوئے بولی۔

آج اس کی چال میں کچھ نیا پن تھا ایک جھجک تھی، شرم تھی، ایک لمحہ کو رک کر اس نے اپنے آپ کو سرزنش کی۔ انجانی سی خوشی، سرمستی اور بے قراری کو اتنا obvious ہونے سے روکا لیکن دھڑکنوں نے بھی آج اودھم مچائے رکھنے کی قسم کھا رکھی تھی، نٹ کھٹ شرارتی بچے کی طرح آج وہ من مانی پر اتری ہوئی تھیں۔ بالآخر تنگ آ کر اچھل پچھل ہوتی دھڑکنوں کو بمشکل سنبھالتے وہ قدم بڑھاتی اقبال چچا کے حصے میں داخل ہوگئی تھی۔

......✿......

کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ خالہ؟ نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔" آنسہ انتہائی ناگواری سے فریحہ سکندر کو دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

"کیوں...... کیوں ممکن نہیں ہے کیا برائی ہے اس میں؟" فریحہ سکندر اسی پرسکون لہجے میں بولی۔

"میں نے کب کہا برائی ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا۔ بلال آپ کیوں نہیں بول رہے؟ آپ اس بارے میں قطعاً نہیں سوچ سکتے بلال۔" آنسہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایسا کیا کہے کہ یہ معاملہ جو آناً فاناً شروع ہوا تھا کسی طور ختم ہو جائے۔ بلال تسلسل سر جھکائے بیٹھے گہری سوچ میں گم تھے۔

"سعید بھائی پلیز......" آنسہ حقیقتاً پریشان ہو رہی تھیں۔

"آنسہ تم ایک بار ٹھنڈے دماغ سے سوچ کر تو دیکھو۔" فریحہ مدھم آواز میں اس کو سمجھانے لگی تھیں۔

"میں کیا سوچوں فریحہ خالہ کیا آپ لوگ اسی لیے

ہمیں پاکستان آنے کا کہہ رہے تھے؟ لیکن یاد رکھنا میں کسی صورت اپنی بیٹی کی شادی ایک طلاق یافتہ مرد کے ساتھ نہیں ہونے دوں گی اس کے ساتھ میری بیٹی کا کوئی جوڑ نہیں، اور آپ سب یہ بات کان کھول کر سن لیں اور معاملے کو یہیں ہی ختم کریں۔" آنسہ اچھے خاصے تلخ لہجے میں بولیں تو سب نے ہی اپنی اپنی جگہ پہلو بدلا۔

"دیکھو آنسہ......"

"نہیں سعید بھائی اب بس یہ بات یہیں ختم ہوگئی ہے اب کچھ بھی دیکھنے سننے کی ضرورت نہیں۔"

"آنسہ...... پلیز سن تو لو سعید کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟" بلال آنسہ کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"بھتیجے کی ہی سائیڈ لیں گے ناں اور کیا کہیں گے۔" آنسہ رخ موڑ کر بولی۔

"کشش کو میں نے کبھی اپنی بیٹی سے کم نہیں سمجھا۔ بہرحال جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔" سعید سنجیدگی سے آنسہ اور بلال کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔

"تم لوگ خوامخواہ بدمزگی پیدا کر رہے ہو آنسہ، میر سب گھر کا لڑکا ہے اور نہایت شریف، پڑھا لکھا اور سلجھی ہوئی عادات کا مالک ہے، جو کچھ بھی ہوا ہماری آنکھوں کے سامنے ہوا اور تم اور بلال بھی اس سب سے بے خبر نہیں تھے۔" بالآخر فریحہ نے مداخلت کی۔

"ایک دم سے فیصلہ سنانے سے بہتر ہے پہلے اچھی طرح جانچ پڑتال کرلو، کشش سے پوچھ لو...... اس رشتے میں ہر طرح سے تم لوگوں کا ہی فائدہ ہے، اپنی بیٹی نظروں کے سامنے رہے گی، ہر بات کا پتہ ہے، نہ کوئی اور جھنجھٹ نہ کوئی ذمہ داری...... ہر پہلو پر غور کرو۔" فریحہ آنسہ کو دیکھتے ہوئے ان کو بہت سے دوسرے پہلو سے آگاہ کر رہی تھیں۔

"ہم سمجھ رہے ہیں خالہ آپ کی بات یقیناً صحیح ہے نہ ہی ہمیں آپ کے خلوص پر کوئی شک ہے لیکن شاید کشش راضی نہ ہو اس رشتے کے لیے...... اور ہم اپنی بچی کو فورس نہیں کر سکتے۔" آنسہ نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے تھے لیکن اس سے پہلے ہی بلال بول اٹھے تو آنسہ کو مجبوراً چپ رہنا پڑا۔

"میں بھی یہی کہہ رہی ہوں مل بیٹھ کر مشورہ کرلو اس طرح تلخ کلامی سے تو حالات بے قابو ہی ہوتے ہیں ناں۔" فریحہ پرمسرت لہجے میں بولتی سعید کو دیکھنے لگی جو لب بھینچے نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔

"سعید بھائی معاف کردیں، اچانک اتنی بڑی بات نے حواس چھین لیے تھے۔" آنسہ نے اپنے تلخ رویے کی معافی مانگ کر بڑے پن کا ثبوت دے ہی دیا تو بلال مسکراتی نثار ہوتی نظروں سے اس کو دیکھنے لگے آنسہ کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ یہ معاملہ ہی ایسا تھا کہ اس کا تلخ ہو جانا جائز تھا لیکن آنسہ کی اپنے بھائی کے ساتھ بدکلامی پر بھی دل ہی دل میں برہم ہو رہے تھے اور شرمندگی محسوس کر رہے تھے لیکن آنسہ نے معافی مانگ کر ان کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا تھا۔

"فریحہ خالہ آپ ہی کشش سے بات کرلیں۔" بلال نے فریحہ کو ذمہ داری سونپی تو آنسہ نے چونک کر بلال کو دیکھا جو اس کو نظروں ہی نظروں میں خاموش رہنے کا اشارہ کر رہے تھے۔

"ٹھیک ہے میں بات کروں گی۔" فریحہ نے ہامی بھری اور یوں کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد ان چاروں کی یہ محفل برخاست ہوگئی۔

......✿......

"کشش آپی...... ویلکم بیک!" کشش سحرش کو بلانے گئی تو اس نے گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔

"ویسے آپی آپ کو یاد ہوگا آپ یہاں رہنے کے لیے آئی تھیں ادھر سے اپنا بوریا بستر سمیٹ کر...... یہاں تو کیا آپ تو ہمیں وہاں بھی نظر نہیں آتی۔ ناٹ فیئر آپی۔ تایا جی اور تائی جی کے آنے سے تو آپ ہمیں بھول ہی گئی ہیں۔" سحرش روٹھے لہجے میں اس کے واپس جانے کا گلہ کر رہی تھی۔

"جی نہیں، بھولی نہیں، بھول گئی ہوتی تو ابھی یہاں نہ

آپی، تم زیادہ اوراسمارٹ نہ بنا کرو۔" کشش ہنستے ہوئے اس کے سر پر چپت مارتے ہوئے بولی تو سحرش اپنی چالاکی پکڑے جانے پر کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ویسے آج رستہ کیسے بھول گئی؟" سحرش ابھی بھی چالاکی سے باز نہ آئی اور شرارت بھرے انداز میں کشش کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"تم کو رستہ دکھانے کے لیے مجھے یہاں آنا پڑا..... چچی جان کدھر ہیں؟" خشمگیں نظروں سے سحرش کو گھورتے ہوئے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کشش نے سیما کے متعلق پوچھا۔

"اندر کمرے میں ہیں بیٹے کی خدمت کررہی ہیں۔" سحرش مسکراتے لہجے میں بتایا۔

"ہیں کیا مطلب؟" کشش نے حیرت سے سحرش کی طرف دیکھا۔

"چل کر خود ہی دیکھ لیں۔" سحرش مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تو کشش لمحہ بھر کو ٹھٹکی اور..... نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلتی سیما کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

"مما دیکھیں آج پھر بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔" سحرش نے کمرے کا دروازہ کھولا اور سیما کو بتانے لگی تو کشش نے خطرناک تیوروں سے اس کو گھورا اور سیما کی طرف بڑھی جو کمرے میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی اور نیچے رکھے بہت سارے کشنز پر میرسب ہاتھ میں آئل کا کپ پکڑے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ صبح سے اس کی طبیعت خراب تھی سر درد اور بدن ٹوٹ رہا تھا تو سیما اس کے سر میں آئل کی مالش کررہی تھیں۔ کشش اور سحرش کے آنے پر بھی وہ اسی پوزیشن میں بیٹھا رہا جبکہ سیما کے ہاتھ لمحہ بھر کو رکے اور شفقت بھری مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے کشش کو دیکھا۔ ان کی طرف بڑھتی کشش لمحہ بھر کو جھجکی اور پھر اسی اعتماد سے ان سے ملنے لگی۔ یک لخت میرسب نے ایک نامانوس سے لمس سے چونک کر آنکھیں وا کیں، جھٹکے سے کشش کے دوپٹے کا پلو میرسب کے چہرے پر آ گرا تھا اس سے پہلے کہ وہ کسی قسم کے ردعمل کا اظہار کرتا کشش نے دوپٹہ کھینچ لیا تھا۔ لیکن میرسب کے بالوں سے بہتی تیل کی دھاریں دوپٹہ پر اپنی نشانی چھوڑ گئی تھی۔ ڈیپ ریڈ شفون کے دوپٹے کے درمیان تیل کے دھبے واضح نظر آرہے تھے۔ جن کو کشش نے دل و جان سے اپنایا تھا، لیکن سیما نے تاسف بھری نظروں سے اس دوپٹے کو دیکھا۔

"بیٹا تم وہاں سے سحرش کا دوپٹہ لے لو یہ میں ابھی دھو دیتی ہوں، پھر نشان پکا ہوگیا تو اتنا خوبصورت دوپٹہ خراب ہوجائے گا۔" میرسب کے بالوں کو سیٹ کرتے ہوئے سیما کشش سے کہنے لگیں۔

"یہ نشان پکا ہی تو کرنا ہے چچی جان، کشش ان کی طرف دیکھتے ہوئے من ہی من میں بولی۔

"جاؤ ناں کشش، کیا سوچ رہی ہو؟"

"نہیں چچی جان کوئی بات نہیں، میں کرلوں گی۔" اس کے جواب پر میرسب نے اس کو دیکھا تو وہ دوپٹہ کو ہاتھ میں دبوچے عجیب سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بیٹھی تھی، میرسب نے استعجابیہ نظروں سے اس کی پلکوں کے ارتعاش اور چہرے کے تغیر و تبدل کو دیکھا تھا لیکن وہ اس قوس قزاح کی وجہ نہ سمجھ پایا تھا۔ نہ ہی ایسی کوئی خواہش اس کے دل میں ابھری تھی۔

"چچی جان میں آج سب کی دعوت کررہی ہوں تو اس کے لیے آپ کو انوائٹ کرنے آئی ہوں، شام کو سب مل کر کھانا کھائیں گے۔ ٹھیک ہے ناں؟" کشش، سیما سے مخاطب ہوئی تو میرسب نے بھی اس کی طرف دیکھا۔

"اگر کوئی گفٹ دینا چاہے تو لاسکتا ہے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" کشش، سحرش کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"سوری کشش، میری طبیعت خراب ہے اس لیے میں معذرت چاہوں گا۔" میرسب اٹھتے ہوئے بولا۔

"طبیعت خراب ہے تو آپ نے کون سا دو گھنٹے کا سفر کرکے آنا ہے اب تو وہ دیوار بھی ہٹادی گئی ہے، بس یہاں

[illegible] کے وہاں تک ہی جانا ہے ناں۔ [illegible] کے بڑھتے قدم رکے تھے۔ سیما اور سحرش نے پہلے ایک دوسرے کو اور پھر کشش کو دیکھا تھا۔

"کبھی کبھی یہاں سے وہاں تک کا سفر بھی مشکل سے کٹتا ہے۔ بہرحال مسئلہ وہاں جانے کا نہیں، طبیعت کی خرابی کا ہے پھر بھی میں کوشش کروں گا سب میں شامل ہوسکوں۔" میرسب پلٹے بغیر بولا اور اس کا جواب سنے بنا وہاں سے نکلتا چلا گیا تو اس کے آدھے ادھورے اقرار پر کشش کی بے ساختہ مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔ جس کو سحرش نے بڑی گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

"اچھا میں چلتی ہوں اب، بہت سارا کام باقی ہے اور ٹائم بہت کم ہے۔ سحرش تم آرہی ہوناں ساتھ؟" یک دم ہی کشش عجلت کا شکار ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ذرا ٹھہر کر آجاؤں گی۔" سحرش محبت پاش نظروں سے اس کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"تمہارا ذرا ٹھہر اگر کھانے کے ٹائم پر ہوا ناں تو سارے برتن تمہیں دھونے پڑیں گے یاد رکھنا۔" کشش اس کو وارننگ دیتے ہوئے بولی تو سحرش کھلکھلا کر ہنس دی، جبکہ سیما مسلسل سوچتی، کھوجتی نظروں سے کشش کو دیکھے جارہی تھیں۔

"میک شیور..... میرسب..... بھی سب میں شامل ہو..... اوکے۔" سحرش، کشش کو دروازے تک چھوڑنے آئی تو کشش کی مدھم رازدارانہ سرگوشی پر متعجب نظروں سے اس کو دیکھا۔

"کیوں؟" بے اختیار سحرش کی زبان سے نکلا۔

"اس لیے کہ ان کو بھی تو پتہ چلنا چاہیے ناں کہ ان کی ولایتی کزن صرف اوٹ پٹانگ باتیں کرنا نہیں کوکنگ کرنا بھی جانتی ہے۔" کشش ہنستے ہوئے بے پروائی سے بولی تو سحرش نے اچنبھتی نظروں سے اس کو دیکھا۔

"ہاہاہا..... بس بس اب دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالو اور جو کہا ہے وہ کرنا۔" سحرش کی بے یقین نظروں سے شپٹا کر کشش اس کو ڈپٹتے ہوئے بولی۔

ویسے آپ نے نوٹ کیا ہے تمہارے کزن بھائی نے اب مسکرانا شروع کردیا ہے۔" جاتے جاتے کشش نے پلٹ کر سحرش کو دیکھا۔

"ہاں پتہ تو نوٹ کیا ہے میں نے اور مما نے بھی کہ بھائی اب چینج ہورہے ہیں۔" سحرش مدھم پُرسوچ انداز میں بولی۔

"آہم..... فکر نہ کرو ان شاءاللہ وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہوگا۔" کشش اس کو تسلی دیتی ہوئی بولی۔

"کشش آپی....." کشش آگے بڑھی تو سحرش کی آواز پر یک دم رک گئی پلٹ کر دیکھا تو چہرے پر الجھن کے تاثرات لیے ہاتھ مروڑتی وہ کھڑی تھی۔

"کیا بات ہے؟" کشش کو تشویش لاحق ہوئی۔

"کشش آپی آپ سے ایک بات کہوں کیا آپ مانیں گی؟" سحرش اس کے پاس آئی تو کشش نے تعجب سے اس کے اضطرابی چہرے کو دیکھا۔

"ہاں..... کیوں نہیں بولو..... کیا بات ہے؟"

"پلیز آپی اگر آپ کو اچھا نہ لگے تو بھی مجھ سے ناراض نہ ہونا..... بس اگنور کردینا۔" سحرش مسلسل الجھی ہوئی تھی۔

"اوکے ٹھیک ہے، لیکن بات کیا ہے؟"

"کشش آپی کیا آپ ہمیشہ یہاں رہ سکتی ہیں ہمارے گھر میں..... ہمارے ساتھ؟" سحرش ہاتھ مروڑتی دھیمے لہجے میں بول رہی تھی اور کشش پر جیسے کسی نے قوس قزاح کے رنگ انڈیل دیے ہوں۔

"میں تو یہاں ہی ہوں میں نے کہاں جانا ہے بھلا....." کشش مسکراتے ہوئے بولی۔

"سچ کہہ رہی ہیں آپ؟" سحرش نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"بالکل سچ۔"

"بھائی سے بات ہوئی آپ کی؟" سحرش حیرت میں مبتلا ہوتی جارہی تھی۔

"کشش..... اب دیر ہورہی ہے، جلدی آجانا تم....." کشش اس کے سوال کو نظر انداز کرتی ہوئی بولی۔

"بھائی اچھے لگے ناں آپ کو؟" سحرش کے دوٹوک

سوال پر کشش کے سینے میں ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔

''شام کو جلدی آجانا۔'' کشش بمشکل بولی اور پلٹ گئی۔

''میں جانتی ہوں تو صرف اتنا کہ میرسب میری دنیا کا ایک بہت اہم حصہ ہیں وہ...... وہ ہستی ہیں جو اس خلا کو پر کریں گے جو نجانے کب سے خالی پڑا ہے...... میرسب وہ انسان ہے جو میرے خوابوں کو تعبیر دے گا...... اور میں وہ ہوں جو میرسب کی بے رنگ زندگی کو اپنی محبت کے رنگوں سے رنگ دوں گی ان کو وہ خوشی دوں گی جو ان سے چھین لی گئی ہے۔ ان کی ہنسی لوٹاؤں گی ان کا مقام ان کو واپس دلاؤں گی۔'' وہ بہت پرعزم انداز میں سوچ جارہی تھی۔ لیکن سراسر غلط فہمی کا شکار تھی...... بہت بڑی غلط فہمی کا...... اور نجانے اب اس کا تاوان اس کو کیسے بھرنا پڑے گا۔ خوابوں کی قربانی دے کر یا اپنی محبت کی...... انجانی محبت کی۔

✿ ...... ❀ ...... ✿

''تو تمہاری کیا مرضی ہے؟'' شام کی دعوت کے بعد فریحہ نے کشش سے بات کرنے کی ٹھانی تھی اور اس وقت وہ دونوں بیٹھی تھیں۔

''آنسہ اور بلال نے یہ ذمہ داری مجھے دی ہے کہ میں تم سے بات کروں میں کسی کی سائیڈ نہیں لے رہی ہوں نہ ہی تمہیں کنوینس کررہی ہوں کہ تم میرسب کے پرپوزل کے لیے ہاں کرو۔'' کشش مسلسل خاموش تھی تو اس کے سنجیدہ پرسوچ چہرے کو دیکھتے ہوئے فریحہ پھر بولیں۔

''سب حالات تمہارے سامنے ہیں میرسب کا گزرا ہوا کل بھی اور آج بھی۔ تمہیں چھ سات مہینے ہوگئے ہیں یہاں سب کے درمیان تو کچھ نہ کچھ عادتوں کا بھی اندازہ ہو ہی گیا ہوگا ناں؟'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دوستانہ لہجے میں بولی تو کشش بس ایک نظر ان کو دیکھ کر رہ گئی۔

''میں تمہیں سمجھا نہیں رہی ہوں کشش نہ ہی میرسب یا اس کی فیملی کے گن گا کر تمہیں مجبور کررہی ہوں کہ تمہیں ہاں میں جواب دینا پڑے میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے خوابوں کی دنیا بہت الگ اور عجیب و غریب سی ہے لیکن چندا کچھ خواب ایسے ہوتے ہیں جو صرف دیکھنے کے لیے ہوتے ہیں جب وہ آنکھوں میں بسے ہوں صرف تبھی سہانے لگتے ہیں جب وہ حقیقت کا روپ دھار کر ہماری زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں ناں تو ان کو برقرار رکھنے کے لیے روح کو گھائل کرنا پڑتا ہے یہ سفر اتنا آسان نہیں ہوتا گڑیا وہ خواب جو حقیقت میں ڈھلنے کے بعد اپنا دم توڑ دیں ان کو صرف آنکھوں میں ہی بسا رہنے دو وہاں ان کی عمر بہت لمبی ہوگی...... زندگی گزارنے کے لیے کبھی کبھی الگ رستوں کا بھی انتخاب کرنا پڑتا ہے وہ منزل شاید وہ نہ ہو جو ہمارے خوابوں کا حصہ تھی لیکن وہ یقیناً وہ منزل ہوگی جو ہمیں خوشی دے گی اور ہمارے لیے بہتر ہوگی اور ان شاءاللہ ہمیشہ کے لیے ہوگی......'' فریحہ اس کے مضطرب چہرے پر نظریں جمائے بول رہی تھیں وہ ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے مسلسل بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ اس لمحے وہ عجیب سی کشمکش اور کشش و پنج میں مبتلا تھی۔

''کیا آپ اس رشتے سے انکار کرسکتی ہیں۔'' یک دم ہی کشش کی سماعتوں میں میرسب کی التجا گونجی۔

''مطلب مجھے نہیں پتہ بس پلیز آپ انکار کردیں۔'' دوسرے لمحے الجھن بھرے جھنجلائے لہجے نے اس کو چونکایا۔

''کیا سوچ رہی ہو کشش؟'' فریحہ اس کو مسلسل سوچوں میں ڈوبے دیکھ رہی تھیں۔

''آپ کیا مشورہ دیں گی بی جی؟'' کشش نے خاموش نظروں سے اس کو دیکھ کر سوال کیا۔

''بات میرے مشورے کی نہیں تمہاری مرضی اور خوشی کی ہے بیٹا...... ہر انسان اپنی سمجھ اور تجربے کی بنا پر مشورہ دیتا ہے۔ میں کوئی مشورہ دیے بغیر صرف تمہاری مرضی جاننا چاہتی ہوں۔'' فریحہ نے اپنا دامن بچایا۔

''اور مما پاپا کی کیا مرضی ہے؟''

''بلال تو خاموش ہے شاید اس کی خاموشی اس کا اقرار ہے...... اس نے یہی کہا کہ پہلے تم سے بات کریں پھر اس کے بعد ہی فیصلہ ہوگا اور......''

''اور مما......؟'' فریحہ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کشش آنسہ کی رائے کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔

''وہ شاید اتنی خوش نہیں لیکن وہ ماں ہے ناں اور تم اس کی اکلوتی بیٹی ہو اس لیے ہزار وسوسے خدشے ہوں گے اس کے دل میں۔'' فریحہ نے حقیقت بیان کی تو کشش لب بھینچ کر رہ گئی۔

''لیکن وہ بھی صرف میرسب کے پاسٹ کی وجہ سے کچھ گھبرا رہی ہے سیما اور اقبال سے تو کوئی پرابلم نہیں اس کو۔'' کشش کی پریشان حال صورت دیکھ کر فریحہ بولی تو کشش نے اثبات میں سر ہلادیا۔

''ٹھیک ہے آپ مما اور پاپا کو بتادو کہ مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔'' طویل خاموشی کے بعد کشش کے منہ سے نکلے الفاظ نے فریحہ کو صحیح معنوں میں چونکا دیا تھا۔

''کیا میں اس اقرار کی وجہ جان سکتی ہوں؟'' فریحہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے اس سے استفسار کررہی تھی تو کشش ایک خاموش نظر ان پر ڈال کر سر جھکا گئی۔

''بولو بیٹا اس وقت تم ایک دوست سے بات کررہی ہو ایک بہت مخلص دوست سے بتاؤ مجھے؟'' فریحہ کو کشش کے اقرار نے حیرت میں ڈال دیا تھا اور وہ جاننا چاہ رہی تھی کہ کشش نے لمحوں میں ایسا فیصلہ کیسے کرلیا کیا ریزن ہوسکتا ہے؟ میرسب کا اب کا رویہ ایسا نہیں جس سے یہ اندازہ لگاتی کہ شاید کشش کا اقرار میرسب کی کسی پیش قدمی کا نتیجہ ہے پھر کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ فریحہ مسلسل الجھن کا شکار ہورہی تھیں۔

''پر اس آپ کسی کو بتاؤ گی نہیں؟'' بہت جھجکتے ہوئے کشش بولی۔

''نہیں میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔'' فریحہ نے متجب نظروں سے اس کے چہرے پر بکھرے رنگوں کو دیکھا تھا۔

''نہیں...... سوری بی جی میں نہیں بتاسکتی۔'' یک دم ہی کشش نے کسی راز کو افشا کرنے کا فیصلہ بدل کر فریحہ کو مزید متذبذب کا شکار کردیا تھا۔ پھر فریحہ کے لاکھ جتن کے باوجود بھی کشش اپنے ''نہیں، سوری بی جی'' کو او کے بتاتی ہوں۔'' میں نہ ڈھال سکی تو مجبوراً فریحہ اس کا اقرار لے کر آنسہ اور بلال کے پاس چلی گئیں۔

✿ ...... ❀ ...... ✿
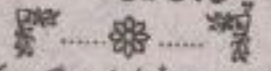
اور پھر...... قسمت کے فیصلے کے آگے اس کو سرنگوں کرنا پڑا جتنا ہی وہ مطمئن پرسکون دکھائی دے رہا تھا اندر سے اتنا ہی تلملایا ہوا آگ بگولہ جھنجلایا ہوا اور نجانے کون کون سی کیفیات میں اس کا دل ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا...... پہلا امپریشن جو اس کا پڑا تھا وہ ایک 'دھوکے باز اور وعدہ خلاف' کا تھا جو محبت کے سوا ہر اس جذبے کو ہوا دے رہا تھا جس میں سوائے کڑواہٹ کے کچھ نہ تھا جتنا وہ اس کے بارے میں سوچتا اس کی رگیں تن جاتیں خون کھولنے لگتا بے چینی اضطراب غصہ اس درجے حاوی ہوئے کہ عالم بے بسی میں ہاتھ کا مکا بنا کر دیوار پر دے مارا یہ بھی نہ سوچا کہ وہ مٹی کا بنا انسان ہے...... جس کو چوٹ لگنے سے تکلیف ہوتی ہے کوئی آئرن مین نہیں۔ ابھی ابھی سحرش اجیہ اور ندا ہنستی کھلکھلاتی مٹھائی کی پلیٹ لیے اس کے کمرے میں آئی تھیں اور بم پھوڑ کر اس کا منہ میٹھا کروا کر کشش کے ساتھ اس کی بات طے ہونے کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔ اس اچانک کی ''خوشخبری'' نے اس کے حواس چھین لیے تھے۔ مسلسل دانت پیس پیس کر دھوکے باز وعدہ خلاف اور نجانے کون کون سے القابات سے اس کو نوازتا جارہا تھا۔ باہر سے سب کے قہقہوں مبارک باد کی گونج ہنسی مذاق اس کو زہر لگ رہا تھا وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن وہاں سے نکل کر جانے کا رستہ ان سب سے آگے سے گزرتا تھا اور ایک بار پھر اس میں اپنوں کی خوشیوں کو روند کر کچل کر وہاں سے فرار ہونے کی ہمت نہ تھی۔ پھر وہ کیسے اتنا بڑا فیصلہ کرلیتا اکیلے...... کیسے سب کی آنکھوں کو ایک بار پھر آنسوؤں سے بھر دیتا؟ کشش نے اس کے بھروسے کو توڑا تھا اس سے وعدہ خلافی کی تھی ورنہ آج اس کی سوچیں باغی نہ ہوتیں ایک بار پھر نفرت کا ابال اس کے دل میں ابھرا اور اس کے اندر دور

تک سرایت کر گیا۔ اس نے گہرا سانس لیا، سائیڈ ٹیبل پر رکھے پانی کے گلاس کو اٹھا کر غٹاغٹ حلق میں اتارا اور باہر کی جانب قدم بڑھا دیے۔ دل تو آمادہ نہ ہو رہا تھا لیکن آج ہی صفی اور ندا کی بات بھی طے ہونا قرار پائی تھی تو اس کو ان کی خوشیوں میں شریک ہونا تھا۔ وہ بوجھل قدموں کو گھسیٹتا خراماں خراماں چلتا ان سب میں شامل ہونے کے لیے باہر نکل آیا تھا۔

❀ .... ❀

"ندا..... ندا..... ندا سو گئی ہو کیا؟" رات کا نجانے کون سا پہر تھا، کتنے ہی دنوں بعد آج وہ سکون کی نیند لینے کے ارادے سے بستر پر آ کر لیٹی تھی، پہلے تو صفی کے میسجز، کالز نے اس کو سونے نہ دیا، بمشکل ان سے جان چھڑا کر ابھی وہ نیند کی وادیوں میں کھوئی جا رہی تھی کہ مدھم سرگوشی میں اس کو پکارا جانے لگا سوتے جاگتے ذہن میں ندا..... ندا کی پکار سن کر اس نے کسمسا کر پہلو بدلا۔ تھکان اس قدر تھی کہ آنکھیں چاہنے کے باوجود بھی نہ کھل رہی تھیں۔

آج ہی میر سب اور کشش کی شادی ہوئی تھی، سارا پروگرام آناً فاناً طے ہوا تھا کیونکہ بلال کو واپس لندن جانا تھا اور وہ جانے سے پہلے اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہ رہے تھے اور پھر سب کی رائے بھی یہی تھی، یوں ایک ہی میٹنگ میں سب کچھ طے کر لیا گیا اور بمشکل چار ہفتوں میں ہی سب کچھ ہو گیا اور سب سے زیادہ ذمہ داری ندا پر پڑی تھی کشش کی شاپنگ کی، بازاروں کے چکر کاٹ کاٹ کر وہ خود گھن چکر بن چکی تھی اور پھر باقی کاموں میں بھی وقتاً فوقتاً اس کو گھسیٹا جاتا رہا تھا۔ پھر بھی آج ندا نے اپنی تھکاوٹ کم کرنے کا تھوڑا سا انتظام کر ہی لیا تھا۔

"ندا..... ندا..... ندا" پکار بڑھتی جا رہی تھی اور جب وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو پکارنے والے نے ہاتھوں کا استعمال کیا اور اس کو جھنجوڑ ڈالا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی..... نیند سے بھری سرخ آنکھوں کو بمشکل کھول کر دیکھا..... تو دنگ رہ گئی، دوسرے لمحے ساری نیند اڑن چھو ہو گئی، سرہانے رکھے دوپٹے کو اٹھا کر گلے میں ڈالا اور یک لخت چاروں طرف دیکھا کہ کوئی اور جاگ تو نہیں رہا۔

"کشش تم..... اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟" آواز دباتے ہوئے حیرت سے دوچند لہجے میں ندا آج کے دن کشش کی وہاں موجودگی کا سبب جاننے کو بے قرار ہوئی جا رہی تھی اور وہ دلہن بنی بھاری لہنگے اور دوپٹے کو سنبھالتی وہاں کھڑی تھی، ایسے میں ایک ندا کیا کوئی بھی اس کو وہاں دیکھتا تو حیرت کے سوا نیزے تک پہنچ جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

"ششش..... زیادہ حیران نہ ہو....." کشش نے سرگوشی کی۔

"تمہارا دماغ تو درست ہے ناں کشش؟" ندا اس کو بازو سے پکڑے باہر کی طرف بڑھتی ہوئی مدھم مگر جھنجلائے انداز میں اس کو ڈانٹ رہی تھی۔

"کچھ چاہیے تھا تو میر سب کو کہتی یوں باہر نکل کر آنے کی کیا ضرورت تھی؟" ندا کمرے سے باہر اس کو کھڑا کرتی اس کے حلیے کی طرف اشارہ کرتی اب قدرے بلند آواز میں پوچھنے لگی۔

"وہ مسٹر تو سو گئے۔" کشش ہنستے ہوئے انتہائی بے پروا انداز میں بولی تو ندا کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا..... کسی گڑبڑ کے خدشے نے اس کے دل کو دھڑکایا۔

"کشش.....؟" ندا نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"تم باہر کیوں آئیں اس وقت اب منہ سے پھوٹو گی کچھ؟" ندا کی تو نیند نجانے کہاں غائب ہو گئی تھی اور اس کی جگہ اب ٹینشن نے لے لی تھی۔

"تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ سب ویسے ہی ہے جیسے میں نے سوچا تھا۔" کشش انتہائی خوشی اور پرجوش لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟" ندا کا دل تھر تھر کانپنے لگا۔

"مطلب..... میر سب کمرے میں آیا، کچھ دیر کھڑا رہا پھر دراز اوپن کیا، یہ نکال کر میری طرف پھینکا....." کشش نے دوپٹے کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور ایک ویلوٹ کی ڈبیہ نکال کر اس کے سامنے کی جس میں ایک انتہائی

نفیس سونے کا بریسلٹ تھا۔ ندا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے کبھی کشش کو دیکھتی اور کبھی اس بکس کو.....

"اور..... بولا کہ چینج کر کے سو جاؤ..... اور خود سو گئے تو میں یہاں آ گئی کہ تم کو بتاؤں کہ مجھے وہ مل گیا جس کی مجھے تلاش تھی۔"

"اف اللہ..... کشش تمہیں اندازہ بھی ہے یہ کیا ہے؟ پاگل لڑکی..... تم..... اف..... کشش....." ندا اس کی خوشی اور اس پاگل پن پر فکر مند ہوئی لیکن کشش..... وہ تو یوں خوش ہو رہی تھی جیسے..... نجانے کون سا خزانہ اس کے ہاتھ لگا ہو۔

"سنو کشش..... ابھی جاؤ کمرے میں، چینج کر کے ریسٹ کرو، دیکھو تو کتنے دنوں سے ریسٹ نہیں کیا، پتہ نہ ہو بیمار ہو جاؤ، ابھی کل کا فنکشن بھی باقی ہی اور خبردار اگر یہ سب کسی اور کو بتایا تو..... یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے اور تم اب کوئی اوٹ پٹانگ حرکت نہیں کرو گی، صبح بات ہو گی، جاؤ اب....." ندا متفکرانہ لہجے میں اسے موقع کی نزاکت سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اوکے بابا جاتی ہوں ناں....." وہ منہ بسورتی آگے بڑھ گئی۔

"ٹھہرو میں چلتی ہوں۔" دوسرے لمحے ندا کو اس کی معصومیت پر پیار آنے لگا اور رہ رہ کر میر سب کی حرکت پر غصہ لیکن وہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔

"نہیں..... بس اوکے..... میں چلی جاؤں گی، سوری ایسے ہی تمہاری نیند ڈسٹرب کی..... جیسے ہی میر سب نے آنکھیں بند کیں میرے دل میں آیا کہ میں جلدی سے تم کو بتاؤں اس لیے آ گئی۔" کشش مدھم انداز میں بولی تو ندا نے آگے بڑھ کر اس کو گلے لگا لیا۔

"جاؤ اب آرام کرو اور یہ راز ہی رہنا چاہیے..... اوکے۔" ندا اس سے الگ ہوتی ہوئی بولی تو وہ اثبات میں سر ہلا کر پلٹ گئی۔ لیکن اب ندا مسلسل الجھن اور بے چینی کا شکار ہو رہی تھی، کشش کی معصومیت، ناسمجھی اور میر سب کا رویہ..... اس پر حاوی ہو رہے تھے نجانے اب یہ فیصلہ کون سی تباہی لے کر آئے گا؟ بہت سی سوچوں نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا، یہی سوچتے سوچتے نجانے کب نیند نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

❀ .... ❀

پھر اس کے خواب پورے ہونے لگے۔ وہ خواب..... جو پورے نہ ہوتے تو زیادہ اچھا ہوتا، وہ حقیقت کا روپ دھار کر میر سب کی شکل میں اس کے سامنے آئے تھے اور کشش نادانی کی انتہا پر تھی، لاابالی پن عروج پر تھا، وہ سمجھ نہیں رہی تھی کہ میر سب کے رویے کا نتیجہ کتنا گھمبیر ہو سکتا ہے، کب تک وہ یہ سب برداشت کر پائے گی؟ وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ جب اس کی برداشت کرنے کی ہمت نے دم توڑا تو پھر؟ میر سب تب تک نہ بدلا تو؟ کشش پاگل پن چھوڑنے پر تیار نہ تھی اور میر سب اپنا رویہ بدلنے کے حق میں نہ تھا..... جتنی وہ اس مسئلے کو مذاق میں اڑاتی میر سب کی جھنجلاہٹ میں اضافہ کرتی..... ندا کے کہنے پر اس نے اپنے اور میر سب کے تعلق کو کسی پر ظاہر نہ کیا تھا اور کشش کی خوشی دیکھ کر کوئی اندازہ بھی نہ لگا سکا تھا کہ اس کی خوشی کی نوعیت کیا ہے، ندا اس کو سمجھا سمجھا کر جب تھک گئی تو بالآخر اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر خاموشی اختیار کر لی۔

❀ .... ❀

ندا اور صفی کی شادی کے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔ چار مہینے گزر چکے تھے کشش اور میر سب کو ایک کمرے میں اجنبیوں کی طرح رہتے ہوئے ان کی زندگی عجیب ڈھب سے گزر رہی تھی۔ کشش اپنی نادانی، کم عقلی اور پاگل پن کے باعث خوش تھی اور میر سب اس کے ان ڈراموں سے چڑ کر اس سے مزید دو قدم دور ہی ہوا تھا اور ایک ندا تھی جو ہر وقت اس کے لیے دعا گو تھی۔

"میں نے کتنی بار منع کیا ہے میری چیزوں کو ہاتھ نہ لگایا کرو اور پلیز یہ میری بیوی بننے کی ایکٹنگ نہ ہی کرو تو اچھا ہوگا۔" ندا کی مایوں کا فنکشن تھا، کشش نے بلیک لونگ ڈریس جگنوؤں اور موتیوں سے بھرا تھا زیب تن کیا تھا، ڈیپ ریڈ چوڑی دار پاجامہ اور دوپٹہ نفاست سے کیا گیا میک

اپ' سرخ چوڑیاں' رول ہوتے بالوں میں چمکتی بندیا' اس لمحے وہ سراپا حسن بنی آئینہ کے سامنے کھڑی تھی اور ہاتھ میں مردانہ بلیک کرتا اٹھائے اپنے برابر رکھ کر نجانے کیا الجھن کیے جارہی تھی کہ اس کے ہونٹوں پر دل موہ لینے والی مسکراہٹ نے کمرے میں داخل ہوتے میرسب کو چونکا دیا تھا۔ لمحہ بھر کو اس کا دل ایک انجانی لے پر دھڑکا اس کے قدم وہیں جم گئے دھڑکنوں کی اتھل پتھل پر جھنجلاتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے پاس آ کھڑا ہوا تو کشش نے ایک شرمگیں نگاہ اس پر ڈالی اور نظر جھکا گئی دوسرے لمحہ میرسب نے لب بھینچ کر اس کو دیکھا اور اپنا کرتا اس کے ہاتھ سے چھین کر شعلہ اگلتا اسی برق رفتاری سے وہاں چلا گیا اور کشش گنگ کھڑی دیکھتی رہ گئی۔ پہلی بار ایسا ہوا کہ میرسب کے ہتک آمیز رویے پر کشش کے اندر کہیں بہت دور' گہرائی میں بہت مدھم سی کچھ چٹخنے کی آواز اس کی سماعت میں گونجی۔ جس نے پہلی بار کشش کو خاموشی میں مقید کردیا۔ اس کی شوخی کو نگل لیا۔ پہلی بار اس کو اپنی "سج دھج" فضول لگی' اس کا جی چاہا اس بناؤ سنگھار کو تہس نہس کردے۔

"کشش آپی...... کدھر ہیں' تیار ہوگئیں کیا؟ ندا آپی کہہ رہی ہیں جلدی آئیں آپ نے ان کی ہیلپ کرنی ہے۔" دروازہ کھٹکھٹا کر سحرش اندر داخل ہوئی۔

"ہاں بس...... آئی دو منٹس میں' یہ دوپٹہ سیٹ کرلوں آتی ہوں۔" حلق میں اٹکے آنسوؤں کے گولے کو نگلتے ہوئے بمشکل وہ بولی۔

"او مائی گاڈ آپی"۔

"کیا ہوا؟" کشش یک دم پلٹی تھی۔

"ماشاء اللہ آپ بہت بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" سحرش اس کے پاس ہوتی اس کی ہیلپ کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں بس ٹھیک ہی لگ رہی ہوں' کچھ اتنی خاص نہیں۔" کشش لہجے کو بشاش کرتے ہوئے بولی۔

"جی نہیں' آپ بیسٹ لگ رہی ہیں' بہت زیادہ پیاری۔" سحرش پرجوش لہجے میں اس کی تعریف کررہی تھی' لیکن وہ آج خوش نہ ہو پارہی تھی' بمشکل اپنی مسکراہٹ کو چہرے پر سجا پائی۔

"چلو ندا کے پاس......" کشش نے آخری نگاہ آئینے میں ابھرتے اپنے سراپا پر ڈالی اور سحرش کو کہتی وہاں سے نکل گئی۔

"کیا بات ہے؟" وہ ندا کی تیاری میں اس کی ہیلپ کررہی تھی اور مسلسل اس کو چھیڑ رہی تھی۔

"کون سی بات؟" ندا کی جیولری جو اس نے آج پہننی تھی سائیڈ پر رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ رکے اور سوالیہ نظروں سے اس نے ندا کو دیکھا۔

"جب سے آئی ہو نوٹ کررہی ہوں' وہ شوخی اور ہنسی غائب ہے جو تمہاری ذات کا حصہ تھی۔ سب کے جانے کے انتظار میں تھی اور وقت گزرنے کے بھی کہ شاید مجھے ایسا لگا ہو لیکن نہیں آج حقیقت میں تمہاری ٹون بدلی ہوئی ہے' تو بتاؤ کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔" نظریں چراتے ہوئے بہت کوشش کے باوجود لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش واضح تھی۔ جس نے ندا کو بے چین کردیا۔

"کشش...... بتاؤ کیا ہوا؟" ندا اٹھ کر اس کے پاس آئی اور متفکرانہ لہجے میں اس سے دریافت کرنے لگی۔

"میرسب نے ڈانٹا۔" نظریں جھکائے ہوئے وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"تو یہ کون سی نئی بات ہے؟ وہ ہمیشہ تمہیں ڈانٹتے ہی ہیں ناں۔ اب اس میں منہ بنانے کی کیا بات ہے؟" ندا ٹٹولتی نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بظاہر بے پروائی سے بولی۔

"نہیں کوئی بات نہیں' بس ویسے ہی......" کشش نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تو بھرایا لہجہ اور جھلملاتی آنکھیں' چہرے پر نامعلوم اداسی کا بسیرا اور پھیکی مسکان' ندا کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔" ندا دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھامتے ہوئے شوخ انداز میں بولی تو کشش نے ڈبڈبائی نظروں سے اس کو دیکھا تو نجانے کیوں آنسوؤں کا بند ٹوٹ گیا' یک دم ہی اس نے اس کے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو آزاد کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی تو ندا کو معاملے کی گھمبیرتا کا احساس ہوا۔ یقیناً اب میرسب نے کچھ ایسا بولا ہوگا جو کشش جیسی لڑکی سے بھی برداشت نہ ہوسکا ورنہ پچھلے چار مہینوں سے کشش نے میرسب کی ہر ڈانٹ کا تذکرہ اتنے کھلے دل اور بشاش لہجے میں چٹخارے لگا کر کیا تھا کہ ندا بمشکل اپنی ہنسی روک پاتی تھی' یا شاید ندا اور صفی...... کو دیکھ دیکھ کر کشش اب اس ڈانٹ سے اکتا چکی تھی' اب کچھ الگ کرنے کے لیے دل مچلنے لگا تھا۔ نجانے کیا بات تھی؟ ندا مسلسل سوچ رہی تھی۔

"کشش ایک بات پوچھوں؟" نجانے کیا سوچ کر ندا نے کشش کو مخاطب کیا تو اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم نے میرسب بھائی سے کیوں شادی کی؟ آئی مین...... انہوں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتے اور شاید تم لوگوں کی بات بھی ہوئی تھی۔" ندا کے الفاظ پر کشش نے متعجب نظروں سے دیکھا' آس پاس جیسے کسی نے بم پھوڑا ہو۔ جس سے اس کے جذبات کے پرخچے اڑ گئے ہوں' آنکھیں پھاڑے وہ ندا کی طرف بے یقینی سے دیکھے جارہی تھی۔

"پھر تم نے کیوں ہاں کی؟ میں جانتی ہوں میرسب بھائی شاید تمہاری آئیڈیل پرسنلٹی ہیں لیکن کسی کی ناپسندیدگی کے باوجود اپنی زندگی داؤ پر لگا دینا کیا یہ صحیح فیصلہ تھا؟" اس کے زرد پڑتے چہرے پر نظر جمائے ندا مزید گویا ہوئی تو کشش کو اپنی ذات اندھیروں میں گم ہوتی محسوس ہوئی۔

"کیا آپ اس رشتے سے انکار کرسکتی ہیں؟ مطلب مجھے نہیں پتہ' بس آپ انکار کردیں۔" ایک ڈورا الجھی تھی اور اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس کا دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔

"کشش؟" ندا نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بغور دیکھتے ہوئے اس کو پکارا۔

"تم دونوں بے وفا ہو' ہمیشہ مجھے الگ کردیتی ہو اور پھر اپنی نجانے کون کون سی باتوں میں لگ جاتی ہو۔" کشش نے اس کی طرف دیکھا' کچھ بولنے کے لیے الفاظ ترتیب دے رہی تھی کہ اجیہ کمرے میں داخل ہوئی اور روٹھے لہجے میں بولتی چلی گئی۔ ندا نے گہرا سانس لے کر اجیہ کو دیکھا اور کشش اپنے زرد پڑتے چہرے کو چھپانے کے لیے رخ موڑ گئی۔

"کیا ہوا؟" ان دونوں کو خاموش' افسردہ دیکھ کر اجیہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"کچھ نہیں' دو دن میں میری رخصتی ہے ناں تو اس لیے دو سہیلیاں ذرا ایموشنل ہوگئیں۔" ندا نے ہنستے ہوئے بات بنائی۔

"تو تم نے کون سا سات سمندر پار جانا ہے' یہاں سے وہاں تک کا ہی تو سفر ہے۔" اجیہ مسخرے پن سے بولی۔

"میں ابھی آتی ہوں۔" کشش کہتی ہوئی باہر نکل گئی' اجیہ نے تو اس کے بھرائے ہوئے لہجے کا کوئی نوٹس نہ لیا لیکن الجھتی سوچوں کے ساتھ ندا کی نگاہوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

میرسب کمرے میں داخل ہوا تو ٹھٹک کر رک گیا' وہ جو کچھ دیر پہلے بھی سنوری ہوئی تھی' فنکشن شروع ہونے سے پہلے ہی سادہ سے کوٹن کا سوٹ زیب تن کیے ڈھلے چہرے اور بالوں کو کیچر میں مقید کیے براجمان تھی میرسب لمحہ بھر کو رکا اس کی بھیگی پلکیں' سرخ ناک صاف ظاہر کررہے تھے کہ وہ روتی رہی ہے۔ اس کا مضمحل و مضطرب انداز اس کی اندرونی کیفیت کی عکاسی کررہا تھا۔ میرسب کی موجودگی پر اس کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ جو میرسب کے کمرے میں داخل ہوتے ہی لاکھوں بہانے بنا بنا کر اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی تھی آج اس کا پلٹ کر بھی نہ دیکھنا میرسب کے لیے کافی حیران کن بات تھی۔ پانچ

منٹ کے کام پر اس نے پندرہ منٹس صرف کیے لیکن نتیجہ صفر ہی رہا۔ وہ ٹس سے مس ہوئی نہ کسی قسم کے ردعمل کا اظہار کیا تو مجبوراً میرسب کو وہاں سے جانا پڑا۔ اور اپنا سارا دھیان اس کمرے میں چھوڑ کر میرسب باہر نکل گیا۔ اور پھر...... ندا کی شادی کا ہر اک فنکشن اس نے اسی سادگی اور خاموشی سے اٹینڈ کیا۔ اس کے اس بدلتے انداز کو ندا کے ساتھ ساتھ میرسب نے بھی خاص طور پر نوٹ کیا تھا لیکن وہ ...... ان کی سوالیہ نظروں کو نظر انداز کرتی مسلسل خاموشیوں کی زد میں تھی۔

....

موسم بدل چکا تھا دسمبر اپنی سرد ہواؤں، ٹھٹھراتی شاموں کے ساتھ وارد ہو چکا تھا، سوکھے زرد پتے ہر طرف بکھر پڑے تھے۔ باہر پھیلی افسردگی، ویرانی اور بیزاری اندر تک سرایت کر رہی تھی، دن کے وقت تیز دھوپ کے باوجود فضا میں پھیلی خنکی خود میں سمٹنے پر مجبور کر دیتی تھی، موسم ٹھہر سا گیا تھا، نہ کوئی ہلچل نہ رگوں میں منجمد ہوتے خون کی روانی کا کوئی انتظام اس ٹھہرے ہوئے موسم میں پھیلی یاسیت اور بے بسی نے اس کی ذات کو بھی اپنے آہنی شکنجے میں دبوچ رکھا تھا۔ شام کی خنکی عروج پر تھی اور اس ٹھٹھراتی شام میں آنکھوں میں نمی، صبیح پیشانی پر پرسوچ سلوٹیں مضمحل و مضطرب تاثرات کے ساتھ ویلوٹ کی ریڈ شال شانوں پر لپیٹے، کافی کا بڑا سا مگ دونوں ہاتھوں میں دبائے اس کی گرماہٹ کو محسوس کرتی وہ برآمدے کے وسط میں لگے رنگین پلر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ ویران اور بنجر آنکھوں سے اس آنگن میں ان بکھرے پتوں کے ساتھ وہ اپنے خوابوں کی کرچیاں بھی دیکھ رہی تھی، امید کی ان کرنوں کو کھوج رہی تھی، جو نجانے کب سے رستہ بھٹک رہی تھیں، رہ رہ کر اپنی ناسمجھی، بے وقوفی اور پاگل پن پر غصے سے زیادہ شرمندگی نے اس کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

کیا وہ اتنی بے وقوف ہے کہ اتنا کلیئر انکار کو کوئی اور ہی رنگ دے کر......"

"اف یہ میں نے کیا کر دیا......" اس کی ریڑھ کی ہڈی میں پھیلی سنسناہٹ نے اس کو ایک بار پھر عجیب سے احساسات سے دوچار کر دیا۔ اعصابی دباؤ نے ایک بار پھر اس کو زیر کر دیا تو ذہن...... پھر ایک انجانی نہج پر بھٹکنے لگا لیکن اب اس انجانے سفر پر ہمراہ کوئی خواب نہ تھا۔ صرف اس کی اپنی ذات تھی تنہا، خوابوں سے عاری، یک دم ہی تیز ہوا سے اڑتے پتوں کی سرسراہٹ نے اس کی محویت کو توڑ کر اس کی سوچوں کو منتشر کر دیا تھا۔ ہر طرف اندھیرا اچھل رہا تھا اس نے چاروں طرف دیکھا، خاص طور پر دسمبر کی شاموں کا منظر ہمیشہ ہی اس کو اپنی گرفت میں لے لیتا تھا۔ اس لمحے بھی ڈھلتا سورج اس کی بے چینی میں اضافہ کرنے لگا، گہرا سانس لے کر وہ واپس اندر جانے لگی تو الوداعی نظر اس منظر پر ڈالی تو یک دم اس کی نظر اس اکیلے پرندے پر پڑی جو ہمیشہ ہی پیچھے رہ جاتا تھا اور ہمیشہ ہی اس کی سراسیمگی اور بے چینی میں اضافہ کر دیتا تھا۔ وہ تب تک اس پر سے نظر نہ ہٹا پائی تھی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتا تھا۔ ابھی بھی وہ مبہوت کھڑی اس پر نظریں جمائے ہوئے تھی، چند لمحوں بعد وہ پرندہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا وہ خراماں خراماں چلتی اندر کی جانب بڑھ گئی تو ایک فیصلے نے بھی اس کے ساتھ قدم اٹھائے، افسردہ مسکراہٹ اور تھکن سے نڈھال وجود کے ساتھ وہ اس فیصلے سے قدم سے قدم ملا کر چلی گئی۔

....

"تمہیں لگتا ہے کہ ایسا کرنا صحیح ہے؟" صفی کی ناراضگی کے باوجود ندا ضد کر کے وادی کاغان کا ہنی مون ٹرپ ادھورا چھوڑ کر واپس آچکی تھی اور یوں واپسی کی دو وجوہات تھیں، پہلی یہ کہ کشش عالمگیر پیلس چھوڑ کر واپس یو کے جا رہی تھی اور دوسرا ندا "نیو ایئر" اپنوں کے ساتھ سیلیبریٹ کرنا چاہ رہی تھی جیسے ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ لیکن کشش کی وجہ سے صفی کی ناراضگی کی پروا کیے بغیر وہ واپس آچکی تھی اور اب کشش کے سامنے کھڑی تھی جو چھت پر بنی منڈیر سے ٹیک لگائے کھڑی نیل پالش کھرچ رہی تھی۔

"کشش...... تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں ناں۔" ندا اس کے انداز پر جھنجلاتی ہوئی بولی۔

"کیا پوچھا ہے......؟" کشش مسکراتے ہوئے بولی۔

"تم کیوں جا رہی ہو...... ہم سب کو چھوڑ کر...... میرسب بھائی کو چھوڑ کر؟" ندا روہانسی انداز میں اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"تم سب لوگوں کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ بہت یاد کروں گی۔" پھیکی مسکان کے ساتھ وہ لاپروا انداز میں بولتی ندا کو چونکا گئی۔

"کشش......"

"ارے چھوڑوں نا یار، یہ بہت بورنگ ٹاپک ہے، تم بتاؤ کیسا رہا ہنی مون؟" اس کی بات سنے بغیر کشش شرارت سے آنکھ دباتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"کشش پلیز بی سیریس، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔" ندا بے بسی سے بولی۔

"تو کیا کروں...... جا کر میرسب کے پاؤں پکڑوں کہ مجھے اپنا لو؟" کشش اس کی طرف دیکھتے ہوئی تلخی سے بولی۔

"کیا تم میرسب بھائی سے پیار نہیں کرتی؟" ندا نے تحیر آمیز لہجے میں اس سے پوچھا۔

"کرتی...... تھی" کشش نے "تھی" پر زور دیا اور رخ موڑ گئی۔

"کشش غلط کر رہی ہو...... ایک بار پھر...... چھ مہینے پہلے تک تو میرسب بھائی تمہارے آئیڈیل تھے۔ تمہیں ان سے پیار تھا ان کو بدلنے کی سعی کر رہی تھیں، اس وقت بھی وہ ویسے ہی تھے جیسے آج ہیں پھر اب ایسا کیا ہو گیا کشش؟ اور میرسب بھائی تو وہ انسان ہیں ناں جو تمہارے آئیڈیل تھے؟ صرف باتیں کیں تھیں تم نے...... بڑی بڑی باتیں...... خوابوں کی باتیں...... اور جب خواب پا لیے تو ان کو گنوانے کا خیال کیونکر آیا کشش؟" ندا نے اس کو بازو سے پکڑ کر رخ اپنی طرف کر کے سوال کیا۔

"میں نے ہر بات کو ہنسی مذاق میں اڑایا ندا ہر بات کو

کچھ باتیں یاد رکھنے کی

○ ماں سے بہترین کوئی دوست نہیں۔ ماں ماں بھی ہوتی ہے اور اولاد کی بہترین دوست بھی۔
○ اپنے آنسوؤں کو سنبھال کر رکھنا یہ تنہائی کے ساتھی ہوتے ہیں۔
○ کسی کو بھی رلانا مت کیونکہ اگر تم نے کسی کو رلایا تو کل تم کو بھی کوئی ضرور رلائے گا۔
○ جسم پر لگے ہوئے زخموں کا علاج تو ہو سکتا ہے لیکن دل کے زخموں کا علاج ناممکن ہے۔
○ دنیا کے اس بازار میں سب چیزیں تو خریدی جا سکتی ہیں لیکن ماں باپ، بہن بھائی، دوستی اور محبت ایسا رشتہ ہے جو بازار سے نہیں خریدا جا سکتا۔
○ زندگی بہت کم ہے، دوسروں سے نفرت کی بجائے محبت کرنا سیکھو۔
○ اگر کسی کو خوشیاں نہیں دے سکتے تو اسے دکھ بھی مت دو۔
○ دوسروں کی خامیوں پر نظر رکھنے سے بہتر ہے کہ انسان اپنے اندر اچھائیاں پیدا کرے تاکہ وہ بھی دوسروں کی نظروں میں معتبر بن جائے۔
○ دوستی بہت پاکیزہ رشتہ ہے اس پر کیچڑ مت اچھالو۔
○ رات کو سونے سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیا کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں موت آجائے کیونکہ موت کسی کا انتظار نہیں کرتی۔

ایمان زہرا شیرازی...... چکوال

اپنے خوابوں کا حصہ سمجھ کر برداشت کیا...... میں خوش تھی ندا کہ میرسب بالکل ویسے ہی ہیں جیسے میں نے اپنے لیے ساتھی کی خواہش کی تھی، لیکن پچھلے چھ مہینے سے میں ایک پتھر کے ساتھ سر ٹکرا رہی ہوں ندا...... انہوں نے اپنے تک پہنچنے کے ہر رستے پر کانٹے بچھا رکھے ہیں ندا...... میں ان سے علیحدگی نہیں لیکن کچھ عرصہ کی دوری چاہتی ہوں...... شاید میں تھک گئی ہوں تم یوں سمجھ لو اپنی انرجی

واپس لانے کے لیے اپنی بیٹریز ریچارج کرنے کے لیے جارہی ہوں...... اس وقت یہ گیپ ضروری ہے ندا اس لیے بغیر کسی ایموشنل بلیک میلنگ کے مجھے جانے دو...... تم میری ٹینشن نہ لو اپنی نئی زندگی کو اچھے سے انجوائے کرو۔" رسان سے بولتی کشش اس کو بہت عجیب لگ رہی تھی بظاہر مطمئن اور مضبوط لیکن اس کے لہجے کی ٹوٹ پھوٹ بہت واضح تھی اور ایسا آناً فاناً کشش بدل گئی اور اس کی وجہ کیا ہے ندا سمجھ نہ پارہی تھی۔ چند خاموش پل اس کے درمیان گزرے اور پھر بنا کچھ کہے کشش وہاں سے سیڑھیاں اترتی ندا کی حیرت میں ڈوبی نگاہوں نے اس کا تعاقب کررہی تھیں۔

......❁......
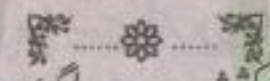
"تم نے...... کشش میرسب عالمگیر ایسا سوچا بھی کیسے؟ کہ تم...... اتنی جلدی آزاد ہوسکتی ہو؟ تمہارے دھوکے اور وعدہ خلافی کی سزا ختم ہوگئی ہے کہ تم یہاں سے چپ چاپ نکل جاؤ گی اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا؟" پچھلے کئی دنوں سے وہ چھپ چھپ کر پیکنگ کررہی تھی اس کا ارادہ خاموشی سے وہاں سے چلے جانے کا تھا آج بھی صبح سے میرسب غائب تھا تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنی چیزیں سمیٹنے میں مصروف تھی تب ہی میرسب کمرے میں داخل ہوا تھا۔ بازو پکڑ کر اس کو سیدھا کیا اور ایک جھٹکے سے چھوڑنے پر وہ بمشکل سنبھلی تھی۔

"آ...... آپ...... کو کیسے پتہ چلا؟" وہ تھوک نگلتے ہوئے اٹک اٹک کر بولی۔

"جیسے بھی پتہ چلا...... لیکن تم یہاں سے نہیں جاسکتی کان کھول کر سن لو اور ذہن میں بٹھالو اس بات کو۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے میرسب تحکم آمیز لہجے میں بولتا کشش کو دنگ کرگیا لمحہ بھر میں ایک خوش فہمی نے اپنے پر پھڑپھڑانے شروع کیے، لیکن یک لخت کشش نے سر جھٹک کر اپنے آپ کو "دوبارہ" کسی غلط فہمی میں مبتلا ہونے سے بچایا۔

"ایک دھوکے باز اور وعدہ خلاف کو کیوں روکنا چاہتے ہیں؟" دوسرے پل وہ سنبھل کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

"میں نہیں جانتا......" وہ اب جھنجلاہٹ کا شکار ہورہا تھا۔

"کبھی کچھ جانتے بھی ہیں آپ؟ نہ آپ یہ جانتے تھے کہ میں انکار کیوں کروں، نہ یہ جانتے ہیں کہ یہاں کیوں رکوں، تو مسٹر میرسب...... کشش آپ کی کوئی بات، جس کا آپ کو خود بھی علم نہ ہو ماننے کی پابند نہیں، میری غلطی ہے میں مانتی ہوں، میں نے آپ کی بات کو غلط سمجھا آپ کو اپنا آئیڈیل مان لیا تھا، میں خواب سجانے والی، عجیب عجیب خوابوں کے پیچھے بھاگنے والی لڑکی تھی۔ نجانے کب، کیسے میرے خوابوں کی منزل بدل گئی میرسب۔"

تیکھے، تیز اور اچنبھے لہجے میں بولتی بولتی یک دم ہی وہ دھیمے، بے جان لہجے میں بولی۔ میرسب نے ایک بھرپور نظر اس پر ڈالی...... نجانے وہ کیسا پل تھا میرسب کمرے میں داخل ہوا تھا تو بالکل سامنے آئینے سے جھانکتے "سجے سنورے" اس کے عکس نے اس کو مبہوت کردیا تھا اس کے قدم وہیں جم گئے تھے وہ اس کا فیورٹ بلیک کرتا اٹھائے، چہرے پر نکھار، دھنک کو مات دیتے رنگ...... دل پگھلانے والی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے وہ اس لمحے اس کو اپنے ساتھ الجھن کررہی تھی، میرسب کا دل باغی ہونے لگا تھا، ان دھنک رنگوں پر اس کا حق تھا، وہ اس کو اپنے اندر سمولینے کے لیے آگے بڑھا لیکن کشش کے متوجہ ہونے پر ایک سیکنڈ میں اس نے اپنے اپنی قابو ہوتی دھڑکنوں اور منہ زور ہوتے جذبوں پر بند باندھ کر اس کی تلخی، سختی اور ہتک آمیز لہجے میں لوٹ آیا تھا اور پھر گزرتے ہر پل میں میرسب کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا تھا لیکن ہمت ناپید تھی اور پھر کشش کا رویہ بھی دن بدن روکھا پھیکا اور حیران کن ہونے کی وجہ میرسب کی رہی سہی ہمت بھی دم توڑ دیتی، ندا نے کشش کے یو کے واپس جانے کے راز سے اس کو آگاہ کرکے اس کی جو درگت بنائی تھی اس نے آج پھر میرسب کی ہمت بندھائی تھی اور...... اب

"مجھے آپ سے محبت نہیں ہے...... نہ ہی میں نے کبھی آپ کے بارے میں اس طرح سوچا ہے نہ ہی میرا ایسا کوئی پروگرام ہے......" کشش میرسب کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے پاکر نروس ہونے لگی، یک دم کھڑی ہوئی اور جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔ میرسب نے چونک کر اس کو دیکھا اس کے الفاظ پر غور کیا اور ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا...... کشش آنکھیں پھاڑے اس کو دیکھتی رہی۔

"اف...... شکر ہے یہ ہنستے نہیں، ورنہ اتنی ڈیشنگ ہنسی، مجھے تو......" اپنی سوچ پر سرخ چہرے کے ساتھ کشش رخ موڑ کر سوٹ کیس کی زپ بند کرنے جھک گئی۔ بے ہنگم انداز میں دھڑکتے دل کو بمشکل قابو میں کیا۔

"آئی ایم سوری کشش۔" اس کی متعجب نظروں نے اس کی ہنسی کو بریک لگائی تھی۔ دوسرے لمحے وہ اپنا درمیانی فاصلہ مٹا کر اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔ اپنی پوروں سے اس کے ہاتھ کو پکڑتے ہوئے بولنے لگا اور کشش اس کے لمس پر اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اس کے اس روپ پر حیران ہوئی جارہی تھی۔

"آئی ایم سوری کشش...... پلیز تم نہ جاؤ ناں......" وہ منہ بسورتا کسی چھوٹے بچے کی طرح اس کو روکنے کی کوشش کررہا تھا اور کشش پھٹی پھٹی نظروں اور گنگ ہوتی زبان کے ساتھ اس کو دیکھے جارہی تھی۔

"مم...... میں...... پھر کسی غلط فہمی کی بنا پر کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی۔" یک دم ہی اس کے ہاتھ کی گرفت سخت ہوئی تو کشش نے چونک کر اس کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ کو کھینچا۔

"غلط فہمی کون سی غلط فہمی؟ میں سچ کہہ رہا ہوں میں نہیں چاہتا کہ تم جاؤ۔"

"کیوں؟" کشش اس کی بات پوری سنے بغیر جھٹ سے بولی۔

"کشش نہ جاؤ ناں...... یہ کیا ہر بات پہ کیوں...... کیوں کرتی رہتی ہو۔" سر کھجاتے ہوئے میرسب نے بے بسی سے کہا۔ کشش اتنی نادان بھی نہ تھی کہ اس کے انداز، آنکھوں میں دھنک رنگوں اور اس کے لمس میں پھیلی بیقراری نہ سمجھ پاتی، لیکن دل وہ ضدی بچہ تھا جو لفظوں سے بہلتا ہے اگر میرسب نہیں چاہتا کہ کشش عالمگیر پیلس اور میرسب کو چھوڑ کر جائے تو اس کو وجہ بتانی ہوگی۔ کشش ہٹ دھرمی سے سوچتی اس کے سامنے سے ہٹ گئی اس کے سرلیس، بے لچک تاثرات میرسب کی بوکھلاہٹ میں اضافہ کررہے تھے۔

"کشش...... دیکھو تو نیو ایئر اسٹارٹ ہونے کو ہے پلیز اس سال کی ساری تلخیوں کو یہاں ہی چھوڑ کر نئے سال میں نئے سفر کا آغاز کرتے ہیں، میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی...... اب معافی مانگتا ہوں، مجھے لفظ ادا کرنے نہیں آتے کشش......" میرسب دوسرے پل دوبارہ اس کے سامنے کھڑا ہوا اس کے دونوں شانوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھے اور انتہائی بے بسی سے بولا اپنی غلطی کی معافی مانگی تو کشش نے مسکراتی نظروں سے اس کے اس انداز کو دیکھا۔

"اچھا تم بتاؤ میں کیا بولوں؟ میں وہی بولنے کی کوشش کروں گا۔" اس کی مسکراتی نظروں اور چہرے پر پھیلے دھنک رنگوں نے میرسب پر واضح کردیا کہ کشش اس کی ہے۔ اس کو چھوڑ کر نہیں جائے گی تو خود بخود اس کا لہجہ مسکرانے لگا اور ایک شرارت در آئی آنکھوں میں...... کشش کے لیے میرسب کا یہ انداز کافی حیران کن اور فرحت بخش تھا، پہلی بار وہ اس کی مسکراتی آنکھیں اور شوخ لہجے کو محسوس کررہی تھی۔

"ہاہاہا...... میرسب عالمگیر جی رہنے دیں آپ......" کشش کترا کر گزرتی اعتماد سے بولی۔

"تو تم نہیں جارہی ہو ناں......" میرسب ایک بار پھر اس کے قریب ہوا اور بھرپور نظروں سے اس کی آسودہ ہنسی کو دیکھا۔

"تم نہ جاؤ تو وعدہ تمہارے سارے خوابوں کو سچ کروں گا ان کو دھنک رنگ سے رنگ دوں گا۔" اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے قدرے جھک کر گمبھیر آواز اور فسوں خیز لہجے میں اس کی سرگوشی نے اس کے کانوں میں رس گھولا تھا۔ اس کے لہجے سے جھانکتی محبت کی آنچ نے

اس کی پلکوں پر منوں بوجھ گرا دیا تھا، شرمگین مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا تو میرسب نے بھی اطمینان بھرا سانس لیا۔

"مم...... میں ابھی آتی ہوں۔" کتنے ہی فسوں خیز لمحے یوں ہی چپ چاپ گزرنے یک دم کشش اس کے ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھوں کو چھڑاتی ہوئی عجلت میں بولتی باہر کی جانب لپکی۔

"کہاں جارہی ہو؟ ابھی بارہ بجنے والے ہیں اور میں یہ پل تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔" میرسب کے لہجے میں جھانکتی بے قراری پر وہ لمحہ بھر ٹھٹکی پھر باہر کی جانب بڑھی تو میرسب بھی اس کے پیچھے ہی لپکا۔

"صفی کو اطلاع دینے کے یہ پلان مچ رہا۔"

"کیا مطلب کون سا پلان؟" میرسب چونکا تو کشش جو بے خیالی میں بول گئی دانتوں تلے زبان دبالی۔

"کشش...... کی بچی تمہاری تو میں نے جان نکال لینی ہے اب۔ مجھے کیوں بدنام کررہی ہو۔" صفی نجانے کہاں سے نمودار ہوا تھا۔ اس کے تلملاتے ہوئے لہجے اور ندا اور میرسب کی ہونقوں کی طرح کی شکلیں کشش کھلکھلا کر ہنسی...... کتنے دنوں بعد اس کی ہنسی میں وہی لاابالی پن جھانک رہا تھا۔ وہی شوخی اس کی ذات کا حصہ تھی۔ ان تینوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تمہاری وجہ سے ہمارا ہنی مون خراب ہوا ہے اس کا بدلا تو میں لوں گا۔" صفی دانت پیستا ہوا بولا۔

"میرسب بھائی! کشش کہیں نہیں جارہی ہے یہ سارا ڈرامہ اس نے میرے ساتھ پلان کیا تھا آپ کو سدھارنے کے لیے اور ساتھ میں میری بیچاری ندا کو بھی شامل کیا۔" ندا نے چونک کر خونخوار نظروں سے صفی کو گھورا جس نے اس کو بھی اس راز سے بے خبر رکھا تھا تو اس کی نظروں میں جھانکتے غصے کو دیکھتے ہوئے صفی نے چالاکی سے ندا کو مکھن لگایا۔ میرسب نے گھور کر کشش کو دیکھا لیکن آج کشش کے چہرے پر کھلکھلاتے ہنسی کے فوارے اس کو ڈراتے نہیں لگے کشش خوش تھی کہ بالآخر اس نے اپنے خوابوں کو دھنک رنگوں سے سجا لیا۔ نیا سال اس کی زندگی میں بھی ایک نیا رنگ لے کر آیا ہے گھڑیال نے بارہ کا گھنٹہ بجایا۔ کشش نے میرسب کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں محبتوں کے دیپ روشن تھے وہ خراماں خراماں چلتی اس کی طرف بڑھی کہ اب وہی تو اس کی منزل تھی اس کے ہمراہ اب اس نے خوابوں کے تاج محل تک کا سفر طے کرنا تھا۔

"چلو ندا ہم ابھی چلتے ہیں...... ہنی مون پر۔" صفی نے بات مکمل کی تو میرسب کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا...... ندا نے جھینپ کر پہلے ان دونوں کو اور پھر صفی کو دیکھا۔ تو اس کی شرارت پر رخ موڑ کر چل دی۔ ان کے خوابوں نے اپنی اپنی منزل پالی تھی۔ فضا میں گونجتی پٹاخوں کی آواز میں ان کی جلترنگ ہنسی کے ساتھ دلنشین سرگوشیاں بھی شامل تھیں۔

"ہیپی نیو ایئر......" میرسب نے سرگوشی کی تو کشش نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ خود سپردگی کے اس انداز پر نثار ہوتے میرسب نے اس کے گرد بازو کے حصار کو تنگ کیا کہ اب یہی تو اس کی منزل تھی۔ یہاں ہی اس نے اب عمر گزارنی ہے۔

"ہر غلط فہمی نقصان دہ نہیں ہوتی، کبھی کبھی غلط فہمی کی آڑ میں کیے گئے فیصلے بھی فائدہ مند ثابت ہوجاتے ہیں۔" اس کے ہمراہ چلتی کشش نے اس کی بات پر چونک کر اس کو دیکھا۔

"مگر اس وقت میں انکار کی وضاحت کرتا تو...... آج ان خوابوں میں کوئی بھی رنگ نہ ہوتا۔" مسکراتے ہوئے میرسب نے اپنی بات کی وضاحت دی تو کشش اس کی تائید میں سر ہلائی۔ باتیں کرتے وہ دونوں آگے بڑھتے جارہے تھے بہت سی گتھیاں سلجھاتے ہوئے نئے رستے پر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے منزل کی جانب بڑھ رہے تھے۔

رسم سجدہ بھی اٹھا دی ہم نے
عظمتِ عشق بڑھا دی ہم نے
دل کو آنے لگا بسنے کا خیال
آگ جب گھر کو لگا دی ہم نے

نفاست اور خوب صورتی سے سجا کمرا فرانسیسی طرز کی کھڑکیوں پر گولڈن کلر کے ریشمی پردے پھولوں سے سجی سیج جو گیندے، گلاب اور موتیا کی خوشبو سے مہک رہی تھی اور چھت سے لٹکتے قیمتی فانوس کی روشنی کمرے کی خوب صورتی کو چار چاند لگا رہی تھی اور دلہن تو خود بھی اس سجاوٹ کا حصہ لگ رہی تھی کیونکہ وہ بے انتہا خوب صورت تھی۔ پھر قیمتی جوڑے خوب صورت زیورات اور نفاست سے کیے ہوئے میک اپ نے اس کے حسن کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ یہ وہ رات تھی جس کے لیے کنواری لڑکیاں اپنے دل میں بے شمار ارمان، معصوم تمنائیں اور ان گنت ان چھوئی آرزوئیں اپنے دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر رکھتی ہیں۔ دوستوں اور سہیلیوں کی سرگوشیاں، بزرگوں کی نصیحتیں اور رشتہ داروں کی شوخی اور شرارتیں جذبات کو بھڑکاتی اور ارمانوں کو آگ لگا دیتی ہیں لیکن یہ

فلک کی شب زفاف تھی اور وہ اس خوب صورت رات میں بین کر رہی تھی اور صبر وشکیب کا دامن ہاتھ سے چھوڑے بیٹھی تھی اس کا دل کر رہا تھا کہ کمرے کی اینٹ سے اینٹ بجادے اور ہر چیز کو تہس نہس کردے اور اس طرح شاید دل میں بھڑکتے ہوئے شعلے اور جذبات کی دہکتی ہوئی آگ سرد پڑ جائے۔

❀ ❀ ❀
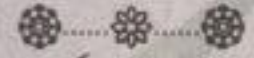
فلک کو لگا کسی نے کانوں میں کھولتا ہوا سیسہ ڈال دیا ہو دماغ گھومنے لگا اور کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں وہ بے چینی سے اپنے ہاتھ مسلنے لگی جن پر بے حد خوب صورت حنائی رنگ چڑھا تھا جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو باتھ روم میں بند ہو کر رونے لگی پھر رگڑ رگڑ کر منہ دھویا اور بالوں سے پنیں نکالیں وہ گھر پر ہی تیار ہوئی تھی اور اس نے بیوٹی پارلر جانے سے صاف انکار کر دیا تھا اور پھر جب ممی کی دوستوں نے اس کے بیوٹی پارلر نہ جانے پر حیرت کا اظہار کیا تو وہ بے پروائی سے بولیں۔

"بھئی میں نے تو بہت اصرار کیا اب جوان اولاد پر زور زبردستی تو نہیں کی جاسکتی۔"

"ویسے شازیہ یہ حقیقت ہے کہ تمہاری بیٹی کو مصنوعی لوازمات کی قطعی ضرورت نہیں وہ جو کہتے ہیں نا "سادگی میں پرکاری" تو اس کا عملی نمونہ آج نظر آرہا ہے۔" اور یہ حقیقت بھی تھی جتنی ماں میک اپ کی شوقین تھی اسی قدر بیٹی کو نفرت اور اب جو دوستوں نے اپنی مہارت آزمائی تو اس کا حسن منہ سے بولنے لگا اس کے بال بے حد گھنے لمبے اور سیاہ تھے اور اسے خود اپنے بالوں سے عشق تھا جس پر میڈیکل کالج کی لڑکیاں رشک کرتی تھیں آج سادہ سے جوڑے اور ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ آفت لگ رہی تھی اور جب اس کے ساتھ عیان کو کھڑا کیا گیا تو سب کو کہنا پڑا کہ "سال کا بہترین کپل" کیونکہ اپنے چھ فٹ سے نکلتے قد کسرتی جسم اور مردانہ وجاہت کی وجہ سے وہ بھی سب میں نمایاں لگ رہا تھا۔

صرف ایک نگاہ تھی جس کی نگاہوں سے قہر اور حسد ٹپک رہا تھا اس کی رخصتی پر سب حیران ضرور تھے کہ ایک آنسو فلک کی آنکھ میں نہ تھا۔

کچھ دیر بعد بڑی آہستگی سے دروازہ کھلا اپنے دل کی بے قابو دھڑکنوں اور جوان امنگوں کو سنبھالتے ہوئے شوق کا ایک جہاں لیے عیان کمرے میں داخل ہوا۔ دروازہ لاک کرنے کی آواز سن کر فلک کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے اور اعتماد ہوا ہوگیا۔ عیان ایک لمحے کو تو حیران ہوگیا فلک بالکل سادہ کپڑوں میں ملبوس بغیر شرم و حیا کے تن کر بیٹھی تھی غصہ اور نفرت اس کی شکل سے ہویدا تھا مگر وہ اس چویشن کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا اس لیے اسے کوئی اچنبھا نہیں ہوا۔

"السلام علیکم!" اس نے ہاتھ میں پکڑے مخملی کیس کو سائڈ پر رکھتے ہوئے پیار سے کہا مگر دوسری طرف سے ہنوز گھوریاں جاری تھیں۔

"ایک مسلمان کو سلام کا جواب دینا فرض ہے۔"

"مسلمان کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے آپ سے بہتر کون جانتا ہے۔" فلک کا جواب چبھتا ہوا تھا۔

"اچھا بھئی یہ سلام جواب کے چکر میں اتنی منتوں مرادوں والی رات ضائع مت کرو۔ یہ دیکھو تمہاری رونمائی کا گفٹ۔" اس نے ایک بے حد نفیس اور قیمتی ڈائمنڈ بریسلیٹ اس کی کلائی میں پہنانے کی کوشش کی جو فلک کے ایک جھٹکے سے دور قالین پر جا پڑا۔

"فلک! یہ کیا حرکت ہے تم ہوش میں تو ہو۔" وہ غصے سے لرز اٹھا۔

"بس بس زیادہ ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مسٹر عیان! تم جو چاہتے تھے وہ ہوگیا اب تمہارا مجھ سے کیا لینا دینا۔" وہ نفرت سے بولی۔

"بیوی ہو تم میری...... حق ہے میرا تم پر۔" اس نے شرارت بھری نگاہوں سے اس کے سراپے کو آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے پیار سے کہا۔

"خبردار جو مجھ پر اپنا کوئی حق جتایا جان دے دوں گی

مگر تمہیں اپنے قریب نہ آنے دوں گی مجھے کمزور نہ سمجھنا۔" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے غصے سے دہاڑی اور عیان نے جھپٹ کر منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے مسہری پر گرالیا اور اب وہ اس کے لمبے چوڑے وجود کے نیچے چھپ سی گئی تھی اور ایک بے بس چڑیا کی طرح اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے پھڑ پھڑا رہی تھی۔

"تم چیخ چیخ کر اپنا اور میرا تماشا مت بناؤ مجھے تمہارے ساتھ زبردستی کرنے کا کوئی شوق نہیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آئندہ مردانگی کو چیلنج کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔ میری شرعی اور قانونی بیوی ہو اور میرا تم پر حق ہے مگر میں یہ حق تمہاری رضا اور خوشی سے ہی حاصل کروں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے فلک کے ساتھ ہلکی سی گستاخی کی اور اسے پرے دھکیلتے ہوئے ہٹ گیا فلک کو لگا اس کے ہونٹوں پر انگارے دہک گئے ہوں شرم و خجالت سے اس کا دل چاہ رہا تھا عیان کو شوٹ کردے جو کمرے سے باہر جاچکا تھا۔ اس نے بے دردی سے اپنے ہونٹوں کو رگڑا اور پھر اپنی کمزوری پر آنسو بہانے لگی۔ بیتے ہوئے دنوں کے تیر اس کے کلیجے کو چھلنی اور احساسات کو لہولہان کر رہے تھے اور وہ ماضی کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔

❀ ❀ ❀
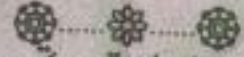
وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی جو شادی کے کئی سال بعد پیدا ہوئی تھی ماں باپ دونوں ہی اسے چاہتے تھے لیکن باپ کی تو اس میں جان تھی وہ اسے ایک لمحے کے لیے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے ان باپ بیٹی کی محبت دیکھ کر کبھی کبھی ممی جل کر کہہ اٹھتی تھیں۔

"فلک تمہارے ڈیڈی بڑے دوغلے ہیں جب تم ہونے والی تھیں تو تمہارے ڈیڈی بیٹی نہ ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے اور میری خواہش بیٹی کی تھی۔" وہ شرارت سے ڈیڈی کو چھیڑتیں تو ان کے چہرے پر ایک تاریک سایہ سا لہرا جاتا اور وہ فلک سے نظریں چرانے لگتے اور فلک ان سے روٹھ جاتی۔

"ڈیڈی آپ کو میرے ہونے کی خوشی نہیں تھی؟"

"نہیں میری جان! تم تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہو بس یہ سوچ کر گھبرا جاتا تھا کہ بیٹی ہوئی تو پرائے گھر رخصت کرنا پڑے گا اور پھر بیٹیاں قیمتی اور نازک بھی تو ہوتی ہیں اور ان کی عزت و ناموس اس سے بھی زیادہ۔" وہ اسے پیار سے گلے لگا لیتے۔

"بیٹے بیویاں آنے پر بدل جاتے ہیں ماں باپ سے دور چلے جاتے ہیں مگر بیٹیاں دور جا کر بھی ماں باپ کے قریب ہوتی ہیں اور تم تو میرا وہ طوطا ہو جس میں میری سانسیں بند ہیں۔" وہ صفائیاں پیش کرتے اور فلک ان سے لپٹ جاتی اس کو اپنے باپ کی محبت پر فخر تھا تو ماں پر حیرت بھی جن کو فلک کی کوئی خاص پروا نہ تھی۔ ڈیڈی نے اپنی تمام سوشل سرگرمیاں معطل اور موقوف کردی تھیں اور اپنا زیادہ تر وقت وہ فلک کے ساتھ گزارتے تھے جس پر ان کی ممی سے کبھی جھڑپ بھی ہوجاتی تھی۔

فلک کی تربیت میں ماں سے زیادہ باپ کا ہاتھ تھا وہ شروع ہی سے ایک مہنگے ترین انگلش میڈیم اسکول میں پڑھتی تھی لیکن دینی تعلیم کے لیے ایک عالمہ اور حافظہ بھی روزانہ آتی تھیں اور اسے مذہب اسلام کی بنیادی اور شرعی باتیں بتاتی رہتی تھیں یہی وجہ تھی کہ اپنی ماں کے برخلاف وہ باپ کی طرح روزے نماز کی پابند تھی اور کم عمری سے ہی اس نے اسکارف لینا شروع کردیا تھا جس پر ممی نے اسے ملانی کا خطاب دے دیا تھا اور کبھی کبھی ان کی ڈیڈی سے اس بات پر جھڑپ بھی ہوجاتی تھی۔

"نثار علی خان تم یہ اپنی بیٹی کو کیا بنا رہے ہو" گھر کی گھونس" اب تو تمہیں اس کے میرے ساتھ جانے پر بھی اعتراض ہونے لگا ہے تم نے سنا ہوگا "جو ماں سے زیادہ چاہے وہ پھاپا کٹنی کہلائے" کیوں کر رہے ہو تم یہ سب؟ میں اس کی ماں ہوں میرا حق اس پر تم سے زیادہ ہے مگر وہ میری ایک نہیں سنتی تمہارے اشاروں پر ناچتی ہے۔ فیشن کا اسے پتا نہیں زمانے کے جدید تقاضوں سے وہ

نابلد ہے لڑکیوں والی کوئی بات اس میں نہیں۔ فلک کے میری بیٹی ہونے پر کوئی یقین نہیں کرتا کہ ماں اتنی موڈرن اور بیٹی 1857ء کا نمونہ۔"

کبھی کبھی فلک بھی سوچنے پر مجبور ہوجاتی کہ آخر ڈیڈی اس کا ممی کے ساتھ جانا کیوں پسند نہیں کرتے وہ اسے ممی سے دور کیوں رکھنا چاہتے ہیں؟

❁ ❁ ❁

ان دنوں ڈیڈی کو جانے کیا ہوگیا تھا وہ جو گھومنے پھرنے اور ملنے ملانے کے بے حد شوقین تھے انہوں نے خود کو گھر تک محدود کرلیا تھا بلکہ اب تو ان کو ممی کے بھی باہر جانے اور رات گئے دیر سے آنے پر اعتراض ہونے لگا تھا اور ان کی اس بات پر کئی بار جھڑپ بھی ہوچکی تھی حالانکہ فلک کے سامنے وہ کوئی بھی اختلافی بات ممی سے کرنے میں اجتناب برتتے تھے۔ فلک نے ماں اور باپ دونوں کا حسن چرایا تھا لیکن شازیہ بیگم نے خود کو اس طرح مینٹین کیا تھا کہ وہ کہیں سے بھی فلک کی ماں نہیں لگتی تھیں اور جب سب انہیں فلک کی بڑی بہن سمجھتے تو فخر سے ان کی گردن تن جاتی۔

فلک ویسے بھی بہت مصروف رہنے لگی تھی ڈیڈی اس کو ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے اور ان کی خواہش کا احترام وہ فرض سمجھ کر کررہی تھی پھر جب اس کا میرٹ پر داخلہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں ہوا تو سب کی خوشی دیدنی تھی خاص طور پر ڈیڈی بہت خوش رہنے لگے تھے اور انہوں نے فلک کو تحفے میں کار دی تھی مگر کچھ تھا جو ان کے اعصاب پر سوار تھا جو انہیں مکمل طور پر خوش نہیں رہنے دیتا تھا آخر ایک دن فلک کو پوچھنا ہی پڑا۔

"ڈیڈی آج کل آپ بزنس میں بھی دلچسپی نہیں لے رہے، جانا آنا بھی آپ نے تقریباً چھوڑ دیا ہے۔ کیا ممی سے کوئی ناراضگی چل رہی ہے؟" اس کے پیار سے پوچھنے پر ان کا دل بھر آیا اور جذبات میں تلاطم برپا ہوگیا' فلک کو گلے لگاتے ہوئے وہ پیار سے بولے۔

"میری زندگی تمہاری فکر مجھے چین سے جینے نہیں دیتی تم نا سمجھ اور معصوم ہو اور زمانہ کم ظرف اور چالاک' جس دن تم اپنے گھر کی ہوجاؤ گی اس دن میں چین کی نیند سوسکوں گا۔"

"ڈیڈی......!" فلک نے منہ پھلایا۔ "یہ کیا بات ہوئی ابھی تو میرے ڈاکٹر بننے میں بھی ٹائم ہے اور پھر اگر چانس ملا تو امریکن MLE دوں گی یا پاکستان سے FCPS کروں گی اس لیے اس سے پہلے آپ صرف میری کامیابی کی دعا کریں گے اور بس......" نثار علی خان کے چہرے پر ایک پھیکی اور بے جان مسکراہٹ دوڑ گئی' فلک کے جانے کے بعد وہ ماضی کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگے جو ان کے دل کا ناسور تھا۔

❁ ❁ ❁

حامد علی خان کی جب شادی ہوئی تو نثار علی خان اسٹوڈنٹ تھے بے فکر چلبلے اور بے پروا' دونوں بھائیوں کی عمروں میں دس سال کا فرق تھا اور حامد علی خان انہیں اولاد کی طرح چاہتے تھے اس لیے انہیں کبھی اپنے ماں باپ کی کمی محسوس نہیں ہوئی جوان کی کم عمری میں ہی عمرہ کے دوران روڈ ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہوگئے تھے پھر خوش قسمتی سے بھابی بے حد چاہنے والی ملی اور دو بیٹوں کی پیدائش کے باوجود بھی ان کی حیثیت اور مرتبے میں فرق نہیں آیا۔ دونوں بھتیجوں میں نثار علی خان کی جان تھی خاص طور پر بڑا بیٹا تو اکثر ان کے ساتھ ہی سو جاتا تھا۔

وہ امتحان سے فارغ تھے تو دوستوں کے ساتھ مل کر ملتان جاکر اسٹیج ڈرامہ دیکھنے کا پلان بنالیا جس کی بڑی دھوم تھی اور ان کی ضد کے آگے حامد علی خان کو اجازت دینی ہی پڑی' اسٹیج ڈرامہ تو کیا دیکھنا تھا وہ اس ڈانسر پر فدا ہوگئے جو اسٹیج کی چکا چوند اور گہرے میک اپ میں کسی اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ دو دن کا قیام ہفتے میں بدل گیا اور دوستوں کے سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آئے اور حسینہ کے گھر تک پہنچ گئے جو بازار حسن کا مشہور گھرانہ تھا بعد کی کہانی بہت مختصر تھی عشق کا جادو سر پر چڑھ کر بول رہا تھا۔ آنکھوں پر طرح دار حسینہ کے حسن کی پٹی بندھ گئی تھی۔ جس نے اپنی مہارت' چابک دستی اور ہوشیاری کا صحیح اور خوب استعمال کیا اور شکار کو پھڑ پھڑانے کا موقع بھی نہیں ملا' ٹھیک ٹھاک نشانہ لگایا اور شکار مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا خود جال میں پھنس گیا بخوشی و رضا۔ جب نثار علی خان نے بھائی سے شادی کی اجازت مانگی تو وہ بپھر گئے۔

"صاحبزادے ہماری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی ہم نے تو تمہیں ہمیشہ اپنی اولاد سمجھا' ہم قیامت کے دن والدین کو کیا منہ دکھائیں گے کہ یہ ہماری تربیت تھی کہ آج تم ہمارے منہ پر کالک ملنے کی اجازت طلب کررہے ہو۔"

"بھائی! میں کوئی غلط کام تو نہیں کررہا' آپ ہی تو کہتے ہیں کسی گرتے ہوئے کو سنبھالنا' کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا اور کسی کو مشکل سے نکالنا نیکی بھی ہے اور انسانیت بھی۔ شازیہ کیچڑ میں کھلا ہوا کنول ہے۔ جس کا اس گندگی نے کچھ نہیں بگاڑا شرافت کی زندگی گزارنا اس کی خواہش ہے اور اس کی یہ خواہش پوری کرنے کا میں عزم کرچکا ہوں۔" نثار علی خان نے ادب سے جواب دیا۔

"جب فیصلہ تم کرہی چکے ہو تو میری اجازت کی کیا اہمیت اور ضرورت۔" پھر وہ دکھ سے بولے۔ "تم جانتے ہو شادی ایک دن کا نہیں پوری زندگی کا بندھن ہے آج نہیں تو کل تمہیں ضرور اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہوگا مگر پھر تم کچھ نہیں کرسکو گے ہم بحیثیت مسلمان شادی سے متعلق "حضرت ابو ہریرہؓ" کی ایک روایت سناتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت سے نکاح چار اوصاف کی وجہ سے کرو۔ دین دار ہو...... حسب نسب والی ہو...... خوب صورت ہو...... دولت مند ہو...... اور ان چاروں میں دین دار کو اولیت دینی چاہیے' مجھے بتاؤ ان چاروں میں سے کون سا وصف اس عورت میں ہے؟"

نثار علی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا' وہ مجبور تھے عشق اندھا بہرا اور گونگا ہوتا ہے اور یہ وہ دلدل ہے جس میں کوئی ایک بار اتر جائے پھر لاکھ نکلنے کی کوشش کرے اندر ہی اندر

دھنستا چلا جاتا ہے وہ شازیہ کی محبت کے سمندر میں ڈوب چکے تھے اس لیے نہ بھائی کی نصیحت نہ بھابی کی التجائیں کام آئیں اور نہ معصوم بھتیجے کی باتیں ان کے راستے کا پتھر بن سکیں اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ شازیہ سے نکاح کرکے لاہور شفٹ ہوگئے اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی اور زندگی کی بھول تھی ویسے تو کاروبار آبائی تھا جس کو حامد علی خان کی محنت و مشقت نے بام عروج پر پہنچایا تھا لیکن ان کی محبت نے نثار علی خان کے ساتھ کوئی زیادتی کرنا گوارا نہیں کیا' آخر وہ ان کا خون تھا اس لیے انہوں نے ایک خطیر رقم کے علاوہ لاہور کا ایک پلازہ ان کے نام کرتے ہوئے تمام تعلقات توڑنے کا اعلان کردیا۔

ابتدائی دن تو خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولتے گزر گئے ہر دن عید اور ہر رات شب برأت مگر جب جوانی کا خمار اترا اور ہر چیز واضح ہوئی تو انہیں اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہونے لگا حالانکہ شازیہ نے خود کو کافی بدل لیا تھا وہ کبھی پلٹ کر ملتان بھی نہیں گئی مگر انسان کی فطرت نہیں بدلتی جس ماحول میں اس نے بچپن سے جوانی تک کا سفر طے کیا تھا اس کی چھاپ اس پر موجود تھی۔ اس کے بات کرنے کا انداز اٹھنا بیٹھنا اور ادائیں چلا چلا کر اس کی پہچان کرادیتی تھیں اور پھر کہیں نا کہیں کسی پارٹی میں کسی تماش بین سے سامنا بھی ہوجاتا اور اس وقت ان کا دل چاہتا خود کو کہیں گم کرلیں۔ اس طرح وہ شازیہ کے پاؤں میں تو بیڑیاں نہیں ڈال سکے مگر خود انہوں نے رفتہ رفتہ باہر نکلنا چھوڑ دیا اور گوشہ نشین ہوگئے' پچھتاوے انہیں ناگ کی طرح ڈستے رہتے ان کی شدید خواہش تھی کہ اولاد ہی نہ ہو اور ہو بھی تو بیٹی نہ ہو مگر فلک کے ہونے پر انہیں لگا کہ صحیح معنوں میں اب ان کی آزمائش شروع ہوئی ہے' بیٹی میں ان کی جان تھی اور وہ شازیہ کا سایہ بھی اس پر پڑنے نہیں دینا چاہتے تھے کیونکہ شازیہ آہستہ آہستہ اپنے پرانے ڈھنگ میں آتی جارہی تھی اور بیٹی کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگنا چاہتی تھی۔ وہ دن بدن تنوطی ہوتے جارہے تھے اور گم صم رہنے لگے تھے۔ فلک ایک منٹ نظروں سے اوجھل ہوتی تو انہیں لگتا ان کا دل بند ہوجائے گا مگر ماں کی اصلیت بتا کر وہ اسے فلک کی نظروں میں گرانا بھی نہیں چاہتے تھے کہ آخر وہ اس کی ماں تھی اس لیے دل پر بوجھ لیے خاموشی سے زندگی گزار رہے تھے۔

❁ ❁ ❁

شازیہ بیگم باہر گئی ہوئی تھیں جب انہوں نے فلک کو بٹھا کر گھنٹوں باتیں کیں' دنیا کی اونچ نیچ سے آگاہ کیا' اچھے برے کی پہچان کرائی لیکن کوشش کے باوجود بھی وہ شازیہ کے بارے میں ایک لفظ نہ کہہ سکے آخر وہ اس کی ماں تھی معتبر' قابل احترام اور قابل عزت۔

صبح حسب معمول فلک فجر کی نماز پڑھ کر چائے لے کر ڈیڈی کے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے اچنبھا سا ہوا کیونکہ عموماً وہ اسے اس وقت اشراق کے نوافل پڑھتے ہوئے ملتے تھے جب سے شازیہ نے رات گئے دیر سے آنا شروع کیا تھا وہ علیحدہ کمرے میں سونے لگے تھے فلک کے آواز دینے پر بھی جب انہوں نے جواب نہیں دیا تو اس نے قریب جاکر ان کی پیشانی پر پیار سے ہاتھ رکھا پھر پورا گھر اس کی چیخوں سے گونج اٹھا' جانے کب دل نے دھڑکنا بند کردیا تھا پھر بیوی کی آہیں اور فلک کی دل خراش چیخیں بھی انہیں واپس نہ لاسکیں۔ ان کی المناک موت نے فلک کے ہونٹوں کی ہنسی چھین لی اور اس کے مسکراتے لبوں پر سکوت طاری ہوگیا۔

❁ ❁ ❁

ان کے جانے کا خلا تو پورا نہ ہوسکا لیکن انہیں معاشی طور پر کسی پریشانی کا سامنا بھی نہ کرنا پڑا کیونکہ فلک کے نام پلازہ سے کرائے کی مد میں ٹھیک ٹھاک آمدنی ہوجاتی تھی لیکن فلک کی پریشانی ممی کا عدت شرعی طریقے سے پوری نہ کرنا تھا' عدت کے دوران وہ ہر آئے گئے کے سامنے بیٹھ کر باتیں کرتیں' ڈیڈی کے دوستوں کا آنا جانا بھی لگا رہتا تھا۔ فلک کے لیے یہ سب دیکھنا ناقابل برداشت اور تکلیف دہ تھا کیونکہ کم عمری ہی سے اس نے اسلام کا بڑا باریک بینی سے مطالعہ کیا تھا اور اسلام کا ضابطہ حیات اس کے لیے مشعل راہ تھا مگر جب اس نے یہی بات ماں کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ غصے سے بپھر گئیں۔

''تم زیادہ ملانی بننے کی کوشش نہ کرو میں جانتی ہوں مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا' حد ہوگئی بالشت بھر کی چھوکری مجھے سمجھانے چلی ہے۔'' وہ غصے میں آکر رونے لگیں تو فلک کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''ممی میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔'' وہ پیار سے ان کو گلے لگاتے ہوئے گویا ہوئی۔ ''مگر ڈیڈی کے لیے آپ کی طرف سے یہ آخری تحفہ ہوگا کہ آپ عدت شرعی طریقے سے پوری کرلیں ان کی روح خوش ہوگی۔'' شازیہ کے دل کو فلک کی بات لگی یوں بھی وہ محسوس کررہی تھیں کہ ان کی شکل کلینزنگ تھریڈنگ اور فیشل نہ کرنے کی وجہ سے ہونق اور اجاڑ ہوگئی تھی' چہرے پر جھریاں اور سفید بال بھی نمایاں ہورہے تھے تو کچھ سوچ کر انہوں نے خود کو کمرے تک محدود کرلیا اور فلک نے سکھ کا سانس لیا۔

❁ ❁ ❁

جس دن شازیہ کی عدت ختم ہوئی وہ پھول کی طرح کھل اٹھیں' فلک کالج سے آئی تو بوا نے بتایا کہ وہ بیوٹی پارلر گئی ہیں' وہ شام کو سو کر اٹھی تو ماں کے کمرے میں آگئی جو کہیں جانے کے لیے تیار ہورہی تھیں انہوں نے جدید اسٹائلش سا سوٹ پہن رکھا تھا اور اب مہارت سے میک اپ کررہی تھیں۔ میچنگ جیولری اور سینڈل پہن کر جب وہ مڑیں تو محویت سے فلک کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا' وہ گڑبڑا سی گئیں۔

''بیٹا کیا کروں تمہارے ابو کے بغیر گھر کاٹنے کو دوڑ رہا ہے کس طرح چار ماہ دس دن ان کے بغیر گزارے میرا ہی دل جانتا ہے سوچا آج کہیں گھوم آؤں تم چلو گی؟'' انہوں نے نادیدہ آنسو ٹشو سے صاف کرتے ہوئے رقت بھری آواز میں کہا۔

''نہیں' آپ جائیں مجھے پڑھنا ہے۔'' وہ بے رخی سے کہتے ہوئے کمرے میں آگئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ہارن کی آواز پر اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا ممی ڈیڈی کے دوست کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہنس رہی تھیں پھر وہ دونوں چلے گئے اور فلک اپنے ڈیڈی کو یاد کرنے لگی اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا ہر روز کوئی نا کوئی آجاتا اور شازیہ بن سنور کر ان کے ہمراہ نکل پڑتی۔ وہ بچی نہیں تھی اڑوس پڑوس کی نگاہیں اس کے دل میں ترازو ہوجاتی تھیں پھر جس طرح شازیہ بیگم گھومنے پھرنے شوپنگ اور ہوٹلنگ میں بے دردی سے پیسہ خرچ کررہی تھیں وہ اس کے لیے ایک سوالیہ نشان تھا۔

❁ ❁ ❁

چھٹی والے دن جب شازیہ بن سنور کر جانے لگیں تو فلک سے مخاطب ہوکر بولیں۔

''فلک میں ایک بے حد ضروری کام سے باہر جارہی ہوں' تمہارے ڈیڈی کے دوست کا بیٹا آرہا ہے ذرا اسے کمپنی دے دینا۔''

''ممی آپ جانتی ہیں مجھے اجنبیوں سے ملنے کا قطعی شوق نہیں۔'' وہ بگڑ کر بولی۔

''بیٹا سمجھا کرو' عیان اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ایک متمول گھرانے کا چشم و چراغ ہے' تمہارے ڈیڈی کے جانے کے بعد اب تمہاری ذمہ داری میرے ناتواں کاندھوں پر ہے میں چاہتی ہوں تم اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کرلو یہی تو شادی کی عمر ہوتی ہے۔''

''ممی......'' فلک بگڑ کر بولی۔ ''آپ میری فکر کرنا چھوڑ دیں' ڈیڈی کے خوابوں کو تعبیر دینا میری زندگی کا مقصد ہے۔''

''ہاں تو میں کون سا تمہیں شادی کے لیے کہہ رہی ہوں مگر انتخاب کرنے میں تو کوئی حرج نہیں' تم کیا جانو میری فکروں کو۔''

''آپ کی فکروں کا تو مجھے اندازہ ہورہا ہے۔'' وہ ان کے میک اپ زدہ چہرے اور زرق برق لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

''اب تم بھی مجھ پر طنز کرو گی' یہ سب تو میں تمہارے

"میرے لیے ممی......؟" فلک حلق کے بل چیخ پڑی۔ "آپ نے کبھی سوچا ہے محلے میں کیا چہ میگوئیاں ہوتی ہیں' کس طرح میں لوگوں کی چبھتی ہوئی نگاہوں کا سامنا کرتی ہوں۔"

"یہی تو مجھ دکھ ہے کہ میرا اپنا خون مجھ پر انگلیاں اٹھا رہا ہے' ارے لوگوں کو تو بکنے کی عادت ہوتی ہے۔" وہ بگڑ کر بولیں۔

"مگر ممی......" وہ منمنائی۔

"بس بس چپ رہو' میں کیا مر جاؤں دنیا والوں کی وجہ سے خوش رہنا چھوڑ دوں۔" اسی لیے پرانے زمانے میں ہندو بیواؤں کو "ستی" کر دیا جاتا تھا تاکہ وہ بھی شوہر کے ساتھ زندہ درگور ہو جائیں تم کیا چاہتی ہو میں دنیا ترک کر دوں؟" وہ بری طرح رونے لگیں اور فلک کو کہنا پڑا۔

"آپ جائیں میں آپ کے مہمان کو دیکھ لوں گی۔"

❁......❁......❁

بوا نے مہمان کے آنے کی اطلاع دی تو فلک کو مجبوراً ڈرائنگ روم میں جانا پڑا۔ فلک کو دیکھ کر وہ احتراماً کھڑا ہو گیا لیکن اس کی نگاہوں کی بے ساختگی' والہانہ پن اور چمک نے تن بدن میں آگ لگا دی' فلک ناگواری سے بولی۔

"ممی تھوڑی دیر میں آ جائیں گی' کسی چیز کی ضرورت ہو تو بوا سے کہہ دیجیے گا۔" اس کی نگاہوں سے فلک کو الجھن ہو رہی تھی' وہ جانے کو مڑی تو وہ بے ساختہ بولا۔

"آپ کے گھر مہمانوں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے کہ آپ دو منٹ بیٹھنے کی بھی روادار نہیں۔"

"معاف کیجیے آپ میرے نہیں ممی کے مہمان ہیں۔" فلک نے بےزاریت سے جواب دیا اور اسی وقت شازیہ کمرے میں آ گئیں اور فلک نے کھسکنے میں ہی عافیت سمجھی پھر شازیہ نے اصرار کر کے اسے انیکسی میں ٹھہرا لیا۔ فلک کی کوشش ہوتی کہ اس کا عیان سے کم سے کم

تھی۔ اب ممی کا زیادہ وقت عیان کے ساتھ گزرنے لگا تھا اور ان کے اور عیان کے قہقہوں سے پورا گھر گونجنے لگا تھا اور فلک اپنے کمرے میں جلتی کلستی رہتی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ مردانہ وجاہت کا مکمل نمونہ تھا مگر فلک کو وہ ایک آنکھ نہ بھاتا تھا جب وہ بڑے دھڑلے سے دیدہ دلیری سے شازیہ کو نام سے بلاتا تو فلک کا دل چاہتا اس کا منہ توڑ دے۔

❁......❁......❁
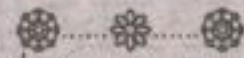
وہ عموماً صبح اپنی گاڑی میں خود ہی کالج چلی جاتی تھی مگر اس دن گاڑی باوجود کوشش کے اسٹارٹ نہیں ہوئی تو اسے ممی سے کہنا پڑا جو عیان کے ساتھ ناشتا کر رہی تھیں۔ اس کے انکار کے باوجود انہوں نے اس کو کالج چھوڑنے کی ذمہ داری عیان کو سونپ دی تو اسے مجبوراً جلتے بھنتے ممی کی بات ماننا پڑی کیونکہ اس کی آج گائنی وارڈ میں ڈیوٹی تھی جس کی انچارج بہت سخت تھیں۔

"آپ اتنی خاموش کیوں رہتی ہیں فلک؟" عیان نے سوال کیا۔

"مجھے فضول بولنے کی عادت نہیں۔" وہ بے رخی سے بولی۔

"کیا میں فضول باتیں کرتا ہوں؟"

"مجھے نہیں پتا۔" فلک نے بےزاریت سے جواب دیا۔

"آخر آپ مجھ سے اس قدر ناراض کیوں رہتی ہیں؟" عیان کا بھی وہ حال تھا کہ "گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا۔"

"میں آپ سے کیوں ناراض ہونے لگی' آپ سے میرا تعلق ہی کیا ہے' ناراض اپنوں سے ہوا جاتا ہے۔" فلک چڑ کر بولی۔

"ہو سکتا ہے کوئی تعلق نکل آئے۔" عیان شرارت سے مسکرایا۔

"مسٹر عیان! آپ اپنی حد میں رہیں' آپ ممی کے

مہمان ہیں اس لیے لحاظ کر رہی ہوں ورنہ تعلق تو کیا آپ جیسے لوگوں کو تو میں منہ بھی لگانا پسند نہیں کرتی۔" اس نے میڈیکل کالج کے گیٹ کے سامنے گاڑی سے اترتے ہوئے غصے سے کہا اور اندر چلی گئی' سامنے ہی اس کی دوستیں کھڑی تھیں۔

"یار یہ حسن کا دیوتا جس کے ساتھ تم آئی ہو' تمہارا منگیتر تو نہیں۔" ایک دوست نے رازداری سے پوچھا۔

"بکواس مت کرو' گاڑی خراب ہو گئی تھی اس لیے اس کے ساتھ آنا پڑا ورنہ تو میں اس کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی۔"

"شکل تو خیر اس کی دیکھنے والی کیا چاہے جانے والی ہے' ہو سکتا ہے تمہاری ممی نے اسے تمہارے لیے پسند کر لیا ہو' ویسے پسند تو ان کی لاجواب ہے۔" دوسری دوست نے بھی شرارت سے کہا۔

"دعا......" فلک غصے سے دہاڑی۔ "خبردار جو کسی نے اس کے نام کے ساتھ میرا نام جوڑا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" وہ غصے میں گون پٹختی ہوئی وارڈ کی طرف بڑھ گئی۔

❁......❁......❁
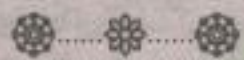
فلک کو دن بہ دن عیان کا وجود ناقابل برداشت لگنے لگا تھا جس طرح وہ ممی سے بے تکلفی سے بات چیت کرتا فلک کے تن بدن میں آگ لگ جاتی اور ممی بھی اس پر بری طرح فدا تھیں بلکہ اب تو انہوں نے عیان کی وجہ سے باہر نکلنا بھی چھوڑ دیا تھا اور گھر میں بھی وہ بنی سنوری ٹپ ٹاپ سے رہنے لگی تھیں' عیان کے ساتھ باہر جاتے ہوئے وہ فلک کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دیتیں جسے وہ بے رخی سے رد کر دیتی تھی۔ وہ بے حد رنجیدہ اور حساس ہوتی جا رہی تھی لوگوں کی چبھتی ہوئی معنی خیز نگاہیں اور ابھرتی ہوئی سرگوشیاں اس کے سینے میں نیزے کی طرح چبھنے لگی تھیں۔ وہ ایک ایسا ہی دن تھا جب وہ اپنی کلاس فیلو اور بیسٹ فرینڈ کے گھر پہنچی تو کمرے سے آتی آوازوں نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔

"دعا! مجھے تمہارا فلک سے ملنا اس کے گھر جانا یا اس کا یہاں آنا قطعی پسند نہیں۔" دعا کی امی کی آواز ابھری۔

"مگر کیوں امی! فلک تو آپ کو ہمیشہ سے بہت پسند ہے۔" دعا کی آواز میں حیرت تھی۔

"تم نے اس کی ماں کو کبھی غور سے دیکھا ہے کیسی چھمک چھلو بنی پھرتی ہے اور بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا کچھ تو ماں کا اثر آئے گا نا' تم کیا جانو لوگ کیسی کیسی باتیں اس کی ماں کے بارے میں بناتے ہیں۔"

"خیر مجھے اس کی ماں سے کیا لینا دینا اور لوگوں کو تو اس کے علاوہ کوئی کام نہیں کہ غیبت کر کے اپنا اعمال نامہ سیاہ کریں اور جہاں تک فلک کا تعلق ہے تو اس کی دوستی پر مجھے فخر ہے اور اس معاملے میں آپ کی ایک نہیں سنوں گی۔"

فلک کو لگ رہا تھا دماغ میں انگارے بھر گئے ہوں' قدم من من بھر کے ہو گئے وہ خاموشی سے واپس پلٹ آئی اور گھر آتے ہی ماں پر برس پڑی۔

"منع کر دیں ڈیڈی کے دوست کے بیٹے کو کہیں اور جا کر ٹھکانہ بنائے ورنہ میں خود کہہ دوں گی۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟" ممی کی نگاہوں میں حیرانی تھی۔

"یا تو ممی آپ جان بوجھ کر انجان بن رہی ہیں یا دانستہ حقائق سے منہ چھپا رہی ہیں۔ لوگ کیا کہتے ہیں' دنیا کی نظروں میں ہماری کیا حیثیت ہے' کس طرح لوگوں کی تمسخرانہ نظروں کا مجھے سامنا کرنا پڑتا ہے آپ نے کبھی سوچا ہے؟" وہ غصے سے لرز رہی تھی اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"کیا کسی نے کچھ کہہ دیا؟" شازیہ نے گھبرا کر پوچھا۔

"ممی آپ اچھی طرح جانتی ہیں میں کیا کہہ رہی ہوں' ہم مارتے کا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں لیکن کہنے والے کی زبان نہیں اور پھر آپ نے یہ محاورہ تو سنا ہوگا کہ "زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو" اور پھر رہی سہی کسر مسٹر عیان نے پوری کر دی' وہ کس رشتے سے آپ کا نام لیتا ہے؟" وہ غصے

سے دہاڑی۔
"ارے تو میں کون سی اس سے اتنی بڑی ہوں' زیادہ سے زیادہ 35 سال ہوگی میری عمر۔" شازیہ بیگم کو بُرا لگ گیا۔
"ممی......" فلک کی نگاہیں حیرت سے پھٹ گئیں۔
"چھبیس سال کی تو میں ہو رہی ہوں' کیا بارہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوگئی تھی' کچھ تو اپنی عمر کا لحاظ کریں۔" فلک کا لہجہ خود بخود طنزیہ ہوگیا۔
"حد ہے تمہاری جب بیٹی ہی ماں کی عمر کا حساب کرنے لگے گی تو غیروں سے کیا گلہ۔ سب مجھے تمہاری بڑی بہن سمجھتے ہیں کیوں کہ میں کہیں سے بھی تمہاری ماں نہیں لگتی۔" شازیہ بیگم کو سر سے پاؤں تک مرچیں لگ گئیں۔
"ہاں تو آپ مجھے قبول کرنے سے انکار کردیں' مجھے بھی خود کو آپ کی بیٹی کہلانے کا شوق نہیں بلکہ شرمندگی ہے۔" فلک غصے میں واک آؤٹ کرگئی' یہ دیکھے بغیر کہ باہر کھڑے عیان کے چہرے پر تفکرات کا جال سا بن گیا ہے۔

❀......❀......❀
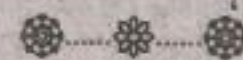
آج کل فلک اور شازیہ کے درمیان سرد جنگ چل رہی تھی اور تقریباً بات چیت بند تھی۔ وہ عیان کے ساتھ کمرے سے باہر نکلیں تو فلک ستون سے ٹیک لگائے آسمان کی وسعتوں میں جانے کیا تلاش کررہی تھی' سفید چوڑی دار پاجامے اور ڈھیر ساری کلیوں کے سفید کُرتے میں اس کا قد اور بھی نمایاں لگ رہا تھا' سفید دوپٹے کے ہالے میں وہ بے حد مقدس اور پاکیزہ لگ رہی تھی اس کے میک اپ سے عاری چہرے پر ایک قدرتی اور البیلی چمک تھی تو سراپے میں ایک جاذبیت اور کشش۔ عیان نے چلتے چلتے ایک نظر شازیہ پر ڈالی ڈارک میک اپ اور زرق برق کپڑوں میں وہ شعلہ جوالا لگ رہی تھی۔ دہکتی ہوئی آگ جو تن من کو جلا ڈالے تو دوسری طرف کھلی ہوئی چاندنی کا سحر۔ نرم و ملائم دل کو چھو لینے والا' عیان کے انکار نے شازیہ کو بے چین کردیا۔
"کیا دیکھ رہے ہو؟" اس دوران فلک ان دونوں پر ایک قہر آلود نظر ڈالتی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔
"کتنا تضاد ہے تم دونوں میں' فلک کہیں سے بھی تمہاری بیٹی نہیں لگتی۔" عیان کا لہجہ استہزائیہ تھا لیکن شازیہ بیگم ناز سے اترا کر بولیں۔
"سارا قصور اس کے ڈیڈی کا ہے جنہوں نے اسے ہمیشہ 1857ء کے زمانے میں رکھا' نہ آنا نہ جانا' نہ گھومنا نہ پھرنا بلکہ شار کو تو اس کا میرے ساتھ کہیں جانا بھی پسند نہیں تھا۔ جیسے میں اس کی سوتیلی ماں ہوں۔" شازیہ بیگم نے دل کی بھڑاس نکالی۔
"لگتا ہے تم سے ناراض ہے فلک۔" راستے میں عیان نے پوچھا۔
"کیا بتاؤں لوگوں کی باتوں میں آکر وہ مجھ سے بدگمان ہوگئی ہے ہر وقت آگ اگلتی اور انگارے چباتی رہتی ہے اس سے دو گھڑی کی بھی میری خوشی برداشت نہیں ہوتی' تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔" شازیہ نے منہ بناتے ہوئے دل گرفتگی سے کہا۔
"تم پریشان نہ ہو اس کا ایک حل ہے میرے پاس۔ مجھ سے فلک کی شادی کردو۔"
"کیا......؟" شازیہ کو لگا ان کے سر پر کسی نے بم دے مارا ہو۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" ان کے لہجے میں ملال تھا۔
"سمجھا کرو اس میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔ فلک کے شکوک رفع کرنے اور دنیا کی زبان بندی کا بس یہی ایک طریقہ ہے میں داماد بن کر تمہارے گھر میں رہوں گا اور کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔" عیان نے لوفرانہ انداز میں آنکھ ماری۔ "فلک کی تعلیم ادھوری ہے اس لیے اس کا یہاں رہنے کا جواز بھی معقول ہے۔"
"میرا نہیں خیال کہ فلک مان جائے گی وہ تم سے شدید نفرت کرتی ہے۔" شازیہ سوچ کر بولیں۔
"کمال ہے تم کیسی ماں ہو بیٹی سے ایک بات نہیں منوا سکتیں' خیر ڈونٹ وری اس کے لیے بھی میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔" عیان نے جانے کیا کہا کہ شازیہ کی آنکھیں تمتما اٹھیں۔

❀......❀......❀
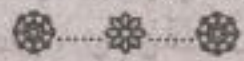
دوسرے دن وہ فلک کے کمرے میں آئیں تو وہ گھبرا کر بیٹھ گئی۔
"تم ناراض ہو مجھ سے' جانتی ہوں اور تمہیں اس کا حق ہے مگر بیٹا اکثر جو نظر آتا ہے وہ ہوتا نہیں ہے' آنکھیں دھوکہ کھا جاتی ہیں۔" فلک خاموش رہی۔
"تم بیٹی ہوتے ہوئے بھی ماں کی مشکلات کو نہیں سمجھتیں' باپ کا سایہ سر پر نہ ہو تو ماں کی ذمہ داری دگنی ہوجاتی ہے' بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے میں چاہتی ہوں اب تم اپنے گھر کی ہوجاؤ شریف' پڑھا لکھا اور خوب صورت داماد ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے اور عیان میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔"
"کیا مطلب ہے آپ کا؟" فلک الجھ کر بولی۔
"میں نے عیان کو تمہارے لیے منتخب کیا ہے۔"
"ممی......" فلک کو ان کا جملہ گالی کی طرح لگا۔ "آپ نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا جس شخص سے مجھے شدید نفرت ہے اس سے میری شادی ہونا ناممکن اگر وہ دنیا کا آخری شخص ہو تب بھی نہیں۔"
"کیسی بیٹی ہو تم' ماں کی مجبوریوں کا احساس ہی نہیں' مجھے فخر اور مان تھا کہ تم انکار نہیں کروگی اس طرح لوگوں کی زبان بند کرکے تم ماں کو لوگوں کی نظروں میں سرخرو کردو گی۔ تمہارے انکار سے تو جھوٹ بھی سچ ہوجائے گا اور میں بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گناہ گار کہلاؤں گی' تم چاہتی ہو میں ساری زندگی ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتی رہوں۔" شازیہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی مگر جھوٹے آنسو بہانے میں تو انہیں کمال حاصل تھا' فلک نے بڑی بے بسی سے ان کی طرف دیکھا پھر کرب اور بے چارگی سے بولی۔
"میں نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کی بات ماننے پر مجبور ہوں لیکن نتائج کی ذمہ دار آپ ہوں گی۔"
شازیہ کی آنکھیں جیت کی خوشی سے چمکنے لگیں انہوں نے بڑھ کر فلک کو گلے لگالیا اور عیان کو خوش خبری سنانے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں' یہ دیکھے بغیر کہ فلک کے چہرے پر کس قدر اذیت اور کرب ہے' اس انسان کی طرح جو بغیر جرم کیے خود ہی اپنے لیے سزا تجویز کرنے پر مجبور ہو۔
"ڈیڈی آپ کیوں مجھے تنہا چھوڑ گئے' آپ جو کہتے تھے میں تمہیں زمانے کی میلی اور گندی نظروں سے بچانا چاہتا ہوں' اب آکر میری بے بسی دیکھیں۔" فلک دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔
پھر چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق شادی ہوگئی' بے حد سادگی سے کہ عیان کے والدین شرکت نہیں کررہے تھے مگر شادی کے بعد جب عیان نے بمعہ فلک کراچی جانے کا قصد کیا تو شازیہ بپھر گئی۔
"یہ تم میرے ساتھ کھیل کھیل رہے ہو...... تم نے یہیں رہنے کا وعدہ کیا تھا۔"
"سمجھا کرو شازیہ' والدین مجھ سے ناراض ہیں' ہوسکتا

کچھ پھول چنے ہیں
◉ انا اور خودداری بہت ہی اچھی چیزیں لیکن بے جا انا اکثر آپ کو تنہا بھی کردیتی ہے۔
◉ بُرے وقت کو اپنے وقت پر ہی گزرنا ہے آپ کے رونے چلانے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔
◉ رشتے اپنائیت کے ہوں یا خلوص کے اتنے ہی نازک ہوتے ہیں جتنے آئینے ذرا سی ٹھیس لگی اور ٹوٹ گئے پھر ان پر فخر کیسا مان کیسا۔
◉ محبت اور نفرت دونوں اگر حد سے بڑھ جائیں تو جنون کی حد میں داخل ہوجاتے ہیں اور جنون کسی بھی چیز کا اچھا نہیں ہوتا۔
نزہت جبیں ضیاء...... کراچی

ہے غصے میں یہیں آ جائیں جو میں نہیں چاہتا' تھوڑی دن ہی کی تو بات ہے جونہی فلک کے میڈیکل کالج کی چھٹیاں ختم ہوئیں ہم آ جائیں گے۔" شازیہ بے بسی کی تصویر بنی رہ گئیں۔

❁.....❁.....❁

کراچی ائرپورٹ پر عیان کے والدین اور اس کے چھوٹے بھائی ریان نے جس گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا وہ حیران رہ گئی وہ تو سوچ رہی تھی کہ عیان نے اپنی مرضی سے شادی کر کے ان کی آرزوؤں' امیدوں اور ارمانوں پر جس طرح پانی پھیر دیا وہ ان کے لیے باعث تکلیف ہوگا لیکن یہاں تو سب کچھ اس کی توقعات کے خلاف تھا وہ ایک ہی نظر میں ساس سسر کی اسیر ہوگئی' چھوٹا بھائی ریان بھی شریر اور نٹ کھٹ تھا اس نے گھر میں گھستے ہی اعلان کر دیا۔

"میں فلک کو ہرگز بھابی نہیں کہوں گا' آج میری بہن کی حسرت پوری ہوگئی۔" اس وقت عیان چینج کرنے اپنے کمرے میں جا چکے تھے پھر ساس نے اسے سجے سجائے کمرے میں پہنچا دیا۔ جہاں سوچوں میں گم کب اس کی آنکھ لگ گئی پتا ہی نہیں چلا' وہ گھبرا کر اٹھی عیان ساتھ ہی سو رہا تھا اور اسے اس کے کردار کی مضبوطی کا قائل ہونا پڑا' وہ اس کی دسترس میں تھی اور اس کا حق بھی تھا لیکن اس نے اپنا حق استعمال نہیں کیا' وہ سوتے میں بے حد خوب صورت اور معصوم لگ رہا تھا۔

"شکل مومنوں جیسی کرتوت شیطانوں والے۔" اس نے نفرت سے سوچا' اسی لمحے دروازہ ناک ہوا وہ گھبرا کر دروازہ کھولنے اٹھی اور عیان کی ماں کی بانہوں میں سما گئی اس دوران عیان بھی اٹھ چکے تھے۔

"اٹھ جاؤ پوتی گیارہ بج رہے ہیں دو مرتبہ تمہارے ہوسپٹل سے فون آ چکا ہے' کوئی ایمرجنسی ہوگئی ہے۔" پھر فلک کی حیرانگی پر انہوں نے وضاحت کی۔

"تمہیں تو معلوم ہوگا ہارٹ اسپیشلسٹ ہے میرا بیٹا۔" پھر وہ عیان سے مخاطب ہوئیں۔

"ہوسپٹل سے جلدی آ جانا پھر ولیمہ کا بھی طے کرنا ہے۔"

"میری اماں ولیمے کی اتنی جلدی بھی کیا ہے' اتنی لمبی چھٹی کے بعد جوائن کیا ہے' بہت سارے کیسز پینڈنگ ہیں' ذرا ان سے نبٹ لوں۔" عیان نے پیار سے ماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گئیں۔

❁.....❁.....❁

خوش قسمتی سے فلک کو بے حد شریف اور محبت کرنے والا سسرال ملا تھا وہ اکثر سوچتی۔

"اتنے شریف ماں باپ کا عیان جیسا بیٹا؟" پھر اسے وہ محاورہ یاد آ جاتا "اولیاء کے گھر شیطان" ادھر ریان بھی اس کو بھائی جیسا لگتا اور جب سے ریان کو یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہے تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا کیونکہ وہ بھی ڈاکٹر ہی بن رہا تھا اب تو دونوں ساتھ ہی گھنٹوں اسٹڈی کرتے۔

ادھر شازیہ کے فون پر فون آ رہے تھے جنہیں وہ بے بغیر ہی ڈس کنکٹ کر دیتی جوں جوں اس کی چھٹیاں ختم ہو رہی تھیں اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا' وہ یہاں بہت خوش تھی پھر اچانک ایک دن ریان نے اسے خوش خبری سنائی۔

"خوش ہو جاؤ عیان بھیا نے تمہارا ٹرانسفر یہیں کرا لیا ہے۔"

"سچ......" فلک کی خوشی دیدنی تھی اس کو یہاں وہ سب کچھ ملا تھا جس کی وہ تمنائی تھی' محبت' عزت اور خلوص۔

"او ہو سیاں جی سے جدائی برداشت نہیں۔" ریان نے چھیڑا اور اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا' وہ خاموشی سے اٹھ کر کمرے میں آ گئی وہ اپنے احساسات سمجھنے سے قاصر تھی سب گھر والوں سے وہ بے حد خوش تھی لیکن عیان کا وجود آج بھی اس کے لیے ناقابل برداشت تھا جب کہ خود عیان عجیب و غریب کشمکش کا شکار تھا اس کے لیے ریان کے ساتھ فلک کا میل جول بڑا روح فرسا تھا' وہ ان کو آپس میں ہنستے بولتے دیکھ کر تڑپ اٹھتا اور طرح طرح

[illegible]
جاتے آخر وہ شازیہ کی ہی تو بیٹی تھی اس کا وجود تپنے لگتا۔

❁.....❁.....❁

اس دن وہ بے چینی سے کوریڈور میں ٹہل رہا تھا جب وہ دونوں ہنستے مسکراتے گھر میں داخل ہوئے' دونوں کا ساتھ بے حد خوب صورت لگ رہا تھا' فلک ریان کی کسی بات پر ہنس رہی تھی اس کے رگ و پے میں چنگاریاں سی بھر گئیں اور وہ خود کو روک نہ سکا۔

"ریان! تم فلک کو نام سے کیوں بلاتے ہو رشتے میں تو یہ تم سے بڑی ہے۔"

"اور آپ جو خود سے پچیس تیس برس بڑوں کا نام لیتے ہیں وہ کیا ہے' میں تو پھر بھی ریان سے عمر میں چھوٹی ہوں۔" ریان سے پہلے فلک تڑخ کر بولی' ریان ان دونوں کی باتوں پر بھونچکا رہ گیا۔ فلک اس دوران اندر جا چکی تھی' وہ کچھ سوچ کر سنجیدگی سے بولا۔

"بھیا ہمیشہ میرے دل میں ایک حسرت رہی کہ میری کوئی بہن ہوتی جس کے میں لاڈ اٹھاتا' وہ روٹھتی میں مناتا' وہ نخرہ دکھاتی میں اس کے ناز اٹھاتا پھر فلک نے یہ کمی پوری کر دی اس لیے میں اسے بہن سمجھتا ہوں' بھابی نہیں کہتا۔" یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی اور عیان ندامت اور شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر ریان کو گلے لگاتے ہوئے پیار سے بولا۔

"میری دعا ہے تم دونوں کا یہ پاکیزہ اور قابل احترام رشتہ ہمیشہ قائم رہے اور تمہیں فلک سے کبھی کوئی شکایت نہ ہو۔" پھر وہ شرمندہ شرمندہ سا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ فلک کے لہجے کا طنز اور نگاہوں سے ٹپکتی نفرت اس کے سینے میں ترازو ہوگئی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا ہر چیز کو آگ لگا دے' تہس نہس کر دے۔

❁.....❁.....❁

رات کافی بھیگ چکی تھی ٹھنڈی روپہلی چاندنی سے بھری پر سرد ہم روشنی کا نور سا پھیل گیا تھا' فضا میں سکوت بکھرا تھا ہر ذی روح نیند کی وادیوں میں پہنچ کر ہر غم و فکر

[illegible]
ناپید تھا' نیند آنکھوں سے روٹھ چکی تھی دل میں دھواں سا اٹھ رہا تھا اور دماغ میں عمیق سوچ مرتعش تھی۔

"میں فلک کو کیسے مناؤں اسے اپنی سچی اور بے لوث چاہت کا کیسے یقین دلاؤں۔ میرے پرخلوص رویہ پر یقین ایک دن اسے آ ہی جائے گا کیونکہ محبت اور خلوص ہی وہ دو ہتھیار ہیں جن سے دشمن کا بھی دل جیتا جا سکتا ہے۔" وہ کمرے میں آیا تو فلک کھڑکی سے چھلکتی چاندنی میں نہائی کوئی ماورائی مخلوق لگ رہی تھی' آہٹ سن کر وہ گھومی اور پیچھے کھڑے عیان سے جا ٹکرائی' جس کی آنکھوں میں بے پناہ پیار تھا۔

"کب تک مجھے تڑپاؤ گی آخر میرا جرم کیا ہے؟" کچھ لمحے کے لیے تو فلک کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوگئیں پھر وہ اس کی بانہوں کے گھیرے سے نکلتے ہوئے تندہی سے بولی۔

"اپنے جرم کے بارے میں آپ کو پتا ہے لیکن پلیز مجھے اپنے الفاظ کے جال میں نہ الجھائیں۔"

"تم میری ہر بات کا تلخی سے جواب کیوں دیتی ہو؟"

"کس نے کہا ہے کہ آپ مجھ سے بات کریں؟"

"تم میری بیوی ہو کیا اس حقیقت کو جھٹلا سکتی ہو؟" عیان نے اسے کندھوں سے تھام لیا۔

"یہی مجبوری ہے کہ میں نے اس غلامی کے طوق کو اب تک اپنے گلے میں لٹکایا ہوا ہے اس سے زیادہ کی توقع مجھ سے نہ رکھیں آپ کے شریف والدین کو جس دن آپ کی اصلیت بتا دی تو آپ کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔" فلک نے نفرت سے کہا اور دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی' عیان کو لگا اچانک بہار پر خزاں کا بسیرا ہو گیا ہو' شوریدہ لہروں نے کنارے پر آئی کشتی کو پھر بیچ منجدھار میں لا پھینکا تھا۔

❁.....❁.....❁

عیان کے التفات سے فلک ذہنی اور روحانی کرب میں مبتلا ہوگئی تھی وہ جوں جوں اس کی قربت کا خواہاں تھا

اسی قدر وہ بےزار تھی ریان کی پرخلوص محبت اور عیان کے والدین کی شفقت بھی اس کو اداسی کے خول سے باہر نکالنے میں ناکام رہی تھی اس کو ایسا لگتا جیسے کسی ریگستان میں تن تنہا بھٹک رہی ہو اور روح کے چھالے پھوٹ رہے ہوں۔ پیاس کی شدت سے گلا سوکھ گیا ہو آرزوؤں کے پھول بن کھلے مرجھا گئے تھے اور ناکام آرزوئیں اور تمنائیں بدگمانی کی بھاری سل تلے سسک رہی تھیں۔ اس حقیقت سے کیسے روگردانی کرتی کہ تقدیر نے عیان کو اس کا مقدر بنا دیا ہے دونوں ہی آگ میں جل رہے تھے اور کسی کو دھواں نظر نہیں آرہا تھا کس سے اپنا دکھ بیان کرتی کہ یہ غم اس کی ماں کا دیا ہوا ہے۔ عیان کا خلوص اور بے پناہ چاہت آہستہ آہستہ اس کے دل کے بند دروازوں پر دستک دے رہی تھی اور وہ یہ سچ ماننے کو تیار نہیں تھی کیونکہ سچ کیا تھا وہ جو اس نے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا تھا یا یہ جواب وہ محسوس کر رہی تھی وہ کس کو فریب دے رہا تھا' مجھے' میری ماں کو یا خود کو؟

متضاد کیفیات نے اسے نڈھال اور بیمار کر ڈالا تھا پھر اماں ابا کے بےحد اصرار پر تبدیلی آب ہوا کے لیے عیان اسے مری لے آیا جہاں کی کھلی فضاؤں نے اس کی صحت پر خوش گوار اثر ڈالا' عیان نے بھی اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا تھا وہ ہر وقت اس کی دل جوئی میں لگا رہتا' اس کے رویہ میں اتنا خلوص اور اپنائیت ہوتی کہ فلک پریشان ہو جاتی وہ اس سے نفرت کرنا چاہتی مگر دل ہمک ہمک کر اس کی چاہت کا اسیر ہوتا جا رہا تھا کیونکہ عیان نے آج تک اس تنہائی کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تھا اور روز اول کی طرح آج بھی وہ ایک دوسرے سے دور تھے۔ فلک اب بالکل ٹھیک تھی اس کی آنکھوں کے بجھتے چراغ پھر سے لو دینے لگے تھے' گالوں کے گلاب کھل اٹھے تھے اور لبوں پر کلیاں مہکنے لگی تھیں۔

جب اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تو اسے خیال آیا۔

''عیان کہاں ہے؟'' رات کے بارہ بج رہے تھے اور اس کا کوئی پتا نہ تھا وہ آج سچ مچ اس کے لیے فکر مند اور پریشان تھی تب ہی وہ آ گیا اور فلک بےتابی سے اس کی طرف بڑھی۔

''آپ کہاں چلے گئے تھے...... کتنی پریشان ہو گئی تھی میں۔'' پھر اس کی حیرت دیکھ کر بےساختہ روتے ہوئے بولی۔

''میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں' آپ چینج کریں میں کھانا لگاتی ہوں۔'' کھانے کے دوران عیان سنجیدگی سے بولا۔

''فلک! کل ہماری واپسی ہے اور اس سے پہلے میں کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں تحمل سے سننا' میں مانتا ہوں تم سے محبت میرا جرم ہے لیکن اس کی سزا تمہیں بھی مل رہی ہے اور اس کی وجہ صرف اور صرف تمہاری ماں ہے۔ موجودہ تہذیب اور ماڈرن سوسائٹی نے زمانے کے چلن کو کچھ اس طرح بدلا ہے کہ ہم مغرب کی تقلید میں بےلگام گھوڑے کی طرح بھاگ رہے ہیں یہ دیکھے بغیر کہ آگے کنواں ہے یا کھائی۔ فیشن' عریاں لباس' آسائشات اور دولت کی فراوانی و مقابلے کی دوڑ نے آج کی عورت کو مشرق کی عظیم اور قابل تقلید قدروں اور روایتوں سے محروم کر دیا ہے۔ وفا اور حیا کی باتیں قصہ پارینہ بن گئی ہیں رشتوں کا تقدس' احترام اور ایثار و قربانی یہ اب صرف کتابوں تک محدود ہے اور ہم نے ان قدروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور اتفاق سے تمہاری ممی بھی اس مقام پر پہنچ گئی تھیں جہاں شرم و حیا اور عفت و عصمت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ میرا قصور صرف اتنا ہی ہے کہ میں پہلی نظر میں تم سے متاثر ہو گیا کیونکہ میری نظر اور ذہن میں اپنی شریک حیات کے لیے ایک ایسی ہی لڑکی کا تصور تھا پاکیزہ' بلند کردار...... شرم و حیا اور مشرقی تہذیب کا مرقع مگر تمہاری ممی کی فطرت جان کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ انہیں سیڑھی بنائے بغیر تم تک پہنچنا اور تمہیں حاصل کرنا ناممکن ہے بس اسی لیے ان سے راہ و رسم بڑھائی لیکن افسوس اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود میں تمہیں اپنی سچائی اور محبت کا یقین نہیں دلا سکا۔'' یہ کہتے ہوئے عیان کی آنکھیں بھر آئیں اور وہ اٹھ کے باہر چلا گیا۔

❁......❁......❁

کراچی آ کر عیان ہوسپٹل میں مصروف ہو گیا تھا تو فلک اپنی پڑھائی میں' ادھر شازیہ کے روز فون پر فون آ رہے تھے جنہیں سنے بغیر وہ ڈس کنکٹ کر دیتی تھی۔ شازیہ فون کر کر کے اب تھک سی گئی تھی' پچھتاوے ناگن کی طرح ڈسنے لگے تھے' عیان کو پانے کی خواہش میں بیٹی بھی گنوا دی تھی' ماڈرن سوسائٹی کے کچے رنگوں نے شازیہ کی شکل مسخ کر کے اپنے مقام سے گرا کر رشتوں کا تقدس پامال کر دیا تھا وہ بےچین ہو کر کراچی آ گئی تو بجائے خوش ہونے کے اسے دیکھ کر فلک کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

''کتنے فون کیے کوئی جواب نہیں' کیا بیٹیاں ایسی ہوتی ہیں؟'' شازیہ نے فلک کو گلے لگاتے ہوئے شکوہ کیا۔

''بس کر دیں ممی! کتنا بےوقوف بنائیں گی۔'' وہ چیخ اٹھی اس کے سینے میں دبا آتش فشاں پھٹ پڑا۔ ''آپ نے اور عیان نے جو شطرنج کی بساط بچھائی تھی اس پر آپ دونوں کو مات ہو چکی ہے کیونکہ آپ کی خود ساختہ عزت کی خاطر میں نے خود اپنے دامن کو آگ سے بھر لیا تھا اور جانتے بوجھتے بھی خود کو شعلوں کی نظر کر دیا تھا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا' آپ اپنے داماد نما بوائے فرینڈ کو اپنے ساتھ لے جائیں میں یہاں خوش ہوں۔''

''آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے۔'' شازیہ کے تلوؤں سے لگی تو سر پر بجھی' اس نے کھینچ کر فلک کے منہ پر تھپڑ مارا۔

''ماں کے بارے میں ایسا کہتے تجھے شرم تو نہ آئی۔''

''آپ کو آئی تھی بیٹے کی عمر کے لڑکے کو بہکاتے ہوئے۔'' وہ حلق کے بل چلائی۔ ''مجھے تو آپ کو ماں کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اب مجھے سمجھ آئی کہ ڈیڈی کیوں مجھے آپ کے سائے سے بھی دور رکھتے تھے' انہیں آپ کی فطرت کا اندازہ تھا میں ہی بےوقوف تھی جو سمجھ نہ سکی اور آپ نے میری زندگی تباہ کر دی' مجھے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا' اس شریف خاندان کو جب آپ دونوں کے ڈرامے کے بارے میں پتا چلے گا تو وہ کیا سوچیں گے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور شازیہ غصے اور رنج سے باہر نکل آئی اور عیان کو دیکھ کر اس پر برس پڑی۔

''تم نے مجھے دھوکہ دیا مجھ سے جھوٹ بولا اور فلک کا کراچی ٹرانسفر کرا لیا اور مجھ سے میری بیٹی کو بدگمان کر دیا۔''

''پہلی بات تو یہ کہ فلک میری بیوی ہے اس کے کسی بھی کام کے لیے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں' دوسری بات یہ کہ میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا بلکہ اس حق کو استعمال کیا جو میرے چچا جان نے مرنے سے پہلے مجھے دیا تھا انہوں نے تمہاری اصلیت بتاتے ہوئے فلک کو حفاظت میں لینے کی التجا کی تھی کیونکہ انہیں تم پر بھروسہ نہیں تھا' یہ علیحدہ بات ہے کہ فلک کی ایک جھلک نے مجھے اس کا اسیر بنا دیا تھا اور اس تک رسائی تمہاری مدد کے بغیر ممکن نہیں تھی۔''

''چچا جان......'' شازیہ کی سوئی ابھی وہیں اٹکی

غزل

کبھی بھنور میں کبھی پانیوں میں رہنے دے
میں ریت ہوں تو مجھے ساحلوں میں رہنے دے
ابھی تو منزلیں ہی دسترس میں ہیں
اندھیری شب ہے مجھے مشعلوں میں رہنے دے
یقین نہیں ہے مجھے صبح کی صداقت کا
کوئی تو خواب مرے رتجگوں میں رہنے دے
عذاب ہجر کے سب راستوں سے گزرا ہوں
مرا وجود شگفتہ رتوں میں رہنے دے
ہر اک سچ ہے ابھی مصلحت کی راہ لیے
نصاب روح ابھی فائلوں میں رہنے دے
کسی گلاب کی خواہش نہیں ہے مجھ کو منیر
مری قبا کو دھڑکتی رتوں میں رہنے دے

منیر جہلمی...... جہلم

ہوئی تھی۔

''نثار علی خان میرے چچا تھے جو ایک طوائف سے شادی کرنے پر پشیمان اور تمہاری حرکتوں پر نالاں تھے شاید ان کی چھٹی حس نے کسی انہونی کا اشارہ کردیا تھا اور وہ مرنے سے پہلے فلک کو محفوظ ہاتھوں میں دینا چاہتے تھے مجھے افسوس صرف یہ ہے کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے رخت سفر باندھ لیا۔ تم تو شکر ادا کرو کہ میں نے تمہارے طوائف ہونے کی حقیقت آج تک فلک کو نہیں بتائی کیونکہ میرے چچا نے جس راز کی پردہ پوشی کی میں اسے کیوں افشاں کرتا پھر فلک میری زندگی ہے' میری روح ہے اس کو ذہنی اور روحانی تکلیف پہنچانے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا' اب سوچنا تمہیں ہے ایک ماں بن کر۔ میرا مشورہ ہے مخلصانہ اور ہمدردانہ کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا' پلٹ جاؤ ان راستوں پر جن پر میرے مرحوم چچا تمہیں چلانا چاہتے تھے یہ راستے تمہیں منزل تک لے جائیں گے اور بھٹکنے نہیں دیں گے یہ فلاح' ایمان اور سلامتی کے راستے ہیں۔ صراط مستقیم اور عزت وقار کی منزل ہے۔'' شازیہ خاموشی سے باہر نکل گئی' عیان اندر آیا تو فلک کو بے سدھ دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے شاید کیا یقیناً اس نے ان کی گفتگو سن لی تھی' وہ ہوش میں آئی تو بے اختیار عیان کے سینے سے لگ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ ماں کی اصلیت جان کر اس میں عیان سے نظریں ملانے کی ہمت نہ تھی وہ خود اپنی نظروں میں گر گئی تھی عیان کے ظرف نے اسے ندامت اور شرمندگی کے پاتال میں دھکیل دیا تھا۔

''بس اسی لیے میں تمہیں تمہاری ماں کی اصلیت نہیں بتانا چاہتا تھا کہ تمہیں دکھ ہوگا اور میں تمہیں دکھی نہیں دیکھ سکتا۔'' اس نے پیار سے پچکارا اور پانی کا گلاس منہ سے لگا دیا' اسی لمحے اس کی چیخوں کی آواز پر تایا' تائی دوڑے آئے' ان کو دیکھ کر فلک پریشان ہوگئی اور ان کے گلے لگ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی' جو خود بھی اس کو گلے لگا کر رونے لگے تھے پھر اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے گویا ہوئے۔

''بیٹا! تم بالکل شرمندہ مت ہو اس میں تنہا تمہاری ممی نہیں ہم سب اور تمہارے ڈیڈی بھی قصور وار ہیں' ہم جو خود کو اونچی ذات اور حسب ونسب کی بلندیوں پر سمجھ کر ہر انسان کو حقارت سے دیکھتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ ماں کے پیٹ سے تو ہر بچہ لامذہب اور معصوم پیدا ہوتا ہے اگر ایک مسلمان کے بچے کو کرسچن کے گھر چھوڑ دیں تو وہ کرسچن ہی بنے گا' ہم مسلمان اس لیے ہیں کہ ہمارے ماں باپ مسلمان تھے تمہاری ماں جس ماحول میں پیدا ہوئی اس کو وہیں کا اثر لینا تھا' غلطی تو ہماری تھی کہ ہم نے اسے گلے نہیں لگایا' اسے اپنا ماحول نہیں دیا' ہم نے برائی سے نہیں بُرے سے نفرت کی جو صحیح نہیں تھا۔ تمہارے ڈیڈی نے جو نیک نیتی سے قدم اٹھایا تھا کاش اس نیکی میں ہم اس کا ساتھ دیتے' تمہاری ماں نے ایک طوائف کے گھر میں جنم لیا تھا اس لیے وہ طوائف تھی اگر ہمارے گھر پیدا ہوتی تو معزز اور شریف کہلاتی اس لیے تم اپنی ماں کو معاف کردو اور اپنا دل بُرا مت کرو ہمارے لیے یہ خوشی کیا کم ہے کہ ہمارا اپنا خون ہمارے ساتھ ہے ہمارے پاس ہے۔'' ان کے سمجھانے پر اس نے شازیہ بیگم کو معاف کرکے بہت ہی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور اس بار شازیہ بیگم نے بھی خود کو پہلی دفعہ اپنی خواہشوں کے بے لگام سفر سے آزاد کرکے خود کو اپنی بیٹی کے سپرد کردیا تھا' روشنی اب دونوں ماں بیٹیوں کا مقدر تھی۔

نہ اب رقیب، نہ ناصح، نہ غمگسار کوئی
تم آشنا تھے تو تھیں آشنائیاں کیا کیا
ستم پہ خوش کبھی لطف و کرم پہ رنجیدہ
سکھائیں تم نے ہمیں کج ادائیاں کیا کیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

سکندر بابا سائیں کے فیصلے پر بیک وقت خوشی و حیرانگی کے ملے جلے جذبات سے دوچار ہوتا ہے ایسے میں وہ بابا سائیں کو اس فیصلے کے نتیجے میں پیش آنے والے سنگین نتائج سے آگاہ کرتا ہے مگر بابا جانی کے اطمینان کو دیکھ کر وہ بھی وقتی خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ ایمان طبیعت کی بگڑتی صورتحال سے شرجیل کو آگاہ کرتے ہوئے اسے آفس جانے سے منع کرتی ہے جواباً وہ اسے اس کا محض ڈرامہ قرار دیتے ہوئے دفتر چلا جاتا ہے شزا اسے ناشتا بنانے کے لیے بلانے آتی ہے مگر اس کی زرد رنگت دیکھ کر ٹھٹک جاتی ہے پھر ایمان کے کہنے پر وہ مما کو جا کے بتاتی ہے جو فوراً فکر مندی سے گھبرا جاتی ہیں مگر تائی اماں انہیں اپنی سفاکی کی وجہ سے ایمان کو ڈاکٹر کے پاس جانے سے روک لیتی ہیں وہ انہیں گزرے ہوتے واقعات یاد دلا کے بلیک میل کرتی ہیں جواباً مما چپ ہو کے رہ جاتی ہیں جو بھی تھا آفاق والے معاملے میں وہ بھی تاؤ اور تائی جی کے ساتھ شریک تھیں جب ہی اتفاق سے فراز گھر آ جاتا ہے اور ان کی ساری باتیں سن کر گنگ رہ جاتا ہے ماؤف ذہن کے ساتھ وہ ایمان کو ہسپتال لے کر بھاگتا ہے جو ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکی ہوتی ہے۔ نندی نڈھال سی حالت میں زینب کے ہمراہ ہسپتال پہنچتی ہے جہاں عریشہ کی موت کی خبر اور عباس کی خطرناک حالت دیکھ کر وہ صدمے سے گنگ رہ جاتی ہے۔ وہ زینب کو اپنے اللہ سے عباس کے لیے دعا کرنے کو کہتی ہے۔ عباس کو اس حالت میں 24 گھنٹے ہونے والے تھے اور اس کا ہوش میں آنا نہایت ضروری تھا۔ نندی کب سے ایک ہی پوزیشن میں گنگ سی بیٹھی تھی اس مشکل گھڑی میں اسے اللہ ہی کی یاد آئی تھی سارے جہاں سے مایوس ہو کے اس نے عباس کی زندگی کے لیے اللہ کو پکارا تھا اور اس کی زندگی کے صدقے میں اپنا آپ اللہ کے حضور پیش کر دیا تھا جواباً اللہ نے بھی اسے اپنی رحمتوں سے مالا مال کر دیا تھا۔ شرجیل فراز کی اطلاع پر حواس باختہ ہسپتال پہنچتا ہے ایمان کی حالت اور فراز کی دل چیر دینے والی باتوں سے وہ مزید پشیمانی و صدمے کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایمان ایک پیارے سے بیٹے کو جنم دے کر خود کومہ کی حالت میں چلی جاتی ہے۔ جس سے شرجیل اور فراز دونوں غم زدہ ہو جاتے ہیں۔ لاریب کو اخبار کے ذریعے عباس کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع ملتی ہے وہ اسے معاف کرتے ہوئے دل سے اس کی سلامتی کی دعا کرتی ہے جبھی بابا سائیں اسے بلا کے اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہیں لاریب حق دق ان کا منہ تکتی رہ جاتی ہے۔ وہ بے ساختہ بلک اٹھتی ہے پھر وہ بار بار بابا سائیں کو اس فیصلے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے مگر انہیں اپنے فیصلے پر قائم دیکھ کے وہ ان سے شدید بدگمان ہو جاتی ہے۔ نندی عباس کو زندگی کی طرف لوٹتے دیکھ کر اللہ کی رحمتوں پر صداقت دل سے ایمان لے آتی ہے پھر زبان سے اقرار کے لیے زینب کے روبرو اپنے مسلمان ہونے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے۔ جس پر زینب خوشی سے اسے گلے لگا لیتی ہے۔ فراز شرجیل پر طنز کرتا ہوا بچے کی ضروری اشیاء خرید کر اسے گھر لے آتا ہے

ان کے گھر آتے ہی تمام افراد میں کھلبلی سی مچ جاتی ہے۔ مما ایمان کو نہ پا کر فراز سے استفسار کرتی ہیں جواباً وہ انہیں نہایت تلخی سے ایمان کی کومے میں جانے کی بابت بتاتا ہے تائی اماں فاتحانہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے مما کو دیکھتی ہیں جبکہ مما احساس جرم سے سر جھکا کر رہ جاتی ہیں۔ نندی عرف فاطمہ عباس کے بچوں کی ذمہ داری بھی اپنے کندھوں پر لے لیتی ہے اسے حقیقتاً عریشہ کی والدہ کے رویے سے گہرا دکھ پہنچتا ہے ادھر عباس تیزی سے صحت کی جانب گامزن ہوتا ہے فی الحال اسے عریشہ کی موت کی خبر سے آگاہ نہیں کیا جاتا مگر اب وہ بار بار عریشہ کے متعلق سوال کر رہا ہوتا ہے۔ فراز اپنے دوست عالیان کو ڈراپ کرنے اس کے گھر جاتا ہے جہاں اریبہ شاہ کو پا کے وہ خوشگوار حیرت کا شکار ہو جاتا ہے۔ شرجیل شکست خوردہ حالت میں اپنے حالات پر ماتم کناں رہتا ہے ایسے میں سمعیہ ہی اس کے بیٹے کی ذمہ داری سنبھالتی ہے اور اسی کے کہنے پر بچے کا نام زارون رکھ دیا جاتا ہے فراز سمعیہ کی پڑھائی کے حرج کو دیکھ کے شرجیل پر مزید گرجتا ہے اور اسے گورنس کے انتظام کا کہتا ہے۔ تایا جان بابا سائیں کے سکندر کو داماد بنانے کے فیصلے پر شدید اختلاف کرتے ہیں ان پر اپنی برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اور امامہ کو اپنے ساتھ واپس لے جاتے ہیں جبکہ لاریب سکندر کو مزید طیش دلانے کی کوشش کرتی ہے۔ عباس عریشہ کی موت کی خبر سن کر ہیجان زدہ کیفیت کے زیر اثر آ جاتا ہے ڈاکٹرز کے لیے اسے نارمل قرار دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ فاطمہ یہ سب سن کے گنگ رہ جاتی ہے جب ڈاکٹر عباس کو مینٹل ہسپتال میں شفٹ کرنے کا کہتے ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیے

☆☆☆

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب؟" فاطمہ کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ اس کے سامنے دنیا لٹ رہی تھی۔ وہ اسے نہیں ملا تھا۔ وہ اسے مل نہیں سکتا تھا۔ یہ خیال بھی کچھ کم اذیت ناک اور وحشت زدہ نہیں تھا مگر وہ اس حالت کو پہنچ جائے گا کہ زندگی سے منہ موڑ لے گا یہ حقیقت کند چھری تھی جو بے دردی سے رگ جاں میں اذیت کے ان گنت رنگ آشکار کر رہی تھی۔

"پریشان نہ ہوں محترمہ! بسا اوقات شدید ذہنی صدمہ عارضی طور پر ایسی کیفیت میں لے جاتا ہے بہتر علاج اور دیکھ بھال کی بدولت ذہن اس صدماتی کیفیت سے نکل کر پھر سے اپنی کھوئی ہوئی قوتیں بحال کر لیتا ہے یہ ہیجانی کیفیت مستقل نہ ہو بس آپ یہی دعا کریں اللہ بہتر کرے گا۔" ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں تسلی سے نوازا تھا مگر فاطمہ اپنے دل کا کیا کرتی جس میں سراسیمگی وحشت اور گھبراہٹ کو کہیں ٹھکانہ نہ مل رہا تھا غم کا لامتناہی پہاڑ تھا جو اس پر آن گرا تھا۔ جس روز عباس کو ذہنی امراض کے اسپتال میں منتقل کیا گیا فاطمہ کو لگا عباس کی طرح اس غم سے ہار کر وہ بھی اپنا ذہنی توازن کھو دے گی۔ دل کو کسی طرح بھی قرار نہیں آسکا تو ایک عرصہ بعد زینب کی جانب چلی آئی۔ جانتی تھی اس وقت زینب مدرسہ میں ہوا کرتی ہے۔ جامعہ کی شاندار سفید عمارت کا آہنی دروازہ عبور کر کے وہ وسیع و عریض ہال میں پہنچی جس پر سفید قالین بچھے ہوئے تھے ان پر بہت سلیقے سے ڈیسک لگی ہوئی تھی۔ ڈیسکوں کے پیچھے سفید یونیفارم اور گلابی اسکارف میں ملبوس لڑکیاں بیٹھی تھیں اور زینب انہیں لیکچر دینے میں مصروف تھی۔ اس نے ایک نظر فاطمہ کو دیکھا اور مسکرا کر اشارے سے اسے وہیں بیٹھنے کو کہا اور اپنا لیکچر جاری رکھا۔

"سب سے پہلے تو آپ لوگ یہ ذہن میں رکھیں یہاں آپ کو دین پڑھایا جا رہا ہے مذہب نہیں دین اور مذہب میں بہت فرق ہے۔ دین Religeon کو کہتے ہیں اور مذہبی عقیدے یا اسکول آف تھاٹ کو۔ پڑھنے سے قبل ایک بات ذہن میں رکھیں اور گرہ سے باندھ لیں کہ دین میں دلیل صرف قرآن پاک یا حدیث سے ہی دی جاسکتی ہے۔"

فاطمہ بیٹھ چکی تھی مگر اس کے دل کی وہی حالت تھی۔ اس کا دل چاہا زینب کو لیکچر دینے سے روک دے اس کا دھیان

اپنی جانب مبذول کرائے اس کے گلے لگ کر روئے اس سے کہے کہ ”مجھے نہیں پتا میں ہر بار غم کی شدت پر تمہاری جانب کیوں دوڑ آتی ہوں۔ شاید تمہاری اپنے دین میں خصوصی محبت ولگاؤ ہے اس کے باعث متنا طیسیت ہو سکتی ہے تمہاری انکساری کا یہ عالم ہے کہ تم نے اس وقت بھی مجھے گلے لگایا محبت دی جب میں تمہاری قوم تمہارے قبیلے سے تعلق نہیں رکھتی تھی۔ مجھے اعتراف ہے تم عام نہیں ہو یہ متنا طیسیت تو بڑی محنت کے بعد انعام ہوا کرتی ہے۔ مجھے تمہاری دعاؤں کی خواہش ہے مقبول دعاؤں سے بڑھ کر کوئی انمول خزانہ نہیں ہو سکتا۔“ اس کی آنکھوں سے آنسو متواتر برسنے لگے۔ زینب کا لیکچر نجانے کتنا آگے بڑھ گیا تھا جب دوبارہ اس کا دھیان اس جانب ہو سکا۔

”انسانی تاریخ پر نظر دوڑاؤ جس قوم میں قربانی کی انتہا دکھائی دیتی ہے وہی سب سے معزز ہے۔ حدیث ہے کہ ”تم ایمان کی لذت کو نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ ترین چیز خدا کی راہ میں قربان نہ کردو۔“ یہ الوہی مسرت کا راز ہے اپنی مرضی سے کسی جذباتی دباؤ کے بغیر اپنی ذاتی چیز کسی کو دے دینا بھی قربانی ہے۔ قربانی کے عمل سے گزرتے ہوئے انسان اپنے اندر خیر وشر کے عظیم معرکے سے دوچار ہوتا ہے۔ پھر جب اس عمل سے گزر جائے تو روح کی لطافت کو محسوس کرتا ہے۔ جو مادی زنجیروں کی جکڑ بندیوں سے نجات کا احساس دلاتی ہے۔ نجات کا دائمی احساس ہی مسرت ہے۔ انسان کی زندگی میں بسا اوقات کوئی نہ کوئی ایسی کمی ضرور ہوتی ہے جو چبھتی رہتی ہے حالانکہ بظاہر دیکھنے والوں کو یہ اندازہ نہیں ہو پاتا کہ اس شخص کی زندگی میں کوئی کمی ہے مگر اس شخص کو زندگی بہت بوجھل محسوس ہوتی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ تم پر وہ پڑی جو تو نے کمائی“ تکلیف کے وقت یہ احساس کہ وہ تکلیف نہیں دیتا ہم اپنی تکلیف کا خود بندوبست کرتے ہیں یہ اعتراف روح کو ہلکا کر دیتا ہے اور تکلیف برداشت کرنے کی ہمت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔“ زینب کو آخر کیسے پتا چلا اس کے دل کی کیفیت کا؟ کیا اسے اللہ نے بتا دیا؟ یا اللہ نے خود اس کے دل کی ڈھارس کے سامان کی خاطر زینب کی زبان سے ایسے الفاظ ادا کروا دیا تھا کہ بے قرار دل ایسے تھمنے لگا جیسے کسی نے محبت سے ہاتھ رکھ دیا ہو۔ اس کے وجود پر انوکھی کشش کے اثر سے وجدان طاری ہونے لگا۔ زینب کے لہجے کی تاثیر نے اسے جکڑ لیا تھا۔

دل کیسے قبول کرتا ہے کیسے سمجھتا ہے یہ اس نے ابھی جانا۔ بڑا لاثانی علم ہے یہ قرآن کا جس کے دل پر ادراک کی صورت میں نازل ہونے لگے اس پر آگہی ولطف و سرور کے نئے نئے جہاں منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اسے زینب کے گلے لگ کر رونے کی خواہش باقی نہیں رہی۔ اسے جو تقویت جو حوصلہ درکار تھا وہ مل چکا تھا۔ وہ اٹھی اور زینب سے ملے بغیر واپس چلی گئی۔ اسے گھر پہنچنے کی جلدی تھی ملازمہ عمر رسیدہ خاتون تھیں بچوں کو صحیح طور پر سنبھال نہیں پاتی تھیں۔ یہ فاطمہ کی ذمہ داری تھی جو وہ احسن طریقے سے نبھانا چاہتی تھی وہ اللہ کی خوشنودی کا پہلی بار دل سے خیال کر رہی تھی۔

❀ .... ❀ .... ❀
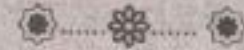
اب تو خواہش ہے یہ درد ایسا ملے
سانس لینے کی حسرت میں مرجائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ ایسی آندھی چلے
جس میں پتوں کی مانند بکھر جائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ دنیا والوں کا غم
ایسی ٹھوکر لگائے کہ جی نہ سکیں
ایسی الجھیں یہ سینے میں سانسیں کہ پھر
ہم دوا پینا چاہیں تو پی نہ سکیں
کوئی ہمدم نہ راہی نہ راحت ملے
ایک پل کا سہارا نہ چاہت ملے
اب تو خواہش ہے یہ
دشت ہی دشت ہوں گے پاؤں چلیں
ہم سر بزم شمع کی مانند جلیں
جس کو چاہیں اسے پھر نہ پائیں کبھی
چھوڑ جائیں چپ چاپ دنیا کو ہم
دل یہ چاہے تو پھر بھی نہ آئیں کبھی

اب تو خواہش ہے یہ کہ سزا وہ ملے
کوئی صحرا قلعہ یا بیابان ہو
جس میں سالوں تک قید ہی قید ہو
اپنے خالق و مالک سے میں نے جو کی
بے وفائی وہاں پر وہ ناپید ہو
ابن آدم کی چاہت کے کڑے جرم میں
اپنی ہی ذات کے کھوکھلے بھرم میں
اب تو خواہش ہے یہ کہ سزا وہ ملے
روئے جاؤں تو چپ نہ کرائے کوئی
دور جنگل یا پھر کسی دشت میں
ہاتھ پکڑے مجھے چھوڑ آئے کوئی

یہ بھی اپنی نوعیت کی عجیب وغریب شادی تھی۔ دلہن خاندانی جاہ وحشمت کے باوجود ایک نسبتاً ہلکے اور عام سوٹ میں تیار ہوئی تھی اس کا اکلوتا سنگھار ہونٹوں کی نیچرل پنک لپ اسٹک تھی ڈائمنڈ سے مزین لاکٹ اور بریسلیٹ کانوں میں پرل کے ٹاپس بھی جو بابا سائیں نے اسے امتحانات کی کامیابی کے موقع پر تحفہ میں دیے تھے وہ بھی اتار دیے تھے گویا وہ اپنی ضد اور اکڑ پر قائم تھی۔ خوشی تو درکنار اس کے چہرے پر ایسا تاثر تھا جیسے کوئی جوگن ابدی جوگ لے کر صحراؤں کی خاک چھاننے کو عازم سفر ہو۔

دوسری جانب سکندر تھا بے حد سنجیدہ اور بے پناہ تفکر میں ڈوبا اس نے اپنے گھر والوں کو کسی بھی رسم کی ادائیگی سے روک دیا تھا۔ لاریب کے موڈ کے پیش نظر وہ اسے بھڑکنے کا کوئی موقع فراہم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بابا سائیں سے تو خیر کچھ چھپا ہوا تھا ہی نہیں۔

”جیتی رہو شاد وآباد رہو میں جانتا ہوں بیٹے آپ مجھ سے بہت شاکی اور خفا ہو ابھی آپ کا دکھ سوا تر ہے جبھی میرے فیصلے کو آپ نے اپنی سزا سمجھ لیا ہے لیکن ایک وقت آئے گا جب آپ کو اس کی سمجھ آئے گی۔ یہ وقت کی ضرورت ہی نہیں آپ کی بھلائی اور خوشی کا فیصلہ بھی ہے۔ مجھے اس وقت کا انتظار رہے گا اس کے باوجود چاہے میں اس دنیا میں رہوں یا نہیں لیکن آپ کی خوشی طمانیت اور آسودگی کا احساس لازمی مجھ تک پہنچ کر مجھے مطمئن کر دے گا۔“ رخصتی کے موقع پر جب وہ بابا سائیں سے ملے بغیر اجنبی تاثرات کے ہمراہ سکندر کی گاڑی میں بیٹھنے کو تھی بابا سائیں نے خود آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر بے اختیاری کی کیفیت میں اس کا سر سینے سے لگا کر بھیگی لرزیدہ آواز میں کہا تھا۔

ان کے الفاظ کے جواب میں لاریب کے چہرے کے کھردرے بے گانہ تاثرات میں ایک تبدیلی آئی تھی وہ استہزائیہ مسکراہٹ کی جھلک کا بہت واضح رنگ تھا جس نے پہلے سے تار تار ان کی روح کو مزید بریدہ کر ڈالا۔

”ہو سکے تو ذرا سی گنجائش نکال لینا بیٹی اور اس بوڑھے بیمار باپ سے کبھی ملنے چلی آنا۔ میں تم سے تمہارا دل دکھانے پر معافی کا طلبگار ہوں۔“ ان کا ضبط بالآخر رخصت ہو گیا تھا۔ وہ سسک پڑے تھے کہ لاریب کے تاثرات ہی ایسے دل شکن تھے وہ ایسے پتھر میں ڈھل گئی تھی جس پر کسی قسم کی بھی ضرب کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ سپاٹ انداز میں ان سے الگ ہوئی اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ سکندر سے بابا سائیں کے چہرے کی اذیت نہیں دیکھی گئی تو آگے بڑھ کر انہیں بے اختیار تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

”حوصلہ کریں بابا سائیں ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ سکندر اپنے تمام تر جذبوں کو دبا کر نرمی سے بولا۔ ورنہ اس پل لاریب کی ہٹ دھرمی پر جتنا غصہ اسے آ رہا تھا بس نہ چلتا تھا لاریب کو دو تھپڑ لگا کر اس کا دماغ ٹھکانے پر لے آئے۔

”میں ٹھیک ہوں بیٹے۔ مجھے خود سے کہیں زیادہ تمہاری فکر لاحق ہے پتا نہیں کیا کچھ سہنا پڑے۔“ انہوں نے خود کو سنبھال کر آنسو ہتھیلی کی پشت سے رگڑے۔ سکندر کیا کہتا خاموش کھڑا رہا۔

”جاؤ بیٹے سب منتظر ہیں تمہارے لاریب اگر غصے میں کچھ کہے تو اس کی گستاخی کو معاف کر دینا۔ وہ مجھ سے بہت بدگمان ہے۔ اگر تم سے بھی ہو گئی تو کہیں کی نہیں رہے گی۔“ وہ دلگیری سے کہہ رہے تھے سکندر کو ان پر ٹوٹ

کر رحم آیا اور خود اپنے اوپر بھی بابا سائیں کے لیے تو لحاظ و مروت بھی تھی جبکہ اس کے معاملے میں تو وہ ہرگز بھی لحاظ کی قائل نہیں تھی۔ اللہ جانے اس کا انجام کیا ہونے والا تھا۔ وہ خود اپنے اوپر ہنسا۔

"آپ پریشان نہ ہوں بابا سائیں ان شاء اللہ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" ان کے ہاتھ کو نرمی سے دبا کر وہ اپنی ذات کا یقین سونپ رہا تھا۔ بابا سائیں نے پیار بھرے انداز میں اس کا گال سہلایا پھر پیشانی چومی اور گاڑی میں بٹھا دیا۔ زندگی کا ایک نیا سفر نیا موڑ نیا رنگ اس کے سامنے تھا۔ وہ وقت جس کے متعلق اس نے خوابوں میں سوچا تھا آج اس کے سامنے تھا مگر وہ اس آسودگی اس خوشی سے دور تھا جو ہمیشہ اس تصور سے بندھی ہوتی تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁
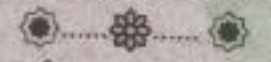
وہ ساکن کھڑا تھا دل میں یاسیت کا گہرا احساس لیے کیا کمی تھی بھلا اس گھر میں صرف ایک ایمان کے نہ ہونے نے اس کی زندگی سے دور ہو جانے سے۔ کاروبار زندگی جوں کا توں تھا۔ ویسا کا ویسا وہی خوشیاں، وہی قہقہے، وہی ہنسی بدل گیا تھا تو بس ایک وہ اس کی خاطر تیاگ ڈالا تھا تو ایمان نے خود کو۔ کتنا احمق تھا وہ کس قدر بے وقوف...... تائی کی باتوں میں آ کر اس نے ایمان کی زندگی میں اپنی بدگمانی، بدعہدی اور بے وفائی کا زہر گھولا تھا۔ جن کا عدل اور انصاف سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا آگہی زیاں تھی اور زیاں درد کا لامتناہی صحرا کہاں تھی امان، کہیں بھی نہیں وہ ہنسنا مسکرانا بھول گیا تھا وجود کے اندر دور تک وحشتوں کا ڈیرا تھا۔

فراز نے اس کی سماعتوں میں جو زہریلے تیر اتارے تھے ان کی سنسناہٹ کا اثر جاتا ہی نہ تھا۔ تلخ حقیقت کتنی کریہہ اور ناقابل قبول تھی یہ حقیقت کہ اس کے والدین کا حصہ بھی اس قتل و ناانصافی کے ساتھ حق تلفی و غصب کے معاملات میں ملوث رہا تھا۔ کیسا جھگڑا تھا یہ جو فراز کی پسند کی شادی کی مخالفت میں شروع ہوا تھا اور ماضی میں دور تک دھوپ کے نخلستان کو آشکار کرتا چلا گیا۔ انکشافات کی ننگی تلوار تھی جس نے بے دریغ شرجیل کے وجود پر ضرب لگائی تھی اسے اس تعلق اس قرابت نے شرمندگی سے دوچار کر دیا۔

"تم پسند کی شادی کرنا چاہتے ہو نا کر لو مگر اپنی یہ بے ہودہ بکواس بند رکھو، سمجھے؟" سب سے زیادہ غصہ تاؤ جی کو آیا تھا اس کے باوجود انہوں نے حواس بحال رکھے ہوئے تھے وہ ہر ممکن طریقے سے فراز کو سب کے سامنے ماضی کریدنے پر باز رکھنا چاہتے تھے۔

"آپ لوگوں کی مکمل رضامندی شامل ہونی چاہیے اس میں صرف یہی نہیں مجھے میری اس وراثت سے حصہ چاہیے جو آفاق چاچو کی نہیں قانوناً و شرعاً آپ کی تھی۔ میں نہیں چاہتا کوئی خونی منصوبہ آفاق چاچو کی فیملی اور ایمان بھائی کی طرح اس جرم کی پاداش میں میری زندگی کی خوشیوں کو بھی نگل لے۔ میں یہاں سے جانا چاہوں گا معذرت کے ساتھ مگر مجھے اب آپ پر ہرگز بھروسہ اور اعتماد نہیں اسی وجہ سے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ اس کی وجہ آپ یہ بھی سمجھ لیں کہ میں نا تو آفاق چاچو کی طرح بے خبر ہوں اور نا شرجیل بھائی کی طرح بے عقل مجھے اپنے تحفظ اور بقا کے طریقے آتے ہیں۔" وہ کتنا غضبناک ہو رہا تھا۔ شرجیل میں مزید سننے کی تاب نہیں تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا فراز کا رویہ و عمل کچھ بھی غلط نہیں تھا۔ بہرحال خدا ایک مدت تک ہی ظالموں کو مہلت دیتا ہے۔ پھر تختے الٹ دیے جاتے ہیں اور یہ نقصان بھی اپنے قریبی اور عزیز ترین رشتوں کی بدولت جھولی میں گرتا ہے۔

"میں یہ سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں آخر اس بچے کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ تیس سال کم نہیں ہوتے اگر وہ زندہ ہوتا تو لازمی رجوع کرتا جائیداد نہ بھی پہچان پاتا تو اس کا بنیادی اور اہم حق تھا۔ کیا وہ زندہ نہیں ہوگا شرجیل بھائی؟" فراز کو ایک نئی جستجو لگ گئی تھی۔ شرجیل محض خالی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کتنی ویرانی آ گئی تھی اس کی آنکھوں میں۔

"ایمانداری کی بات ہے مجھے تو اس بدقسمت بچے پر بہت رحم آ رہا ہے بلکہ بچہ بھی کہاں آپ سے بھی بڑا ہے وہ اس لحاظ سے میرا تو دل کرتا ہے اخبار میں ساری تفصیلات

کے ساتھ ایک اشتہار چھپوا دوں کسی کو اس کا حق مل جائے گا یہ بھی نیکی ہوگی۔" وہ پھر اس کی صلاح مانگ رہا تھا۔ شرجیل اس قابل ہی کہاں تھا کہ کچھ کہہ پاتا۔ فراز کو احساس ہوا تو سر جھٹک کر اٹھ گیا۔ پھر وہ تاؤ جی اور پاپا کے پیچھے پچھاسے انداز میں ہاتھ دھو کر پڑا تھا کہ انہیں اس کا رشتہ لے کر رابیہ شاہ کے یہاں جانا پڑا۔

"مجھے فوری طور پر جائیداد اور کاروبار سے حصہ بھی چاہیے۔" مطالبہ اتنا کڑا تھا کہ تاؤ جی کو خود پر کنٹرول رکھنا دشوار ہو گیا۔

"احمق لڑکے تو اتنا پھنے خاں کیوں بنتا ہے آخر بات سن یہ ساری جائیداد ہم میں سے کسی کے نام نہیں کہ اس کی بندر بانٹ اتنی آسانی سے ہو سکے۔ یہ ہمارے بس کا کام ہی نہیں۔ وہ حرام خور اس سانپ کی اولاد کو لے کر بھاگی تو ساتھ میں جائیداد کے سارے کاغذات بھی لے گئی تھی۔ بنوانے کو تو نئے جعلی کاغذات بھی تیار ہو جاتے ہیں مگر میں رسک لینے کو تیار نہیں ہوں۔ ہمیں ضرورت بھی کیا ہے تقسیم کی سب کھا رہے ہیں نا مل کر عیش میں ہیں تو بھی عیش کر بس اپنی زبان بند کر لے کسی طرح ورنہ میں قینچی سے کاٹ کر بھی پھینک سکتا ہوں تیرے تو باپ کی جرأت نہیں ہوئی میرے آگے بولنے کی تو کس کھیت کی مولی ہے۔" تاؤ جی نے آنکھیں نکال کر کہا تو فراز کے وجود میں یکلخت ہی سناٹے اتر آئے تھے۔

"تو اس کا مطلب یہ سب کچھ واقعی صرف آفاق چاچو کا ہے اور ان کے بعد ان کے اس لاپتا ہو جانے والے بیٹے کا گڈ آپ کو ہی مبارک ہو یہ یتیموں کا مال۔ میں اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اپنے قوت بازو پر بھروسا ہے مجھے کما کر کھلا سکتا ہوں اپنی فیملی کو۔" اس کے لہجے میں نفرت تھی۔ تاؤ جی نے نخوت انداز میں ہاتھ ہلایا۔ پھر فراز کے ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھ جانے پر سر اٹھا کر بے حد طنزیہ نظروں سے چھوٹی بھاوج (مما) کو دیکھا اور کڑے انداز میں گویا ہوئے۔

"شائستہ تم نے بات کی شرجیل سے؟ یقیناً نہیں کی ہوگی اتنی توفیق ہی کیوں ہونے لگی تمہیں۔ ارے سب کے سب ہی احسان فراموش ہیں۔ یہ تیرا بیٹا جو آج میرے منہ کو آ رہا ہے دوسرا جورو کے غم میں نڈھال پڑا ہے۔ تف ہے ایسی مردانگی پر۔ مجھے تو شرم آ رہی ہے انہیں اپنی نسل کہتے ہوئے بھی۔" وہ بے حد غصے میں آ چکے تھے۔ ان کا ہر لفظ بلند ہوتا لہجہ مما کو خائف اور بے بس کر گیا۔ انہوں نے گڑبڑا کر جٹھانی (تائی اماں) کو دیکھا مگر ان کے چہرے کے تلخ و غصیلے تاثرات کو تکتے وہ بالکل گڑبڑا گئیں۔

"ایسا نہیں ہے بھائی صاحب، میں شرجیل کو آمادہ کر لوں گی آپ پریشان نہ ہوں۔"

"کب کرو گی تم؟ ایک بیٹا ہے وہ اتاؤلا ہوا جا رہا ہے بیوی لانے کو تو دوسرے کو بھی ساتھ ہی نپٹاؤ۔ مجھے اپنی بیٹی کی فکر ہے۔ تمہیں ہو نہ ہو میں چاہتا ہوں فراز کے ساتھ ہی شرجیل اور صالحہ کا نکاح کر دیا جائے۔" تاؤ جی نے ایک طرح سے حکم جاری کیا تھا۔ مما کی گھبراہٹ و اضطراب میں یکلخت اضافہ ہو گیا۔ وہ جانتی تھیں اس حکم میں اب ترمیم نہیں ہو سکتی۔ انہیں ناچار اسی شام شرجیل سے سب کہنا پڑا مگر وہ تو سنتے ہی جیسے اکھڑ گیا۔

"کیا کہہ رہی ہیں ممی؟ آپ کو اندازہ نہیں ہے شاید۔" وہ طیش میں آ کر چیخا۔

"آپ جانتی ہیں ممی میری شادی ہو چکی ہے۔ ایمان زندہ ہے ابھی، یہ بھی مت بھولیں کہ اسے اس حال تک پہنچانے والے بھی کوئی اور نہیں آپ لوگ ہیں۔" وہ ہونٹ کاٹتا اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"ایمان کے مجھ پر بہت قرض ہیں ممی، مجھے مزید شرمسار نہ کریں۔" اس کے لہجے میں ٹوٹتے کانچ کی چھنک اتر آئی تھی۔ ممی کو اس پر بے تحاشا رحم آیا مگر وہ بے بس تھیں۔ جبھی لجاجت سے قائل کرنے لگیں۔

"بیٹے آپ سمجھنے کی کوشش کرو ایمان جس حالت میں ہے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ تمہارے بیٹے کو ماں کی گود کی ضرورت ہے اور......؟"

"اور یہ کہ صالحہ اسے کبھی ماں کا پیار نہیں دے گی۔ ممی

آپ کو کیوں یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ کتنے دن ہوئے زارون کو سمعیہ سنبھال رہی ہے۔ حالانکہ وہ چھوٹی ہے اور اس کی تعلیم کا بھی حرج ہو رہا ہے تائی ماں اور صالحہ کو احساس ہوا اس بات کا دوسری اہم بات یہ کہ ایمان کی طرف سے ساری دنیا بھی مایوس ہو جائے تو میں اس کی واپسی اس کی صحت یابی سے مایوس نہیں ہوں گا۔" اس کا جلاتا ہوا لہجہ شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ انہیں اس پل بیٹے کی شاکی نظروں سے نظریں چار کرنا دشوار محسوس ہوا مگر ایک مجبوری تھی جس کے تحت وہ اس پر دباؤ ڈالے جا رہی تھیں۔

"تم بھی سمجھو بیٹے ابھی یہ صالحہ کی ذمہ داری نہیں ہے ذمہ داری بنے گی تو خود بخود......؟"

"معاف کیجیے گا ممی۔" شرجیل نے زہر خند لہجے میں ان کو ٹوک دیا۔

"میں کوئی رسک لینے کے موڈ میں نہیں ہوں' جہاں تک شادی کی بات ہے تو سن لیں اول تو مجھے شادی کرنی ہی نہیں اگر اپنے بچے کی خاطر مجھے ایسا قدم کبھی مجبوراً اٹھانا پڑا تو قرعہ فال صالحہ کے نام کبھی نہیں نکلے گا۔ میرا سارا نقصان جن لوگوں کی بدولت ہوا میں انہی کی جیت کا سامان مہیا کروں۔ ایسا کبھی ممکن نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے آپ آئندہ اس تکلیف دہ موضوع پر مجھ سے بات نہیں کریں گی۔" اس نے بات ہی ختم کر دی۔ لہجہ دو ٹوک تھا قطعیت سے بھرپور۔ یہ شرجیل کی سوچ ہو سکتی تھی تائی ماں کی نہیں مگر اس کے مارے انہوں نے ماں بیٹے کے درمیان ہونے والی گفتگو کو چھپ کر سنا تھا اور نفرت کے زہر سے نیلی پڑتی چلی گئیں۔

(پچھتاؤ گے شرجیل تم' میں دعوے سے کہتی ہوں کہ تمہیں اپنا تھوکا چاٹنے پر مجبور نہ کیا تو نام بدل دینا میرا میں نے تو بڑے بڑے فرعون سیدھے کر لیے تم کیا چیز ہو) وہ وہاں سے پلٹیں تو ان کا شیطانی دماغ آئندہ کی منصوبہ بندی میں مشغول ہو چکا تھا۔

❀......❀......❀

اس نے سگریٹ کا گہرا کش لیا۔ دل نہایت بوجھل تھا آج شدتوں سے اس کے دل نے تمنا کی تھی کوئی اس کا اپنا ہوتا' ایسا راز داں جس کے گلے لگ کر وہ سارے آنسو بہا دیتا۔ لاریب رخصت ہو کر یہاں آئی تو گویا غریب کی جھگی میں ماہتاب اتر آیا تھا۔ واقعہ تو حیران کن ہی تھا لوگ اس کی قسمت پر رشک کرتے نہیں تھکتے تھے۔ سب جانتے تھے وہ وسیع جاگیروں کے مالک اعلیٰ نسب شاہ صاحب کی بیٹی ہے۔ طبع نازک پہ کوئی بات گراں نہ گزرے جبھی اس شب بالخصوص اماں نے محلہ کی خواتین لڑکیوں بالیوں اور بچوں کو گھر میں آمد پر پابندی لگا دی۔

لاریب کو ایک طرح پلکوں کے سائے میں سکندر کے کمرے تک پہنچایا گیا تھا۔ جو جتنا بھی سجا سنوار لیا گیا تھا مگر اس پھولوں کی ملکہ حسن کی شہزادی کے شایان شان نہیں بن سکتا تھا۔ اماں دلہن کو کمرے میں پہنچا کر سکندر کو ڈھونڈتی ہوئی کچن میں آئیں تو اسے چولہے کی بجھتی آگ کے آگے بیٹھے راکھ کریدتے پایا۔ وہ گم صم تھا اور ہرگز بھی خوش نہ لگتا تھا۔ اپنے کمرے کی کھلی کھڑکی سے یک ٹک اسے دیکھتی نانیہ کی آنکھیں بھر بھر آنے لگیں۔

"تو یہاں کیا کر رہا ہے سکندر بے جا اپنے کمرے میں دلہن انتظار کر رہی ہوگی۔" یہ ایسی بات تھی جس پر سکندر کا سناٹوں میں گھرا دل قہقہہ لگانے کو چاہا۔ مگر خود اپنا مضحکہ اڑانا دل گردے کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ اس نے جانا وہ بزدل ہے اتنا بزدل کہ اپنے زخم چھپا کر ہنس نہیں سکتا۔ اپنی ماں کی تسلی کی خاطر بھی نہیں۔

"یہ لے پکڑ پتر دلہن کو پہنا دینا۔ اب جا۔" وہ دل کڑا کیے اپنے کمرے کی جانب چلا آیا۔ اس پل لاریب کے موڈ کا سامنا کرنا بھی کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ اتنا کم ہمت کیوں ہو رہا تھا۔ نئی زندگی کی شروعات کے پہلے ہی مرحلے پر اس پر تھکن اور اضطراب کا غلبہ تھا پہلے قدم پر ہی اسے دھچکا لگا۔ مصنوعی پھولوں اور سنہری لچھوں سے کی گئی مسہری کی ڈیکوریشن اجڑ کر ایک بے ترتیب ڈھیر کی صورت چٹائی پر پڑی تھی۔ دیگر اشیا کا حال بھی اس سے مختلف نہیں تھا سکندر نے کوٹ کے بٹن کھولتے ہوئے

نظر گھما کر پورے کمرے میں گویا اس فتنہ ساماں کو تلاشا جس کی یہ معمولی تباہی وہ ملاحظہ کر چکا تھا۔ اس پل کھٹکا محسوس کر کے وہ بے اختیار ایڑیوں کے بل گھوما اور اس کڑاکے کی سردی میں لاریب کو تازہ غسل کر کے باہر آتے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ گیزر کے انتظام کے بغیر اتنے یخ بستہ پانی سے نہا کر اس نے اپنے اندر جلتی نفرت کی آگ کو بجھانے کی کوشش کی ہوگی۔ اس سوچ نے ہی اسے ہونٹ بھینچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تو اپنے تئیں تم نے یہ اہتمام کر کے اس جگہ کو میرے قابل بنانے کی کوشش کی تھی کتنے احمق ہو تم۔" لاریب نے تولیہ اتار کر گیلے بال جھٹک کر پشت پر گرانے کے بعد مسہری کی داہنی جانب نیچے اپنی قسمت کو روتے کاغذی پھولوں کے ڈھیر کی جانب اشارہ کیا۔ سکندر ہونٹ بھینچے کھڑا رہا۔ وہ اسے یہ بتا کر خود کو مزید ہلکا نہیں کرنا چاہتا تھا کہ یہ اس کی خوشی میں دیوانے ہوتے اس کے ماں باپ کا شوق تھا۔

"یہاں کیوں آئے ہو تم؟" ڈریسنگ ٹیبل سے ہیئر برش اٹھا کر وہ آتش دان کے قریب چلی گئی۔ اس کا نازک لچکتی ڈال جیسا بدن سردی کے باعث کپکپا رہا تھا اور ہونٹ نیلے پڑ چکے تھے۔ اس سوال پر سکندر نے بری طرح چونک کر اسے سنجیدہ نظروں سے دیکھا۔ البتہ پیشانی پر موجود تردد کی لکیریں ناگواری کے بلوں میں تبدیل ہو گئیں۔

"مطلب کیا ہے آپ کی اس فضول بات کا۔" اس کے چاندی جیسے نقرئی دلکش سراپے پر تیز و ترش نگاہ جما کر وہ تیکھے لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔ لاریب نے تمسخرانہ ہنکارا بھرا۔

"اب جبکہ میں اس کمرے میں موجود ہوں تو تمہارا یہاں کوئی کام نہیں ہونا چاہیے۔ میرے نزدیک اپنی حیثیت سے تو آگاہ ہو ہی اچھی طرح یا پھر کہو تو وضاحت کروں کہ تم......!"

"لاریب میں آپ کی بدتمیزیاں اور گستاخیاں بہت برداشت کر چکا۔ میرا ضبط نہ آزمائیں تو ہی اچھا ہے۔" سکندر کا انداز تنبیہی تھا۔

"مجھے دھمکیاں دینے کے بجائے بہتر ہوگا تم یہاں سے چلے جاؤ میں تھک چکی ہوں اور اب آرام کی خواہش مند ہوں جو ظاہر ہے تمہاری موجودگی میں مجھے میسر نہیں آ سکتا۔" وہ جواباً تھک کر بولی۔ لہجے میں عزت نام کو نہیں تھی۔ سکندر کا دماغ اس تحکمانہ و متکبرانہ انداز میں الٹ سا گیا۔ دل چاہا ساری مروت لحاظ بالائے طاق رکھے اور آج اسے اچھی طرح اپنی اہمیت سمجھا دے مگر اس پھولوں سے نازک تر چاندنی میں نہایا ہوا روپ رکھنے والی لڑکی میں اس خود دماغی کے باوجود کچھ ایسا ضرور تھا جو سکندر کو بے بس کر جاتا تھا۔ وہ اس کے آگے ہمیشہ ہارتا آیا تھا تو وجہ اس سے محبت کا جذبہ تھا۔ جو ایسا خالص تھا کہ اس کی خواہش اور چاہ کو الٹ جانے ہی نہیں دیتا تھا۔ بس ایک نظر اس کے حسین و دلربا چہرے پر اٹھتی اور سارے منفی جذبے برف کی چادر میں جا چھپتے۔

"ایسے غور سے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ اس کی نظروں کی تپش کو محسوس کرتے ہی بھوکی شیرنی کی طرح غرائی۔ سکندر کو اس ساری صورتحال کی گمبھیرتا کے باوجود اس کی اس آخری کانشس ہو جانے والی حرکت نے بے اختیار مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ جتنی بھی بہادر بنتی تھی تو آخر ایک لڑکی ہی نازک اور کمزور۔ مرد کی طاقت اور طیش کے آگے بالآخر اپنی نسوانیت سمیت ہار مان جانے والی۔ یقیناً یہی خوف اسے بھی لاحق تھا اس پل۔

"اپنی بیوی کو دیکھ رہا ہوں۔" سکندر کا موڈ ایک دم بدلا جبھی شرارت سوجھی تھی۔ لاریب پہلے تو ہونق ہوئی پھر جھلس کر رہ گئی۔

"بکواس مت کرو سمجھے' اور سنا نہیں تم نے یہاں سے جاؤ۔" وہ اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دیتے ہوئے چیخی سکندر نے اس کی کلائیاں ہی جکڑ لی تھیں۔

"چاہوں تو ایک منٹ میں تمہیں زیر کر لوں اپنے سامنے اور تم کچھ نہ کر سکوں گی۔ یہاں تک کہ ہمیشہ کی طرح شور مچا کر بابا سائیں کو بلانے والی دھمکی بھی نہیں دے سکتی ہو اور تم جانتی ہو کیوں؟" اس نے جتلاتے

ہوئے لہجے میں کہہ کر انگشت شہادت سے اس کی تھوڑی کو اوپر اٹھایا۔ لاریب جواب تک کسی ٹرانس میں تھی اس کیفیت سے نکل کر پھڑپھڑا کر اس کی گرفت سے آزاد ہوئی اور تڑپ کر فاصلہ بڑھایا۔ سینے میں موجود دل اس کی گستاخانہ جرأت پر بے طرح دھڑ دھڑا اٹھا تھا۔

"تو تم نہیں جاؤ گے؟" اس نے بھنچی ہوئی آواز میں سوال کیا گویا خود کو مجروح کیفیت سے آزاد کرانا چاہا، جس میں ابھی تھوڑی دیر قبل وہ نا چاہتے ہوئے بھی گرفتار ہوگئی تھی۔

"کیا فضول ضد ہے یار! کچھ تو خیال کرو کتنا آکورڈ لگے گا میرا کمرے سے باہر جانا اماں بابا یا پھر ثانیہ سے مخفی نہیں رہے گا۔ ضروری ہے اپنی چپقلش کو یوں آشکار......!"

"مجھے سبق مت پڑھاؤ سمجھے۔" وہ حلق کے بل چیخی اس طرح کہ سفید اجلی رنگت دہک اٹھی۔ سکندر اسے دیکھے گیا کتنی حسین تھی وہ مگر اس سے بڑھ کر سنگدل بے حس ظالم۔

"اگر تم نہیں جاؤ گے تو ٹھیک ہے میں چلی جاتی ہوں یہ طے ہے کہ میں تمہارے ساتھ ایک کمرے میں نہیں رہوں گی۔" اپنی شال بستر سے اٹھا کر اوڑھتی ہوئی وہ اسی طیش کے عالم میں دروازے کی جانب لپکی تھی کہ سکندر بوکھلا کر اس کے راستے میں آ گیا لاریب نے بھنا کر کینہ توز نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوگیا ہے آپ کو لاریب! خواہ مخواہ ایشو نہ بنائیں مجھ پر بھروسا تو کرنا چاہیے آپ کو۔" وہ جیسے بری طرح زچ ہوکر مفاہمت آمیزی سے کہہ رہا تھا لاریب نے اب کی مرتبہ اس کی بات کا جواب دینا بھی گوارا نہیں کیا اور کترا کر نکلنا چاہا تھا کہ سکندر نے سرعت سے اس کی کلائی پکڑ لی۔

"اگر یہ ناگزیر ہے تو پھر میں چلا جاتا ہوں آپ کو یہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس کے لہجے میں جہاں بھر کی تلخی آ بسی تھی۔ اگلے لمحے وہ دروازہ کھولتا باہر نکل گیا تھا۔ لاریب نے جانے کب کا سینے میں اٹکا ہوا سانس بحال کیا اور دروازہ لاکڈ کرنے کے بعد بستر پر آ گئی۔ فضا میں کتوں کے بھونکنے کی آواز کے سوا ہر سو سناٹا طاری تھا۔

وہ کتنی ہی دیر بستر پر ساکن پڑی رہی۔

(یہ تو ابھی شروعات ہے مسٹر سکندر حیات! تم مجھے جیتنا چاہتے تھے مجھ پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے دیکھنا میں تمہارے پاس کچھ باقی نہیں رہنے دوں گی۔ تم بھی یاد کرو گے کسی سے ٹکرائی تھی) وہ سلگتے دل و دماغ کے ساتھ سوچ رہی تھی۔

سکندر باہر آیا تو دونوں کمروں کے دروازے مضبوطی سے بند تھے اور کھڑکیوں سے تاریکی جھانکتی تھی۔ اس کا مطلب اماں بابا ہی نہیں ثانیہ بھی لیٹ چکی تھی۔ وہ اس خیال سے مضطرب تھا کہ ایسی کون سی جگہ ٹھکانہ کرے کہ رات بھی گزر سکے اور بھرم بھی رکھ پائے۔

معاً بابا کے کھانسنے اور چارپائی کے چرچرانے کی آواز سن کر سکندر ہڑبڑا گیا۔ بابا یقیناً واش روم جانے کو اٹھے تھے۔ ان کے باہر آنے کی صورت میں ہونے والے سامنے سے خائف ہوتا وہ کچھ ایسے گڑبڑایا کہ قریب ترین زینہ تیزی سے چڑھ کر بنا سوچے سمجھے اوپر چھت پر آ گیا۔ غضب کی سرد رات میں ہوائیں جھکڑوں کی صورت پھنکاریں مارتی محسوس ہوتی تھیں۔ اس نے کچھ سوچا اور آگے بڑھ کر اسٹور کے طور پر بنائے چھت کے کونے میں موجود کمرے میں آ گیا۔ جس کا دروازہ بھی نہیں لگوایا گیا تھا۔ اماں نے وہاں ترپال کا موٹا پردہ لٹکا کر اینٹوں سے دبا دیا تھا تاکہ بلی یا کتے اسے مسکن نہ بنالیں۔ سکندر نے پورے گھر میں چونا پھروا کر مقدور بھر بساط کے مطابق فرنیچر بھی نیا ڈلوایا دیا تھا اور پرانا سامان یہاں رکھ دیا تھا۔ سکندر نے پردہ کھسکایا اور اندر آ کر ایک چارپائی خالی کر کے پیٹی کا ڈھکن اٹھا کر بستر نکالا اور رضائی، تکیہ نظر نہیں آ سکا اس نے صبر و شکر سے اسی پر قناعت کیا اور لائٹ آف کرتا بستر سنبھال کر لیٹ گیا۔

نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور دل میں دور تک پھیلا سناٹا۔ زندگی تن آسانی کا نام تو کبھی نہیں تھی کہ ہوش سنبھالنے کے ساتھ اس نے حقیقت کی تلخی اور محبت میں نارسائی کا عذاب بھگتا تھا مگر ایسی لاچاری و بے کسی بھی کبھی نصیب نہیں بنی تھی لاریب کا یہ رویہ بہت ہی شدید تھا۔ وہ

جانتا تھا یہ بھرم تا دیر قائم نہیں رہ سکے گا۔ پھر اس کے بعد...... آگے اس کا ذہن کام نہیں کرتا تھا۔ اس نے کروٹ بدلی تو اندازہ ہوا سردی کا احساس شدید تر ہے۔ اس کا وجود باقاعدہ کپکپانے لگا تو اس نے ٹانگیں سکیڑ کر گھٹنے سینے سے لگا لیے اور نیا سگریٹ سلگا کر خود کو پھر سے اس احساس سے چھڑانا چاہا مگر یہ آسان نہیں تھا۔ وہ جانے کتنی دیر یونہی کانپتا اور لرزتا رہا پھر بالآخر نیند کی آغوش میں اتر گیا۔

❁ ❁ ❁

لاریب نے آنکھیں مسل کر خود کو نیند کے احساس سے آزاد کرنا چاہا اور بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ تب ہی ماحول کی تبدیلی نے قسمت کی انتہائی شکستگی کا احساس بخشا تھا جو آنکھوں کی جلن کے ساتھ ہی کو بھی بڑھا گیا ایک اذیت کے عالم میں اس نے ہونٹ بھینچے اور سر بیڈ کی پٹی سے ٹیک دیا۔

بیڈ کی پائنتی کی جانب موجود کھڑکی کا پٹ کھلا ہوا تھا اور ہوا سے پردہ بار بار ہلتا تھا اور باہر برآمدے کے ساتھ صحن کا منظر بھی واضح کر جاتا۔ صحن کا سرخ اینٹوں کا فرش دھل کر صاف و شفاف ہوچکا تھا۔ آنگن میں چھن کے جالی دار پردے سے جھانکتی سرما کی زرد دھوپ کے ٹکڑے گیلے فرش پر چمکتے تھے۔ معاً ڈیوڑھی سے کوئی اندر آیا۔ اسی پل ہوا نے پردہ برابر کردیا۔ لاریب نے نگاہ کا زاویہ بدل کر اپنی بدلی ہوئی حیثیت و مقام پر پوری سفاکی سے غور کیا تو آنکھوں کو بھیگنے سے بچانا بس کی بات نہ رہی۔ اس نے ایک کرب و ملال کی کیفیت میں آنکھیں میچ لیں۔ برآمدے میں قدموں کی آہٹ ابھری پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ دہلیز پر جھکا ہوا اجالا بھاگ کر اندر گھس آیا۔ اس اجالے کے ہمراہ اندر داخل ہونے والا سکندر ہی تھا۔ جس نے لاریب پر ایک نگاہ بھی دانستہ ڈالنا ضروری نہیں سمجھا اور آگے بڑھ کر الماری کھول کر کھڑا ہوگیا۔

"آپ اٹھ گئی ہیں تو فریش ہوجائیں اماں ناشتے کا کہہ رہی ہیں۔" اتنی مختصر بات کے دوران وہ دو سے تین مرتبہ چھینکا تھا۔ لاریب بے تاثر نظروں سے اس کی چوڑی پشت اور مضبوط شانوں کو دیکھتی رہی۔ اس کا لباس تبدیل ہوچکا تھا۔ رات اس نے جو پہلی مرتبہ سکندر کو پینٹ کوٹ میں دیکھا تھا اگر دل میں اتنی نفرت و کدورت نہ ہوتی تو یہ تبدیلی اور اس کی دلکشی اسے متاثر کیے بغیر نہ رہتی کہ وہ ہرگز بھی نظر انداز کیے جانے والا نہیں تھا مگر بات تو ساری دل کی ہے۔ سارے فساد کی جڑ ہی یہی دل تھا۔ اس آخری بات نے اسے سرتاپا جھلسا کر رکھ دیا جبھی تڑخ کر بولی۔

"میں اب تک تمہارے ساتھ ناشتہ نہیں کرتی رہی ہوں۔ خود کو مجبوراً بھی میرے وجود سے محدود کرنے ضرورت نہیں۔" اس درجہ تلخ کلامی پر سکندر نے بے حد کٹیلی نظروں سے اسے دیکھا۔

"بے فکر رہیں مجھے اس حماقت کی قطعی نہ ضرورت ہے نہ ہی حاجت، میں ناشتا کرچکا ہوں آپ کو نہیں کرنا تو اماں کو منع کردیتا ہوں اس زحمت سے۔" عجیب اوندھا سیدھا جواب تھا بالکل ہی غیر متوقع۔ لاریب ایک پل کو تو ہونق ہوکر رہ گئی۔ پچھلے تین دنوں سے وہ جس طرح احتجاجاً بھوک ہڑتال پر تھی کہ بابا سائیں سے بات منوانے کو سب سے زیادہ اس کر کو آزما کر دیکھا تھا مگر نقصان تو ہو چکا تھا۔ اب بھوک کا احساس اتنا شدید تھا کہ معدے میں اینٹھن ہو رہی تھی۔

"زبردستی و ناخوشی سے سہی مگر نان نفقے کی ذمہ داری تو تم پر عائد ہو چکی ہے۔ ناشتے میں مجھے فریش مکھن کے ساتھ سلائس اور ابلے ہوئے انڈے چاہیے۔" اس سے نگاہ ملائے بغیر وہ اپنے مخصوص مغرور انداز میں جیسے اپنے ملازم کو آرڈر کر کے خود واش روم میں جا گھسی تھی۔ سکندر استہزائیہ مسکرایا پھر پلٹا تو اسی پل دروازہ کھٹکھٹا کر اماں نے قدرے جھجک آمیز انداز میں اسے پکارا تھا۔

"سکندر پتر......!"

"آ جائیں اماں۔" سکندر نے سرد آہ بھر کر مؤدب انداز میں کہا بلکہ خود آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"پتر تیری وہٹی اٹھ گئی میں نے تو ناشتا......؟" اماں کی نظروں نے یہاں وہاں لاریب کو ڈھونڈا پھر سوالیہ نگاہوں سے اسے تکتے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"آیئے...... میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" واش روم کی جانب اشارہ کرکے لاریب کی موجودگی سے آگاہ کرتا وہ ان کا ہاتھ پکڑے کچن میں چلا آیا۔ سکندر نے سیلنڈر گیس کے ساتھ چولہے کا بھی انتظام کردیا تھا مگر اماں کو لکڑیاں جلا کر کام کرنے کی عادت تھی۔ کچن میں مٹی کے چولہے میں اس وقت بھی لکڑیاں سلگ رہی تھیں۔ اماں کا اہتمام دیکھنے لائق تھا۔ وہ تو فجر کی پہلی اذان کے ساتھ ہی تیاری میں لگی تھیں۔ حلوہ پوری پائے کا سالن نان اور نجانے کیا کچھ۔ وہ ایک ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گیا۔ اس نے لاریب کے من پسند ناشتے کی ٹرے خود سے تیار کی تھی۔ یہاں تک کہ چائے بھی خود بنائی۔ فریج سے ڈبل روٹی کا پیکٹ نکال کر سلائس پلیٹ میں جمائے ساتھ میں تازہ مکھن کی کٹوری چائے ابل گئی تو اس نے فل سائز کا مگ اٹھایا چھان کر چائے مگ میں نکالنے کے بعد اس نے حیران نظر آتیں اماں کو دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔

"آپ کی بہو بھلے گاؤں کی پیداوار ہے مگر اس کا طرز زندگی گاؤں جیسا نہیں ہے۔ کچھ دیر ٹھہریں اور ثانیہ کو بھی بلوالیں میں یہ ناشتا محترمہ کو دے کر آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔" وہ پتا نہیں کیا چھپانا چاہ رہا تھا اماں تو گم صم نظر آنے لگی تھیں۔

"چھڈ دے پتر میں لے کر جاتی ہوں یہ ٹرے۔" انہوں نے گڑبڑا کر کہا۔ جہاندیدہ تھیں بیٹے کی گمبھیر خاموشی وسنجیدگی پورے نہ سہی کچھ نہ کچھ معاملے کی بھنک تو انہیں بھی مل گئی تھی۔ بہو اونچے مزاجوں والے گھر کی اولاد تھی۔ یہ خدمت ان کا حق تھا بیٹے سے نہیں کرانا چاہتی تھیں مگر سکندر کو بھلا کیسے گوارا ہوسکتا تھا وہ نہیں چاہ سکتا تھا لاریب اس کے علاوہ اس کے گھر والوں کے ساتھ بھی ایسا غلامانہ ہتک آمیز رویہ سلوک کی عادی ہو۔

"نہیں اماں! آپ نہیں جائیں گی بس کچھ دیر رکیں میں ابھی آتا ہوں۔" ٹرے اٹھائے رسانیت آمیز گمبھیر سنجیدگی سے کہتا وہ اگلے لمحے کچن کی چوکھٹ پار کرگیا۔ کمرے میں آیا تو لاریب کو اس لمحے واش روم سے نہا کر نکلتے دیکھ کر وہ جیسے چکرا گیا تھا۔

(رات بھی اتنی سردی میں نہائی تھی پھر اب...... ایسی کون سی آگ ہے جسے بجھانے کی کوششوں میں سرگرداں ہے اور اگر ایسا ہے بھی تو کیا اس سرو پائی میں اتنی سکت ہے کہ اسے بجھا سکے)

"اگر باتھ لینا اتنا ضروری تھا تو بتا دیا ہوتا میں پانی گرم کرادیتا۔ اس طرح طبیعت بھی خراب ہوسکتی ہے۔" ٹرے میز پر رکھتے وہ کہے بغیر نہیں رہ سکا۔ تولیے کی قید سے بال آزاد کراتے لاریب نے ناگواریت سے دیکھا۔

"مجھے اپنی ضروریات کے لیے ڈیمانڈ کرنے کی عادت نہیں ہے۔ اتنا احساس تھا تو پہلے انتظام کر رکھتے۔" اس کا لہجہ ویسا ہی تھا سرد خ بستہ۔ سکندر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اس پر ایک محتاط نگاہ ڈالی۔ جھلملاتی جگمگاتی بے حد شفاف رنگت اس پل کچھ نیلی سی پڑ رہی تھی۔

"یہ ناشتا رکھا ہے اس سے فراغت کے بعد ولیمہ کی تقریب کے لیے تیار ہوجایئے۔ شہر سے میں نے بیوٹیشن کو بلوا رکھا ہے جہاں خود پر اتنا جبر کیا ہے تھوڑا سا اور سہی اس الماری میں لباس کے علاوہ آپ کی ضروریات کا دیگر سامان بھی آپ کو مل جائے گا۔" لاریب کے چہرے پر اللہ تے درشت اور نخوت بھرے تاثر کو دیکھ کر وہ پہلے ہی دفاعی ومفاہمتی انداز اختیار کرگیا۔ گویا تند خیز دریا کی لہروں کو کناروں سے باہر آنے سے پہلے ہی حفاظتی بند باندھ دیے۔ لاریب سر جھٹک کر بال سنوارنے میں مصروف رہی۔ دھلا دھلایا نو خیز جگمگاتا ہوا روپ دلہناپے کی رعنائیوں سے بھرپور تھا۔ سکندر کے دل سے ایک ہوک اٹھی جبھی سرعت سے پلٹ کر باہر چلا گیا۔

لاریب نے برش میز پر پٹخا اور ہونٹ بھینچے صوفے کے سامنے رکھی میز پر موجود ناشتے کی ٹرے کو دیکھا۔ مکھن، سلائس، چائے، انڈے سب لوازمات پورے تھے مگر پھر بھی کہیں کوئی کمی تھی۔ اس کی نظریں سلائس پر پڑ گئیں۔ جس پر مکھن لگانا شاید وہ بھول گیا تھا۔ وہ جو اس کے حوالے سے چھوٹی سے چھوٹی چیز پر خصوصی دھیان اور توجہ دیا کرتا تھا

اس کی آنکھیں جانے کسی جذبے کے تحت نمی سمیٹ لائیں اور ذہنی رو بھٹکی اور کچھ سال پیچھے کا ایک منظر ذہن میں روشن ہونے لگا۔ تب جب اس کی جان کو اتنے روگ نہیں لگے تھے۔ اس کی سماعتوں میں ایمان کی خفگی چھلکاتی آواز کی بازگشت دستک دینے لگی۔

"ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں بیٹھی ہو لاریب! ٹائم بھی دیکھ لو چھ بج چکے ہیں اور ناشتا ابھی باقی ہے تمہارا۔" امامہ کے بیگ میں چیزیں پوری کرکے زپ بند کرتے ہوئے وہ لاریب کی سمت متوجہ ہوئی تھی تو اسے مگن انداز میں مارننگ شو کی ہوسٹ کی باتوں میں کھوئے پاکر اسے کچھ اس طور غصہ آیا تھا کہ آگے بڑھ کر سب سے پہلے ٹی وی کا ہی سوئچ آف کیا تھا۔ لاریب کو مارننگ شوز پسند تھے۔ جب تک اپنے کمرے میں تیار ہوتی یہ شغل وہاں جاری رہتا پھر رہی سہی کسر ناشتے کے دوران پوری کی جاتی۔

"تمہارا بس ہی نہیں چلتا ورنہ تو گاڑی میں بھی ٹی وی رکھوالو اور کلاس روم میں بھی۔" ایمان کے گھورنے پر بجائے شرمندہ ہونے کے وہ ڈھٹائی سے دانت نکالنے لگی تھی۔

"یہ تو کوئی اتنا مسئلہ ہے بھی نہیں۔ یونو عباس جو سیل فون یوز کرتے ہیں اس میں دیگر لاتعداد عیاشیوں کے ساتھ ایک یہ عیاشی بھی میسر ہے۔ مہرو آپا نے بتایا ہے مجھے۔" ایمان کی معلومات میں اضافہ کرتے اس کے کم عمر نو خیز چہرے پر کیسی جگمگاہٹ اتر آئی تھی ایمان اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"اچھا اسکول میں فرینڈز کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ عباس سے تمہارا یہ والا رشتہ بھی ہے اور یہ کہ وہ اسٹڈی کے لیے امریکا میں ہے۔" ایمان کی تاکید پر اس کے اندر کیسا غضب کا احتجاج اٹھا یا تھا مگر بحث کی نہ ہی وجہ پوچھی البتہ بجھ سی ضرور گئی۔

"ناشتا کرو بھئی! کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟" ایمان کے کہنے پر اس نے معصومیت کی انتہا پر جاکر آنکھیں پٹپٹائیں۔

"کیسے کروں؟ آپ نے سلائس پر مکھن لگایا۔" ایمان سر پیٹنے والی ہوگئی۔

"یہ کوئی اتنا مشکل کام تھوڑی ہے جو تم...... لاریب بڑی ہوجاؤ اب میٹرک میں ہو۔" ایمان کے ڈانٹنے پر اس کا منہ بن گیا تھا۔

"مجھے مکھن لگانا نہیں آتا بڑے تنگ سے زیادہ چاپلوس کام اس دنیا میں کوئی نہیں۔" اس کے من گھڑت ارشادات شروع ہوچکے تھے۔ سکندر نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا پھر اس کے آگے سے سلائس کی پلیٹ اٹھالی۔

"دیکھیں بجو! سکندر بھائی نے دو منٹ میں کردیا یہ کام اب یہ ہر روز بنا کے اس ذمہ داری کو نبھایا کریں گے مجھے پورا یقین ہے۔" امامہ کھلکھلائی اور بالکل درست آئندہ کا نقشہ کھینچا۔ ایمان البتہ ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گئی۔

"مگر واضح رہے سکندر یہ کام زیادہ سے زیادہ تمہاری شادی تک انجام دے سکے گا مجھے نہیں لگتا عباس تمہیں اتنا سر پر رکھے۔" ایمان نے جیسے اس کی برین واشنگ کی تھی وہ بے نیازی سے نوالے لیتی چائے چسکتی رہی۔

"تو پھر بجو آپ عباس بھائی کے بجائے سکندر بھائی سے شادی کرلیجیے گا۔ ساری زندگی آپ کے لیے خوشی خوشی مکھن لگاتے رہیں گے۔" امامہ کے انداز میں وہی لاابالی پن تھا جو اس عمر کا تقاضا ہوا کرتا ہے۔ سکندر اور لاریب کی نظروں کا تصادم ایک دم ہوا تھا۔ ایک جانب گڑبڑاہٹ اور خجالت تھی دوسری جانب خفگی شکایت رنج اور شدید غصہ۔ وہ امامہ پر برس پڑی تھی۔

"اچھا...... اچھا چھوڑو۔ سب جانتے ہیں نہ تو تمہاری شادی سکندر سے ہونی ہے نہ اسے یہ کام کرنا پڑے گا۔" ایمان نے بروقت سیز فائر کراتے ہوئے کہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ پر وہ جیسے چونک کر کربناک اذیت انگیز حقیقت میں واپس لوٹ آئی تو آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل تھیں۔ جبھی اندر آتے سکندر کا چہرہ اس کی نظروں دھندلا گیا تھا۔

"آئی ایم سوری میں بھول گیا تھا کہ الماری کی چابی میرے پاس ہے یہ رکھ لیں اور......!" اپنے دھیان میں

بولتا وہ اس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی ٹھٹکا۔ متغیر رنگت، آنکھیں برس پڑنے کو بے قرار تھیں۔ سکندر یکدم شکستگی اور تھکاوٹ سے چور ہو کر رہ گیا۔

"کیوں آتے ہو بار بار میرا تماشا دیکھنے؟" وہ حلق کے بل چیخی، تمام تر کڑوی و مضمحل یادوں کا مرکز و محور وہی تھا۔ اسے سامنے اور فاتح پا کر بھی بھلا دماغ نہ الٹتا تو کیا ہوتا۔ بھلا کیا دیا تھا اس کی محبت نے اسے۔ کانچ کے برتن کی طرح ٹوٹ کر بکھرتا اور گیلی لکڑی کی مانند سلگ کر دھواں دیتا اذیت کے بھی ایک رنگ ایک انداز تھوڑی ہوتے ہیں۔ بھینچے ہونٹوں اور سرخ چہرے کے ساتھ وہ پلٹا تو پورا وجود اضطراب میں گھرا ہوا تھا۔ لاریب با قاعدہ رو رہی تھی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ خسارے میں تھے۔

❁ .... ❁ .... ❁

اس نے آنسوؤں کی دھند کے پار اس شخص کو دیکھنے کی کوشش کی جس کی موجودہ حالت اس کا دل پھاڑنے کا سبب بنا کرتی تھی۔ باقاعدہ علاج توجہ کچھ بھی تو اس پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا ڈاکٹرز مایوس ہونے لگے تھے۔

"یا اپنی ول پاور کو استعمال نہیں کر رہے ہیں مس فاطمہ کسی بھی مرض میں شفایابی کے لیے پیشنٹ کا ول پاور کا استعمال بے حد اہم کردار ادا کرتا ہے۔ انہیں شاکس بھی لگائے گئے ہیں ان کی کیفیت کچھ بہتر ہے مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ خود کو زندگی کی طرف نہیں لانا چاہتے۔ ان کی آنکھوں میں دیکھیں ہر امید ہر خواہش دم توڑ چکی ہے۔ ایسے مقام پر دعا کے علاوہ ایک ہی حل ہوتا ہے۔ پیشنٹ کو ان قریبی لوگوں سے ملوایا جائے جن سے اسے محبت ہو تاکہ انہیں زندگی کی طرف لوٹنے میں مدد مل سکے۔ آپ کو تو اندازہ ہوگا ان کی زندگی میں ان کی وائف کے علاوہ کون لوگ اہم ہوں گے۔" جواب میں فاطمہ سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ وہ کیا کہتی وہ اس کے متعلق بس اتنا ہی جانتی تھی جتنا عباس کو جاننے والے اس کے عام فینز۔

"جیسا کہ آپ کو بھی پتا ہے کہ انہوں نے پسند کی شادی کی تھی اپنے پیرنٹس سے تو ان کا کسی قسم کا کوئی رابطہ ہی نہیں ہے۔ کل میں ان کے دونوں بچوں کو لے آؤں گی۔ مجھے امید ہے کچھ نہ کچھ بہتر نتائج ضرور ملیں گے ہمیں۔"

اور واپسی سے قبل وہ عباس سے ملنے آئی تو اس پر کشش جھلملاتی رنگت والے شخص کی اداسی اس کے دل پر براہ راست اثر انداز ہونے لگی تھی۔

"مانتی ہوں عباس آپ کو عریشہ سے بہت محبت تھی مگر زندگی میں اس کے علاوہ بھی بہت ساری خوب صورتیاں ہیں، اتنا تو میں بھی اپنے دکھ پر نہیں روئی تھی جتنا آپ رو رہے ہیں۔ میں آپ کو روتا نہیں دیکھ سکتی۔ میرا دل پھٹتا ہے۔ بس نہیں چلتا کیسے عریشہ کو لا کر آپ کے حوالے کردوں، وہ کردوں جو آپ چاہتے ہیں۔" اس کے حسرت آمیز لہجے کی کرچیاں عباس کو کتنی چبھی تھیں یا پھر وہ یونہی اسے بے دھیانی میں دیکھنے لگا تھا۔ وہ گمشدہ بچے کی طرح حیران ششدر تھی۔ بہت تکلیف دہ طوفان اس کے دل سے اٹھ کر آنکھوں میں پھیل گیا۔

"ساحر اسے دیکھیں۔ یہ بیٹا ہے آپ کا اسامہ اور یہ آپ کی باربی ڈول آپ کو پتا ہے آپ کے بچوں کی کیئر اچھے انداز میں نہیں ہو رہی آپ کی اس بیماری کی وجہ سے ان کا کون ہے آپ کے علاوہ؟ ماں دنیا سے چلی گئی مگر آپ تو حیات ہیں آپ پر ان کے حقوق ان کی ذمہ داریاں لاگو ہیں آپ کو ان کی خاطر تو خود کو سنبھالنا چاہیے۔" ڈاکٹر کا کہنا تادیبی اور کسی حد تک تلخی بھی لیے تھا۔ جو کم از کم فاطمہ کو بالکل اچھا نہیں لگا مگر اس وقت اس کے اندر سنسناہٹ سی دوڑنے لگی۔ جب اس نے عباس کے سپاٹ چہرے کے تاثرات میں تبدیلی محسوس کی۔ دھیرے دھیرے اس کے تاثرات میں تغیر پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد کا جو تاثر تھا وہ بے پناہ کرب واذیت اور وحشت بھرا تھا۔ سندس کا دل دھڑک اٹھا۔

"میں عریشہ کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ میں اس سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ اس کے بغیر مجھے زندگی نہیں چاہیے سنا تم نے...... سنا؟" وہ ایک دم اٹھا اور شدید ہذیانی کیفیت میں دیوار کے پاس جا کر اپنا سر دیوانہ وار دیوار سے پھوڑنے لگا۔ فاطمہ کے حلق سے کربناک چیخیں نکلیں۔

ڈاکٹرز اگر اسے بروقت نہ پکڑ لیتے تو عباس اب تک اپنا آپ ضرور زخمی کر لیتا۔ فاطمہ پر ہنوز وحشت اور ہراس کا غلبہ تھا۔ وہ اس کا جنون دیکھتی رہی جو ڈاکٹرز کے ہاتھوں سے بپھر کر نکلا جاتا تھا۔ ایسا والہانہ بے خود جنونی اظہار وہ تو سچ مچ پاگل ہو گیا تھا۔ اسے لگا اس کے اطراف میں ایک بار پھر تاریکیاں ہوں۔ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

"میں تھک گیا ہوں اس آزمائش سے مصیبتوں نے جیسے گھیراؤ کر لیا ہے میرا۔" شرجیل نے رقت آمیز آواز میں کہا اور سر ہاتھوں پر گرا لیا۔ شکن آلود لباس اور بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ بکھرے بال لیے وہ واقعی مضطرب تھا۔ مضمحل اور وحشت زدہ اس کے سامنے بیٹھے ابراہیم احمد نے اس کے نڈھال انداز کو دیکھا پھر ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔ اسپتال میں ہونے والی ملاقات آخری نہیں تھی۔ ابراہیم احمد سے شرجیل بعد میں بھی کئی بار ملا تھا۔ جیسی اس کی ذہنی کیفیت تھی ان دنوں اسے کسی ہمدرد کسی سامع کی ضرورت ہمہ وقت رہتی تھی۔ ابراہیم سے وہ جب بھی ملتا تمام الجھنیں تمام پریشانیاں اور اضطراب اس سے کہہ کر کسی حد تک خود کو ہلکا محسوس کرتا۔

محمد ابراہیم کی خوبی یہ تھی کہ وہ اس کی بات بہت تحمل سے سنتا اور مفید مشوروں سے نوازا کرتا۔ شرجیل کو اس کی سب سے اچھی بات ہی یہ لگتی تھی کہ وہ اس کی کسی قسم کی بھی بات کو ٹوکے بنا سنتا تھا۔ البتہ جب اس کی ڈھارس بندھاتا، زخموں پر پھاہے رکھتا تو اتنی خوب صورتی سے غیر محسوس انداز میں اس کی کوتاہیوں اور غلطیوں کو بھی واضح کرنے کے ساتھ نصیحت کر جاتا۔ اب بھی وہ بولا تو اس کا لہجہ پرسکون، بہتی ندی کی مانند ہموار اور متوازن تھا۔

"اللہ کے ہر کام کا طریقہ بہت فطری پن اور دلکشی لیے ہوئے ہے محمد شرجیل احمد۔" وہ اسے باقی سب کی طرح صرف شرجیل کہہ کر کبھی مخاطب نہیں کرتا تھا۔ وہ اس کے نام کے ساتھ محمد اور احمد کا اضافہ کرتا تو شرجیل کو اپنا نام یکدم معتبر باوقار اور خوب صورت لگنے لگتا۔ ابراہیم احمد نے اسے حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

"جانتے ہو جب اللہ کسی کے دل میں قیام کرنا چاہتا ہے نا؟ تو وہاں پہلے کسی اور کو ٹھہرا کر دیکھتا ہے آیا یہ مٹی اس کی محبت کے لیے کتنی زرخیز ہے اور جب اللہ کسی کو اس کی غفلت سے نکالنا چاہتا ہے تو اسے ٹھوکر لگاتا ہے۔ ٹھوکر سے مراد تم غم بھی لے سکتے ہو۔ غم کی شدت میں بہت کم لوگ ہیں جو ہوش بحال رکھیں اور رب سے شاکی ہونے کے بجائے شکر گزاری اور رضامندی کے اظہار کو اپنا سر جھکالیں پسندیدہ وہی ہیں جو اللہ کی رضا میں راضی بارضا رہنا جانتے ہیں۔ تم کوشش کرو اس مشکل گھڑی میں اگر خوشی اور سکون کو کھویا ہے تو اللہ اور اس کی رضا کو نہ کھوؤ اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھو تم کھوئی ہوئی خوشی اور سکون کو بھی پالو گے۔" ابراہیم احمد کا لہجہ و انداز ناصحانہ تھا۔ شرجیل گم صم ہو گیا۔

"آس اور امید کا تعلق اللہ کی ذات سے ہی ہونا چاہیے۔ اگر کچھ لینے والا "وہی" ہے تو یاد رکھو "دینے والا" بھی وہی ہے۔ حدیث ربانی کا مفہوم ہے "اگر تم نے خود کو میری رضا کے تابع کیا تو تمہیں وہ بھی دوں گا جو تمہاری رضا ہے۔" "تو شرجیل احمد صاحب کیا بہتر ہے ہمارے لیے ہمیں اتنا سینس تو ہے نا؟" شرجیل نے چونک کر دیکھا۔ ابراہیم احمد کا روشن چہرہ مسکرا رہا تھا۔

ہمیشہ کی طرح وہ وہاں سے اٹھا تو دل کے بوجھ میں کمی محسوس کر رہا تھا۔ رات کا دوسرا پہر تھا جب اس نے علوی لاج میں قدم رکھا تھا۔ باوردی الرٹ واچ مین نے اس کی گاڑی پہچان کر گیٹ وا کیا۔ پورچ کے شیڈ میں لگی مرکزی لائٹ کی روشنی اوس میں بھیگی گھاس پہ منعکس ہو رہی تھی۔ اپنے کمرے کی جانب جاتے شرجیل کے قدم زارون کا خیال آنے پر تھم گئے تھے۔ وہ آج دوپہر جب گھر سے نکلا تھا تو زارون کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ممی کا اصرار اس کی شادی کے لیے بڑھتا جا رہا تھا۔ جبھی زیادہ وقت گھر سے غائب رہنے لگا۔ اس نے راہداری کے آخری کمرے کی جانب دیکھا۔ روشنی کھڑکی کے شیشوں اور دروازے کی نچلی

درز سے پھوٹ رہی تھی۔ اس کا مطلب واضح تھا سمعیہ لازمی جاگ رہی ہے۔ شرجیل آہستہ روی سے چلتا دروازے کے باہر آن رکا اور دستک دی۔

"کون ہے؟ آ جاؤ بھئی دروازہ کھلا ہے۔" اندر سے سمعیہ کی مدھم مگر تھکان زدہ آواز سننے کو ملی تھی۔ شرجیل نے دروازے کو دھکیلا تو کھلتا چلا گیا۔ سامنے ہی سمعیہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی نظر آئی۔ گود میں زارون تھا۔ سمعیہ کا چہرہ ستا ہوا جبکہ آنکھوں میں رتجگوں کی سرخیاں تھیں۔ صاف لگتا تھا وہ بچے کی وجہ سے بے آرامی کا شکار رہی ہے۔ شرجیل کو عجیب سے تاسف نے آن لیا۔ وہ اپنی عمر سے بڑی ذمہ داری نبھا رہی تھی۔ اس کا یہ احسان شرجیل کو زیر بار کر جاتا تھا۔ وہ گداز ہوتے دل اور نم آنکھوں سے عقیدت مندانہ مشکور و ممنون نظروں سے اسے تکتا پرسوز انداز میں مسکرایا۔

"مجھے لگتا ہے میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا مجھے زارون کو دیکھنا تھا سمی گڑیا۔" سمعیہ گڑبڑا کر خجل سی مسکرانے لگی۔

"نہیں شرجی بھائی ڈسٹربنس کیسی؟ ابھی میں نے زارون کو دوا کی آخری ڈوز دی ہے۔ سو یا ہے تو سوچ رہی تھی کچھ پڑھ لوں۔" معاً کچھ خیال آنے پر چونکی۔

"آپ نے کھانا نہیں کھایا ہوگا گرم کر کے لاؤں؟" وہ اس کا جواب سنے بغیر آہستگی سے اٹھی اور گود میں سوئے زارون کو اسے تھمانا چاہا۔ شرجیل نے نرمی و احتیاط سے زارون کو لیا جیسے اس کی نیند خراب نہ کرنا چاہتا ہو۔ یہی وہ لمحہ تھا جب دھاڑ سے دروازہ کھول کر تائی ماں دھاڑتی ہوئی اندر آئی تھیں۔ ان کے پیچھے اور بھی کئی حیران نظر آتے چہرے تھے۔

"یہ لو دیکھ لو اپنی آنکھوں سے مجھ پر تو یقین نہیں تھا نا تمہیں کہ دنیا بھر کی جھوٹی لگتی ہوں۔ اب کر لو فیصلہ کہ میں غلط تھی۔ یا یہ تمہارے معصوم بچے......!" تائی ماں ان پر الزام لگا رہی تھیں یقیناً دونوں حق دق رہ گئے۔ بلکہ سمعیہ کے تو پیروں تلے زمین کھسکنے لگی اور رنگ بے تحاشہ پیلا پڑ گیا۔ شرجیل الگ شاکڈ تھا۔ اس کے گمان تک میں یہ

بات نہ تھی کوئی اس پر اس انداز میں شک کر سکتا ہے۔ اس طرح اسے سمعیہ میں انوالو کر سکتا ہے۔

"ارے کتنی ہے یہ لڑکی شروع سے ڈورے ڈال رہی تھی شرجیل پر کامیاب اب ہوئی بے شرمی ذرا دیکھو اس کی بغیر دوپٹے کے اس خصم کے سامنے تن کر کھڑی ہوئی ہے۔"

"تائی ماں......!" شرجیل حلق کے بل غرایا۔ اس طرح کے اس کے بانہوں میں موجود سویا ہوا زارون جاگا اور بے قراری سے رونے لگا۔ مگر اس کی جانب دھیان ہی کس کا تھا۔ ماما پاپا تاؤ جی چاچی چچا (سمعیہ کے والدین) ہر نگاہ میں شک تھا۔ وہ کیسے سہہ جاتا۔

"چیخ مت چیخ کر اپنے عیبوں پر پردہ ڈالے گا ہی تو اب رنگے ہاتھوں پکڑا ہے نا۔" شرجیل کا یہ احتجاج تائی ماں کو ایک آنکھ نہیں بھایا غصے سے آنکھیں نکالتیں وہ اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دے کر چلائیں۔ سمعیہ یوں گھٹنوں کے بل گری جیسے ٹانگوں نے جسم کا بوجھ سہنے سے انکار کر دیا ہو۔ اس پل دکھ کا مقام ہی تھا کہ اس کے ماں باپ نے بھی اسے الزامات کی بوچھاڑ سے بچانے کو ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ یعنی وہ بھی تائی ماں کے ہم خیال تھے۔

"چپ ہو جائیں تائی ماں ورنہ......!" شرجیل پھر درمیان میں چیخا۔ وہ اتنا مشتعل ہو رہا تھا کہ اس نے روتے ہوئے زارون کو اسی وحشت زدگی کے عالم میں بستر پر پھینک دیا اور خود بپھر کر تائی کی جانب اتنے خطرناک تیوروں سے بڑھا کہ اگر پاپا اور چاچو بروقت حرکت میں آ کر اسے قابو نہ کر لیتے تو یقیناً وہ تائی ماں کا گلا دبانے سے بھی گریز نہ کرتا۔ سمعیہ تو تھر تھر کانپنے لگی۔ روتے ہوئے زارون کی سمت کسی کا بھی دھیان نہیں تھا۔ ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی ہوئی تھی۔ چاچو اور پاپا شرجیل کو باہر لے گئے۔

"لے جاؤ اس کمینے کو اس کا فیصلہ کل کیا جائے گا۔ یہ طے ہے کہ میں اپنے گھر میں یہ گندا کام برداشت نہیں کر سکتا۔" تاؤ جی نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"ماما......!" سمعیہ تڑپی تھی اور چچی جان کی جانب لپکی مگر وہ اسے متنفرانہ نظروں سے تکتی جھٹکے سے پلٹ کر چلی

گئی۔ سمعیہ سن پڑنے لگی۔ اسے خوف محسوس ہوا اپنے انجام سے۔ وہ جانتی تھی اس کی ماں نے زارون کو اس کے سنبھالنے پر کتنی مخالفت کی تھی اور یہ مخالفت وہ تائی ماں کی ایما پر ہی کر رہی تھیں کہ انہیں یہ گوارا نہیں تھا۔ سمعیہ شرجیل کو یہ مورل سپورٹ دے وہ من پسند پنچھی کو گھائل کر کے اپنے پسندیدہ جال میں پھانسنا چاہتی تھیں۔ ان کی اس گھر کے ہر فرد پر حکمرانی تھی۔ مگر نئی نسل کچھ الگ ذہنیت لے کر پیدا ہوئی تھی۔ وہ شرجیل ہو یا پھر فراز اور اب سمعیہ بھی وہ خود کو ہارتا کیسے برداشت کر لیتی۔ وہ اب بھی جیتنا چاہتی تھیں۔ چاہے کتنے ناجائز طریقے سے ہی کیوں نہیں۔ انہیں بغاوت کا سر کچلنا آتا تھا۔ اپنے عہد میں انہوں نے اپنے سے چھوٹے دیوروں اور دیورانیوں پر نفسیاتی دباؤ کے تحت حکومت قائم رکھی تھی۔ مگر نوجوان نسل سے ماضی کے سارے عیب چھپے ہوئے تھے۔ وہ سب کے سب منہ میں سونے کے چمچے لے کر پیدا ہوئے تھے۔ اسی لحاظ سے نزاکت بھی تھی مزاج میں اور سرکشی کا عنصر بھی۔ مگر تائی ماں کو یقین تھا ذرا مشکل سے ہی مگر وہ یہ معاملہ بھی اپنے حق میں ہموار کر لیں گی مگر اس مرتبہ یہ ان کی بھول تھی۔ اگلے دن تو کیا اس سے بھی اگلے دن وہ ہر داؤ استعمال کر کے ہار گئیں۔ مگر شرجیل کسی طرح بھی صالحہ سے نکاح کے لیے راضی نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا تنفر اس کی تلخی مزید بڑھ گئی تھی۔

"اگر آپ اس رات یہ سب کچھ نہ کرتیں میں تب بھی کبھی صالحہ سے شادی نہ کرتا مگر اس کے بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ کا پالا اس مرتبہ یاد رکھیں کسی آفاق علوی سے نہیں پڑا۔" کیسا زہریلا اور کاٹ دار ہوا لہجہ تھا اس کا۔ ایک پل کو تائی ماں کو لگا تھا وہ ہار گئیں مگر یہ بھی تھا کہ انہیں ہار تسلیم نہیں کرنی تھی۔

❁ ❁ ❁

اس نے بے حد خراب موڈ کے ساتھ تمام زیورات اتار کر پٹخ دیے اور پھر دوپٹہ بھی نوچ کر پھینک دیا۔ اسے انتظار بھی کب تھا۔ مگر بابا سائیں کا ولیمہ میں شریک نہ ہونا اسے بری طرح توڑ گیا تھا۔ کتنی بری طرح بے مایا کر گیا

تھا۔ آنکھوں میں اتنی جلن تھی جو بیان میں لانا ممکن ہی نہ تھا۔ "آپ بھی چاہتے تھے بابا جان کہ مجھ سے آپ کی جان چھوٹ جائے تو پھر ایسے ہی کیوں اس کا کوئی اور طریقہ بھی تو ہو سکتا ہے کوئی ایسا طریقہ جو آپ کو بھی ملال اور پچھتاوے سے دوچار کر دے۔" اس کی سوچوں میں وحشت تھی سراسیمگی ہی سراسیمگی تھی۔ اسی جنونی کیفیت میں اس نے فروٹ کی ٹوکری سے چھری جھپٹ کر اٹھالی۔

"اب یاد کر کے روتے رہیے گا کہ آپ نے بھی میرے میرے ساتھ زبردستی اور زیادتی کی انتہا کی تھی۔ ساری زندگی کی کسک نہ چھوڑ دی دل میں تو کہیے گا لاریب آپ کے لیے غم کا سرچشمہ ہوگی جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ جو کبھی تھک کر نہیں بیٹھتا بلندی سے گرتا ہے شور کرتا ہے تکلیف دیتا ہے۔" اس کی لانبی پلکوں سے آنسو ٹوٹ کر بے قرار سے گریبان میں جذب ہوئے۔ وہ اس مجنونانہ کیفیت کے زیر اثر اس سے قبل کہ خود کو نقصان پہنچاتی دروازے پر ہونے والے کھٹکے نے اسے گھبرا کر پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگلے لمحے وہ ساکن رہ گئی۔ سکندر بابا سائیں کو سہارا دیتے کمرے میں لا رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹے آپ خوامخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔" وہ پھیکی مسکان کے ساتھ ٹوک رہے تھے مگر لاریب دیکھ چکی تھی ان کا لہجہ ان کے وجود اور چہرے کی طرح کمزوریوں کی زد پہ آیا ہوا تھا۔ محض ایک رات میں وہ یوں نچڑ گئے تھے جیسے کسی نے سارا خون جسم سے کھینچ لیا ہو۔ لاریب گنگ سی انہیں دیکھتی چلی گئی۔

"بہت زیادہ خفا ہو بیٹے...... ہے نا؟" انہوں نے بہت تحمل سے مسکرا کر دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ لاریب آنسو ضبط نہ کر سکی جبھی ہونٹ بھینچے اور سرعت سے رخ پھیر لیا۔

(ایک دنیا کو مخالف کر کے آپ نے مجھے جہنم واصل کیا۔ آپ کا یہ فیصلہ اگر اتنا ہی درست تھا۔ بابا جان تو خود کیوں ہمیں ہار رہے ہیں کاش میں بہت پہلے مر گئی ہوتی۔ نہ عباس مجھ سے چھنتا نہ میں پاگل ہوتی نہ آپ کو

باجو کے بعد میرا ابھی دکھ سہنا پڑتا) اس کا جسم ڈھیرے ڈھیرے کانپنے لگا۔ چھری اس کی گرفت سے چھوٹ کر گری تب سکندر نے چونک کر پہلے اس کے پیروں میں پڑی چھری کو پھر اسے دیکھا اور سرد سانس کھینچ کر رہ گیا۔

"لاریب بیٹے۔"

"میں مرچکی ہوں آپ کے لیے کیوں آگئے پھر آپ؟" ڈوپٹا اٹھا کر شانے پر ڈالتی وہ بے حد تلخی سے کہہ گئی۔

"ایسے نہیں کہتے بیٹے آپ مجھے بہت تکلیف دے رہی ہو یہ تمہاری ناراضی کا ہی خیال تھا کہ طبیعت کی خرابی کے باعث ولیمہ پر اتنی تاخیر سے پہنچا ہوں تمام تر ہمت جمع کرنے کے باوجود۔" وہ بولے تو ان کی آواز میں لرزش تھی۔ لاریب کے بہتے آنسوؤں میں روانی آگئی مگر نہ رخ پھیرا نہ انہیں دیکھا۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ بابا سائیں کے گلے لگ جائے۔ بہت روئے کچھ تو دل کا بوجھ کم ہو کچھ تو بابا سائیں کا ملال کم ہو مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ خود کو معاف کرسکتی تھی نہ بابا سائیں کو۔ سکندر اور اس کا شوہر...... یہ بات ہضم نہیں ہورہی تھی۔ حد کردی تھی بابا سائیں نے سزا سنانے والی۔ بابا سائیں اس کی جانب سے پیش رفت سے مایوس ہوکر خود اس کے سامنے آگئے۔ وہ کیسی بے کلی سے روئی تھی۔ وہ جس کا دل ان کے لیے پتھر ہوگیا تھا۔ وہ تڑپ اٹھے اور اسے کسی چھوٹی سی بچی کی طرح اپنے سینے سے لگالیا۔ لاریب کی تو جیسے حالت ہی غیر ہونے لگی۔ کیسے بلکنے لگی تھی وہ اپنے ہر ہر نقصان پر۔

"آپ معاف بھی کرسکتے تھے مجھے کرسکتے تھے مگر آپ نے نہیں کیا آپ مار سکتے تھے مجھے اس اذیت سے نجات دلانے کو مگر آپ نے روز روز کی موت کو تجویز کیا میرے لیے۔" ایک کے بعد دوسرا شکوہ زبان پر آرہا تھا سکندر جیسے کند چھری سے ذبح ہورہا تھا کچھ کہے بغیر وہ سرخ چہرہ لیے تیزی سے پلٹ کر باہر چلا گیا۔

"معاف تو کیا ہے تمہیں لاریب ورنہ ان معاطوں میں ہمارے یہاں چپ چاپ لڑکیوں کو قتل کردیا جاتا ہے۔ میں جبر اور زبردستی کا بھی قائل نہیں رہا۔" ان کا لہجہ بوجھل ہوا تھا مگر لاریب کو شدید دھچکا لگا۔ وہ تڑپ کر ان سے دور ہوئی۔

"جبر اور زبردستی؟" وہ زہر خند سے ہنسی۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں آپ نے من کی مراد دی ہے مجھے؟" اس کے لہجے میں ٹوٹتے کانچ کی چبھن تھی۔ بابا سائیں کا بھی دل لہولہو ہونے لگا۔

"بیٹے گنجائش رکھ کر سوچو آپ کو میرا یہ فیصلہ شدید اور بے جا نہیں لگے گا۔" انہوں نے نرمی و محبت سے گویا اسے قائل کرنا چاہا۔

"نہیں ہے گنجائش دل میں قیامت تک پیدا ہو بھی نہیں سکتی آپ کے اس چہیتے کے لیے۔" اس کے لہجے میں صرف بغاوت نہیں تھی نفرت بھی تھی تضحیک کا بہت گہرا عنصر بھی بابا سائیں کی اذیت دوہری ہونے لگی۔ انہوں نے جانا کم از کم ابھی وہ اسے ہرگز قائل نہیں کرسکتے جبھی کتنے بے بس نظر آنے لگے تھے۔

"مجھے لگتا ہے جو میری چار دن کی زندگی ہے اسے بھی آپ مجھے چین سے نہیں رہنے دو گی ٹھیک ہے تمہاری مرضی مگر لاریب اس بات پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور ضرور کرنا۔ اس معاملے میں اگر کوئی بے قصور ہے تو وہ سکندر ہی ہے۔ مجھے وہ بہت عزیز ہے۔ آپ اگر اسے تکلیف میں مبتلا کر بھی گئی تو اذیت کا احساس مجھ تک لازمی پہنچے گا۔ اس لیے بھی کہ اس کے لیے اس آزمائش کا ذریعہ میں ہی بنا ہوں۔ محبت کرنے والی وفا شعار عورت سب سے بڑے سکون کا باعث ہوا کرتی ہے۔ یہ احساس مجھے ہمیشہ تمہاری ماں کی قربت میں میسر آیا ہے۔ تمہیں بھی ان کی بیٹی ہونے کی لاج نبھانا ہے بیٹے۔ اپنا خیال رکھنا خدا دائمی خوشیوں کے ساتھ تمہیں فہم و فراست اور نیک ہدایت سے بھی نوازے جیتی رہو...... آمین۔" انہوں نے اس کا سر تھپکا اور پلٹ کر تھکے ہوئے قدموں سے باہر نکل گئے۔ لاریب کے اندر جیسے آگ سی بھڑک اٹھی۔

(اس کا مطلب بابا جان کو مجھ سے زیادہ اس دو ٹکے کے معمولی انسان کی پرواہ ہے۔ تو پھر ٹھیک ہے میں اس کا چین حرام کردوں گی)

❀ ❀ ❀

سکندر بابا سائیں کو حویلی چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا ان کی طبیعت کی خرابی کے باعث ٹھہرنا چاہتا تھا مگر انہوں نے اس کی کوئی چلنے ہی نہ دی تھی۔

"نہیں بیٹے یہاں بہت لوگ ہیں میرے پاس لاریب اکیلی ہے تمہارا انتظار ہوگا اسے۔" بات ایسی تھی کہ وہ زہر خند ہوئے بغیر نہیں رہ سکا مگر بولا تو انداز اتنا نارمل تھا کہ بابا سائیں بھی شک میں پڑنے لگے۔

"اٹس اوکے بابا سائیں میں کال کرکے انہیں بتا دیتا ہوں مگر آپ کو اکیلے۔"

"سکندر...... بیٹے ضد نہیں کرتے آپ جاؤ بس۔" ان کا لہجہ حتمی تھا۔ سکندر کے پاس مزید کچھ کہنے کو نہ رہا۔ ملازم کو بلا کر اس نے بابا سائیں کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید کی پھر جب لوٹا تو اس کے قدموں سے تھکن لپٹی ہوئی تھی۔ گھر پہنچ کر اس نے کمرے میں جانے کے بجائے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے ٹھکانہ کا رخ کیا۔ ٹوٹتا بدن اس پل کچھ اور بھی چٹخ اور بے سکونی سمیٹ لایا تھا۔ ابھی کمرے میں آکر وہ بستر بچھا کر لیٹا ہی تھا تب ہی اس کا سیل فون گنگنا اٹھا۔ سکندر نے بوکھلا کر سرعت سے سیل فون نکالا اسکرین پر لاریب کا نام جگمگا رہا تھا۔ وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جہاں سکندر نے اسے دیگر سہولیات اسے فراہم کی تھیں ایک سیل فون بھی دیا تھا جانتا تھا لاریب اپنا فون حویلی چھوڑ آئی ہے۔ اس نے نا چاہتے ہوئے بھی کال ریسیو کی البتہ کچھ بولا نہیں تھا۔

"کہاں ہو تم؟" سکندر تو بھونچکا رہ گیا اسے کال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

"بڑی جلدی خیال نہیں آگیا آپ کو بہرحال یا آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔" سکندر خود کو بھڑکنے سے نہیں روک سکا۔

"تم جہاں کہیں بھی ہو فوراً پہنچو۔" مجال ہے جو ذرا اثر ہوا ہو اس طنزیہ کاٹ دار انداز کا۔ سکندر کی جھنجلاہٹ نقطہ عروج پر جا پہنچی۔

"آئی ایم ساری میں نہیں آسکتا۔ آپ کو جو بھی کہنا ہے صبح کہیے۔" اس نے نروٹھے پن سے کہہ کر فون بند کرنا چاہا تھا کہ اس کی پھنکارزدہ آواز پر یکدم رک گیا۔

"یاد رکھنا اگر تم فوری نہیں آئے تو میں تمہارے ابا سے شکایت لگانے لگی ہوں کہ تم گھر سے باہر ہو۔" اس کی تیز غصیلی آواز پر سکندر سوائے ہونٹ بھینچنے کے کچھ نہ کرسکا۔

"دس منٹ ہیں تمہارے پاس پہنچ جاؤ ورنہ......" اس نے دھمکی آمیز انداز میں کہہ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔ سکندر بل کھا کر رہ گیا پھر نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر نیچے چلا آیا۔ کمرے میں ٹہلتی لاریب نے تھم کر غصیلی نظروں سے اسے دیکھا پھر طنزیہ مسکرانے لگی۔

"کاش تم دو منٹ اور نہ آتے تو میں تمہارے کرتوت جا کر تمہارے ابا کو بتاتی۔" اس نے دانستہ سکندر کو بھڑکانا چاہا تھا وہ بھڑکا تو ضرور مگر اسے جھلسانا ضروری خیال کیا جبھی آگے بڑھ کر ایک دم اس کی کمر میں بازو حمائل کرکے اسے جارحانہ گرفت میں جکڑتا اپنے نزدیک تر کرلیا۔

"کون سے کرتوت...... بولو؟" اس کی آواز دھیمی تھی مگر گھن گرج والی۔ لاریب جو اسے ذہنی اذیت دینے کا سوچے بیٹھی تھی سکندر کی اس درجہ فضول حرکت پر کٹ کر رہ گئی اور گرفت سے نکلنے کو زور سے پھڑپھڑائی کہ اسے اپنا مقصد تو بھول ہی گیا تھا مگر سکندر نے پہلے سے مضبوط گرفت کو کچھ اور بھی سخت کردیا تھا۔ اس کے چہرے پر اڈتی گھبراہٹ و سراسیمگی کے ساتھ بے بسی سکندر کے اندر دلی تسکین کو ابھار رہی تھی۔

"اب بتائیں کیوں بلایا ہے مجھے اس طرح سے وہ بھی اس کے باوجود کہ آپ نفرت کرتی ہیں مجھ سے پھر بھاڑ میں ایک بار کیوں نہیں ڈال دیتی مجھے۔" وہ اس پر جھک کر غرایا اس کے لہجے سے آنچ آنے لگی دکھ کی سلگتی ہوئی آنچ۔ لاریب کو تو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔

"چھوڑو مجھے...... چھوڑو۔" وہ مزاحمت ترک کرکے آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ سکندر نے اس کے چہرے

سے کچھی بے بسی ولاچاری کے رنگوں کو دیکھا تھا اور اندر تک زخمی ہوگیا۔ وہ جانتا تھا اتنا ہی ناپسند کرتی ہے وہ اسے بلکہ نفرت کرتی ہے اس سے۔

"ہمارا اسی طرح فاصلوں پر رہنا ہی بہتر ہے۔ ورنہ آپ کی نفرت تو شاید مجھے جلا کر خاک نہ کردے میری محبتیں ضرور آپ کو چاروں شانے چت گرادیں گی۔ یقیناً ایسا تو کبھی نہیں چاہیں گی نا آپ۔" سکندر نے کچھ اس انداز میں اسے دونوں شانوں سے تھام کر خود سے قریب کیا کہ وہ بے بس سی اس کے سینے سے لگ گئی اور اس کی دھڑکنوں کو اپنی خوفزدہ دھڑکنوں میں مدغم ہوتا محسوس کرتی رہی۔ سکندر نے اسے جھٹکے سے چھوڑا تو وہ نیم جان سی وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ سکندر ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ وہ ایک بار پھر اس کے آگے شکست خوردہ کھڑا تھا۔ اس کی مرضی کے خلاف خود کو چلانے پر وہ آج بھی قادر نہیں تھا۔ وہ آج بھی اپنے سے زیادہ اس کے دکھ پر مضطرب تھا۔ اسے آج بھی اپنے دکھ کے آگے لاریب کا ہی دکھ بڑا لگ رہا تھا۔ ہر شکایت ہر شکوہ جیسے دم توڑتا تھا۔ وہ واپس پلٹا تو اس کے قدموں سے یاسیت اور تھکن ہی نہیں بہت سارا ملال بھی لپٹا ہوا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

شرجیل نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھادی تھی۔ مگر وہ حواسوں میں ہی نہیں تھا۔ دل و دماغ میں جیسے انگارے بھر رہے تھے۔ فراز کی شادی سر پر تھی مگر گھر میں ایک نیا فساد برپا ہوچکا تھا۔ اس رات کا ڈرامہ کیا کم تھا کہ اس تماشے کو انتہا تک پہنچانے کا عزم کرتے سمعیہ کا جھٹ پٹ رشتہ طے کردیا گیا تھا۔ شرجیل کے لیے اختلاف و اضطراب کی وجہ بھی تھی جس سے سمعیہ کا رشتہ طے کیا جارہا تھا۔ وہ چالیس سے اوپر کا آدمی تھا۔ پہلے سے دو بیویاں بھگتانے والا ادھیڑ عمر خرانٹ صورت مرد جس کی اس کے برابر کی اولاد تھی۔ شرجیل کو یہ سراسر ظلم اور زیادتی لگی تھی۔ وہ یہ زیادتی برداشت نہیں کرسکا تو مشتعل ہوا تھا۔

"ذہن میں آپ لوگ کبھی ہرگز بھی سمعیہ کے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دوں گا۔" جس وقت وہ دندناتا ہوا تاؤجی کے سامنے آیا انہوں نے طنزیہ ہنکارا بھر کر اسے سرتاپیر معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر مسکرائے۔

"آگیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔ اب تم کہو گے سمعیہ کا نکاح میرے ساتھ کردو ہے نا؟" حد ہی گھٹیاپن کی۔

"اللہ کے لیے تاؤجی کچھ تو اپنی عمر کا لحاظ کرلیں۔ میرے اور سمعیہ کے ذہنوں میں ایسی کوئی آلودگی نہیں ہے جسے آپ نے اس رات کوئی رنگ دینے کی کوشش کی۔" وہ بولا تو شدت غیض سے اس کا لہجہ لرز رہا تھا۔ چہرے پر ایسے تاثرات تھے جو بے بسی کی انتہا پر جاگتے ہیں۔ وہ جیسے روہانسا ہو رہا تھا اپنی اور اس معصوم لڑکی کی پوزیشن کلیئر کرنے کو اسے قطعی سمجھ نہیں آتی تھی ان شرپسند لوگوں کی سازشوں سے سمعیہ کو کیونکر بچایا جائے۔ وہ پیاری لڑکی جس نے اس وقت اس کا ساتھ دیا تھا جب اس کے سگے بھی بیگانے بن بیٹھے تھے۔ اس کی نیکی کا یہ عبرتناک انجام تو نہیں ہونا چاہیے تھا۔

"دیکھو لڑکے ہم جو کچھ کررہے ہیں وہ بالکل درست ہے۔ لڑکی کا چال چلن ٹھیک نہیں۔ ایسا رشتہ بھی غنیمت ہے۔ بھلا کون ایسی آنکھوں دیکھی مکھی نگلتا ہے؟" وہ کتنے سکون سے کہہ رہے تھے شرجیل نے اس آخری بات پر جیسے تھرا کر انہیں دیکھا۔

"کیا...... کیا مطلب...... آ...... آپ نے اس آدمی کو یہ بھی بتلادیا کہ......؟" الفاظ اس کے حلق میں پھنس گئے۔ تاؤجی اسے طنزیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کل کو بات کھلتی تو معاملہ خراب ہوتا وہ بھلا مانس انسان ہے پھر بھی مان گیا کہا نا آنکھوں دیکھی مکھی......!" وہ اپنے کارنامے کو فخر سے بیان کررہے تھے۔ شرجیل کو ان سے زیادہ چاچو چاچی کے رویے نے شدید دکھ میں مبتلا کیا تھا جو بیٹی کی حالت اور پارسائی پر دھیان کرنے کے بجائے تاؤجی اور تائی ماں کی باتوں پر آنکھیں بند کرکے یقین کررہے تھے اور مجال ہے جو اس کھلے ظلم کے

مظاہرے پر احتجاج کا ایک لفظ بھی ان کی زبان سے نکلا ہو۔ شرجیل نے اچھی طرح جانا یہ زرگزیدہ لوگ تھے تن آسانی جن کا شیوہ تھا۔ غیرت...... انا اور عزت جانے کب کی ان کے پیروں کی دھول ہوچکی تھی۔ اس نے چپ سادھ لی مگر اس کی خاموشی کے پیچھے کون سا اسرار ہے یہ کوئی نہ جان سکا۔ یہاں تک کہ اپنی قسمت کا فیصلہ سن لینے کے بعد سسک کر بے حال ہوتی سمعیہ بھی۔

وہ تو آدھی رات کو جب درد سے پھٹتے سر کو آرام دینے کی غرض سے دوا لے کر سوئی تھی کہ کسی کے جھنجھوڑ کر جگا دینے پر ہڑبڑا کر اٹھی اور شرجیل کو روبرو پا کر اس کی آنکھیں حیرت سے زیادہ خوف سے پھٹنے لگی تھیں۔

"شرجی بھائی آپ......؟" اس کا خوف اس پل دہشت میں بدل گیا جب شرجیل نے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر سرعت سے اس کے حیرت سے کھلے منہ پر اپنی مضبوط ہتھیلی جما کر گویا ہر آواز کا ہی گلا گھونٹ ڈالا۔

❁ .... ❁ .... ❁

اس نے جلتی ہوئی آنکھوں کو بے دردی سے مسل کر آنسو پونچھنے چاہے۔ دل جیسے سسک کر بے حال تھا گھر کی فضاؤں میں گھنا گھنا سوگ رچا بسا تھا۔ کتنے دن ہوئے تھے اب تو اسے گھر لوٹے بھی مگر اس کا کیا ہوتا کہ وہ زندگی کی طرف نہیں لوٹ رہا تھا لوٹنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ جدائی کا وحشت انگیز جاں گسل احساس رگ و جاں کو مسلتا تھا تو سرخ شعلوں کا بے درد الاؤ اسے بھسم کرنے لگتا۔ چہار سو آگ ہی آگ تھی۔ من کو جلاتی آتی جاتی سانسوں کو دہکاتی۔ یہ خیال یہ سوچ اسے صبر نہیں آنے دیتی تھی کہ عریشہ اس دنیا سے اس سے ناخوش گئی ہے۔ وہ خفا تھی اس سے دماغ میں یہ احساس ہی شرارے چھوڑتا تھا۔

حبس زدہ شام نے دھیرے دھیرے رات اوڑھ لی۔ معاً دروازے پر کھٹکا ہوا اور اگلے لمحے لائٹیں جل اٹھنے کے باعث یکلخت کمرا روشنیوں میں نہا گیا۔ عباس نے خون رنگ آنکھوں کو قہر بار انداز میں اٹھایا۔ جیسے ڈسٹرب کرنے والے کو جان سے ماردینے کا خواہش مند ہو۔ ملازموں میں یہ جرأت صرف احسان بابا کی ہی ہوا کرتی تھی جو اسے زندگی کی طرف لانے کو جدوجہد کرتے تھے وجہ یہی تھی۔ عباس نے خود بھی ان کی بزرگی کے باعث انہیں عزت و توقیر سے ہی نوازا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے اس کے خیرخواہ تھے۔ مگر دروازے پر احسان بابا کی بجائے فاطمہ تھی۔

"مم...... میں آپ کی طبیعت پوچھنے آئی تھی۔ آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" وہ ہکلائی عباس نے جیسے سنا نہیں۔ وہ یک ٹک فاطمہ کو تک رہا تھا عجیب نظریں تھیں۔ خالی خالی کھوئی کھوئی ذہن میں عریشہ کی آواز کی بازگشت اتر آئی۔ عباس کی آنکھیں گم اور وحشت سمیٹنے لگیں۔

"میں جانتی ہوں عباس وہ بہت خوب صورت ہے۔ دین ایمان ہلادینے کی حد تک۔ میں نے خود محسوس کیا ہے۔ تم بھی اسے دیکھتے ہو تو تمہیں اپنی نظروں کی بے اختیاری کا احساس نہیں رہتا۔ یعنی طے ہوا اس کا حسن تم پر بھی اس انداز میں اثر دکھاتا ہے جیسے کسی بھی عام انسان پر۔ یہی فطری چیز ہے تم کدھر سے خود کو اس معاملے میں الگ اور خاص کہتے ہو۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے تبھی تو منع کرتی ہوں تمہیں۔" اس کی سماعتوں میں عریشہ کی آواز کا شور تھا۔ اس نے کرب آمیزی کے انداز میں ہونٹ کاٹے اور آنکھیں جھکا کر ان کی جلن ختم کرنے کو سختی سے بند کیا تو آنسو پلکوں سے ٹوٹ گرے۔ فاطمہ نے اس کی اندرونی کیفیت کو نہیں سمجھا البتہ اس کے آنسو دیکھ لیے تھے جبھی تڑپ کر آگے بڑھی۔ وہ عباس کی بے اعتنائی کے باوجود پیچھے رہ ہی نہیں سکی تھی۔

"میں یہاں سے گزر رہی تھی سوچا آپ کی خیریت دریافت کرتی چلوں۔" عباس نے یوں یکدم آنکھیں کھول دیں جیسے کسی نے اس کے وجود پر چابک رسید کر ڈالا ہو۔ وہ یوں کرسی چھوڑ کر اٹھا جیسے بچھو نے ڈس لیا ہو اور اسے سرخ آنکھوں سے گھورتا اس کے سامنے جم کر کھڑا ہوگیا۔ آن کی آن میں اس کا چہرہ سنگین تاثر دینے لگا تھا۔

"آئندہ یہ زحمت مت کیجیے گا، سمجھیں؟" اس کے دھیمے لہجے میں سرد غراہٹ اور غضب کا قہر پوشیدہ تھا۔

آنکھیں لہو ٹپکا رہی تھیں اور تیور قتل کردینے والے۔ فاطمہ کو کہاں توقع تھی اس درجہ توہین آمیز سلوک کی۔ مارے گھبراہٹ کے اس کے ہاتھ سے پاؤچ چھوٹ گیا۔ وہ خوف سے پھٹ جانے والی آنکھوں اور حیرت سے نیم وا ہونٹوں کے ساتھ فق چہرہ لیے اسے تک رہی تھی۔

"آپ کی ذات پر کوئی حرف نہیں آیا مگر میرا...... میرا بہت ناقابل تلافی نقصان ہوچکا ہے، چلی جاؤ یہاں سے میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔" اس کے اندر باہر آگ دہک اٹھی تھی۔

یہ پسپائی تو موت تھی انا کی بھرم کی نسوانیت کی بھی۔ اس کی آنکھیں سمندر کا نقشہ پیش کرنے لگیں۔ ہونٹ کانپتے رہے۔ ایک لفظ کہے بغیر وہ لڑکھڑا کر مڑی اور اپنے ہی دوپٹے سے الجھتی کمرے سے نکل بھاگی۔ اس پیش رفت نے اسے ہمیشہ بے مایا ہی رکھا تھا۔

عباس جو خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتا تھک گیا تھا واپس اپنی جگہ گرتے ہوئے گھٹنوں میں سر چھپا کر بچوں کے انداز میں بلکنے لگا۔ وہ رات قیامت جیسی تھی۔ بھیانک' دردناک اور طویل عریشہ کے بعد اس کے پاس آنے والی مسلط ہونے والی ہر گھڑی قیامت میں تھی۔ وہ خود کو فراموش کرگیا تھا۔ وہ جینا بھول گیا تھا۔ اس نے جان لیا تھا۔ زندگی کی کسی خوشی پر اب اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس نے عریشہ کو ناراض کیا تھا اس نے عریشہ کو کھو دیا تھا۔ اب کچھ باقی نہیں تھا۔ اب اسے کچھ چاہیے بھی نہیں تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ہم خوابوں کے بیوپاری تھے
پر اس میں ہوا نقصان بڑا
کچھ بخت میں ڈھیروں کالک تھی
کچھ اب کے غضب کا کال پڑا
کچھ راکھ لیے جھولی میں اور سر پر ساہوکار کھڑا
جب دھرتی صحرا صحرا تھی ہم دریا دریا روئے تھے
جب ہاتھ کی ریکھائیں چپ تھیں اور سر سنگیت میں کھوئے تھے
تب ہم نے جیون کھیتی میں
کچھ خواب انوکھے بوئے تھے
کچھ خواب سجل مسکانوں کے
کچھ بول بہت دیوانوں کے
کچھ لفظ جنہیں معنی نہ ملیں
کچھ گیت شکستہ جانوں کے

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے لاریب کی نظریں زیرو سائز نیلے بلب پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کے گرد پروانوں کا ہجوم تھا۔ آتش کی حدت سے پروانے جلتے تھے مگر اس ذوق وشوق سے ان کی جگہ دوسرے آکر جانیں گنوانے میں مصروف' عجب حماقت آمیز دیوانگی کا عالم تھا کہ واپسی کی ساری راہیں کھلی ہونے کے باوجود اس دائرے میں گردش کرتے تھے اور مٹتے جاتے تھے۔ اس کا اپنا حال بھی تو اس سے کچھ الگ نہیں تھا۔ بالکل یہی وحشت یہی دیوانگی ایسی ہی بے بسی اس کا بھی مقدر تھی کم وبیش آخر کیا ہے یہ محبت نفع ونقصان سے بے پروا' بے نیاز اس کی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔ آہٹ پر ہی وہ چونک سکی تو سکندر کو روبرو پا کر اس نے نظر کا زاویہ ہی نہیں بدلا ہونٹ بھی بھینچ لیے۔ انداز میں عجیب سی بے بسی تھی جو کسی بھی حساس دل کو رلا دے۔ محبت میں ہار جانا سب سے بڑی اذیت ہے اس دنیا کی سکندر بھلا اس کی کیفیت کو نہ سمجھتا اس نے بھی تو اسی اذیت کا بار اٹھایا تھا۔

"مجھے یہیں لیٹنا ہوگا اسٹور روم میں کل رات اماں نے دیکھ لیا مجھے میرا بہانہ شاید کام دکھا گیا وقتی مگر میں ان کے شک کو یقین میں بدلنا نہیں چاہتا۔ کچھ عرصہ برداشت کرلیں صورت حال قابو میں آئے تو میں لازمی کوئی انتظام کرلوں گا۔" سکندر اس سے نظریں چار کیے بنا کہہ کر صوفے پر بیٹھ چکا تھا اور جھک کر اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ کمرے میں پھیلے سناٹے میں کچھ اور اضافہ ہوگیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تو محبت سے کوئی چال تو چل
ہار جانے کا حوصلہ ہے مجھے
ہم سفر چاہیے ہجوم نہیں
اک مسافر ہی قافلہ ہے مجھے

آج ان کا آخری پیپر تھا وہ دونوں خود کو بہت پُرسکون محسوس کررہی تھیں جیسے منوں بوجھ ان کے سر سے اتر گیا ہو۔ پچھلے دو تین ماہ سے وہ اچھی طرح بات چیت نہیں کرپائی تھیں۔ امتحانات کی تیاری میں مگن ہو کر وہ ایک دوسرے کو گویا بھول ہی گئی تھیں۔ یاد تھے تو صرف امتحانات...... وہ دونوں ہی تیاری میں اتنی کھوگئی تھیں کہ ہوش گنوا بیٹھی تھیں۔

عروج اور مریم بچپن کی گہری دوست تھیں نرسری سے بی ایس سی تک کا طویل سفر انہوں نے بہت محبت سے طے کیا تھا۔ بچپن سے جوانی تک ان کی دوستی ایک اٹوٹ بندھن میں بندھ چکی تھی وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم تھیں ان کی محبت اور دوستی پورے کالج میں مشہور تھی وہ کبھی کسی گروپ کا حصہ نہیں بنی تھیں ان کو کبھی کسی تیسرے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ کالج میں ان کو لیلیٰ مجنوں کے نام سے پکارا جاتا تھا اور وہ حقیقتاً ایک دوسرے سے اتنی ہی دلی انسیت اور گہرا لگاؤ رکھتی تھیں۔

"کیسی ہو عروج! اتنے دن ہوئے ڈھنگ سے بات بھی نہیں ہو پائی۔" مریم نے برگر کھاتے ہوئے پوچھا اس وقت وہ دونوں ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

"ٹھیک ہوں' ایک دم فٹ' تم سناؤ۔" عروج نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ بہت دنوں کی اضطراری کیفیت سے نکل کر وہ اک دم ہلکی پھلکی سی ہوگئی تھی۔

"پیپرز کیسے ہوئے؟" مریم نے پوچھا۔

"زبردست۔" عروج نے اِتھلا کر کندھے اچکائے۔

"تمہارا......؟"

"جھنڈے گاڑ آئی ہوں۔" مریم نے بھی اسی کے انداز میں کہا تو دونوں اک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگیں۔

''رزلٹ آئے گا تو پتا چلے گا میم!'' عروج نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا۔

''اوکے ڈن...... میرے زیادہ مارکس آئیں گے۔'' مریم زعم سے بولی کیونکہ ہمیشہ سے وہ نہ صرف پوری کلاس میں بلکہ ضلع بھر میں پہلی پوزیشن لیا کرتی تھی اس کا زعم بے جا نہ تھا۔

''ہاں یہ تو ہے میں جتنی بھی کوشش کرلوں مگر تمہارے جتنے مارکس نہیں لے سکتی حالانکہ محنت تو میں بھی بہت کرتی ہوں مگر......'' اس نے مصنوعی آہ بھر کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے عروج! ہم دونوں ہی جینئس ہیں۔'' مریم کو بخوبی علم تھا کہ عروج جتنی بھی محنت کرے ہمیشہ وہ مریم سے پیچھے ہی رہتی تھی آگے آنے کی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود بھی۔

''ہاں میں جانتی ہوں کہ مجھ میں بہت صلاحیتیں ہیں مگر تم سے کم۔'' عروج کے لہجے میں ہلکی سی آرزدگی در آئی' مریم نے اسے سر اٹھا کر دیکھا عروج کے چہرے پر مایوسی کی پرچھائیاں لرزتی نظر آرہی تھیں۔ مریم نے اس لمحے خود کو بہت بے بس اور لاچار محسوس کیا' اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ عروج کو کیسے سمجھائے کون سا حرف تسلیم بولے کہ عروج کے چہرے پر چھائی یاسیت سمٹ کر خوشی بکھر جائے مگر کچھ لمحات یوں ہی گزر گئے۔

''عروج یار نکلتے ہیں وین چھوٹ گئی تو پھر بہت دیر تک دوسری وین کا انتظار کرنا پڑے گا۔'' مریم نے عروج کے کھوئے کھوئے چہرے سے نظریں چراتے ہوئے کہا اور ہوٹل کی انٹرنس کے پار سڑک پر نظریں جمادیں۔

''چلو۔'' عروج کسی معمول کی طرح اٹھی اور مریم کے پیچھے چل پڑی' مریم کاؤنٹر پر بل پے کر رہی تھی' وہ دونوں ہوٹل سے باہر نکلیں۔ دھوپ کی سخت حدت نے ان کے چہروں کو جھلسا ڈالا تھا اور سڑک تک آتے آتے پسینے میں بُری طرح بھیگ چلی تھیں اپنے آنچل سے اپنا تر چہرہ صاف کرتے ہوئے مریم نے اپنی فائل کو ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل کیا اس کے ہر اٹھتے ہوئے قدم میں عجلت اور تیزی تھی اسے گرمیوں کا موسم کبھی بھی اچھا نہیں لگتا تھا' عجیب کوفت بھری بے زاری ہوتی تھی جس میں حبس' گھٹن ہی گھٹن ہوتا ہے۔

وین بالکل تیار کھڑی تھی وہ دونوں سڑک کراس کرکے بھاگم بھاگ وین تک پہنچی تھیں سورج ان کے سر پر گویا آگ برسا رہا تھا ان کے اعصاب نڈھال و پژمردہ ہو رہے تھے چند فرلانگ کے فاصلے پر کھڑی وین ان کو حواس بحال کرنے پر آمادہ کر رہی تھی مگر جب وہ کھچا کھچ سواریوں سے بھری وین کے پاس پہنچیں تو ان کے اوسان خطا ہوگئے کہ وین نہ صرف اندر سے بلکہ باہر اسٹینڈ پر بھی کچھ مرد حضرات لٹکے ہوئے نظر آرہے تھے۔ مریم نے اکتا کر اپنی ننھی سی ناک سکوڑی اور اک زہر آلود کٹیلی نظر اپنے اطراف مسلسل گھورتے مردوں پر ڈالی وہ قہر برساتی گرمی سے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھیں اور یہ لٹکتے...... مریم کو ان لوگوں کی نظریں اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

''بھائی! ہمیں ضروری اور جلدی گھر جانا' تھوڑی جگہ مل سکتی ہے کیا؟'' مریم نے زمانے بھر کی مسکینیت اور لاچاری اپنے چہرے پر سجا کر کہا۔ عروج نے ٹھٹک کر اسے دیکھا' زمانے بھر کی مظلومیت اس کے انداز سے ظاہر ہو رہی تھی۔ بسورتی' التجا کرتی اس وقت مریم اتنی دلکش لگ رہی تھی چمکتی ہوئی سیاہ ذہین بے ریا آنکھیں' نوخیز جوانی اور اس پر بھولپن و سادگی کا گہرا اثر لیے اس کے انداز و اطوار۔

''آپ اِدھر بیٹھ جائیں۔'' ایک نوجوان لڑکا اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا' مریم نے اس لڑکے کی چھوڑی ہوئی سیٹ پر عروج کو بیٹھنے کا اشارہ کیا' عروج اپنی کان کھجاتی وین میں چڑھ کر بیٹھ گئی اب مریم اکی اور بے بسی لہجے میں اپنی سیٹ چھوڑنے کے لیے کہہ رہی تھی مگر کوئی ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا سب اپنی سیٹوں پر جمے بیٹھے تھے' گرمی نے الگ حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

''بھائی پلیز مجھے اپنی جگہ دے دیں یہ وین نکل گئی تو دوسری وین کے آتے آتے شام ہوجائے گی۔'' مریم نے ایک لڑکے کو کہا یا اپنے طور پر اسے شرم دلانے کی کوشش کی وہ کسی عورت کو نہیں کہنا چاہ رہی تھی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ کوئی عورت اپنی سیٹ نہیں چھوڑے گی بلکہ الٹا مریم کی وہ درگت بھی بنائے گی کہ خدا کی پناہ۔ مریم کے مسلسل کہنے اور واویلا کرنے پر آخر کار وہ لڑکا جلتا بھنتا اپنی سیٹ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا' اس کے نیچے اترتے ہی مریم نے کمال چستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیٹ سنبھال لی تھی۔

وین چلنے کی وجہ سے ہوا کے جھلسا دینے والے تھپیڑے مریم کی جان نکال رہے تھے مگر وہ اپنے لیے جگہ بنا چکی تھی کیونکہ وہ جگہ بنانے کے ہنر اور صلاحیتوں سے مالا مال تھی' ہر جگہ ہر مشکل میں پہلے وہ عروج کے لیے جگہ بناتی تھی اور عروج سوچا کرتی کہ آخر مریم کو یہ یقین کیوں ہے کہ وہ مجھے اپنی جگہ دے گی اور اپنے لیے پھر سے جگہ بنالے گی' یہ اتنا کامل یقین جو اسے اپنی ذات پر ہے وہ مجھے حاصل کیوں نہیں ہے۔

❁ ❁ ❁

''مریم اٹھ جاؤ دن چڑھ آیا ہے۔'' نسرین نے مریم کو دھیرے دھیرے پکار کر اٹھانا چاہا مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی وہ یونہی بے سدھ لیٹی رہی۔

''بیٹا اٹھ کر نماز پڑھ لو پھر دوبارہ سو جانا۔'' نسرین نے مریم کے پہلو میں جگہ بنائی اور بہت

رابعہ مبارک

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب لوگ؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ آپ بھی سوچ رہی ہوں گی یہ کون آ گئی غیر نہیں ہوں آنچل کی سویٹ سی قاری ہوں۔ ماہدولت کو رابعہ مبارک کہتے ہیں میں میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں' ہم لوگ سات بہن بھائی ہیں۔ گھر میں جب بھی کوئی کام خراب ہوتا ہے سب کے لبوں پر میرا نام ہوتا ہے وہ کیا کہتے ہیں نا ''بدسے بدنام بُرا'' گھر میں سب پیار سے رابی کہتے ہیں۔ اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف۔ مجھے کھانے کا بہت شوق ہے ویسے تو سب کچھ کھالیتی ہوں (تھوڑا سا نخرا کرکے) مگر بھنڈی' چاول' کڑھی اور ساگ بہت زیادہ پسند ہیں۔ رائٹرز میں سے ویسے تو سب ہی اچھا لکھتی ہیں مگر نازیہ کنول نازی' اقرا صغیر' سمیرا شریف طور اور ام مریم پسند ہیں۔ ناول جو سب سے زیادہ پسند ہے وہ شازیہ چوہدری (مرحومہ) کا ''ہاں تم مجھے قبول ہو'' جو ایک بار شعاع ڈائجسٹ میں آیا تھا' بہت زیادہ پسند ہے۔ شاعروں میں پروین شاکر' محسن نقوی' وصی شاہ اور احمد فراز کی شاعری اچھی لگتی ہے۔ نیوز کاسٹرز میں پی ٹی وی کے یاسر رحمان' حمیرا رانا' رضوان رونقی اور وردہ شجاع اچھے لگتے ہیں۔ اداکاروں میں کمی خان' ارم اختر' سید جبران' صبا قمر' آغا علی' سائرہ خان' کنور آفتاب پسند ہیں۔ سیل اینکرز میں سے توقیق حیدر اور فی میل میں سے فرح سعدیہ پسند ہیں۔ الف ایم سنی ہوں مگر زیادہ نہیں بھی کبھی۔ سنگرز میں سجاد علی' علی عباس اور سائرہ رضا پسند ہیں لباس میں شلوار قمیص' سادگی فراک' شرارہ پسند ہے۔ اب آتے ہیں اچھائیوں اور برائیوں کی طرف' برائی کی بات کی جائے تو ہر ایک برائی ہی کرتا ہے اچھائی تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ غصہ بہت زیادہ کرتی ہوں' جلد اعتبار کرلیتی ہوں' کام کرتی ہوں مگر سلو۔ دوستیں بہت ہیں' اسکول لائف میں یاسمین' اکبریا' سمین سلیم' شاہ یقین اور ماریہ محمود اور کزنز میں فرح اور فضیلہ۔ میری اپنی بڑی بہن عالیہ سے بہت زیادہ بنتی ہے دوسروں سے زیادہ تر لڑائی ہوتی رہتی ہے وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں اور اب ان کے میاں صاحب یعنی بھائی رضوان تک نیم چاند وہ بھی بہت پیار کرتے ہیں۔ موسموں میں گرمیوں کے علاوہ سب پسند ہیں اور آخر میں سب قاری بہنوں کے لیے بہت ہی دعا' مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' میرے لیے اچھے نمبروں کی ضرور دعا کیجیے گا۔ خدا حافظ۔

رسان سے اس کا چہرہ تھپتھپا کر کہا۔ مریم کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تو اس نے نیم وا آنکھوں سے نسرین کو دیکھا اور پھر پٹ سے پوری آنکھیں کھول کر اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا اور ہونٹوں سے لگالیا' مریم اک نرم سی مسکان لبوں پر سجائے انہیں دیکھے جارہی تھی۔

مریم نے اٹھ کر وضو کرکے نماز پڑھی پھر نسرین کے ساتھ کچن میں ناشتا بنوانے لگی وہ دونوں باتیں بھی کررہی تھیں اور کام بھی۔ وہ دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں اور بہت سارا وقت ساتھ گزارتی تھیں۔ اب تو مریم بالکل فری تھی اسی لیے وہ ہروقت نسرین کے ساتھ ہی لگی رہتی' آج مریم نے عروج کو دوپہر کے کھانے پر بلایا تھا۔ مریم بے تحاشا خوش تھی اور نسرین کے ساتھ مل کر ابھی سے مینو ترتیب دے رہی تھی' کچھ دیر بعد عروج اپنی امی اور بہن کے ساتھ ان کے گھر پہنچ گئی تھی۔

نسرین اور مریم نے ان کا والہانہ استقبال کیا' امی کو ان کے پاس بٹھا کر وہ خود انتظام میں لگ گئی بھی اس نے عروج کو سیل فون کان سے لگائے تیزی سے باہر نکلتے دیکھا' مریم نے ابرو اچکا کر اشارے سے پوچھا کہ کس کا فون ہے مگر عروج اس کو کوئی بھی جواب دیے بنا ہی برآمدہ عبور کرکے ڈیوڑھی میں چلی گئی۔ مریم عروج کی امی اور بہن کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی' باتوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوچکا تھا پھر چٹائی بچھائی گئی' کھانا بھی لگا دیا گیا مگر عروج تاحال فون میں مگن تھی مریم کو عجیب شرمندگی کا احساس ہورہا تھا جبکہ وہ قصوروار بھی نہیں تھی۔

''کون ہے عروج!'' مریم نے سب کی نظر بچا کر عروج کو جالیا اور اس کے بازو کو جھٹکا دیا' عروج ذرا سا اس کی طرف متوجہ ہوئی پھر باتوں میں مگن ہوگئی۔

''شہزاد ہے کیا؟'' مریم نے پوچھا کیونکہ شہزاد نامی لڑکے سے عروج کی ٹیلی فونک دوستی تھی۔ مریم نے اسے ٹوکا بار بار اپنی طرف متوجہ کیا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تب مریم نے سیل جھپٹ لیا۔

''کیا ہے مریم! اتنی اچھی گپ شپ ہورہی تھی احمد سے۔'' عروج بسوری اور ٹھنک کر کہا۔

''یار کھانا لگ چکا ہے اچھا نہیں لگتا ہماری مائیں کیا سوچیں گی۔''

''یار وہ اتنا اچھا بولتا ہے نا کہ بس جی چاہے سنتے رہیں اور...... اور اتنا دلکش ہنستا ہے کہ دل خوش ہوجاتا ہے۔'' وہ ابھی تک احمد کی مسحور کن آواز کے زیروبم میں الجھی ہوئی تھی۔

''نیا شکار ہے کیا؟'' مریم نے تمسخر اڑایا۔

''یار اب کے اسیر میں خود ہوئی ہوں اور لگتا ہے کہ اس اسیری سے رہائی ممکن نہیں ہوسکے گی۔'' عروج کھوئی کھوئی سی بولی مگر مریم نے کان نہیں دھرا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔

''تم بھی بہت بور ہو مریم! زندگی میں جوانی بس ایک ہی بار آتی ہے انجوائے کروانا تو یہی موٹو ہے۔'' عروج نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر شرارت سے بولی اور بے باکی سے آنکھ ماری' مریم جھینپ گئی تو عروج کھلکھلا اٹھی۔ کھانا بہت مزے کا تھا عروج کی امی مسلسل مریم کی تعریف میں رطب اللسان تھیں جبکہ عروج نجانے کیوں سب سے کٹ گئی تھی علیحدہ اور الگ سی۔

''مریم کو اپنی جگہ بنانا آتی ہے اور مریم چھا جانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔'' عروج نے سوچا اور ایک انجانا سا درد اس کے دل میں ہلکورے لینے لگا۔

❁......❁......❁

مریم نے فراغت اور بوریت سے بچنے کے لیے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کردیا تھا کبھی کبھی وہ عروج کے گھر چلی جاتی اور کبھی عروج اس کے گھر آجاتی تھی وقت اچھا گزر رہا تھا کہ انہی دنوں اکثر عروج نے مریم کا سیل فون منگوانا شروع کردیا' کبھی اس کا بھائی کہتا کہ عروج آپی کا سیل فون خراب ہے

بھی کہتا آپی کے فون کی بیٹری چارج نہیں ہے مریم سیل فون عروج کو بھجوادیتی تھی' کبھی کبھی تو دو دو دن تک مریم کا سیل عروج کے ہی پاس رہتا تھا۔

اس دن بہت تیز بارش ہورہی تھی۔ مریم کچن میں پکوڑے بنانے چلی گئی نسرین چارپائیاں صحن سے اٹھا کر برآمدے میں کھڑی کررہی تھی تبھی مریم کی سیل فون پر مدھری سی گھنٹی بجی' نسرین کو بوچھاڑ نے اچھا خاصا بھگو ڈالا تھا فون بند ہوچکا تھا۔ نسرین برآمدے میں آئیں تو فون کی گھنٹی پھر بجی تھی۔

''امی جی ذرا دیکھیے گا کس کا فون ہے؟'' مریم نے کچن سے ہی ہانک لگائی وہ پکوڑوں کا آمیزہ بنانے میں مصروف تھی۔ نسرین نے کال پک کی کوئی لڑکا تھا اور مریم سے بات کرنا چاہتا تھا۔

''کوئی عباس نامی لڑکا ہے تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔'' نسرین نے کچن کی دہلیز میں رک کر کہا' سیل فون ان کے ہاتھ میں لرز رہا تھا' ماں تھیں بیٹی پر جتنا بھی اعتماد تھا پھر بھی دل اندیشوں کی زد میں تھا۔

''امی جی! آپ بھی کمال کرتی ہیں میں کسی لڑکے کو نہیں جانتی۔'' اور سیل فون پکڑ کر کان سے لگالیا۔

''جی میں مریم بات کررہی ہوں' بھیا آپ کون؟'' وہ قدرے نروس ہوگئی تھی۔

''ہاں جیسے تم تو مجھے جانتی ہی نہیں ہو' پچھلے دو ماہ سے میرے ناک میں دم کر رکھا ہے۔'' وہ ترخ کر بولا وہ جو کوئی بھی تھا شدید طیش اور اشتعال میں تھا۔

''میں نے...... میں تو آپ کو جانتی بھی نہیں ہوں۔'' مریم سہم گئی کہ آخر یہ کون ہے۔

''ہاں تم مجھے میسج کرتی ہو' میں آفس میں ہوتا ہوں کام کے دوران کوفت ہوتی ہے کتنا تمہیں سمجھایا مگر تم بہت بے شرم اور ڈھیٹ لڑکی ہو۔'' وہ زہرخند بولتا سانپ کی طرح پھنکار رہا تھا۔

''بکواس بند کریں تمیز سے بات کریں۔'' مریم کا ازلی اعتماد عود کر آیا اور وہ بھی مقابل کو بے نقط سنا گئی جب وہ مجرم ہی نہیں تو وہ اس کی اول فول کیوں سنے۔ مریم نے اسے کافی باتیں سنا کر فون بند کردیا مگر وہ ذہنی طور پر پریشان ہوگئی تھی کہ آخر یہ کیا معمہ ہے۔

''امی! آپ کو اپنی بیٹی پر اعتماد نہیں ہے۔'' مریم نے آگے بڑھ کر نسرین کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ان کو متوجہ کیا۔

''بیٹا ایسی بات نہیں ہے بس کسی اجنبی کا یوں دھڑلے سے تمہارا نام لینا مجھے خوف میں جتلا کر گیا۔'' نسرین ابھی بھی سراسیمگی کی حالت میں ہی تھیں۔

''مگر امی مجھے تو پتا بھی نہیں کہ وہ لڑکا کون ہے؟'' مریم کا ذہن اس نقطے پر اٹک گیا تھا۔

''وہ اتنی دیدہ دلیری سے تمہارا نام لے رہا تھا آخر وہ تمہارا نام کیسے جانتا ہے؟'' وہ بار بار الجھتی جارہی تھیں۔

''امی مجھے کیا پتا۔'' مریم کوفت زدہ ہوکر جھنجلا کر بولی تو نسرین صرف اسے دیکھ کر رہ گئیں' مریم دھواں دھواں چہرہ لیے کڑاہی میں گھی ڈالنے لگی وہ اتنے سہانے موسم میں کتنی خوش تھی کچھ لمحے پہلے مگر اب اس کی رنگت متغیر ہوکر رہ گئی تھی۔ نسرین بھی اپنی جگہ پریشان تھیں' مریم نے نسرین کی شکستہ چال کو دیکھا تو خوامخواہ خفت زدہ ہوکر رہ گئی۔

ٹھیک پانچ دن بعد اس لڑکے کی پھر کال آئی تھی نسرین سبزی لینے گئی ہوئی تھیں' مریم اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھا رہی تھی کہ اس کی کال آئی اور پھر مسلسل کال آتی رہی مگر مریم کال پک نہیں کررہی تھی پھر مریم نے اکتا کر کال پک کی اس کے اندر بہت دن سے طیش ابال کھا رہا تھا وہ اپنی تمام بھڑاس نکال لینا چاہتی تھی غصے سے اس کی حالت غیر ہورہی تھی اس کا نازک بدن تھرتھرا رہا تھا۔

''السلام علیکم! میں بہت شرمندہ ہوں اس دن

لہجہ میں معافی کا طلب گار تھا مریم خفگی وہ تو اس کی طبیعت صاف کرنے کے لیے الفاظ ترتیب دے رہی تھی کہ آگے سے اتنا ٹھنڈا انداز دیکھ کر چپ سادھ لی وہ کچھ دیر مریم کے بولنے کا منتظر رہا پھر خود ہی دوبارہ بولا۔

''دراصل وہ کوئی اور ہے جو آپ کا نمبر آپ کے نام کے ساتھ ''انجوائے منٹ'' کے لیے استعمال کررہی ہے آپ کی سادگی اور معصومیت سے فائدہ اٹھا رہی ہے اس لیے پلیز خیال رکھیے گا۔'' وہ پھر اپنی نرم گمبھیر آواز میں بولا۔ مریم اس کی بات سن کر چکرا کر رہ گئی اس کے دماغ میں دھماکے سے ہورہے تھے۔

''ایسا کون کرسکتا ہے۔'' وہ بے دھیانی میں کہہ گئی۔

''یہ پتا کرنا آپ کا کام ہے بہرحال میں نے اس کی آواز اور آپ کی آواز لہجہ اور گفتگو سے اندازہ لگالیا ہے کہ وہ شعلہ ہے تو آپ شبنم' وہ مکار ہے تو آپ معصوم' وہ شاطر اور چالباز ہے تو آپ سادہ......'' مریم نے اکتا کر فون بند کردیا۔

بہت وقت گزر گیا مریم جان گئی تھی کہ اس کو دھوکا فریب دینے والی کوئی اور نہیں بلکہ عروج ہے اس کا اعتماد ختم ہوگیا۔ اسے بہت دکھ تھا اس نے نسرین کو بھی بتایا تھا' مریم عروج سے لڑنا جھگڑنا چاہتی تھی اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ آخر اس نے یہ فراڈ یہ چالبازی کیوں کی مگر وہ ایک صابر اور اعلیٰ ظرف ماں کی بیٹی تھی' نسرین نے اسے روک دیا کہ وہ عروج کو کچھ بھی نہ جتائے' اس نے نسرین کے منع کرنے پر بجھے دل سے اک جامد چپ سادھ لی۔

مریم کے لیے ایک عباس نامی انجینئر کا رشتہ آیا تو نسرین نے خدا کا شکر ادا کیا' مریم کی شادی ہوگئی عباس بہت محبت کرنے والا شوہر تھا گھر میں خوشحالی کا وقت سارے واقعات پر گرد ڈالتا گیا مریم اپنی زندگی میں مگن ہوکر سب بھول گئی مگر اکثر ایک خلش اسے مضطرب کردیتی کہ آخر عروج نے مریم کی شخصیت کو داغ دار کرنے کی کوشش کیوں کی۔

مریم عباس کے ساتھ اپنی امی کے گھر آئی تھی کہ اچانک عروج مریم سے ملنے چلی آئی' عروج کو دیکھ کر مریم بھونچکی رہ گئی' سیاہی مائل رنگت آنکھوں کے گرد حلقے اس کی زبوں حالی کا قصہ سنا رہے تھے۔

مریم عروج کو عباس کے پاس بٹھا کر خود چائے کا کہنے چلی گئی۔

''جو کسی کے ساتھ بُرا کرتا ہے نا عروج اس کا حال تمہارے جیسا ہی ہوتا ہے تم نے مریم کے ساتھ چال چلی اور خود وقت کی چال کا نشانہ بن گئیں۔ کبھی کسی کے دل میں جگہ نہیں بنا سکتیں۔'' عباس تلخ لہجے میں بولا تو چائے لاتی مریم کے قدم سست پڑ گئے کہ

''کیا عباس عروج کو جانتے ہیں؟''

''میں ہی وہ عباس ہوں' جس پر تم مرتی تھیں مگر میں بدبخت نہیں تھا جو سونا چھوڑ کر خاک میں ہاتھ ڈالتا' مریم نے اپنے کردار کی مضبوطی اور معصومیت سے مجھے جیت لیا۔ وہ عظیم ہے وہ قابل فخر ہے اور میں خوش بخت ہوں کہ وہ میری ہے۔'' عباس کا محبت سے مخمور لہجہ جہاں عروج کو حیرتوں کے ساتھ ذلت کی دلدل میں دھکیل رہا تھا وہیں مریم کا سر فخر سے بلند کررہا تھا۔

''مریم کی جگہ خدا بناتا ہے کیونکہ مریم مخلوق خدا کے لیے جگہ چھوڑتی ہے۔'' بات عروج کی سمجھ میں تب آئی جب وقت گزر گیا تھا اب صرف پچھتاوے تھے۔

❁

روشنی کی پیامبر

سمیرا غزل صدیقی

جب یار نے رختِ سفر باندھا' کیا ضبط کا یارا اس دن تھا
ہر درد نے دل کو سہلایا' کیا حال ہمارا اس دن تھا
جب خواب ہوئیں اس کی آنکھیں' جب دھند ہوا اس کا چہرہ
ہر اشک ستارہ اس شب تھا' ہر زخم انگارہ اس دن تھا

پورا آسمان اس وقت گہرے سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا' طوفانی ہوائیں اور بجلی کی کڑک اس ویران سناٹے میں اس کا دل چیرنے کے لیے کافی تھیں۔ گھر لوٹتے وقت اس کی بائیک خراب ہوگئی تھی اس گنجان آباد علاقے میں اسے دور دور تک کوئی مکینک بھی نظر نہیں آرہا تھا سو اس نے پیدل ہی سفر شروع کردیا مگر اچانک چھا جانے والی کالی گھٹا اور پھر طوفانی ہواؤں نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کردالے' خود کو محفوظ رکھنے کی خاطر اس نے ایک ٹوٹے پھوٹے مکان کے سائے میں پناہ تلاش کی جہاں وافر مقدار میں جھاڑیاں اور کانٹے موجود تھے اور اس پر رات کی ہولناکیاں۔ ابھی وہ بارش کے رکنے کا انتظار ہی کررہا تھا کہ یکلخت اسے اپنے جسم پر کچھ رینگنے کا احساس ہوا' بجلی کی تیز چمک پر اس نے اپنے پاؤں سے چمٹا سانپ دیکھا تو مارے دہشت کے اس کی چیخ حلق میں ہی گھٹ کے رہ گئی۔ اسے لگا کہ بہت سارے سپولے اس کی جانب بڑھ رہے ہیں' مارے خوف کے اس نے بارش کی پروا کیے بغیر اندھا دھند بھاگنا شروع کردیا اور اس پل صرف جان کی حفاظت کا خیال اس پر حاوی تھا نا اسے پاس کھڑی بائیک کا خیال تھا جو اس نے نجانے کتنی مشکلوں سے خریدی تھی۔ خنکی کے باوجود اس کا پور پور پسینے سے شرابور ہورہا تھا اس سے پہلے کہ وہ مزید بھاگتا اس کا سر کسی زوردار چیز سے ٹکرایا اور پھر ایک زوردار چیخ ہوا میں معلق ہوئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

''یا اللہ یہ کیسا بھیانک خواب تھا؟'' اس نے خود کلامی کرتے ہوئے پسینے سے شرابور اپنے وجود کو چھو کر دیکھا اور لائٹ آن کردی۔ اس کا دل ابھی بھی خوف سے لرز رہا تھا' بے ساختہ اس نے پاس سوئے وجود کو جھنجوڑ کے اٹھانا چاہا مگر وہاں کسی کو نہ پاکر ایک ٹیس سی اس کے دل سے اٹھی تھی زمشاء کو گئے آج پورے تین دن ہوچکے تھے اور ان تین دنوں میں وہ ایک رات بھی سکون سے نہ سو پایا تھا۔

''تو کیا میرے ساتھ......؟'' اس سے آگے کی سوچ ہی اس کے لیے سوہانِ روح تھی باہر سے فجر کی اذان کی آواز آرہی تھی اس نے وقت دیکھا چھ بج رہے تھے گوکہ اس نے زندگی میں کبھی فجر کی نماز نہیں پڑھی تھی رمشا اکثر اسے تاکید کرتی تھی۔

''نیند سے بہتر نماز ہے' نماز پڑھ کے سو جایئے گا اٹھ جائیں پلیز۔'' مگر اس پر رتی برابر اثر نہ ہوتا اور آج جب وہ نہیں تھی تو اس کی باتیں اس کی یادیں اسے چین سے جینے نہیں دے رہی تھیں۔ اس نے ایک گہرا سانس خارج کیا اور وضو کرنے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

رمشا اور جمال کی پرسکون ازدواجی زندگی میں تلخی کا پہلا کنکر اس وقت گرا جب ننھا ازہان ان کی زندگی میں خوشیاں بکھیرنے آیا۔

''اب تو ہماری فیملی بڑھ گئی ہے اخراجات بھی بڑھ جائیں گے' لگتا ہے کمیشن بڑھانا پڑے گا۔'' جمال نے چہکتے

سے رمشا کے کان میں سرگوشی کی اور اس کا گورا دودھیا سے
چمکتا چہرہ پل بھر میں تاریک ہوگیا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ میں نے آپ کو سمجھایا تھا نہ کہ یہ سب حرام ہے آپ کی جتنی تنخواہ ہے میں اس میں قناعت پسندی سے گزارہ کرلوں گی پھر بھی آپ......"

"تم تو گزارہ کرلو گی لیکن میرا بیٹا وہ کیسے کرے گا میں نہیں چاہتا کہ اسے زندگی میں کسی چیز کی کمی ہو اور پھر اس مہنگائی کے دور میں کسی کا کام کرکے چند پیسے لے لینا کوئی گناہ نہیں سب ہی کرتے ہیں بھلا اس میں کیا قباحت ہے۔" جمال کا اطمینان قابل دید تھا۔

"فرق پڑتا ہے ضرور پڑتا ہے ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں پھر کیسے میں خود کو اور اپنے بیٹے کو حرام کھلاؤں کیسے حرام کی کمائی سے اس کی پرورش کروں بولیں آپ لاکھوں روپے کمالیں مگر اگر آپ نے سو روپے بھی رشوت لے لی تو آپ کی ساری کمائی حرام کی ہوجائے گی ساری محنت اکارت جائے گی۔ دیکھیں آپ نے مجھ سے کہا تھا نہ کہ آپ ایسا نہیں کریں گے پھر اب کیوں مکر رہے ہیں۔" سدا کی سلجھی ہوئی رمشا اس وقت بے حد جذباتی ہورہی تھی اس کی صحت و طبیعت کی غرض سے فی الحال جمال نے موضوع بدلنے میں ہی عافیت جانی۔

"ٹھیک ہے نہیں مکر رہا میں تم آرام کرو پلیز۔" اس کا گال تھپتھپا کے وہ باہر چلا گیا تھا مگر رمشا سوچوں کے بھنور میں الجھ کے رہ گئی تھی۔

اس کا تعلق ایک متوسط اور قناعت پسند گھرانے سے تھا اس کے والدین نے اسے ہر صحیح و غلط کا شعور دیا تھا کچھ تعلیم کا اور کچھ اس کی فطرت کا بھی اس میں عمل دخل تھا کہ وہ ہمیشہ صراط مستقیم پر عمل کرتی تھی۔ جب وہ جمال کے سنگ رخصت ہوکے اس کے گھر آئی تو اس پر جمال کی شخصیت کی کچھ برائیاں بھی آشکار ہوئیں جو کہ اس کی نظر میں برائی و گناہ تھیں جمال ایک سرکاری ملازم تھا وہ اکثر کمیشن کے طور پر رشوت لیتا تھا۔ جمال کی ایک اچھی عادت یہ تھی کہ وہ جو بھی کرتا رمشا کو ضرور بتاتا ایسے میں رمشا نے اسے بارہا سمجھایا تھا لیکن وہ یہ کہہ کے نہایت ایمان داری سے اپنا فرض پورا کرے۔ رمشا کا خیال تھا کہ وہ دھیرے دھیرے جمال کی یہ عادت ضرور ختم کروا دے گی اور ہوا بھی کچھ یوں ہی جب اس نے جمال سے اس بارے میں بات کی تو وہ مان بھی گیا اور یوں ان کی زندگی صبر و شکر سے بسر ہونے لگی مگر جمال کے آج کے کہے جملوں نے اس کے ذہن کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا یوں کہ ایک انہونی کا احساس اسے جینے نہ دے رہا تھا۔ اس نے کاٹ میں لیٹے ننھے ازہان کو پیار کیا اور دھیرے سے جمال کی ہدایت کے لیے بڑی شدت سے دعا کی۔

❁.....❁.....❁

وقت سبک رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا رمشاء کو جمال کی ذات سے جو خدشہ لاحق تھا وہ فی الفور ختم ہوگیا تھا۔ جمال نے اس دن کے بعد اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی تھی ازہان اب اسکول جانے لگا تھا کچھ رمشاء کی ذمہ داریاں بھی ازہان کی بدولت کافی بڑھ گئی تھیں کہ اسے فرصت ہی میسر نہیں آئی تھی کہ وہ پرانی باتیں سوچتی اس کے نزدیک یہی خیال بڑا راحت آمیز تھا کہ جمال وہ کام چھوڑ چکا ہے جو اسے گمراہی کی دلدل میں دھکیل دیتا۔ اس دن رمشاء کو ازہان کے کپڑے وغیرہ خریدنے کی غرض سے مارکیٹ جانا تھا سردیوں کی آمد آمد تھی اس لیے اس نے پہلے ہی کچھ پیسے جوڑ کے رکھے تھے تاکہ ازہان کے لیے گرم کپڑے وغیرہ خرید سکے یوں بھی اب وہ بڑا ہورہا تھا اور پرانے کپڑے اسے تنگ ہونے لگے تھے سو وہ جمال کے ہمراہ ازہان کو لیے مارکیٹ چلی آئی جہاں موجود مختلف قسم کے کھلونوں کی طرف ازہان لپک رہا تھا اپنی معصوم توتلی زبان میں وہ ایک بڑی سی کار کی جانب اشارہ کررہا تھا کہ اسے وہ چاہیے اور جب جمال نے اس کی قیمت پوچھی تو پندرہ سو روپے سن کے ہی رمشاء نے ہاتھ کھینچ لیے اب وہ مختلف بہانوں سے ازہان کو بہلا رہی تھی۔ جمال اپنی پوری تنخواہ رمشاء کے ہاتھ میں لاتھماتا تھا اور اسے اسی میں سارا خرچہ پورا کرنا ہوتا تھا سو بڑھتی مہنگائی و اخراجات کے سبب وہ ہمیشہ سے ہی قناعت پسندی کو ترجیح دیتی تھی جب کہ جمال کو اس کی یہی عادت پسند نہیں تھی اب

ہی وہ ازہان کو بہلانے میں کامیاب ہوئی تھی کہ بچے تو ہوتے ہی کچی مٹی کی مانند ہیں انہیں جس سانچے میں بھی ڈھالو ڈھل جاتے ہیں جواباً جمال نے جس سرد مہری سے رمشاء کی جانب دیکھا تھا وہ کٹ کے رہ گئی تھی اس کا دل کسی انہونی کے ڈر سے ہولے ہولے لرز رہا تھا اور ہوا بھی کچھ یوں ہی تھا گھر آتے ہی جمال اس پر پھٹ پڑا تھا۔

"آخر کیا چاہتی ہو تم کہ میں اپنے بیٹے کی چھوٹی سے چھوٹی خواہش بھی پوری نہ کروں بولو دیکھا تھا نہ تم نے کہ وہ کس طرح اس کار کے نہ ملنے پر افسردہ ہورہا تھا۔"

"جمال پلیز...... آہستہ بولیں بچے تو ایسے ہی کرتے ہیں لیکن ضروری تو نہیں کہ ہم ان کی ہر خواہش کو منہ سے نکلتے ہی پورا کردیں۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ وہ کار کتنی مہنگی تھی۔" رمشاء نے اسے سمجھانا چاہا۔

"کیوں پوری نہ کروں جب کہ میں کرسکتا ہوں میرے ساتھ کام کرنے والے تمام لوگ کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہیں اور ایک تم ہو کہ مجھے آگے بڑھنے نہیں دیتیں آخر کیوں خلاف ہو تم کمیشن کے؟" جمال پر تی برابر اثر نہ ہوا تھا۔

"کریں پوری ضرور کریں مگر اپنی تنخواہ سے انسان کو ہمیشہ چادر دیکھ کے پیر پھیلانے چاہئیں نہ کہ رشوت سے۔" اب کے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے اعتماد سے بولی تھی۔

"زیادہ نیک مت بنو یہ کوئی گناہ نہیں ہے ہزار بار سمجھا چکا ہوں تمہیں آئی سمجھ نہیں تو تم گھر چلالو۔" اب کے وہ نہایت غصے سے کہتے ہوئے پاس پڑے اسٹول کو پاؤں سے ٹھوکر مار کے باہر چلا گیا تھا جبکہ رمشاء وہیں پاس پڑے تخت پر ڈھے سی گئی تھی۔

❁.....❁.....❁
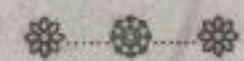
اگلے روز جمال کی واپسی رات گئے تک ہوئی تھی جب کہ عموماً وہ سر شام ہی لوٹ آتا تھا رمشاء کو اس کا انتظار کرتے کافی دیر ہوگئی تھی۔ ازہان بھی اتفاقاً جاگ رہا تھا ورنہ وہ جلدی ہی سو جاتا تھا۔ جمال لوٹا تو وہ حیرت سے گنگ رہ گئی تھی اس کے ہاتھ میں وہی کار تھی جیسی کل ازہان لینے کی ضد کررہا تھا۔

"میرا پیارا بیٹا! یہ دیکھو بابا تمہارے لیے کیا لائے ہیں۔" اس نے ازہان کو پیار کرکے اس کے ہاتھ میں کار تھمائی تھی اور ازہان خوشی سے اس سے لپٹ گیا تھا۔

"پاپا اچھے...... بابا اچھے......" اس کے معصوم لبوں پر یہی گردان تھی۔ رمشاء اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کچن میں کھانا گرم کرنے کے لیے چلی گئی یہ کل کی تلخ کلامی کا ہی اثر تھا کہ از خود جمال نے اسے ابھی تک مخاطب نہیں کیا تھا اور جب کھانا گرم کرکے وہ جمال کو کمرے میں بلانے آئی تو وہ اسے دیکھ کے ٹھٹک گیا' کچھ تھا جسے وہ چھپانا چاہ رہا تھا' رمشاء کی زیرک نگاہوں نے پل بھر میں جانچ لیا تھا۔

"یہ کیا ہے جمال! بولیں کیا ہے یہ سب؟" اگلے ہی پل اس نے جھٹ سے اس کے ہاتھوں سے سفید لفافہ چھینا تھا جسے وہ الماری میں چھپانے کی کوشش کررہا تھا' ہزار ہزار کے کئی نوٹ لفافے سے گر کے اپنی بے بسی پر ماتم کناں تھے۔

"اپنے کام سے کام رکھو پلیز ایک آدمی کو فائل پر سائن کروانے تھے اسی سے لیے ہیں۔" اس کے آس پاس جمال نے کوئی بم چھوڑا تھا۔

"کیا کہا آپ نے...... رشوت لی ہے وہ بھی اتنی ساری' جمال آپ کیوں کررہے ہیں ایسا ہمارا گزارہ ہو تو جاتا ہے۔" نم لہجے میں اس نے بے بسی سے کہا تھا۔

"رمشاء! بس کردو پلیز کیا خاک گزارہ ہوجاتا ہے اخراجات اتنے ہیں کیا مجھے نظر نہیں آتا کہ تم اپنی ہر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کو نظر انداز کرتی ہو اس قناعت پسندی کے لیبل کو ہٹا کے دیکھو پلیز تم۔" جمال نے اسے زیر کرنا چاہا۔

"صحیح کہہ رہے ہیں آپ مگر اب میں آپ کو کچھ نہیں سمجھاؤں گی میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں نہ خود حرام کھاؤں گی نہ اپنے بچے کی پرورش حرام کی کمائی یا رشوت سے کروں گی۔ آپ کی جو مرضی کریں ہاں اللہ سے آپ کی ہدایت کی دعا ضرور کروں گی۔" نم لہجے میں کہتی وہ بیگ میں اپنے اور ازہان کے کپڑے بھرنے لگی تھی ایک فیصلہ تھا جو اس نے ناقابل کیا تھا۔

"یہ کیا کررہی ہو تم؟" اس کے ہاتھ سے جمال نے بیگ چھیننا چاہا تھا جسے رمشاء نے بے دردی سے جھٹک دیا تھا۔

"جارہی ہوں اپنی امی کے گھر اب میں یہ سب نہیں دیکھ سکتی۔" اٹل لہجے میں کہتی وہ رکی نہیں تھی جمال کی منت سماجت اس پر ذرا بھی اثر انداز نہیں ہوئی تھی اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے آشیاں کو چھوڑ کے جاچکی تھی فرش پر بکھرے نوٹ اور وہ سفید لفافہ جمال کا منہ چڑا رہے تھے اور وہ شکست خوردہ حال میں بیٹھا اپنی بے بسی پر ماتم کناں تھا جو بھی تھا جیسا تھا بہر حال عزیز از جان بیٹے اور بیوی سے دوری اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

❀ .... ❀ .... ❀

"اور تو اس دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھے گا اور ان کے کرتے قطران (چیڑ کے درخت کے تیل) کے ہوں گے اور ان کے چہروں پر آگ لپٹی ہوگی (اور یہ ساری تکلیفیں کیوں ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کیے کی سزا دے بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔" (ابراہیم ۔ ۷)

"گناہ صرف کفر یا شرک نہیں، گناہ تو یہ بھی ہے کہ آپ دوسروں پر عیب نہ لگائیں غیبت نہ کریں بخل نہ کریں، حقوق العباد پورے کریں، بیویوں کے اولاد کے ماں باپ کے اپنی کمائی کو اپنے رزق کو حلال رکھیں، رشوت نہ لیں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں اور اس گناہ کے نت دور میں سود سے رشوت سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دور رکھیں ان کی پرورش رزق حلال سے کریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ۔

"جو شخص حق تعالیٰ شانہ سے تھوڑی روزی پر راضی رہے حق تعالیٰ شانہ بھی اس کی طرف سے تھوڑے عمل پر راضی ہوجاتے ہیں۔"

"تو میرے پیارے بھائیوں ہمیں بھی رب کے دیئے ہوئے پر راضی رہنا چاہیے تاکہ ناجائز کاموں میں لگ کے اپنے اعمال کو برباد کرلینا چاہیے۔" وہ جب سے مسجد سے لوٹا تھا امام صاحب کے لفظوں کی بازگشت اس کی روح کو چھلنی کررہی تھی کچھ خود احتسابی کا بھی اثر تھا کہ آج اسے اپنے عیب اپنی برائیاں صاف نظر آرہی تھیں۔ رمشاء کو گئے آج پورے چار دن ہوگئے تھے اور ان چار دنوں میں اپنے اعمال اپنے سلوک اپنے لفظوں پر اس نے بارہا غور کیا تھا اور ہر بار اسے غلطی خود کی ہی نظر آئی تھی۔ کیا تھا کہ اگر وہ اسے روک لیتا واقعی شیطانی عمل میں لگ کے اس نے اپنے گھر کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا تھا۔ آخر کو وہ بھی تو مسلمان تھا اور رمشاء صحیح ہی کہتی تھی۔

"مجھے محنت کرکے ہی متبادل آمدنی کے ذرائع تلاش کرنے چاہئیں نہ کہ رشوت اور کسی کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھا کے۔" ایک عزم تھا جوش تھا ایک فیصلہ تھا جو اس کے دل نے کیا تھا ہدایت کا در اس کے گمراہ دل پر ابھی ابھی وا ہوا تھا سو وہ سرشار سا مطمئن ہوگیا تھا۔ اسے یقین کامل تھا کہ اللہ نے اسے ہدایت دی ہے تو وہ اس کی مغفرت بھی ضرور کریں گے ابھی تو اسے رمشاء کو بھی منانا تھا۔

❀ .... ❀ .... ❀

"حلال رزق عبادت ہے اور مجھے فخر ہے کہ مجھے رب نے اس عبادت کا شرف بخشا ہے اور تم جیسی نیک بیوی کو میرے نصیب کا چمکتا ستارہ بنایا۔" اس کے ماتھے پر مہر محبت ثبت کرکے نہایت عقیدت سے جمال نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"اور مجھے میری دعاؤں کی قبولیت پر یقین تھا شکر گزار ہوں میں اس رب کی کہ اس نے آپ کو میرا نصیب ٹھہرایا۔" رمشاء نے ہولے سے اپنا اقرار سونپنے کے بعد اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا تھا۔ جمال نے رمشاء کو منالیا اور وہ بھی مان گئی تھی کہ اس کا گھر اس کا آشیاں اسی سے منسوب تھا۔ دونوں روشنی کے پیامبر تھے جس کے سائے میں انہیں ارہان کی پرورش کرنی تھی۔ جمال نے رمشاء کی اجازت سے پارٹ ٹائم جاب بھی شروع کردی تھی اور اپنے گناہوں کے کفارہ کے طور پر اپنی آمدنی کا ایک فیصد حصہ وہ مسکین و ضرورت مندوں پر صرف کرتا تھا کہ جس طرح اس نے پہلے ضرورت مندوں کی بے بسی کا ناجائز فائدہ اٹھایا تھا وہ اس کے ضمیر کو بے چین کیے رکھتا تھا۔ صراط مستقیم کے نور نے اس کے گھر کو اس کے رزق کو برکت سے نواز ڈالا تھا۔

❀

غلطی کا ازالہ

رابعہ شاہین

کسی کی گفتگو اور خامشی میں کھوگئے ہیں
کہ ہم اس لمحۂ موجود ہی میں کھوگئے ہیں
بہت دنوں بعد اتنے زور سے دھڑکا ہے یہ دل
بہت دن بعد اک خوش قامتی میں کھوگئے ہیں

"شاید یہ سمیر ہے...... سمیر رضا!" ثمرہ نے دھیرے سے ضیاد کے کان میں سرگوشی کی تو اس کی نظریں سیاہ سوٹ میں ملبوس دراز سراپا پر اٹک گئیں۔ وہ سمیر ہی تھا۔ وہی شاندار پرسنالٹی منفرد انداز گئے سالوں نے اس کی شخصیت کو مزید سحر انگیز بنادیا تھا۔

"ہیلو...... سمیر!" ضیاد نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا تو ایک دھیمی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ پھر اچانک اس کی آنکھیں شناسائی کے احساس سے چمک اٹھیں۔

"ضی...... ضیاد۔" وہ ضیاد کے شانے سے آن لگا۔

"ابے کڑوے کریلے تو یہاں......؟" بچپن کے دوست سے ملتے ہوئے اس کی ازلی شوخی بیدار ہوگئی۔

"کہاں چلے گئے تھے اچانک ہی بزنس کی کیا سوجھی تمہیں۔"

"بس یار! جن کے نصیب میں صحرا نوردی لکھی ہو وہ یونہی رستے رستے بھٹکتے رہتے ہیں۔" اس کے لہجے میں صدیوں کی اداسی در آئی۔

"جن کے مقدر میں آبلہ پائی رقم ہو صحرا کی خاک چھاننی لکھی ہو ان کی قسمت میں بھلا سکون کہاں؟ وہ کہیں بھی ہوں انہیں سکون قلب میسر نہیں آتا۔" ضیاد نے اس کی ساحر آنکھوں میں جھانکا جہاں مدمقابل کو منجمد کرنے والی اداسی تھی۔

"ہاں میں بظاہر بزنس کرنے کے لیے گیا تھا مگر اس مضطرب دل نے کہیں کا نہ رہنے دیا۔" اس کی گرفت ضیاد کے ہاتھ پر مزید سخت ہوگئی۔

"یار! کوئی بھی تو نہیں ہے۔ کوئی دوست کوئی غم خوار کوئی محرم راز...... ! کوئی بھی تو نہیں ہے۔ جو اس درد کا درماں کرسکے۔ کیسا درد ہے یہ محبت یارا نہ ختم ہونے والا درد۔" وہ ضبط کی کڑی منزلوں سے گزر رہا تھا۔

"میں تھک گیا ہوں ضیاد! چلتے چلتے میرے پاؤں شل ہوگئے ہیں۔ کوئی بھی تو نہیں ہے جو میرے زخموں پر پھایا رکھ سکے۔" وہ روہانسا ہوگیا۔ برسوں بعد بچپن کا دوست ملا تو اندر کے دکھ کو الفاظ مل گئے۔ اس کے روپ نے ضیاد کو الجھا دیا تھا کسی کی رفاقت کی خواہش کررہا تھا سمیر کسی کے دیے ہوئے درد کی بات کررہا تھا۔ تو کیا مونا رضوی اس کا آخری عشق تھا؟ کیا اس کے بعد اس کی زندگی میں اور کوئی نہیں آیا۔

.... ☐☐ ....

"یہ وہی سمیر رضا ہے نا جو مونا رضوی کے عشق میں گوڈے گوڈے غرق تھا؟" ثمرہ ڈنر سے واپسی پر جیولری اتار رہی تھی۔

"ہاں یہ وہی سمیر رضا ہے۔" میرے لبوں سے بھی

جملہ پھسلا تھا۔

"اب تو پہلے سے بھی زیادہ متاثر کن ہوگیا ہے۔ بہت کامیاب بزنس ہے اس کا یورپ سے امریکا اور امریکا سے ایشیا۔ پوری دنیا گھوم چکا ہے۔ برسوں بعد وطن لوٹا ہے۔ مسز غفار بتا رہی تھیں اسی کے اعزاز میں ہی تو انہوں نے آج کا ڈنر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ان کے گہرے کاروباری تعلقات ہیں اور مجھے تو لگتا ہے کہ وہ اسے داماد بنانے کے چکر میں ہیں۔" ضیاد نے چونک کر ثمرہ کی طرف دیکھا۔ "ایک ہی بیٹی ہے ان کی بہت خوب صورت ہے مگر سمیر کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ کتنا شوخ ہوا کرتا تھا نا لاابالی سا اب تو کافی سنجیدہ ہوگیا ہے مگر پھر بھی شخصیت بہت شاندار ہے اس کی۔" ثمرہ جب کبھی کسی پارٹی سے لوٹتی تھی تو ایسے ہی تبصرے کرتی تھی۔ ضیاد کبھی چپ چاپ سن لیتا تو کبھی صرف ہوں ہاں پر اکتفا کرتا مگر سمیر کے بارے میں جو اس نے معلومات دی تھیں بالخصوص مسز غفار والی بات تو قطعی نظر انداز کرنے والی نہیں تھی۔ مسز غفار کی بیٹی سے شادی والی منطق اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ جانے یہ صرف مسز غفار کی خواہش تھی یا سمیر بھی یہی چاہتا تھا......! وہ بکھرا ہوا تھا۔ اس طرح کی صورت حال میں شاید ضیاد کا دماغ اور الجھ گیا۔ وہ سونے کی کوشش کرنے لگا مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

......□□......

سمیر اور وہ بھائیوں جیسے دوست تھے۔ بچپن، لڑکپن اور پھر جوانی کی دہلیز پر دونوں نے اکٹھے ہی قدم رکھے۔ دوست ہونے کے باوجود دونوں کی طبیعتوں میں بڑا تضاد تھا۔ ضیاد دھیمے مزاج کا انسان تھا۔ جب کہ سمیر بے پناہ جذباتی اور لاابالی۔ اس کے باوجود سمیر اور ضیاد میں گاڑھی چھنتی تھی۔ یونیورسٹی میں ان کا دوسرا سمسٹر تھا۔ اس دن وہ بائیو کیمسٹری کی کلاس لے کر نکلے تو کلریکل آفس کے سامنے بے پناہ ہجوم تھا۔ ماسٹرز کے داخلے ہو رہے تھے ہر روز کلریکل آفس کے سامنے پراسپکٹس اور داخلہ فارم خریدنے والوں کا ہجوم دکھائی دیتا۔ اسی ہجوم میں سمیر کی نظر بے بی پنک سوٹ میں ملبوس ایک لڑکی پر پڑی۔

"واہ...... زبردست کیا لڑکی ہے یار!"

"چل چھوڑ اس کو پوائنٹ مس ہوجائے گا۔" ضیاد نے اسے ٹالنا چاہا مگر سمیر نہ مانا۔ ضیاد اس کی بھنورا صفت فطرت سے آگاہ تھا۔ ہر لڑکی اسے دنیا کی سب سے حسین لڑکی دکھائی دیتی۔ جس سے اظہار محبت کرنا اس کا معمول تھا۔ ہر ہفتے وہ ایک نئی لڑکی کے ساتھ گھومتا دکھائی دیتا تھا۔

"یار! دیکھ نا بے چاری کتنی مشکل میں ہے۔ کتنا مسئلہ ہو رہا ہے اسے داخلہ فارم خریدنے میں، چل اس کی مدد کرتے ہیں اور تُو تو جانتا ہے میں کتنا نرم دل ہوں۔ کسی کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا۔" سمیر کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

"جانتا ہوں تیرے دل کو۔" ضیاد نے اسے بازو سے پکڑ کر سامنے کی راہ دکھائی۔

"یار......! یہ آخری لڑکی ہوگی میں قسم کھاتا ہوں دیکھ چل نا میرے ساتھ۔" ہنوز وہی گردان تھی۔

"میم! میں آپ کی کچھ مدد کرسکتا ہوں؟" وہ سیدھا اس مہ جبیں کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"بہت شکریہ میں اپنی مدد آپ کی قائل ہوں۔" وہ اک ادا سے اپنے بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"کیا شانِ بے نیازی ہے...... زبردست کیا کہنے۔" سمیر اس کانچ کی گڑیا کو جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

"آ گیا چین تیری نرم دلی کو؟" ضیاد کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"یار ایسی لڑکی کو ہی تو شیشے میں اتارنے کا مزا ہے۔ وہ جو پکے ہوئے پھل کی طرح جھولی میں آن گرتی ہیں۔ ان کے حصول میں بھلا کیا لطف۔"

"یعنی تو باز نہیں آئے گا۔" ضیاد نے اس کی حالت پر اظہار افسوس کیا۔

"اچھا چل چھوڑ اسے وہ ذرا اسٹاپ والی کی طرف چلتے ہیں آج۔" یونیورسٹی سے واپسی پر اس نے نئی فرمائش کی تو ضیاد کسمسا کر رہ گیا۔

"باز آ جا...... ورنہ میں اس اسٹاپ والی حسینہ کو بتا دوں گا کہ تو اس سے فلرٹ کر رہا ہے۔"

"تو بتا دے اور پھر میں کلاس میں ڈائس پر کھڑا ہو کر صدا لگاؤں گا کہ تو...... کڑوا کر......!" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ضیاد نے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے چل، مگر اپنی زبان تو بند رکھ۔" ضیاد اس نام سے بڑا چڑتا تھا۔ دراصل یہ نام لیب میں پریکٹیکل کے دوران الیکٹرک بیلنس پر باری نہ دینے پر ایک لڑکی نے اس کا رکھ دیا تھا۔ وہ لڑکی تو شاید بھول چکی ہوگی مگر سمیر نہیں بھولا۔ ضیاد کو ڈر رہتا کہ کہیں پوری یونیورسٹی میں ہی یہ اسم شریف اس کی پہچان نہ بن جائے۔ اسٹاپ پر پہنچتے ہی بھیڑ میں سمیر ضیاد سے الگ ہوگیا اور ضیاد کو بخوبی علم تھا کہ آگے کیا ہوا ہوگا۔

......□□......

"ضیاد...... ضیاد اس کا نام معلوم کرلیا ہے میں نے۔ مونا نام ہے اس کا۔ مونا رضوی! سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں ہے۔" ضیاد پریکٹیکل کا سامان اٹھائے لیب کی طرف بڑھ رہا تھا کہ بھاگتے ہوئے سمیر نے اسے جالیا۔

"کون، کس کی بات کر رہا ہے تو؟" ضیاد الجھ گیا۔

"ابے بونگے وہی کلریکل آفس والی۔"

"تو...... تُو نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا؟" ضیاد نے اس کی حالت پہ کفِ افسوس ملا۔

"پیچھا تو آج سے شروع ہوگا۔ بس تُو چل میرے ساتھ، چھوڑ اس پریکٹیکل کو۔" اس نے Flaskes ضیاد کے ہاتھ سے لے کر ٹیبل پر رکھیں اور باہر آ گیا۔ اس کے بعد وہ ہمہ وقت اس لڑکی کے پیچھے رہتا۔ کیفے ٹیریا میں، لائبریری میں، یونیورسٹی لان میں حتیٰ کہ جس پوائنٹ میں وہ آتی جاتی تھی سمیر ضیاد کو لے کر اس میں جا گھستا۔

ان دنوں ضیاد اپنی آپا کی شادی کے سلسلے میں یونیورسٹی سے چھٹیوں پر تھا۔ اس لیے [illegible] اسائنمنٹ کی خود ہی تیار کرنا تھی۔ اس لیے وہ لائبریری کے ایک قدرے پُرسکون گوشے میں آن بیٹھا۔ اسے ایک کتاب کی ضرورت پڑی تو وہ اٹھ کر مطلوبہ کتاب تلاش کرنے لگا۔ وہیں اسے وہ پری پیکر دکھائی دی۔ پنجوں کے بل اچھل کر ایک کتاب کو چھونے کی کوشش کر رہی تھی۔ سمیر نے دھیرے سے آگے بڑھ کر وہ کتاب نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ "یہ فائدہ ہوتا ہے دراز قد کا۔"

"تھینکس!" وہ مسکرائی۔

"سنیے مجھے کچھ اور کتابیں بھی چاہئیں اگر آپ......!" سمیر جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اس کی آواز نے اسے پلٹنے پر مجبور کردیا۔

"جی ضرور۔" سمیر نے اس کی نظروں کے تعاقب میں اوپر دیکھا۔ وہ الماری دس سے پندرہ فٹ اونچی تھی۔ بلاشبہ وہ دراز قد تھا مگر اتنا بھی نہیں بہر حال وہ یہ نادر موقع گنوانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لکڑی کی سیڑھی کی تلاش شروع کردی۔ جوش جنوں میں اسے مونا کی آنکھوں میں ناچتی شرارت بھی دکھائی نہ دی۔ بالآخر اس نے سیڑھی الماری کے ساتھ لا کر رکھی اور مونا کی بتائی ہوئی کتابیں نکالنے لگا۔ ایک نہ دو چار پانچ بھاری بھرکم کتابیں......! وہ ہانپنے لگا۔ جیسے ہی وہ مونا کو کتابیں پکڑانے کے لیے جھکا تو کتابوں کے بوجھ کی وجہ سے توازن برقرار نہ رکھ سکا اور دھڑام سے نیچے آ گرا۔ کتابیں بھی یکے بعد دیگرے اس پر آن گریں۔ سمیر کو تو دن میں ہی تارے دکھائی دے گئے۔ لائبریری میں موجود لڑکیاں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ سمیر نے بے چارگی سے مونا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت اتنی مسکینیت برس رہی تھی کہ ضبط کرتے ہوئے بھی مونا کی ہنسی نکل گئی۔ اس کے یوں کھلکھلانے پر اس کی رنگت مزید گلابی ہوگئی۔ سمیر یک ٹک اسے دیکھے گیا۔ ہنستے ہنستے مونا کی نظریں جب سمیر کی نظروں سے ٹکرائیں تو اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔ وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی۔ یہ کیسے انوکھے

تھے کہ وہ ان بے پناہ حسین بھوری آنکھوں کے عکس میں ڈوبتی چلی گئی۔ کیوپڈ کا وار کارگر ثابت ہوا تھا۔ پھر وہ ہر جگہ اکٹھے دکھائی دینے لگے۔ دونوں کی اکثر کلاسز بنک ہونے لگیں۔ سمیر ہمہ وقت سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے چکر کاٹتا رہتا۔ سمیر کے لفظوں کا جادو سرچڑھ کر بول رہا تھا۔ دونوں دنیا سے بے خبر محبت کے ہنڈولے میں جھول رہے تھے۔ دنیا سے بہت دور خوابوں کی حسین وادیوں میں داخل ہوچکے تھے۔ جہاں ان دونوں کے سوا کوئی نہ تھا۔

ضیاد چھٹیوں کے بعد جب یونیورسٹی لوٹا تو اسے ساری دنیا ہی بدلی ہوئی دکھائی دی۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ مونا بھی سمیر کے چنگل میں پھنس جائے گی۔ اس کی اسے توقع نہ تھی۔ اب اسے تنہا ہی کلاسز اٹینڈ کرنا پڑتیں۔ پھر وہ دھیرے دھیرے سمیر کے اس معمول کا عادی ہوتا گیا۔ اسی دوران اسے ثمرہ مل گئی۔ بے حد نفیس اور سلجھی ہوئی لڑکی۔ دونوں میں بہت جلد انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی اور انہوں نے زندگی ایک ساتھ گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔

سوشیالوجی اور کیمسٹری دونوں ڈیپارٹمنٹ میں سمیر اور مونا کے افیئر کے چرچے تھے۔ سمیر تو یوں بھی اپنے ہر جائی پن کی بدولت پوری یونیورسٹی میں مشہور تھا۔ ضیاد مونا کے لیے بے حد متفکر تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مونا بدنام ہوجائے اور اس کے ساتھ ساتھ سمیر بھی اس حد تک انوالو ہوجائے کہ اس کے بغیر اس کا جینا محال ہوجائے۔

"ابے کڑوے کریلے بھابی کا انتخاب بھی کرلیا اور ہمیں بتایا بھی نہیں...... گھنے کہیں کے۔" سمیر نے ضیاد کی پشت پر زور سے گھونسا رسید کیا۔

"اس دنیا میں کہیں کچھ ملے تو کچھ بتاؤں نا۔" ضیاد کے لبوں سے بھی شکوہ پھسل گیا۔ دونوں کافی دنوں بعد ملے تھے۔

"ہائے سمیر!" وہ عناب تھی۔ سمیر کی دوست۔ "نئی

اوائے بے نیازی سے کہا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"تو چلو کیفے۔ اچھی سی کافی پیتے ہیں۔" اس سے پہلے کہ ضیاد کچھ بولتا وہ سمیر کا بازو تھامے کیفے کی طرف چل دی۔ ضیاد تلملا کے رہ گیا۔

"سمیر اب تو باز آجا۔ مونا جیسی اچھی لڑکی کو تو دھوکا نہ دے۔" وہ بڑبڑا کے رہ گیا۔

وقت کی رنگین تتلی اڑتی ہوئی کہیں کی کہیں نکل گئی۔ کتنے موسم آئے اور گئے۔ تین سمسٹرز ماضی کا حصہ بن گئے اور آخری سمسٹر آن پہنچا۔ سمیر کے وہی شب و روز تھے۔ مونا کا تصور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا۔ اس کی باتیں اس کی مترنم ہنسی کی بازگشت سمیر کے آس پاس گونجتی رہتی۔ اسے لگتا تھا اب اس کی زندگی کا دارومدار مونا پر ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی لڑکی کے ساتھ دوستی میں ایسا احساس نہیں ہوا تھا۔ مونا کے لیے اس کے احساسات بالکل انوکھے اور نئے تھے۔ وہ جلد از جلد اسے اپنانا چاہتا تھا۔ اپیا نے اس معاملے میں اس کی خاصی حوصلہ افزائی کی تھی اور تاکید کی تھی کہ وہ مونا کو مما سے ملوادے۔ یہ احساس اسے ہوا میں اڑائے پھر رہا تھا کہ مونا اس کی ہوجائے گی۔ ویلنٹائن ڈے قریب ہی تھا وہ چاہتا تھا کہ اس خاص دن ہی وہ مونا کو پروپوز کرے۔ اس نے مونا کو فون پر بتادیا تھا کہ وہ اسے ویلنٹائن ڈے پر ایک سرپرائز دے گا اور اس نے مونا سے فرمائش کی تھی کہ اس روز وہ سرخ لباس میں یونیورسٹی آئے اور وہ دونوں اسی مقام پر ملیں جہاں عموماً ملتے ہیں۔ سمیر بے چینی سے ویلنٹائن ڈے کا انتظار کرنے لگا۔ گولڈ کی ایک نازک سی رنگ خرید کر اس نے پہلے ہی رکھ لی تھی۔ مگر وہ کیا جانتا تھا کہ حالات کسی اور ہی ڈگر پر چل نکلے ہیں۔ ہجر کے ناگ دھیرے دھیرے محبت کو ڈسنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ویلنٹائن ڈے آن پہنچا۔ سمیر خاصا تک سک سے تیار ہوا۔ بلیو جینز اور ہم رنگ جیکٹ میں اس کا دراز سراپا

اور بھی نکھر گیا۔ ہینڈسم تو وہ تھا ہی لیکن اندرونی خوشی انسان کے چہرے پر الوہی حسن بکھیر دیتی ہے۔

ہر سو گلاب کی کلیاں اور بکے دکھائی دے رہے تھے۔ یونیورسٹی انتظامیہ کی پوری کوشش تھی کہ اس دن طلبہ و طالبات معمول کے مطابق اپنی پڑھائی جاری رکھیں مگر چند پڑھاکو طلبہ کے علاوہ کوئی کلاسز اٹینڈ نہیں کررہا تھا۔ محبت کرنے والوں کے لیے یہ دن کسی تہوار سے کم نہیں ہوتا۔ وہ بھی سرخ گلابوں کا بڑا سا بکے تھامے کشاں کشاں سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ کی طرف چل پڑا مگر اسے مونا کہیں دکھائی نہ دی۔ اس نے مونا کی کلاس فیلوز سے بھی اس کے بارے میں دریافت کیا لیکن انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ سرو کے درختوں کے درمیان اس سنگی بینچ پر جا بیٹھا جہاں اکثر دونوں کی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ اس کی نظر سرو کے اس درخت پر پڑی جس پر دونوں نے اپنے ناموں کے پہلے حروف کندہ کیے تھے۔ وہ بے چینی سے مونا کا انتظار کررہا تھا۔ کتنے ڈھیر سارے خواب دیکھے تھے اس نے' کتنا انتظار کیا تھا اس دن کا۔ جانے اس لمحے مونا کا کیا ردعمل ہوگا جب وہ اسے پروپوز کرے گا۔ مارے شرم کے گلنار ہوجائے گی یا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہے گی۔

"اتنا انتظار کروایا تم نے......! یہ سب پہلے کیوں نہ کہہ دیا؟" مونا کے گھنے بالوں کو دیکھ کر اس کے دل میں کتنی خواہش ابھرتی تھی کہ کبھی اس کو اتنا استحقاق حاصل ہوجائے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ایک سرخ گلاب اس کے بالوں میں سجادے۔

سمیر انتظار کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی تو کافی وقت گزر چکا تھا۔ اتنی دیر تو مونا کو کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے پہلے مونا کے سیل پر رابطہ کیا مگر وہ آف تھا پھر سیدھا اس کے ہاسٹل چل دیا۔ وہ یونیورسٹی سے کچھ فاصلے پر ایک پرائیویٹ گرلز ہاسٹل میں مقیم تھی۔ سمیر نے استقبالیہ پر مونا کے بارے میں دریافت کیا۔

"جی...... مس مونا؟ وہ تو کل یہاں سے چیک آؤٹ

کرتی ہیں۔" سمیر یہ سن کر گنگ ہوگیا۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔ اس نے دوبارہ ریسپشنسٹ سے پوچھا ریسپشنسٹ نے وہی جواب دہرایا۔

"مونا چلی گئی...... اس کو بتائے بغیر؟" وہ بھاگم بھاگ یونیورسٹی پہنچا اور مونا کی روم میٹ کو تلاش کرنے لگا۔ دیوانوں کی طرح پورے سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں مارا مارا پھرا۔

"سمیر اس نے آپ کو بتایا نہیں اس کی اپنے کزن سے شادی ہورہی ہے۔ اس لیے اس نے اپنے شہر میں مائیگریشن کروالیا ہے۔" شہلا نے اس سے نظریں ملائے بغیر انکشاف کیا۔ سمیر تو مارے صدمے کے گرتے گرتے بچا۔ اس کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔ سرخ گلاب گلدستے سے نکل کر گھاس پر دور دور تک پھیل گئے۔ وہ اس درخت کے تنے سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رودیا۔

"اتنا بڑا گھاؤ دے جاؤ گی تم مونا مجھے...... بے وفائی کا گھاؤ! اس دن جب محبت کرنے والے ملتے ہیں' تم نے میرے نصیب میں ہجر لکھ دیا۔" اس نے سرو کے تنے پر "ایس" کے ساتھ لکھا ہوا "ایم" اپنے ہاتھوں سے رگڑ ڈالا۔ اس کے ہاتھ چھل گئے۔ ہتھیلیوں سے خون رسنے لگا۔ آج اسے معلوم ہوا تھا بے وفائی کیا ہوتی ہے۔ کسی کو دھوکا دینا کیا ہوتا ہے۔ جب کسی کے خواب چکنا چور ہوتے ہیں' جب کسی کا دل ٹوٹتا ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔ یہ آج اس نے جانا تھا۔ اس نے کتنی معصوم لڑکیوں کے دل توڑے تھے۔ سپنوں کی سنہری روش پر لاکر ان کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ انہیں تنہا کردیا تھا۔ آج اس کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوا تھا۔ خوابوں کی رہگزر پر مونا اسے اکیلا کر گئی تھی۔ ایک ایسے مقام پر لاکر وہ اسے چھوڑ گئی تھی جہاں نہ وہ آگے جاسکتا تھا نہ پیچھے مڑنے کا کوئی راستا تھا۔ وہ سر کو تھامے ضبط کی دشوار گزار راہوں سے گزر رہا تھا۔ اس کا کھانا پینا چھوٹ گیا' ہر وقت وہ خلا میں کچھ کھوجتا رہتا۔ اس روگ نے اسے بستر سے ہی لگادیا تھا۔ کوئی بھی نہ تھا

جسے وہ اپنا درد بتا سکتا۔ اپیا اپنے سسرال میں تھیں۔ مما تو اپنی سوشل مصروفیات سے فرصت نہ تھی۔ ایک ضیاد تھا لیکن وہ بھی اپنے پپا کے ساتھ کاروبار کے سلسلے میں ان دنوں دبئی گیا ہوا تھا۔ بس وہ تھا اور اس کی تنہائی اور مونا کی یادیں تھیں۔

یونیورسٹی جاتا تو لاشعوری طور پر اس کے قدم سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ کی طرف اٹھ جاتے۔ اسے لگتا کہیں کسی ستون کے پیچھے سے یا کسی درخت کی اوٹ سے مونا جھانک کر مسکرائے گی اور کہے گی۔

"سمیر میں تو یہاں ہوں۔" سمیر کے لیے یونیورسٹی جانا عذاب ہوگیا۔ آخری سمسٹر کے اختتام پر اس نے اپنا ایم ایس سی ادھورا چھوڑ کر پاپا کا بزنس جوائن کرلیا۔ یہ پاپا کی دیرینہ خواہش بھی تھی کہ سمیر ان کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹائے۔ چنانچہ وہ یورپ کے لیے عازم سفر ہوگیا۔ دکھ سے دامن بچانے کے لیے ایک درد کو بھلانے کے لیے۔

......□□......

"اٹھ جائیں ضیاد! آفس سے دیر ہوجائے گی۔" ثمرہ نے ضیاد پر سے کمبل کھینچا۔

"یہاں بیٹھو۔" ضیاد نے ثمرہ کی کلائی پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

"ثمرہ آج تم نے ایک کام کرنا ہے مسز غفار سے یہ معلوم کرنا ہے کہ سمیر کو داماد بنانے کی خواہش ان کی اپنی ہے یا سمیر بھی ان کی بیٹی میں انٹرسٹڈ ہے۔"

"او کے بابا! لیکن اس وقت آپ کو آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" ثمرہ کے تیور دیکھ کر ضیاد کو بستر چھوڑتے ہی بنی۔

ضیاد شام کو آفس سے لوٹا تو ثمرہ نے ضیاد کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ ثمرہ نے ضیاد کو بتایا کہ مسز غفار کے مطابق سمیر سے زیادہ وہ خود اسے داماد بنانے میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ ضیاد پریشان تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ سمیر اگر مسز غفار کا داماد بن بھی جائے تو اس سے سمیر کی دلی حالت بدلنے کے کوئی امکانات نہیں تھے۔ اس کے ٹوٹے، بکھرے ہوئے وجود کو صرف مونا ہی سمیٹ سکتی ہے۔ ضیاد جان گیا تھا کہ سمیر کی قلبی خوشی کا نام صرف مونا ہے۔ کاش یہ سب اسے بہت پہلے معلوم ہوجاتا۔ سمیر اسے اعتماد میں تو لیتا۔ وہ اور سمیر کتنے گہرے دوست تھے مگر نامحسوس طریقے سے اس وقت ایک دوسرے سے کتنے دور ہوگئے تھے۔ ضیاد کو معلوم ہی نہ ہوسکا کہ اس کا دوست کس قدر کٹھن راہوں کا مسافر بن چکا ہے۔

......□□......

"تو...... تُو نے فیصلہ کرلیا ہے مسز غفار کی بیٹی سے شادی کرنے کا؟" اگلے ہی دن ضیاد سمیر کے آفس میں موجود تھا۔

"تو اور کیا کروں؟ مما کی بھی یہی ضد ہے کہ اب میں گھر بسالوں۔ تو ان کی خواہش پر مجھے شادی تو کرنا پڑے گی اور اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ مسز غفار کی بیٹی ہو یا کوئی اور......" سمیر کے لبوں سے سرد آہ نکلی۔

"مگر کیا تو خوش رہے گا؟" ضیاد نے ایک اور سوال داغا۔

"خوشی ناخوشی کا اس میں کیا سوال؟ میں خوشی کے لیے تھوڑی شادی کررہا ہوں مجبوری ہے بس۔"

کیا تُو مونا...... میرا مطلب ہے مونا کو تلاش نہیں کرے گا۔"

"مت لو اس بے وفا لڑکی کا نام میرے سامنے۔" سمیر بھڑک اٹھا۔

"کیا تُو نے اس سے محبت نہیں کی؟ کیا اس سے بھی تُو نے فلرٹ......!" ضیاد نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ضیاد! یہ تو کہہ رہا ہے؟ ارے یار تو نے بھی مجھے غلط سمجھا۔" سمیر تڑپ کر رہ گیا۔ اس کے لہجے میں گہرا دکھ تھا۔ مونا سے ملنے سے پہلے تو میں لفظ "محبت" سے واقف ہی نہیں تھا۔ اس نے ہی تو محبت کرنا سکھایا مجھے اور وہی بے وفائی کا مفہوم بھی سمجھا گئی۔" سمیر کا لہجہ بھیگنے لگا۔

"کاش! یہ سب مجھے پہلے معلوم ہوتا تو آج حالات کا رخ کچھ اور ہوتا۔" ضیاد نے سمیر کو دیکھ کر سوچا۔

"تُو مسز غفار کی بیٹی سے اپنی شادی میں کچھ تاخیر نہیں کرسکتا۔ دیکھ مجھے تھوڑا سا وقت دے میں مونا کو تلاش کرلوں۔"

"کیا کرے گا مونا کو تلاش کر کے......؟ وہ شادی کرچکی ہے پانچ سال قبل۔" اپنی دانست میں سمیر نے اسے آگاہ کیا۔

"تجھے کس نے بتایا کہ اس نے شادی کرلی ہے۔"

"اس کی روم میٹ نے۔" سمیر نے سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑتے ہوئے بتایا۔

"اس کی روم میٹ نے تجھے بتایا اور تُو نے یقین کرلیا؟" ضیاد نے اس کی عقل پر ماتم کیا۔

"تو اور کیا اس کی شادی میں شرکت کے لیے جا پہنچتا؟"

"بس میرے یار! تُو اپنی شادی کچھ دن کے لیے ملتوی کردے پھر چاہے جو مرضی کرتے رہنا۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"او کے، جیسے تیری مرضی ہٹو جب کہے گا میری شادی اب اسی وقت ہوگی۔" سمیر نے ضیاد کا کاندھا تھپتھپایا۔ سمیر کے مان جانے پر ضیاد نے خدا کا شکر ادا کیا۔

پھر اسی دن سے ضیاد نے مونا کی تلاش شروع کردی۔ یونیورسٹی کے پرانے ریکارڈ سے اس کے آبائی شہر کا پتا لے کر نکل کھڑا ہوا۔ اس کی کنتیں رنگ لائیں اور اس کی دعاؤں کو قبولیت حاصل ہوئی۔ سمیر اپنے آفس میں موجود تھا کہ فون آپریٹر نے بتایا کہ مسز ضیاد اس سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔

"جی بھابی! خیریت!" اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔

"سمیر آج تم ڈنر ہمارے ساتھ کرو گے گھر پر ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک ہے بھابی، لیکن کس خوشی میں۔"

"خوشی، ارے تمہیں نہیں معلوم آج ویلنٹائن ڈے

ہے۔“

”ویلنٹائن ڈے۔“ اس لفظ کے ساتھ درد کے کتنے ہی نشتر اس کے دل میں اتر گئے۔ ہر سال یہ دن اس کے زخموں کو تازہ کر دیتا تھا۔

”تم آ رہے ہو نا سمیر! ضیاد کی خواہش تھی کہ اس دن کو ہم تمہارے ساتھ منائیں گے۔“

”او کے بھابی! میں حاضر ہو جاؤں گا۔“

”او کے خدا حافظ۔“ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ایک گہری درد بھری سانس اس کے لبوں سے خارج ہوئی۔

تمام ضروری کام نمٹا کر وہ ضیاد کے گھر پہنچا۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا لاؤنج کی طرف بڑھا تو ٹھٹک گیا۔ وہی حسین چہرہ گلابی رنگت، وہی شانوں تک کٹے گھنے بال، سرخ لباس میں ملبوس وہ وہی تھی۔ وہی دشمن جاں، وہی راحت قلب و روح اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت وہ وہی تھی۔ سمیر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا اور جب یقین آیا تو وہ تیزی سے واپسی کے لیے پلٹا۔

”سمیر رک جاؤ...... خدا کے لیے رک جاؤ۔“ اس کی فریاد نے اس کے پاؤں جکڑ لیے وہ رخ موڑے بغیر رک گیا۔

”مت جاؤ یوں پلیز......“ مونا نے قریب آ کر سمیر کا بازو تھام لیا۔ پھر کتنے ہی لمحے وہ یونہی اس کے ساتھ لگی کھڑی رہی جیسے کہنے کو اس کے پاس کوئی لفظ نہ ہو پھر اچانک وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ”آئی ایم سوری سمیر۔ آئی ایم وری سوری!“ سمیر نے مارے حیرت کے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔ ”میں نے تمہارا دل دکھایا۔ تمہیں دکھ دیا نا! تمہارا سکون چھینا میں نے...... تو سمیر میں خود بھی خوش نہیں رہی۔ دیکھو سمیر، میں نے بھی برسوں سے خوشی نہیں دیکھی۔ میرے لب مسکرانا بھول گئے ہیں۔ میں اپنا دل جو تمہارے پاس بھول گئی تھی تو کیسے خوش رہتی، بھلا کیسے؟“ سمیر نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھیں جل تھل تھیں۔ گلابیاں چھلکاتے لب پھیکے پڑے تھے۔ گلابی رنگت سنولا سی گئی تھی۔ آنکھوں کی چمک مدھم پڑ گئی تھی۔ اس نے یک دم نظریں پھیر لیں وہ اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

”نفرت کرو مجھ سے سمیر مجھے دھتکار دو۔ کچھ تو کہو۔ کچھ تو بولو۔“ اس نے قریب آ کر سمیر کو جھنجوڑ ڈالا۔ ”نفرت کرنے کے لائق ہوں میں......! تمہارے اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی تمہیں نہ جان سکی۔ سچے جذبوں کی قدر نہ کر سکی۔ محبت کے حقیقی روپ کو پہچان نہ سکی۔ نفرت کرو مجھ سے سمیر نفرت کرو۔ کتنا تڑپایا ہے میں نے تمہیں۔ مجھ سے بدلہ لو۔ کچھ تو کہو۔ کچھ تو بولو سمیر!“ سمیر کو جھنجوڑتے ہوئے اس نے تھک ہار کر اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا۔

”تمہارے بغیر مونا بھی کچھ نہیں ہے سمیر، ایک ادھورا نامکمل وجود۔ تم نہیں تھے تو میں بھی بالکل تنہا ہو گئی تھی۔ بالکل اکیلی سب یہی کہتے تھے کہ تم فلرٹ ہو، دھوکے باز ہو، مجھے چھوڑ جاؤ گے۔ مجھے دھوکا دے جاؤ گے۔ کتنی لڑکیوں کے ساتھ تم نے ایسا ہی کیا۔ لوگ کہتے تھے تم لڑکیوں کو سنہرے خواب دکھا کر راہیں بدل ڈالتے ہو۔ ان پر کیا گزرتی ہے تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ مجھ سے یہ کیسے برداشت ہوتا کہ تم مجھ سے بے وفائی کرتے۔ مجھے چھوڑ دیتے۔ چنانچہ میں نے ہی تمہیں چھوڑ دیا۔ یہ شہر ہی چھوڑ دیا۔ اپنی شادی کا جھوٹ بولا کہ تم میرے پیچھے نہ آؤ۔“ سمیر کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔ مونا اس کی طرف دیکھے بغیر بولتی چلی گئی۔

”اس ڈر سے بھاگی تھی میں کہ کہیں تمہاری محبت مجھے روگ ہی نہ لگا دے۔ میں نے سوچا تھا کہ تم سے دور جا کر میں تمہارے وعدوں سے آزاد ہو جاؤں گی مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہاری محبت تو میری روح میں گھر بنا کر بیٹھ جائے گی۔ میرے وجود سے امر بیل کی طرح لپٹ جائے گی۔“ وہ رو رہی تھی۔ اس کی ٹھنڈی آہیں سمیر کے وجود سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس کے آنسوؤں نے اس کا کندھا بھگو ڈالا تھا۔ مگر وہ کسی مجسمے کی طرح ساکت کھڑا تھا۔ مونا

کا سارا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ اس نے اپنی بھیگی ہوئی پلکیں موند لیں۔ سمیر کے دل پر جمی برف پگھلنے لگی۔ اس نے دھیرے سے مونا کو خود سے الگ کیا۔ اس کی آنکھوں کے گوشے اب بھی آنسوؤں سے تر تھے۔ سمیر نے پلٹ کر سارے آنسو اپنے ہتھیلیوں پر چن لیے۔

”مجھے معاف کر دو سمیر...... پلیز!“ اس نے سمیر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ سمیر نے اس کے ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیے۔

”نہیں مونا! اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ یہ تو میری اپنی غلطیاں تھیں۔ انسان جب کسی کا دل توڑتا ہے تو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر اس کو سزا ضرور ملتی ہے۔ اس کو مکافات عمل کہتے ہیں۔ میں کب جانتا تھا کہ بے وفائی کا گھاؤ اتنا گہرا ہوتا ہے۔ تقدیر نے شاید یہ سارا چکر مجھے سبق سکھانے کے لیے ہی چلایا ہو۔ آج میری سزا پوری ہو گئی ہے۔“ سمیر نے مونا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

”آج ویلنٹائن ڈے ہے نا سمیر! کئی برس پہلے تم نے اسی دن بلایا تھا مجھے۔ کوئی سرپرائز دینا تھا تم نے......!“ مونا نے مسکرانے کی کوشش کی اور اسی کے ساتھ سرخ گلابوں کا بکے اس کی طرف بڑھایا۔ سمیر نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر دھیرے دھیرے اس گلدستے میں سے گلاب کا ایک پھول نکالا اور مونا کے بالوں میں اٹکا دیا۔

”تھینک یو سمیر! تھینک یو سو مچ۔ تم نے مجھے معاف کر دیا۔ تم نے اپنی مونا کو معاف کر دیا۔“ مسکراتے مسکراتے مونا کی آنکھوں سے پھر آنسو بہہ نکلے۔

”اب نہیں مونا۔“ سمیر نے مونا کے آنسو صاف کرتے ہوئے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ مونا مسکرائی تو سمیر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ سچی، الوہی، انمول مسکراہٹ جیسے بہت دنوں کی برسات کے بعد سورج نکل آئے۔ دور کھڑے یہ منظر دیکھتے ہوئے ضیاد کے لبوں سے ایک گہری سانس خارج ہوئی۔ ایک بہت بڑا بوجھ اس کے دل سے اتر گیا تھا۔ کیونکہ یہ وہ ہی تو تھا جس نے مونا کو سمیر سے دور رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس میں بھی اس کی نیک نیتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سمیر فلرٹ ہے اور مونا بہت اچھی لڑکی ہے۔ وہ سمیر کو مخلص سمجھتے ہوئے اس کے لفظوں کی دلدل میں اترتی چلی جائے گی۔ اسے سمیر سے بچانے کے لیے اس نے مونا سے تفصیلی بات کی تھی اور ایسے حالات پیدا کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ سمیر اس کا پیچھا چھوڑ دے مگر وہ کیا جانتا تھا کہ وہ ایسا کر کے دونوں کے درمیان دیوار کھڑی کر رہا ہے۔ انہی دنوں اسے دبئی جانا پڑا تھا۔ اس کا سمیر سے کوئی رابطہ ہی نہ تھا۔ وہ واپس لوٹا تو سمیر یورپ جا چکا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ سمیر کن حالات سے گزر رہا ہے۔ وہ اس قدر ٹوٹ کر بھی کسی کو چاہ سکتا ہے۔ اسے اندازہ نہیں تھا۔ سمیر سے ملنے کے بعد اور اس کی کیفیت سے اسے یہ جاننے میں ذرا بھی دقت نہ ہوئی کہ وہ کس کے لیے اتنا تڑپ رہا ہے۔ وہ سمیر کی اس حالت کا ذمہ دار خود کو ٹھہرا رہا تھا۔ ہر چند کہ اس میں اس کی بدنیتی شامل نہ تھی لیکن پھر بھی اس کے ضمیر نے اسے چین نہ لینے دیا اور اس نے مونا کی تلاش میں دن رات ایک کر دیے اور اگر انسان کی نیت میں خلوص ہو تو تقدیر بھی مدد کرتی ہے۔ مونا سے ملنے کے بعد تو ضیاد بھی یہی چاہتا تھا کہ بہت جلد دو ترسے ہوئے دلوں کو ایک کر دے۔ مونا نے بھی اس کا مان رکھا۔ ضیاد کے بارے میں سمیر کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ ضیاد اللہ کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہا تھا کہ اس عظیم ہستی نے اسے انجانے میں سرزد ہو جانے والی غلطی کے ازالے کا موقع دیا تھا۔ اس نے ساتھ کھڑی ثمرہ کی طرف مسکرا کر دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا کہ خدا کے بعد وہ اس کی مدد تعاون اور سہارے سے ہی ایسا کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ثمرہ نے بھی جوابی مسکراہٹ سے ضیاد کی تائید کی۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

سارہ علی

جواب: "یا علیم" اللہ کا اسم ہے 11 مرتبہ پڑھا کریں پڑھنے سے پہلے۔ "یا قوی" اللہ کا اسم ہے 11 مرتبہ پڑھا کریں سر پر ہاتھ رکھ کر نماز کے بعد۔

سارا بانو

جواب: "یا لطیف یا ودود" 11 مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھ کر تصور میں لے کر گھر کے تمام افراد پر دم کیا کریں۔

بشریٰ اعظم

جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت 70،74 مرتبہ اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف' جلد اور اچھے رشتہ کے لیے دعا کریں۔

رفیعہ سلمان

جواب: عشاء کی نماز کے بعد سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف' جاب اور معاشی حالات اچھے ہونے کی دعا کریں۔ آپ بھی پڑھیں اور شوہر بھی' صدقہ بھی دیں۔

اصباح زاہد

جواب: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا کریں ہر نماز کے بعد 3-3 مرتبہ۔ وظیفہ جاری رکھیں۔

زوبیہ زہرہ

جواب: عشاء کی نماز کے بعد سورۃ القریش 111 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف' جاب کے لیے دعا کریں۔

نازیہ نوید

جواب: عشاء کی نماز کے بعد سورۃ القریش 111 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف' آسانی اور جلد رہائی کے لیے صدقہ لازمی دیں۔

صدف زہرہ

جواب: سورۃ شمس اور سورۃ العصر 11-11 مرتبہ (اول وآخر 3-3 مرتبہ درود شریف) صبح شام پڑھ کر شوہر پر دم کیا کریں ہو سکے تو پانی پر دم کر کے بھی پلایا کریں۔ نیت ہو کہ میری طرف اور بچی کی طرف توجہ دیں۔

زین کرامت

جواب: آپ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھا کریں فجر اور عشاء کی نماز کے بعد 21-21 مرتبہ اول وآخر 3-3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

سورۃ یٰسین 1 مرتبہ فجر کی نماز کے بعد تمام معاملات ٹھیک ہونے کے لیے دعا کیا کریں' صدقہ بھی دیں۔

رینا خان

جواب: جلد بازی مت کیجیے ان شاء اللہ ہو جائے گی۔

زاری خان

جواب: گھر میں راشن کے ساتھ چینی بھی آتی ہے۔ چینی پر 3 بار سورۃ المزمل پڑھ کر استعمال کریں۔

ہر نماز کے بعد 41 بار سورۃ القریش پڑھ کر دعا کریں۔

سحرش شمیم

جواب: ایسا بہتر نہیں بلکہ رات کو صلوۃ الحاجات پڑھیں پھر اچھے اور بہتر رشتے کی دعا کریں۔

شکیبہ محمود

جواب: مسائل بھیج دیں۔

فراز عرفان

جواب: بعد نماز فجر 70 بار سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74 پڑھ کر دعا کریں۔

بشریٰ دران

جواب: صلاۃ الحاجات پڑھیں۔

نجم الحین

جواب: بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔

اقصیٰ

جواب: (۱) سورۃ آل عمران آیت نمبر 38 پڑھا کریں کثرت سے۔

(۲) آیت شفاء تیل پر دم کر کے استعمال کیا کریں۔

(۳) فجر کی نماز کے بعد 21 مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف بیماریوں کے لیے۔

زاری شبیر

جواب: "یا نور" ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔

"یا قوی" ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھا کریں سبق یاد رہے گا۔

رابیعہ مغل

جواب: مناسب ہے صدقہ بھی دیں۔

شازمین شاہ

جواب: اللہ سے اپنی بہتری کے لیے دعا کیا کریں۔

روزانہ ایک تسبیح استغفار کیا کریں۔

ریحانہ ملک

جواب: سورۃ العصر پانی پر دم کر کے پلایا کریں۔ صبح نہار منہ 21 مرتبہ۔

نعیم اعجاز

جواب: بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ سورۃ الفلق' سورۃ الناس 21،21 مرتبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد رکاوٹ ختم کرنے کے لیے روزانہ۔ صدقہ بھی دیں (لڑکی خود یہ عمل کرے)

ایڈن پرنس

جواب: سورۃ یاسین پڑھیں روزانہ بعد نماز فجر دعا کریں۔

استغفار کریں۔

نور حرا

جواب: سورۃ الناس 11 مرتبہ فجر اور عشاء کی نماز کے بعد پڑھ کر دم کریں۔

آمنہ افتخار ..... حافظ آباد

جواب: (۱) رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

(۲) سورۃ یاسین پڑھا کریں فجر کی نماز کے بعد اور دعا کیا کریں۔

مقبول احمد

جواب: بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بچے سورۃ الفلق' سورۃ الناس پڑھا کریں۔ ہر نماز کے بعد 11،11 مرتبہ۔

طوبیٰ ..... بھلوال

جواب: وظیفہ شادی ہونے تک جاری رکھیں۔

سورۃ مزمل 3 مرتبہ پڑھ کر چینی پر دم کر دیا کریں۔ جب گھر میں چینی آئے (سسرال میں کرنا ہے یہ وظیفہ) اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

صدقہ دیں اپنی بہنوں کا۔

محمد اسلم ..... فیصل آباد

جواب: رشتے کے لیے: سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ فجر کی نماز کے بعد۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق سورۃ الناس 21،21 مرتبہ۔ اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف، صدقہ بھی دیں۔

ایک مرتبہ استغفار کی تسبیح بھی کریں۔ اپنے لیے دعا کریں۔

بھیرہ

جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ یاسین ایک مرتبہ پڑھا کریں۔ اپنے لیے دعا کریں کہ جو میرے حق میں بہتر ہے وہ ہو جائے۔

عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق' سورۃ الناس 1،1 تسبیح اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف، روزانہ

رکاوٹ وغیرہ ختم کرنے کے لیے صدقہ بھی ہر ماہ دیں۔

شمائلہ صادق...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

مغرب کی نماز کے بعد سورۃ فلق' سورۃ الناس 11،11 مرتبہ صدقہ بھی دیں۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

ام معصب...... ملتان

جواب:۔ سورۃ قریش 111 مرتبہ (اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف) امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک بعد نماز عشا آپ خود پڑھا کریں۔

اگر کسی سے اجازت لے کر پڑھتی ہیں تو پڑھتی رہا کریں۔

طیبہ افضل...... چکوال

جواب:۔ سورۃ قریش 41 مرتبہ پانی پر دم کر کے دکان پر پانی چھڑکا کریں۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف روزانہ۔

ریحانہ کوثر

جواب:۔ رشتے کے لیے سورۃ الفرقان آیت نمبر 74 پڑھیں 70 مرتبہ۔ (اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف) جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

(۲) ہر نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر "یا قوی" 11 مرتبہ پڑھا کریں۔

مغرب کی نماز کے بعد سورۃ فلق' سورۃ الناس 21،21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

عنبرین بی بی...... چکوال

جواب:۔ (۱) فجر کی نماز کے بعد ایک مرتبہ سورۃ یاسین پڑھا کریں۔ مغرب کی نماز کے بعد 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ سورۃ قریش اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ رزق آمدنی میں آسانی کے لیے۔ پھر اپنے لیے بھی دعا کریں صدقہ بھی دیں۔

(۲) اپنے گھر والوں کے لیے بھی دعا کیا کریں۔

(۳) مسئلہ نمبر 3 کے لیے کسی عالم سے رابطہ کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کر دیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے شمارہ مارچ ۲۰۱۴ء

نام........ والدہ کا نام........ گھر کا مکمل پتا........

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں........

بیاضِ دل

میمونہ تاج
biazdill@aanchal.com.pk

نادیہ عباس دیا...... موسیٰ خیلیل

پھول تاروں سے سجا ماہِ سخا کا نقش پا
اک جہانِ نور ہے خیر الوریٰ کا نقش پا
اس جہاں ہے اس نگر کا راستہ ہے کہکشاں
چوم لے گر امتی نور الہدیٰ کا نقش پا

کوثر اعجاز چوہدری...... قصور

کڑی دھوپ میں بھی سر پہ اک چادر تنی رہتی ہے
میں ثناء خوانِ محمد ہوں میری بات بنی رہتی ہے

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

موزوں کمال میں جو ثناء نبی ہوئی
تو ابتدا سے طبعِ رواں منتہی ہوئی
تاریک شب میں آپ نے رکھا جہاں قدم
مہتاب نقش پا سے وہاں روشنی ہوئی

رمشا نور...... کراچی

کچھ ایسی تیز نہ تھی اس کے انتظار کی آنچ
یہ زندگی ہی میری برف تھی پگھلتی رہی

فصیحہ آصف خان...... ملتان

جسے ناز تھا اپنی محبت پہ بہت
بھلا دیا ہے اسی سرو قد نے مجھے

سارہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

بے کار خیالوں سے لپٹ کر نہیں دیکھا
جو کچھ بھی ہوا ہم نے پلٹ کر نہیں دیکھا
اس ڈر سے کہ کٹ نہ جائیں کہیں بینائی کے ریشے
آنکھوں نے کبھی تیری راہوں سے ہٹ کر نہیں دیکھا

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

میرے لہو میں کھلے ہیں تیرے ہجر کے پھول
کب آئے ان پہ تیرا موسم وفا دیکھیں
کبھی ہو یوں بھی کہ وہ آئے اور ہم نہ ملے
بھی تو اہل جفا کا بھی حوصلہ دیکھیں

اسماء ربانی...... نکہ توت پنڈی گھیپ

تمام شب جہاں جلتا ہے ایک اداس دیا
ہوا کی راہ میں اک ایسا گھر بھی آتا ہے
وفا کی کونسی منزل پہ اس نے چھوڑا تھا
کہ وہ تو یاد ہمیں بھول کر بھی آتا ہے

دلکش مریم...... چنیوٹ

چھوڑو یہ سرسری وعدے کبھی پورے نہیں ہوتے
میں اسی وقت جو مر جاؤں تو کیا مر جاؤ گے؟

عائشہ پرویز...... کراچی

پرسکون سے اک منظر میں
چاندی کے دیپ جلتے ہیں

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

گھر کی تعمیر چاہے جیسی ہو
اس میں رونے کی کچھ جگہ رکھنا

شاہ زندگی...... پنڈی

ابھی تو خشک ہے موسم بارش ہوگی تو سوچیں گے
کہ ہم نے اپنے ارمانوں کو کس مٹی میں بونا ہے

یاسمین کنول...... پسرور

بہاریں بھی پلٹ آتی ہیں آخر
تم آؤ گے ہمیں اتنا پتہ ہے
تمہی نے لے لیا ہے میرا جیون
ہمارے پاس کیا باقی بچا ہے

مدیحہ نورین...... برنالی

کاش کے مل جائے راستے تم تک پہنچنے کے
قہر بن کر برس رہی ہیں یادیں تیری مجھ پر

علمہ شمشاد حسین...... کورنگی، کراچی

بہا لو خون سڑکوں پر مگر یہ بھی سوچو ذرا
وطن جب خون مانگے گا تو کیا ہوگا تمہارے پاس

شائلہ رانی...... لنگڑیال

غیروں سے کہا تم نے' غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا' کچھ ہم سے سنا ہوتا

امید تو بندھ جاتی، تسکین تو ہو جاتی
وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا
فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

سدا رہے جکڑے قسمت کی جو زنجیروں میں
ہمارا نام بھی شامل ہے ان اسیروں میں
وہ جس کے ساتھ کی خواہش اڑان بھرتی ہے
اسی کا نام نہیں ہاتھ کی لکیروں میں
نامعلوم...... نامعلوم

ہر لفظ کتابوں میں تیرا عکس لیے ہے
اک چاند سا چہرا مجھے پڑھنے نہیں دیتا
صبا نواز...... سانگھڑ

دکھ بھی دیتا ہے وہ دوا بھی دیتا ہے
مجھے وہ محبت کرنے کی عجب سزا بھی دیتا ہے
میں یاد کروں تو اسے یاد آتی ہے میری
ورنہ اکثر وہ مجھے بھلا بھی دیتا ہے
منیبہ نواز...... صبور شریف

کچھ سمجھ نہیں آتی شہر کے مکینوں کی
لوگ روٹھ جاتے ہیں آئینہ دکھانے سے
ہادیہ اظفر بخاری...... لاہور

کون جانے یہ زرد رو سورج
بوجھ کیوں روشنی کا ڈھوتا ہے
عظمٰی فرید خان...... ڈی آئی خان

کسی مظلوم کے آنسو کبھی چھو کر دیکھو
ہیں تو شبنم سے مگر ہاتھ جلا دیتے ہیں
رابعہ مبارک...... پتوکی

یہ کیسا خواب تھا دھڑکا سا لگ گیا دل کو
کہ ایک شخص پریشاں مری تلاش میں ہے
نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

تتلی کے لبوں اور گلابوں کے بدن میں
رہتا ہے سدا چھوٹے سے اک راز کا رشتہ
ارم کمال...... فیصل آباد

وہ دے رہا ہے دلاسے تو عمر بھر کے مجھے
بچھڑ نہ جائے کہیں پھر اداس کر کے مجھے
کچھ اس لیے بھی میں اس سے بچھڑ گیا محسن
وہ دور دور سے دیکھے ٹھہر ٹھہر کر مجھے
نادیہ کامران...... سنگوٹ سیداں

کچھ میں بھی تھک گئی ہوں اسے ڈھونڈتے ہوئے
کچھ زندگی کے پاس بھی مہلت نہیں رہی
اس کی اک اک ادا سے جھانکنے لگا خلوص
جب مجھ کو اعتبار کی عادت نہیں رہی
مبین رانا...... سمندری

مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے
کسی کے ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خون روئیں گی
وصی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا
فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

لوگ لکھتے ہیں میرے اشک لہو سے غزلیں
تم نے اتنا بھی نہیں پوچھا کہ روئے کیوں ہو
کامل شہزادی...... گجرات

دکھ کے عتاب زادوں کو پتوں کی اوٹ میں
یہ ظلم کس نے ڈھا دیا چڑیوں کی جان پر
کچھ مفلسی کا رقص ہے گارے کے درمیاں
کچھ بارشوں کا زور ہے کچے مکان پر
عشرت سید محمد رمضان...... حیدرآباد، سندھ

کٹ گئی شاخ کے تھا جس پہ نشیمن اپنا
اب خدا جانے کہاں پہ بسیرا ہوگا
ہم بھی بیٹھے ہیں اندھیرے میں یہ امید جگا کر
جبر کی رات کٹے گی تو سویرا ہوگا
سید علیشاہ...... بہاول پور

دیکھنے کا جسے کل رات میں ڈھنگ اور ہی تھا
صبح جب ہوئی تو اس چشم کا رنگ اور ہی تھا
شیشۂ جان کو مرے اتنی ندامت سے نہ دیکھ
جس سے ٹوٹا ہے یہ آئینہ وہ سنگ اور ہی تھا
فرزانہ شوکت...... کراچی

لمحہ لمحہ نظر آتا ہے کبھی ایک ایک سال
کبھی لمحے کی طرح سال گزر جاتا ہے
کبھی نرمی کبھی سختی کبھی عجلت کبھی دیر
وقت اے دوست بہر حال گزر جاتا ہے
مسز نگہت غفار...... کراچی

جو دل میں ہے آنکھوں کے حوالے نہیں کرنا
خود کو کبھی خوابوں کے حوالے نہیں کرنا
اس عمر میں خوش فہمیاں اچھی نہیں ہوتیں
اس عمر کو وعدوں کے حوالے نہیں کرنا
روبینہ ذکریا روبی...... چک کھاتاں

اب تو آنکھوں کے کنارے بھی سوکھ گئے
خزاں کا موسم بھی آیا اور پتے جھڑ گئے
پرانا سال نیا اور انوکھا نشان چھوڑ گیا
بچھڑنے والے ایک اور کسک دے گئے
جویریہ ضیاء...... کراچی

کھیتوں میں پھر سرسوں کی رت آ پہنچی
آج تجھے بن دیکھے پورا سال ہوا
تیری راہ تکتے تکتے آنکھیں سوج گئیں
تیری چاپ کو ترستے دل پامال ہوا
رخسانہ اقبال...... خوشاب

وہ قیامت ہو کہ ستارہ ہو کہ دل
کچھ نہ کچھ ہجر میں ٹوٹے تو سہی
سب سے ہٹ کر مناتا ہے اسے
ہم سے اک بار وہ روٹھے تو سہی
فرخندہ نورین...... خانیوال

تم کو سوچنا وہ ہر پل اور چاہنا تم کو ہر دم
محبت نہ تھی کچھ کچھ یہ گماں ہو گیا ہے
کبھی تیرے شہر میں ہوتا تھا آنا اکثر
تیرا شہر بھی اب تو جیسے پرستاں ہو گیا ہے
نزہت جبین ضیاء...... کراچی

زندگی کے کسی موڑ پر خود کو تنہا نہ سمجھنا
ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم کو جدا نہ سمجھنا
زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کرتے ہیں ہم
اگر زندگی وفا نہ کرے تو ہم کو بے وفا نہ سمجھنا
انا خان مہوش...... رنگ پور

کسی ترنگ کسی سرخوشی میں رہتا تھا
یہ کل کی بات ہے دل زندگی میں رہتا تھا
بس ایک شام بڑی خاموشی سے ٹوٹ گیا
ہمیں جو مان تیری دوستی میں رہتا تھا
طلعت نظامی...... کراچی

ٹوٹ جاتے ہیں بکھر جاتے ہیں
کانچ کے گھر میں مقدر اپنے
اجنبی تو سدا پیار سے ملتے ہیں
بھول جاتے ہیں تو اکثر اپنے
سائرہ...... بورے والا

ہنستے ہوئے لوگوں کو رلایا نہیں کرتے
ہم زخم جگر اپنا دکھایا نہیں کرتے
اک بار جسے اپنی نگاہوں سے گرا دیں
اس شخص کو پھر دل میں بسایا نہیں کرتے
طیبہ عبید...... کراچی

آہ بن کے تیری سانسوں سے نکل آؤں گا
اور روکے گا تو آنکھوں سے نکل آؤں گا
بھول جانا مجھے اتنا آساں نہیں جاناں
باتوں باتوں میں بھی باتوں سے نکل آؤں گا
صوفیہ خان...... کراچی

کھوئے ہوئے سے رہنا دن، روتے پھرنا راتوں کو
جو ہیں عاقل وہ کیا سمجھیں، عشق وجنوں کی باتوں کو
وہ جو نہ آئے بادل چھائے، گرجے برسے، کھل بھی گئے
اس کے سوا ہم ہجر کے مارے کیا جانیں برساتوں کو

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

گاجر کا زردہ

اجزاء:۔

چاول (ابلے ہوئے)	آدھا کلو
گاجر (کش کی ہوئی)	تین عدد
چینی	آدھا کلو
دودھ	آدھی پیالی
کھویا	آدھی پیالی
پستے	آدھی پیالی
ناریل (کش کیا ہوا)	حسب ذائقہ
کوکنگ آئل	آدھی پیالی

ترکیب:۔

گاجر کو فرائنگ پین میں پھیلا کر رکھیں اور درمیانی آنچ پر پکاتے ہوئے اس کا پانی خشک کرلیں۔ چاول، گاجر اور چینی کو دو حصوں میں تقسیم کریں پھر ایک پین میں دو سے تین کھانے کے چمچ تیل ڈالیں اب اس میں ایک تہہ چاول ایک گاجر اور چینی کے اوپر دو کھانے کے چمچ دودھ ڈالیں اور پھر اسی عمل کو دوبارہ دہرائیں۔ پین کو توے پر رکھ کر شروع میں تین سے چار منٹ آنچ درمیانی رکھیں اور پھر ہلکی آنچ پر دس سے بارہ منٹ دم پر رکھ دیں۔ چولہے سے اتار کر اس میں کوکنگ آئل ڈال کر پانچ منٹ ڈھک کر رکھیں۔ اچھی طرح ملا کر ڈش میں نکالیں اور ناریل پستے اور کھویا چھڑک دیں، گرما گرم گاجر کا زردہ تیار ہے۔

عائشہ......ملتان

سوھن حلوہ

اشیاء:۔

دودھ	6 کلو
میدہ	ایک کلو
چینی	ڈھائی کلو
سمنگ	ایک پاؤ
کیوڑہ	ایک چھٹانک
گھی	آدھا کلو
پستہ	ایک چھٹانک
بادام	ایک چھٹانک

ترکیب:۔

پستے اور بادام کی ہوائیاں کتر لیں سمنگ کو کڑھائی میں ڈال کر آدھا کلو دودھ ڈال دیں اور چمچ سے خوب اچھی طرح ملائیں اب ایک کلو دودھ میں میدہ ملا کر سمنگ ملے دودھ میں ملا کر بقیہ دودھ تھوڑا تھوڑا کرکے ملا کر مزید پتلا کرلیں اور ہلکی آنچ پر پکانا شروع کردیں اور آہستہ آہستہ بقیہ تمام دودھ بھی ڈالتی جائیں، چمچہ چلاتی رہیں اب آنچ تیز کردیں اور اسے پکنے دیں جب یہ پک پک کر خشک ہونے لگے تو آنچ ہلکی کردیں جب یہ بالکل کھوئے کی طرح ہوجائے تو چینی ملا کر اسے یک جان کرلیں اب تھوڑا تھوڑا گھی ڈال کر اسے بھونتے جائیں جب ذرا سوندھی سوندھی خوشبو آنے لگے تو ایک طشتری میں بقیہ گھی ڈال کر تمام آمیزہ بچھادیں اوپر سے بادام اور پستے چھڑک کر چھری سے اپنی پسندیدہ شکل کی ٹکیاں کاٹ لیں جب یہ ٹھنڈا ہوکر جم جائے اور ذرا سخت ہوجائے تو اسے موی کاغذ میں رکھ کر ڈبے میں محفوظ کرلیں۔

رمشا نور......کراچی

فش شاشلک ود کارن رائس

اجزاء:۔

مچھلی (بغیر کانٹے کے چوکور بوٹیاں)	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
پیاز	ایک عدد
شملہ مرچ	ایک عدد
ٹماٹر	دو عدد
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
سرکہ	دو کھانے کے چمچ
اجوائن	آدھا چائے کا چمچ
چاول (ابلے ہوئے)	دو پیالی
کالی مرچ (گدری پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

پیاز، ٹماٹر اور شملہ مرچ کے چوکور ٹکڑے کاٹ لیں اور مچھلی کے ٹکڑوں کے ساتھ ایک بڑے پیالے میں ڈال دیں۔ شاشلک کی چھوٹی سیخوں کو لے کر اس میں احتیاط سے مچھلی اور سبزیوں کو پرو لیں، فرائنگ پین میں دو کھانے کے چمچ آئل ڈال کر درمیانی آنچ پر ایک سے دو منٹ گرم کریں۔ سیخوں کو فرائنگ پین میں پھیلا کر رکھیں تاکہ اچھی طرح فرائی ہوسکیں، آنچ تیز کرکے فرائنگ پین کو اس طرح گھماتے جائیں کہ مچھلی ہر طرف سے پک جائے۔ سیخوں کو نکال کر اسی فرائنگ پین میں دو کھانے کے چمچ آئل ڈال کر ایک سے دو منٹ گرم کریں اس میں مکئی کے دانے اور کالی مرچ ڈال کر تیز آنچ پر دو منٹ فرائی کریں پھر اس میں چاول ڈال کر دو سے تین منٹ فرائی کریں۔ اچھی طرح گرم ہونے پر چولہے سے اتارلیں، خوب صورت پلیٹر میں کارن رائس کو نکال کر اس پر ہری پیاز کی پتیاں یا باریک کٹا ہوا پارسلے چھڑک دیں اور ایک طرف شاشلک اسٹک رکھ دیں۔ یہ ڈش دیکھنے میں بھی خوب صورت لگے گی اور کھانے میں بھی غذائیت سے بھرپور ہے۔

علیشا نور......کراچی

نمکین مرغ

اجزاء:۔

مرغی کا گوشت	ایک کلو
پیاز (درمیانے سائز کی)	دو عدد
ادرک، لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہری مرچ	پانچ عدد
املی کا گودہ	تین کھانے کے چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
چینی	ایک چائے کا چمچ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
دار چینی	ایک انچ کا ٹکڑا
بڑی الائچی	تین عدد
تیز پات	ایک عدد
دہی	ایک کپ
نمک، تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

مرغی کا گوشت اچھی طرح صاف کرکے دیگچی میں ڈالیں اس میں املی کا پیسٹ، دو چٹکی نمک، بڑی الائچی، تیز پات اور دار چینی ڈال کر پانی ڈالیں اور ہلکی آنچ پر چولہے پر رکھ دیں۔ دوسرے برتن میں تیل ڈالیں، اس میں پیاز کاٹ کر ڈالیں، ساتھ ہی ادرک کا پیسٹ اور ہری مرچیں بھی کاٹ کر ڈال دیں۔ سیاہ مرچ، حسب ضرورت نمک اور دہی ڈال کر مصالحہ بھون لیں جب چکن گل جائے تو اس کی بوٹیاں نکال کر اسے مصالحے میں ڈال دیں اور اچھی طرح بھونیں، لیموں کا رس اوپر ڈالیں اور اتارلیں۔ نمکین مرغ تیار ہے، نان یا چاولوں کے ساتھ پیش کریں۔

شمع رانی......کراچی

بیکڈ قیمہ

اجزاء:۔

قیمہ	تین پاؤ
دودھ	ایک پاؤ
ڈبل روٹی کے ٹکڑے	ایک پاؤ
انڈے	دو عدد
پیاز	ایک عدد
سبز مرچ	تین عدد
ہرا دھنیا	آدھی گڈی
لہسن	دو جوے

ادرک (باریک کترلیں)	ایک چھوٹی گانٹھ
سیاہ مرچ	نصف چائے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

انڈے توڑ کر پھینٹ لیں اور اس میں دودھ شامل کرلیں پھر اس مین ڈبل روٹی کے ٹکڑے' قیمہ اور سارا کترا ہوا مصالحہ مرچ اور نمک بھی شامل کرکے خوب حل کریں اب ایک کیک کے سانچے کو چکنا کرکے سارا صالحہ ملا ہوا قیمہ اس میں بھر کر اوون میں آگ پر ایک گھنٹہ تک پکائیں' تیار ہونے پر ابلے ہوئے انڈے اور ٹماٹروں کے ساتھ پیش کریں۔

صائمہ شیخ......لاہور

دم پخت

اجزاء:۔

گوشت	ایک کلو
آلو	ڈیڑھ پاؤ
دہی	ایک پاؤ
مٹر	آدھا پاؤ
سرخ ثابت مرچ	بارہ عدد
نمک	حسب ذائقہ
ہلدی	حسب ذائقہ
کالی مرچ	چھ عدد
بڑی الائچی	چار عدد
پیاز	ڈیڑھ پاؤ
لہسن	ایک چھٹانک
گھی	حسب ضرورت
ہرا دھنیا	آدھی گڈی

ترکیب:۔

گوشت اور سبزیوں کو دھو کر سب چیزیں اکٹھی ملا کر کوکر میں رکھ دیں اگر کوکر نہ ہو تو تنگ منہ والی دیگچی میں ڈھانپ کر رکھ دیں۔ سخت آٹا گوندھ کر ڈھکنے کے اردگرد لگا دیں تاکہ بھاپ نہ نکل سکے۔ دیگچی کو آگ پر رکھ دیں اور اس کے اوپر کوئی وزنی چیز رکھ دیں' آگ ہلکی رکھیں' پندرہ منٹ کے بعد اتار لیں' دم پخت تیار ہے۔

سمعیہ علی......کراچی

اوپن گرلڈ سینڈوچز

اجزاء:۔

ڈبل روٹی بڑی والی	ایک عدد
چکن (ابلی ہوئی باریک ٹکڑے)	آدھی پیالی
میدہ	دو کھانے کے چمچے
تازہ دودھ	ایک پیالی
کالی مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچہ
سفید مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچہ
مکھن	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
پنیر (کش کی ہوئی)	ایک پیالی
چینی	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

ایک دیگچی لیں' اس میں آدھا مکھن ڈال کر گرم کریں پھر میدہ ڈال کر ہلکا سا بھون لیں۔ دیگچی نیچے اتار کر پانچ منٹ کے لیے ٹھنڈا کرلیں پھر دودھ ڈالیں' لکڑی کا چمچہ چلاتے رہیں اور چولہے پر دوبارہ پکانے رکھ دیں جب ساس گاڑھی ہوجائے تو اتار لیں' وائٹ ساس تیار ہے۔ اس میں چینی' سفید مرچ اور چکن ملا دیں اب سلائس کے درمیان سے دو ٹکڑے کرلیں اس کے بعد پہلے مکھن لگائیں پھر وائٹ ساس ملی چکن پھیلا کر لگائیں۔ اس کے اوپر پنیر رکھیں اور کالی مرچ چھڑک کر ایک بڑی پھیلی ٹرے میں رکھ دیں۔ اوون پہلے سے گرم کریں جب گرم ہوجائے تو دس منٹ کے لیے گرلڈ کرلیں جب پنیر پگھل جائے اور گولڈن براؤن ہوجائے تو سینڈوچز تیار ہیں' گرم گرم کھانے کے لیے پیش کریں۔

ثمرین کنول......کراچی

کشمیری چائے

اشیاء:۔

چینی	ایک چائے کا چمچ
چائے کی پتی	دو چائے کے چمچ
شہد	حسب ضرورت
پسے ہوئے بادام	تین کھانے کا چمچ
دارچینی	دو سے تین
زعفران	ایک چٹکی
چھوٹی الائچی	پانچ عدد
دودھ	آدھا کپ
پانی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

پانی میں چائے کی پتی ڈال کر ابال لیں پھر چینی اور دارچینی ڈال دیں۔ زعفران گرم پانی میں بھگو لیں۔ چولہے سے اتار کر پسے ہوئے بادام' شہد اور دودھ ڈال کر دوبارہ چولہے پر رکھ دیں۔ ابال آجائے تو سوکھے زعفران سے گارنش کرلیں۔

طلعت نظامی......کراچی

کریمی میتھی چکن

اجزاء:

چکن	آدھا کلو
کریم	4 کپ
سوکھی میتھی	2 چائے کے چمچ
لال مرچ پاؤڈر	2 چائے کے چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	1 چائے کا چمچ
ہری مرچیں	4 عدد
لہسن پیسٹ	1 چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

پتیلی میں تیل گرم کریں' لہسن پیسٹ' لال مرچ پاؤڈر اور نمک ڈال دیں۔ گوشت شامل کرکے بھون لیں۔ ایک پیالے میں تازہ کریم اور گرم مسالا پاؤڈر مکس کریں اور گوشت میں ڈال کر اتنا بھونیں کہ تیل اوپر آجائے۔ آخر میں میتھی اور ہری مرچیں ڈال دیں۔ پانچ منٹ دم پر رکھیں' گرم چپاتی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

ایرانی اونین سوپ

اجزاء:

پیاز (سلائس کرلیں)	تین عدد
اصلی گھی	آٹھ کھانے کے چمچ
آٹا	دو کھانے کے چمچ
قصوری میتھی	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک کھانے کا چمچ
مرغی کی یخنی	دو لیٹر
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ	حسب ذائقہ
انڈے	تین عدد
خشک باسی روٹی	دو عدد (ٹکڑے کرلیں)
سرکہ	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:

ایک گہرے پیندے کے برتن میں پیاز کو اصلی گھی میں اس وقت تک پکائیں کہ گولڈن ہوجائے۔ چمچ چلاتے ہوئے خشک میتھی' آٹا اور ہلدی ڈال دیں پھر یخنی بھی ملا دیں۔ اس کے ابلنے تک چمچ چلاتی رہیں پھر کم آنچ پر پکنے دیں۔ سوپ کو نمک اور کالی مرچ پاؤڈر سے سیزن کرلیں اور سرو کرنے سے تھوڑی دیر پہلے سوپ کو ایک بار پھر ابالیں اور چمچ چلاتے ہوئے پھینٹے ہوئے انڈے ڈال دیں۔ باسی روٹی کے ٹکڑے ڈال دیں اور فوراً ہی سرکے کا چھینٹا دے کر گرما گرم سرو کریں۔ سردیوں کی ٹھٹھرتی شاموں میں یہ گرم گرم بھاپ اڑاتا سوپ یقیناً آپ کو مزہ دے گا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

(ارم مشکوۃ رحمٰن' کراچی)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

صبا نواز بھٹی

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ میرے بال لمبے اور خوب صورت بھی ہیں مگر دو موئے بہت ہیں اور آج کل بہت زیادہ گر رہے ہیں۔ میری کزن کا بھی یہی مسئلہ ہے اس کے پہلے بال میرے جیسے تھے مگر اب تو اس کے بال بڑھتے ہی نہیں اور بہت زیادہ گرتے ہیں، میرے بال بھی اب سلکی نہیں رہے پلیز ہم بہت پریشان ہیں حل بتائیے مہربانی ہوگی۔

جواب: بالوں کی ٹریمنگ کروائیں نیچے سے ہر ماہ 1 انچ۔ کھوپرے کے تیل اور سرسوں کے تیل کو ملا کر مالش کریں۔ شیمپو ہفتے میں دو دفعہ استعمال کریں۔

پلوشہ گل..... کوٹ ادو

سوال: میرے چہرے پر بہت زیادہ بلیک ہیڈز نکلتے ہیں جو کہ بہت سخت ہوتے ہیں اور بعد میں وہ دانوں کی شکل اختیار کرلیتے ہیں پلیز اس کا کوئی حل بتائیے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میری بہن جس کی عمر 22 سال ہے اس کے چہرے پر بہت زیادہ خشکی ہے اگر وہ کسی صابن سے چہرہ دھولے تو چہرے پر دھبے نما خشکی ہوجاتی ہے اس کا بھی کوئی حل بتائیے ایک یہ کہ تھریڈنگ کے بعد دانے نکل آتے ہیں۔ تھریڈنگ کے بعد کیا چیز لگانی چاہیے۔

جواب: کلینزنگ کیا کریں، بادام پیس کر لگائیں، دودھ کے ساتھ مساج کریم لگائیں گولڈن گرل والوں کی سوتھنگ لوشن لگائیں۔

فریحہ چوہدری..... شاہ کوٹ

سوال: میرے چہرے پر دانے بہت نکلتے ہیں جن کے نشان پڑجاتے ہیں، دانوں اور داغ دھبوں سے جان چھڑانے کے لیے کوئی آسان ٹوٹکا بتادیں؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سردیوں میں سر میں خشکی بہت ہوجاتی ہے بال بڑھتے نہیں ہیں دو شاخے اور روکھے سے ہوگئے ہیں، گرتے بھی ہیں اس کا کوئی حل بتائیں؟

تیسرا مسئلہ یہ ہے چہرے پر بال بھی ہیں خاص طور پر تھوڑی پر موٹے اور کالے بال ہیں تھریڈنگ کروانا پڑتی ہے اس بارے میں کوئی ٹپ دیں؟

جواب: ایلوویرا جیل اور عرق گلاب ملا کر لگائیں۔

ناریل کے تیل کا مساج کریں، بالوں کی ٹریمنگ کروائیں۔

تھریڈنگ کرنے کے بعد پھٹکری لگایا کریں۔

انعم خان..... کھلابٹ ٹاؤن شپ

سوال: السلام علیکم! میں اپنی بیٹی کا مسئلہ لے کر حاضر ہوئی ہوں، میری بیٹی میٹرک کی طالبہ ہے اس کے چہرے پر دانے بہت نکلتے ہیں اور اپنا داغ چھوڑ دیتے ہیں۔ ماتھے اور گالوں پر بہت زیادہ داغ ہیں اس کے لیے کوئی اچھی سی کریم بتائیں جس سے داغ بھی ختم ہوجائیں اور رنگت بھی گوری ہوجائے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر داغ دھبے تھے کسی نے چار کریمیں مکس کرکے لگانے کا کہا میں نے استعمال کیں اس سے میری رنگت بھی صاف ہوگئی ہے اور داغ دھبے بھی ختم ہوگئے آپ یہ بتائیں کہ ان کے استعمال سے کوئی سائیڈ ایفکٹ تو نہیں ہے۔ آپ نے دسمبر کے شمارے میں کسی کو فیس فریش ایک عدد اور دو آر جی کو مکس کرکے لگانے کا مشورہ دیا تھا یہ نسخہ میں اپنی بیٹی کے داغ دھبوں کے لیے استعمال کرسکتی ہوں۔

جواب:۔ جی کرسکتی ہیں کریم لگا کر دھوپ میں نہ جائیں۔

نادیہ عباس دیا..... موسیٰ خیل

سوال:۔ میرا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر دانے نکل آتے ہیں اور بعد میں کالے نشان چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ پہلے بہت صاف چہرہ تھا اور میری جلد نارمل ہے نہ آئلی ہے اور نہ ہی خشک پلیز میرے مسئلے کا کوئی حل بتائیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال دو شاخے ہیں، کئی بار کٹوائے ہیں اور شیمپو بھی بدل چکی ہوں لیکن ٹھیک نہیں ہوتے، پہلے میں Dove شیمپو استعمال کرتی تھی اور اب Panten Pro کا جو Splitends والا ہے وہ لیا ہے پلیز آپ میرے دونوں مسئلوں کا حل بتائیں، بڑی مہربانی ہوگی آپ کی۔

جواب: Nivea کریم لگائیں بلیو والی۔

شیمپو ہفتے میں دو بار استعمال کریں۔

ناریل کے تیل کا مساج کریں۔

مسکان..... قصور

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے سر کے بال کافی چھوٹے ہیں پلیز کوئی ایسا شیمپو بتادیں کہ بال لمبے ہو جائیں اور خشکی بھی بہت ہے، کوئی ایسا ٹوٹکا بتادیں جس سے خشکی ختم ہوجائے مہربانی ہوگی۔

جواب: سر میں دہی کا مساج کریں، ہفتے میں دو بار ناریل کے تیل کا مساج کریں۔

دو شاخہ بالوں کی حفاظت

دو شاخہ بالوں کی شکایت اکثر خواتین کو ہوتی ہے۔ وہ خواتین جو بالوں میں تیل نہیں لگاتی یا اپنے بالوں کو ٹائم نہیں دیتیں تو انہیں دو شاخہ بالوں کی شکایت زیادہ ہوتو آیئے آج کیوں نہ اس مسئلے کا حل ڈھونڈیں۔

سب سے پہلے بالوں کی پارٹیشنگ کرکے ان حصوں کو ٹیلی رول کرتی جایئے۔ اس سے دو شاخہ بال اوپر کو اٹھ جائیں گے تو انہیں قینچی سے کاٹتی جائیں۔ سارے دو شاخہ بالوں کو ختم کرکے اس کے بعد جو بھی آپ تیل استعمال کرتی ہیں یا تو زیتون کا تیل زیادہ بہتر رہے گا۔ بالوں کی جڑوں میں مساج کریں۔ خاص کر حرام مغز میں مساج کریں۔

اب باری ہے ایلوویرا جیل کی۔ اگر آپ روزانہ بالوں میں ایلوویرا کی جیل لگائیں تو آپ کے بال سلکی ہوجائیں گے۔ ایلوویرا کی جیل آدھا کپ اور ایک چمچ بیکنگ پاؤڈر ایک چمچہ زیتون کا تیل ڈال کر مکس کریں اور بالوں میں لگالیں۔ ایک گھنٹے تک لگا رہنے دیں۔

بال آپ کو ریٹھے کے صابن سے دھونے ہیں۔ ریٹھے کا صابن بنانے کی ترکیب حاضر ہے۔ 10 گرام ریٹھے دو گلاس پانی میں خوب ابالیں اور پھر اس سے بال دھوئیں۔

کنڈیشنر کے لیے دو گلاس پانی ایک چمچ مہندی کا پاؤڈر ڈال کر ابال کر چولہا بند کرکے ایک چمچ مہندی کا پاؤڈر ڈال کر کنڈیشنر بنالیں اور پھر یہ پانی بالوں میں نتھارلیں۔

تیل روزانہ کا معمول بنالیں۔ آج میں آپ کو بال لمبے سلکی اور گھنے کرنے کا تیل بھی بنانا بتاتی ہوں۔ یہ تیل آپ دو شاخہ بالوں کے علاوہ بھی استعمال کرسکتی ہیں۔

زیتون کا تیل 300 گرام اور 30 گرام مہندی کے خشک پتے زیتون کے تیل میں ڈال کر ایک ابال دے دیں اور ٹھنڈا کرنے کے بعد چھان کر تیل بوتل میں محفوظ کرلیں اور روزانہ یہ تیل بالوں میں لگایئے۔ بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوں گے۔ یہ ہیئر ٹریٹمنٹ آپ کے لیے ضرور فائدہ مند رہے گی اور اپنی اس بہن کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

رحمت دو عالم ﷺ

رحمت دو عالم ﷺ

ابرنور......

وہ رونقِ دو جہاں

صادق و امین

دعاؤں کا حاصل

دو جہانوں کی شوکت

سایۂ رحمت

وہ نورِ رسالت ﷺ

وہ آئے تو ہر سو اجالا ہوا

دو عالم میں دین کا بول بالا ہوا

وہ حق کے صحیفہ

ہمارے مسیحا

وہ حق کے ولی ہیں

ہمارے نبی ہیں

ہیں ان سے ہی رونق دو جہاں

جو وہ نہیں تو ہم کہاں

وہ دشمنوں کے دوست

دو عالم کی چاہت

وہ محبوب الٰہی

رحمتِ دو عالم ﷺ

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

سنو! گھر چھوڑا نہیں کرتے

"جہاں سے دل کا رشتہ ہو

جہاں پہ روح بستی ہو

جہاں متاعِ جاں گنوائی ہو

جہاں سے زیست پائی ہو

جو در و دیوار اپنے ہوں

جہاں پرو رکھے سپنے ہوں

ان گلیوں سے راستے موڑا نہیں کرتے

سنو! گھر چھوڑا نہیں کرتے

کوئی جو آنکھ نم کر کے

دل و جاں کو زخم کر کے

معافی کا طالب ہو

وہ جس کی زندگی کے ہر لمحے پر

تمہاری یاد غالب ہو

ایسے اپنوں اور رشتوں کے درمیان

چھوڑا نہیں کرتے

سنو! گھر چھوڑا نہیں کرتے

محبت روٹھ جائے گی

آس بھی ٹوٹ جائے گی

میرے ہاتھوں کے دامن سے

دعا بھی چھوٹ جائے گی

جو خود ہی ٹوٹ جائے تو

اسے توڑا نہیں کرتے

سنو! گھر چھوڑا نہیں کرتے

سنو! گھر چھوڑا نہیں کرتے"

ام ثمامہ...... جھڈو سندھ

غزل

اگر اس نے آنا ہے تو در و دیوار تک آئے

میری چاہت کا افسانہ میرے گھر بار تک آئے

میں اس کے پیار کے قابل نہیں ہوں اس طرح لوگو!

میں اس کی یاد میں گم صم میرے اقرار تک آئے

بہت مدت سے میں اپنے غم بستر پر ہوں

عیادت کے لیے آئے دل بیمار تک آئے

میں مصروف لڑکی ہوں مجھے سب جانتے بھی ہیں

میری غزلیں یہ زینت ہیں کسی اخبار میں آئے

مریض عشق ہوں مدت سے میری زندگی تنہا

وہ میرے پیار کو سچے دل آزاد تک آئے

یہ میرے پیار کے چرچے فری کس طرح پھیلے

کہیں کابل تک آئے کہیں قندھار تک آئے

فریدہ جاوید فری...... لاہور

ریکوئسٹ

سنو!

ابھی جذبوں میں

محبت کی رمق باقی ہے

ابھی عمرِ رواں کا سورج ڈھلا نہیں

ابھی دل ہمارا محبت کے نام سے آشنا ہے

ابھی اتنا وقت نہیں گزرا

کہ چہرے یاد بن کر دھندلے ہو جائیں

محبت کے حسین منظر بھی اس دھند میں

کھو جائیں

سنو...... آ جاؤ لوٹ کر تم

کہ تمہارے لوٹ آنے کی آس

دل میں لیے

میں اب بھی محبت کے دیے

دل میں جلاتی ہوں

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

غزل

اب جو بکھرے ہو تو بکھرنے کی شکایت کیسی؟

خشک پتوں کی ہواؤں سے رفاقت کیسی؟

میں نے ہر دور میں بس اسی سے محبت کی ہے

جرم سنگین ہے اب اس میں رعایت کیسی؟

اک پتہ بھی شاخ سے جدا ہوتا ہے

کیا کہوں دل پر گزرتی ہے قیامت کیسی؟

زندگی تجھ کو تو لمحوں کا سفر کہتے تھے

راہ میں آ گئی صدیوں کی مسافت کیسی؟

ہوا کے دوش پر رکھے ہوئے چراغ تھے ہم

جو بجھ گئے تو ہواؤں سے شکایت کیسی؟

سائرہ حبیب اوڈ...... عبدالحکیم

نظم

تم تو خواب زادے ہو

تم کو تو پتا ہو گا

خواب کی اذیت کا

خواب خواب ہوتے ہیں

اک عذاب ہوتے ہیں

آنکھ کو رلاتے ہیں

روح کو جلاتے ہیں

تم کو سب خبر تھی پھر

کس لیے بتاؤ تو

خواب دیکھتے ہو تم

دکھ سمیٹتے ہو تم

اوہ خدا امیری قسمت

میں تو بھول بیٹھی تھی

تم تو خواب زادے ہو

انا احب...... گجرات

غفار صاحب کی یاد میں

زندگی کا سفر اور ہم ہیں دوستو

غم دوراں، شب تنہائی اور ہم ہیں دوستو

جنوری کی وہ سرد شب کیسے سسک رہی تھی دوستو

نہ پوچھو قلب و جگر کیسے کٹ رہے تھے دوستو

آنسوؤں کا وہ نہ تھمنا اور سوچوں کی وہ یلغار

حیات کے ہر پل کی یادیں اور ہم تھے دوستو

فکر مستقبل تھی اور ہم تھے دوستو

رفیق و ہمدرد آتے رہے گلے لگتے رہے

روتے رہے رلاتے رہے دوستو

مگر جو غم اور اذیتیں ہمیں جھیلنا تھا دوستو
وہ ہم ہی جھیلتے رہے اور جھیلتے رہیں گے دوستو

مسز نگہت غفار...... کراچی

غزل

میں ہوں اور ہجر کا تپتا صحرا ہے
درد سینے میں ازل سے ٹھہرا ہے
میں جو ڈرتی تھی فقط اس سے
کیا معلوم تھا زمانہ اک لٹیرا ہے
چاند بھی اداس ہے دیکھ کے مجھے
ہم دونوں کا دکھ اک جگہ ٹھہرا ہے
تو بھلا کے مجھے دیکھ لے ظرف میرا
مجھ میں تو بلا کا حوصلہ ہے
سفر جو باقی ہے وہ خیر سے کٹے
رات اندھیری سہی قریب سویرا ہے
بٹھا کے تجھ کو ہم نے قفل لگا دیا
آنگن دل میں آج بھی تیرا بسیرا ہے

فصیحہ آصف خان...... ملتان

نظم

میری بے نوا آنکھوں میں
جب سے تمہاری چاہت کے
حسیں رنگ
خواب سمائے ہیں
تو سچ جانو میرے ہم دم
کہ اب تاریک راتوں میں
میری آنکھیں
اکثر ہیروں کی طرح
جگمگاتی ہیں!

سیدہ علیشاہ...... بہاول پور

غزل

جا بجا درویش کی یہ ہی صدا
دل کبھی نہ توڑنا حسرت بھرا
ہر چمکتی چیز یہاں سونا نہیں
شعلہ رو اکثر ملیں گے بے وفا
گونجتی ہیں گاؤں میں شہنائیاں
ایک دلہن اپنے گھر میں غم زدہ
ایک محسن دور ہے پردیس میں
درمیاں ارض و سماں کا فاصلہ
پاس جھرنے کے بجی ہے بانسری
ایک گھائل چشم سے آنسو گرا
آشیانوں پر عقابوں کی نظر
باغ میں سہمی ہوئی ہر فاختہ
چاندرات میں ساحلوں پر بیٹھ کر
شعر کہنا راہی کا ہے مشغلہ

برکت راہی...... ڈگری

غزل

یار آشنا رہیئے جا بہ جا صدا کریئے
ڈھونڈ کر محبت کو قید سے رہا کریئے
حسن کی نزاکت ہے یا فریب ہونٹوں کا
آپ بھی کبھی ان کو بولتے سنا کریئے
تتلیں مرے دل کی رنگ لے کے آئی ہیں
جان مدعا ہوں گے عرض مدعا کریئے
کہتے ہیں وہ منہ پھیرے بے وجہ نہ منہ لگیے
عشق ہے تو کیا کیجئے لاگ ہے تو کیا کریئے
بدگماں سے باتوں میں کون جیت سکتا ہے
آپ ہی کہا کیجئے آپ ہی سنا کریئے
اے دل شکستہ سن کیا مجال ہے اپنی
اس حسیں ستم گر سے شکوہ وفا کریئے
وصل کی گھڑی احمد دم بھی غنیمت ہے
آئے تو قدم لیجئے جائے تو دعا کریئے

فیاض احمد خیال...... مانسہرہ

میرے چاند کے نام

میرے چاند میرے اختیار میں ہو اگر
تو سارے جہاں کی خوشیاں لا کر تیرے قدموں
میں ڈھیر کر دوں
زمانے کا ہر سکھ تیرے دامن میں لا کے بھر دوں
اپنی تمام زندگی تیرے نام کر دوں
اور کیوں نہ کروں کہ
تو میرے ہر لفظ میں ہر بات میں ہے
میری ہستی میں ہے میری ذات میں ہے
میری صبح میں شام میں اور رات میں ہے
میری چوڑی کی کھنکار میں ہے
تو میری پائل کی جھنکار میں ہے
تو میرے ہاتھوں پہ مہکتی ہوئی حنا کا رنگ ہے
تو میری آنکھوں کا کاجل ہے
میرے سر کا آنچل ہے
تو میرے لبوں پہ کھلکھلاتی ہوئی مسکراہٹ کا رقص ہے
تو میری خوشیوں کا عکس ہے
تو میری شاعری کے موتیوں جیسے لفظوں میں
پنہاں ہے
تیرا ہی عکس میرے جسم و جاں پر رقصاں ہے
تو میری دیوانگی میرے جنون میں ہے
تو میرے جسم میں شامل خون میں ہے
تو میری دھڑکنوں کے ساز میں ہے
تو میری پُرسوز دلکش آواز میں ہے
تو میرے دل کی امنگوں میں ہے
تو دھنک کے سات رنگوں میں ہے
تو میری ادا میں ہے حیا میں ہے
تو میری صدا میں ہے دعا میں ہے
تو میری چاہت ہے میری بندگی ہے
تو میری تمام زندگی ہے
تو اس دھرتی کا دلکش چاند ہے
تیرے سامنے دنیا کا سارا حسن ماند ہے
اے میرے چاند! مجھے اب ترساؤ نا
آؤ میرے پاس آؤ نا
میرے دل کی بھی پکار ہے
مجھے اور نا آزماؤ نا
آؤ میرے پاس آؤ نا......!

شمائلہ قربان علی...... فیصل آباد

غزل

کچھ پھول اگر اپنی کتابوں سے نکلتے
ہم لوگ ابھی اجڑے ہوئے خوابوں سے نکلتے
ہم ان کے سوالوں میں تو الجھے ہی رہے ہیں
پھر کیسے بھلا ان کے خوابوں سے نکلتے
اک ہجر کا سایہ بھی تو آنکھوں میں بہت تھا
اے کاش کبھی ہم بھی عذابوں سے نکلتے
عاشق تھے ہمیں عشق نے برباد کیا تھا
مے کش تھے بھلا کیسے شرابوں سے نکلتے
کل رات مجھے خواب میں آ کر ہی ملے ہو
اے کاش کہ ہم تیرے سرابوں سے نکلتے
تم گھر کے دریچوں میں مہکتے ہی رہے ہو
خوشبو کی طرح تم بھی گلابوں سے نکلتے
راشد میری برسوں سے یہ خواہش ہی رہی ہے
یہ لوگ بھی اپنے حجابوں سے نکلتے

راشد ترین...... مظفر گڑھ

یوں بھی ہوتا ہے

ذرا سی ٹھیس سے اکثر

دل ٹوٹ جاتے ہیں
مفلسی کے موسم میں
دوست روٹھ جاتے ہیں
ذرا سی بات پر اکثر
بات بڑھ بھی جاتی ہے
اور یوں بھی ہوتا ہے
جو ہمیشہ کہتا ہے
"مجھے تم سے محبت ہی کب ہے"
وہی عشق میں پاگل
خود کو مٹاتا ہے زندگی لٹاتا ہے

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

غزل

اشک بن بن کے لہو آنکھوں سے بہتا ہی رہا
ایسی برکھا رت میں بھی یارو میں پیاسا رہا
دیکھتے ہی دیکھتے ڈپو ہوا خالی تمام
اور لائن میں کھڑا معصوم بچہ ہی رہا
ساتھ دے کر دو قدم احباب بھی چلتے بنے
ہم سفر راہ وفا میں اپنا سایہ ہی رہا
ہم مسرت کے دیئے جلاتے سوچیے
ہر طرف پھیلا ہوا غم کا اندھیرا ہی رہا
ہاں وہی اک دوست' جس کا ذکر بھی نہ کرسکوں
جانے کیوں شدت سے مجھ کو یاد آتا ہی رہا
شہر میں کچھ اور بھی جرم وفا کرتے رہے
زخم کھانے کو بھلا کیوں ایک رانا ہی رہا

قدیر رانا...... راولپنڈی

غزل

اگر یہ زخم دل مہکا نہ ہوتا
تصور آپ کا آیا نہ ہوتا
ترا چہرہ اگر دیکھا نہ ہوتا
تو دل میں حشر سا برپا نہ ہوتا
ہمارے گھر میں جب آنا نہیں تھا
تو پھر گھر کا پتا پوچھا نہ ہوتا
محبت آپ سے ہرگز نہ ہوتی
رموزِ عشق کو سمجھا نہ ہوتا
نہ کرتا آرزو ملنے کی یارو
اگر وہ پاس سے گزرا نہ ہوتا
دلاسا بھی اگر دیتے ذرا سا
تو شیرازہ دل بکھرا نہ ہوتا
اگر وہ باغ سے گزرے نہ ہوتے
تو رنگِ گل کبھی گہرا نہ ہوتا
نہ تُو ہوتا نہ تیری بات ہوتی
کہ میرا دل کبھی تیرا نہ ہوتا
ہمیں یہ درد دل ملتا نہ عاطر
اگر ان کو کہیں دیکھا نہ ہوتا

رانا حنیف عاطر...... راولپنڈی

غزل

سوچوں کا حسن اس پل نکھرتا ہے
جب گلی میں قدم وہ دھرتا ہے
ماند پڑجاتی ہے ضیائے قمر
شام کو جب بھی وہ سنورتا ہے
تیرے آنے سے چاندنی پھیلے
چاند سا گھر میں اک اترتا ہے
ایک ہی چہرہ ایک ہی صورت
کینوس پر سدا ابھرتا ہے
وہ تو انصر ہوا کا جھونکا ہے
وہ کئی راستے بدلتا ہے

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد
dkp@aanchal.com.pk

بہت پیاری بہنوں اور بیٹیوں کے نام

السلام علیکم! ہزاروں سال سلامت رہیں' شاد و آباد رہیں آمین۔ امبر گل' پروین افضل' نایاب سید' سباس گل' فصیحہ آصف' فریدہ جاوید' غزالہ جلیل' فاخرہ گل' رضوانہ کوثر' نسیم نیازی' نگہت اکرم' شگفتہ شفیق' شمیم نازٹمشیلہ لطیف' طیبہ احمد' سمیرا شریف' اقراء صغیر' صوفیہ ملک' رشک حبیبہ' ہما یعقوب' کوثر سعید' ام مریم' عقیقہ' ثوبیہ رحمان' اقراء سیف' شہلا عامر' حنا احمد' میمونہ ودین' شمائلہ کاشف' سیدہ ضوبار یا اگر کوئی نام لکھنے سے رہ گیا ہو تو معذرت۔ آپ سب کے لیے میں دل کی گہرائیوں سے دست دعا ہوں کہ اللہ رب العزت آپ سب کے دل کی ہر مراد پوری کرے' ہر جائز دعا قبول کرے زندگی کے اس سفر میں آپ سب کا ہر اٹھتا قدم پچھلے قدم سے بہتر ہو' آپ سب پر کوئی مصیبت پریشانی نہ آئے زندگی کا ہر لمحہ دن کا ہر لمحہ رات کا ہر لمحہ مبارک ثابت ہو۔ ہر آنے والی صبح آپ سب کے لیے خوشیوں اور مسرتوں کی نوید سنائے آمین ثم آمین۔ اللہ رب العزت ہمارے ملک پاکستان کے ہر شہر' ہر گھر' ہر فرد کو اپنی رحمتوں' عنایتوں اور کرم کے حصار میں رکھے آمین۔ آپ سب سے ایک گزارش ہے کہ جب آپ اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو کر دعا کے لیے ہاتھ بلند کریں اس وقت صرف اک لمحہ (نگہت غفار) کے لیے وقف کردیں' شکریہ۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

آنچل فرینڈز کے نام

فخر النساء' فریحہ شبیر' میری نگارشات پسند فرمانے کا بے حد شکریہ۔ فرزانہ سرور' فرح شازیہ اسلم طور بمعہ ان کی آنٹی میرے سوالات پسند فرمانے پر آپ کا بے حد شکریہ' یہ تو آپ کا حسن نظر ہے ورنہ بندی کس قابل ہے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

نٹ کھٹ پریوں کے نام

سلام ٹو آل آنچل فیملی ممبرز اینڈ آل مائی فرینڈز کیسی ہو سب نٹ کھٹی پریوں' بعض پریاں تو آتی جاتی رہتی ہیں مگر بعض تو بس منظر سے بالکل ہی آؤٹ ڈور ہوگئی ہیں۔ ان آؤٹ ڈور پریوں میں انیس انجم AS خان' شاہ زندگی اور خاص کر ہماری پیاری سب کی دلاری نادیہ فرنسین کہاں گم ہوگئی ہو یار۔ کوئی ناراضگی تو نہیں چل رہی آنچل سے اور اگر ہے تو بس جلدی ختم کرو اور اپنا دیدار کراؤ۔ اب بات ہوجائے ہماری مٹھاس یعنی پیاری طیبہ شیریں کی آپ نے دوستی قبول کی اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔ جی تو نازک اور کول سا احساس رکھنے والی ہماری کول رباب افضل ہوئی آپ کے لیے دعا ہے کہ ہمیشہ کول ہی کول بن کر رہو۔ صدیقہ خان (باغ آزاد کشمیر) آپ سے انسیت سی محسوس ہوتی ہے وہ اس لیے کہ میرا ننھیال بھی آزاد کشمیر باغ کا ہے۔ اس کے علاوہ تمام دوستوں فریحہ شبیر' دلکش مریم' نائلہ خان (ملتان) حمیرا عروش' سیدہ جیا عباس' ایمان بٹ' نادیہ' نور' ندا فاطمہ' نائلہ خان' عائشہ پرویز' مدیحہ نورین سب کو اور جو نام رہ گئے سب کو میری طرف سے سردی مبارک کیونکہ سردی کا موسم مجھے جنون کی حد تک پسند ہے پھر ملیں گے۔ خود کو اور خود سے منسلک رشتوں کو کبھی مایوس مت کریں اللہ حافظ۔

نادیہ کامران...... کھوڑہ سنگوٹ سیداں

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم سویٹ سی فرینڈز کیسی ہو سب؟ ڈیئر عروسہ شہوار اور شاہ زندگی کیسی ہیں آپ اور نادیہ فاطمہ رضوی' ظل ہما' شمع مسکان' ام ثمامہ' نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور آپ سب کیسے ہو اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اسی طرح کامیابیوں سے نوازتا رہے آمین۔ مسرت محمود (بہن) سندس کائنات (بہن) طاہرہ جیا' یسین ڈیئر بھائی آپ سنائیے کیسی ہیں سب' ڈیئر نایاب' خاصہ تبسم اینڈ عطیہ' آسیہ' زکیہ کبریٰ' مریم بختیار' نوشابہ' صفوانہ گل' ثمرہ محمود' صائمہ اینڈ زینب بخاری اور عائشہ نثار تم سب کیسی ہو؟ زینب اور عائشہ نثار تم دونوں بہت سویٹ ہو اور عائشہ تم اداس نہ ہوا کرو کیونکہ یہ اداسی تمہارے چہرے پر نہیں جچتی۔ اللہ تم سب کو خوش اور اپنی امان میں رکھے آمین اللہ حافظ۔

قرۃ العین' صائمہ عمرین...... دار بن کلاں

بہت ہی پیاری ٹیچر مس صائمہ کے نام

السلام علیکم مس جی! امید ہے کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے خیریت ہوں گی مس جی فروری میں آپ کی برتھ ڈے ہے۔ آپ کو میری طرف سے اور بشریٰ' شہلا' نادیہ' سمیرا' صائمہ ہم سب دوستوں کی طرف سے آپ کو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ 25 فروری اور آنے والا سال اللہ پاک مبارک کرے اللہ پاک آپ کو زندگی کی ہر خوشی نصیب کرے ہر مقصد میں کامیاب و کامران کرے۔ اللہ کرے کہ آپ کے بخت کا ستارا سدا چمکتا رہے' کسی غم کا سایہ بھی آپ پر نہ پڑے آمین۔

نبیلہ مسکان...... تربیلا ڈیم

اپنی دوستوں کے نام

ڈیئر فرینڈز السلام علیکم! آمنہ' حفصہ' عارفہ' فتح' نورین کیسی ہو تم سب؟ میری دعا ہے کہ اللہ تم سب کو اچھے نمبروں سے پاس کرے اور میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں آئی لو یو سو مچ پلیز میری کسی بات پر ناراض نہ ہوا کرو آمنہ تم بہت جلدی ناراض ہوجاتی ہو اگر مجھ سے کوئی

غلطی ہوگئی ہو تو مجھے معاف کردینا اور میرے لیے بھی دعا کرنا کہ اللہ مجھے اچھے نمبروں سے پاس کرے گو کے اللہ حافظ۔

غزالہ کنول ...... موسیٰ خیل

خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری آنچل کی پیاری پیاری سہیلیاں بشریٰ باجوہ، چندا مثال، صبا نواز، عفت، کرن شاہ، کرن وفا، ام کلثوم، ماہ مریم، مزمل، توشی، شمیلا، سعدیہ، شگفتہ، عقل، ہما، نیرہ، ورتاشیہ، سلمیٰ، صنم ناز، جاناں، فروا، امید، سادیہ اعجاز کیسی ہو کیا حال ہیں؟ مجھے یاد رکھنا بھول مت جانا اور میری جان میرے دل کے بہت پاس چار دوستوں کو میرا اسلام۔ حمنہ سحر وہ لڑکی جس سے بات کرکے مجھے لگا کہ ہر رشتہ مل گیا۔ حمنہ وہ جو مجھے تا امید دیکھ کے امید کا جگنو میرے ہاتھ میں دینے والی حمنہ آئی لو یو سوچ۔ رابعہ اکرم وہ دوست جس کا نمبر ملاتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوتا کہ اب میں اداس نہیں رہنے والی کیوں کہ رابعہ کے ساتھ مذاق کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے آئی مس یو اچھی رابعہ! سادیہ چوہدری دنیا کی سب سے اچھی دوست جس کا کہنا کہ میں اسے ہر رشتے میں بلا سکتی ہوں شکریہ سادی رانو اور سب سے آخر میں میری بہن جیسی دوست لبا نبل یار تیری تعریف نہیں کرتی ورنہ آسمان پر چڑھ جاؤ گی (ہاہا)۔ پھر بھی تم انمول ہو اور وہ دوست جن سے آنچل کے ذریعے بات ہوتی ہے شمع مسکان جو مجھے بھول گئیں، افسوس، نورین شاہد، فاخرہ، کول شادی مبارک۔ انیس نیہا، پلوشہ گل، شاہ زندگی، ثوبیہ کوثر ملتان سلام دعاؤں میں یاد رکھنا ہمیشہ شاد و آباد رہو۔

مسکان ...... قصور

سسر معظم کے نام

چی برتھ ڈے ٹو یو مائی سوئٹ سسر یکم فروری کی ایک سہانی صبح کو تم اس دنیا اور ہمارے گھر میں تشریف لا کر لائیں تمہارے آتے ہی ہر ایک کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی ہر طرف ہر سو خوشیاں ہی خوشیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ماما پاپا تے خوش تھے گھروں میں مٹھائیاں بانٹی جارہی تھیں او ہو آپ سب کہاں کھو گئے ہیں یہ میری بہن کا بچپن تھا اب تو کافی بڑی ہوگئی ہے ٹیچر ہے آپی میرا مریم مارینیا سوئٹ بروز بلال اجمل اور عثمان علی کی طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور ہر قدم پر کامیاب کرے آمین آل فیملی کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تمہیں موٹا کردے آمین ثم آمین۔

عظمیٰ بٹ ...... سمندری

میری سب اچھی دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں دوستو جی! یار مجھ سے تو نہ ہی پوچھو آپ سب بھی سوچتی ہوں گی کہ کدھر غائب ہوگئی جاناں! تو جناب ہم یہاں ہی ہیں بس مصروفیات اور ٹینشن اتنی بڑھ گئی تھیں۔ بس آپ سب دعا کیا کرو میرے لیے ایک وقت لائف میں ایسا ضرور آتا ہے کہ سب اپنے پرائے ہو جاتے ہیں یہی حال اپنا ہے خیر کٹ جائے گی۔ بشریٰ، فروا کیسی ہو آپ دونوں؟ آپ تو بہت خفا ہوگئی جاناں سے یار آپ تو مجھے سمجھتی ہو ان شاء اللہ جلد آپ سے رابطہ کروں گی زبالی تم کیسی ہو یار تمہاری ٹینشن کہاں تک پہنچی۔ کرن زبالی تم دونوں خوش رہا کرو ہنسی مسکراتی رہا کرو۔ تسنیم چوہدری کیسی ہو آپ کب آؤ گی۔ میرا تو اب کسی سے بھی رابطہ نہ ہونے کے برابر ہے لیکن کبھی نہ کبھی سب سے رابطہ ضرور کروں گی۔ بشریٰ! سوری یار آپ کو منگنی کی مبارک باد نہ دے سکی آپ کو منگنی اور اچھی اسٹوری لکھنے پر بہت بہت مبارک باد۔ شمی تم کیسی ہو تمہاری سالگرہ 21 دسمبر کو تھی گزشتہ سالگرہ مبارک ہو۔ بہت معذرت کے ساتھ کہ لیٹ وش کیا 2 فروری کو اور 9 فروری کو عافیہ چوہدری زوبی رانا آپ کی سالگرہ ہے بہت بہت مبارک ہو۔ 28 فروری کو زاہدہ ملک آپ کی سالگرہ ہے آپ کو بھی سالگرہ مبارک۔ 13 فروری ناصرہ آپ کی سالگرہ ہے سالگرہ مبارک یار لالا خوش رہو دوست، طیبہ افضل، مسکان، فروہ، ایمان ملک، شاہ والا آپ کیسی ہو؟ مجھے یاد کرتی ہو یا نہیں۔ دوستو میں آنچل میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی کیونکہ آنچل سے میرا بہت گہرا تعلق ہے۔ پچھلی بار یعنی جنوری 2013 میں مجھے آنچل نے بہت اچھا سرپرائز گفٹ دیا تھا جو کہ ہمیشہ مجھے یاد رہے گا سب دوست مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا اور میرے ساتھ رہنا اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

جاناں ...... چکوال

آنچل کی بہنوں کے نام

السلام علیکم! آپ سب بہنیں کیسی ہیں میں کافی عرصے سے آپ کو آنچل میں دیکھتی آرہی ہوں مگر پیغام پہلی بار بھیج رہی ہوں۔ حمیرا عروش (گوجرانوالہ) سادیہ چوہدری (گجرات) فاطمہ نواز مغل (گوجرانوالہ) مریم زید (سیالکوٹ) عمارہ انمول (جہلم) لاادو ملک (اوکاڑہ) فوزیہ سلطانہ، خوشبو کیف (کبیروڑ پکا) عظمیٰ شاہین (جڑانوالہ) رضوانہ محمد (سیدوالہ) نسیمہ خان، محبت اسلم چوہدری (سوتا دیلی) وجیہہ خان (بہاولپور) مریم شاہ (سرگودھا) نادیہ لیسین (ساہیوال) صوفیہ ملک (ہارون آباد) آمنہ امداد (سرگودھا) کیف سکندر (گجرات) شاہ زندگی، سامعہ پرویز، سیدہ کنزیٰ زین (منڈی بہاؤ الدین) نادیہ اظفر (لاہور) سدرہ ملک (بورے والا) مشعال اسلام (کلاچی) عکاشہ انجم (صادق آباد) فاطمہ منظور (سمبڑیال) سندس رانی (سرگودھا) سمعیہ سرفراز (منڈی بہاؤ الدین) مدیحہ بتول (شیخوپورہ) سونیا منظور (گجرات) آصفی وضیاں زرگر جوڑہ (گجرات) آمنہ بتول (خوشاب) وجیہہ خان (بہاولپور) کائنات عابدہ، جاوید کامران (راولپنڈی)۔ میں آپ سب بہنوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ آپ

میرے بارے میں بھی جاننا چاہیے ہیں میرا نام حلیمہ بی بی ہے میں 9 فروری 1991ء کو منڈے میں پیدا ہوئی ہم پانچ بہنیں ہیں اور میری ایک بھتیجی بھی ہے۔ میری جان جو پریپ کلاس کی اسٹوڈنٹ ہے (مزید پھر کبھی) پلیز مجھ سے ضرور دوستی کیجیے گا اور اگر ان بہنوں کے علاوہ بھی کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم میں آپ لوگوں کے جواب کا انتظار کروں گی اللہ حافظ۔

حلیمہ بی بی ...... منڈے

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر نازی آپی اینڈ ڈیئر سسٹر شریف طور آپی کیسی ہیں آپ دونوں؟ آپ یہ بتائیں (دونوں) کہ اتنے اچھے ناول کیسے لکھ لیتی ہیں؟ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ ہمارے لیے سبق آموز ناول لکھتی رہیں آمین اور میرے پیارے بھیا باہر جا کر تو مجھے بھول ہی گئے ہو کہ میں بھی آپ کی بہن ہوں۔ کبھی فون پر مجھ سے بھی بات کرلیا کرو گھر والوں سے تو بہت باتیں کرتے ہو چلو کوئی بات نہیں خیر ہے اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔ سب گھر والوں کی طرف سے تم کو پیار اور ایک بار پھر اپنا بہت زیادہ خیال رکھنا۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تم جہاں بھی رہو ہمیشہ خوش رہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی امان میں رکھے آمین۔

چاہت ...... ڈنگہ، گجرات

عائشہ نور محمد کے نام

عائشہ نور محمد جی امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی آپ کے ناول نے مجھے دوست کے نام پیغام لکھنے پر مجبور کیا آپ کا ناول "اندھیروں سے اجالوں تک" بہت اچھا نہیں بلکہ سپرہٹ تھا اور پورے آنچل پر چھایا ہوا تھا بہت سے ناول پڑھے اچھے بھی لگے لیکن مجھے جن ناولوں نے بے حد متاثر کیا وہ عمیرہ احمد کے ناول "پیر کامل" اور "امربیل" تھے اور آپ کے ناول "خوشبو کا سفر" اور "اندھیروں سے اجالوں تک" ہے۔ آپ نے کچھ عرصہ پہلے "خوشبو کا سفر" لکھا تھا وہ بہت زبردست تھا اچھا مجھے ناول بھول جاتے ہیں اور رائٹر کے نام تو بالکل یاد بھی نہیں رہتے لیکن جیسے ہی دسمبر کے آنچل میں آپ کا نام دیکھا تو مجھے آپ کا پچھلا ناول "خوشبو کا سفر" یاد آ گیا اور یقین مانئے آپ کے نام کو دیکھ کر سب سے پہلے آپ کا ناول پڑھا۔ عائشہ جی اگر میں یہ کہوں کہ آپ نے قلم کا حق ادا کردیا تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ آپ کا قلم بھی آپ پر نازاں ہوگا مجھے آپ سے اور عمیرہ احمد سے ملنے کا بے حد اشتیاق ہے جن کا قلم اتنے خوب صورت موتی بکھیرتا ہے ان کی شخصیت کتنی دلکش ہوگی۔ عائشہ جی آپ بہت عرصہ بعد لکھتی ہیں لیکن جب بھی لکھتی ہیں تشنگی مٹ جاتی ہے۔ عائشہ جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میں نہیں جانتی آپ کی عمر کیا ہے میری عمر 19 سال ہے اور دوستی میں عمر نہیں دیکھی جاتی کیا کرتی ہو ہے آپ کی حقیقت میں چھوٹو ہے کہ دل نے یہ پیغام لکھنے پر مجبور کیا پلیز آپ کوئی بھی ردعمل مثبت یا منفی جواب ضرور دیجیے گا میں شدت سے آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔

نادیہ عباس دیا ...... موسیٰ خیل

ٹیوشن گروپ کے نام

السلام علیکم! ٹیوشن گروپ کیا حال چال ہے؟ پڑھائی تو خوب زور و شور سے جاری ہوگی ویسے راز کی بات ہے ہماری کمی تو محسوس ہوتی ہوگی (ہے ناں)۔ اقرا اپنا رزلٹ چھپا کر اچھا نہیں کیا تو نے۔ خیر کبھی تو پتا چل جائے گا۔ ثنا تمہارا میتھ کیسا جارہا ہے۔ سعدیہ کبھی گھر آؤ ناں میرا ارادہ بن تو رہا ہے آپ لوگوں کو جوائن کرنے کا اور ہاں تمہیں 28 فروری کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور شادی کا کب تک ارادہ ہے ویسے اپنی دوست کی طرح اچانک شادی کروا کر حیران مت کرنا پلیز مجھے پہلے سے بتا دینا۔ مصباح اور مہوش یار تم لوگ بھی یاد ہو اور بتاؤ تم دونوں کی ابھی ناراضگی چل رہی ہے کہ دوستی۔ تم لوگ پتا نہیں مجھے یاد کرتے ہو کہ نہیں۔

حافظہ سیرا ...... 157 ای بی

پیاری دوست آمنہ سلیم کے نام

السلام علیکم آمنہ! کیسی ہو؟ پلیز یار منہ تو بند کرو ٹھیک ہے حیران ہونا تمہارا حق ہے کہ تم جیسی ڈفر لڑکی کے لیے ہم دوستوں نے وقت نکالا یہ بالکل ہمارا حق بنتا ہے کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو مگر ساتھ ہی قیصرآنی اور آنچل ٹیم کا بھی شکریہ ادا کرو جنہوں نے ہم جیسے خاموش قاریوں کو جگہ دی تمہیں تو کیا خود ہمیں بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ ہمارا خط آنچل نے شائع کردیا حالانکہ مجھے لگا تھا کہ خط تو ردی کی ٹوکری کھا کر اپنا پیٹ بھرے گی مگر آنچل کا شکریہ جو اپنے سائے میں جگہ دیتا ہے۔ اب سنو بے وفا لڑکی کہ تم بہت یاد آرہی ہو حالانکہ مجھے تو لگا تھا کہ تم چند دن نہیں آؤ گی تو میں تمہاری شکل بھول جاؤں گی (جیسا میری عادت ہے) مگر بھلا ہو تمہارے الوداع کے کارڈ پر لگی تمہاری تصویر کا جس کی وجہ سے گھر والوں کو بھی یاد ہوگیا ہے کہ تم باربی ڈول جیسی ہو (اتراؤ مت اب زیادہ ورنہ مجھے تمہارے گھر آ کر اپنے گھر والوں کو یہ دکھانا پڑے گا دیلو جی مونگ مسور کی دال کو) واپس آجاؤ یار تمہارے بغیر دل نہیں لگتا ہم سب دوست بہت اداس...... نہیں نہیں اداس نہیں ہیں ہم (اللہ اللہ تمہیں کتنی خوش فہمیاں ہیں اپنے بارے میں) اچھا اب گھورو مت دیکھو یہ حقیقت ہے کہ کوئی کسی کے جانے سے اداس نہیں ہوتا بس وقتی کمی محسوس ہوتی ہے جیسے تمہارے جانے سے ہم چار کے بجائے تین ہوگئے ہیں اور سنو تمہیں آنچل کے ذریعے مخاطب کرنے کا پورا پورا آئیڈیا میرا ہے (یہ تم بھی جانتی ہوں گی کہ اچھی اچھی

باتیں میں ہی سوچتی ہوں آہم آہم بس یار فخر بھی نہیں کیا)۔ یہ کرن اور امبرین تو صرف پڑھ پڑھ کر ہنس رہی ہیں۔ اچھا میرے پاس تمہارے لیے دو چار پیغام بلکہ نہیں میرا حکم کہنا زیادہ بہتر ہوگا پہلا یہ کہ واپس آجاؤ۔ دوسرا یہ کہ نمرہ احمد کا "جنت کے پتے" پڑھ لو (پہلا حکم نہ مانو تو خیر ہے لیکن دوسرا حکم ضرور ماننا کیونکہ پہلا نہیں مانو گی تو مجھے لگے گا مجبور ہو اور دوسرا نہیں مانا تو مجھے لگے گا بڑی فضول ہو)۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ اپنی شادی کا کارڈ دو یا نہ دو مگر مووی ضرور دینا ورنہ..... آگے تم سمجھ گئی ہوگی۔ نئے نئے سسرالوں کے سامنے تمہیں تنگ کرنا ہمیں اچھا نہیں لگے گا (تنگ کرنے کی جگہ بے عزتی لکھنا تھا مگر تمہاری بھی کوئی عزت ہے)۔ میری باتیں تو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ میری پیاری دوست اللہ حافظ اس دعا کے ساتھ سدا خوش رہو ہمارے ساتھ بھی ہمارے بعد بھی۔

عائشہ کرن امبرین..... کراچی

ایس ثمول (بھابڑہ شریف) کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ طبیعت کیسی ہے امید ہے آپ بالکل خیریت سے ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا خوش رکھے اور ہمیشہ سکھ کے سائے میں رکھے آمین۔ پیاری ثمول مجھے آپ کی دوستی قبول ہے اور آپ کے گروپ کا نام بھی اچھا ہے بہت یونیک لگا بالکل آپ کی طرح۔ ثمول میرا نام شمع نیاز ہے میں تونسہ شریف کے ساتھ ایک گاؤں بستی بزدار میں رہتی ہوں میری دعا ہے آپ کا میرا ساتھ ہمیشہ قائم رہے۔ جس طرح ہم یہ دوستی کا رشتہ خوشی سے نبھا رہی ہیں ایسے ہی عمر بھر قائم رہے آمین۔ میرے مقدر میں کبھی کوئی خوشی نہیں میرے ساتھ بہت دکھ اور غم ہیں۔ میرے لیے دعا کرنا کہ میری مشکلیں آسان ہوں اور اللہ میری قسمت میں خوشیاں لکھ دے اور میری دلی مرادیں پوری ہوں۔ میں نے سنا ہے دعا سے بڑا خزانہ اور تحفہ کوئی نہیں سو جب تک ملاقات نہیں ہوتی یہی تحفہ ہمارے ساتھ رہے گا ان شاء اللہ۔

شمع نیاز..... بستی بزدار

سمیرا شریف طور کے نام

پیاری سمیرا آپی! السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی آپ مجھے نہیں جانتیں لیکن آپی آپ میرے لیے کیا ہیں بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں آپی آپ کا ہر لفظ ہر جملہ آپ کا ہر دکھ آپ کی ہنسی آپ کا رونا آپ کا دکھ میرے دل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ نجانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ آپ کو بھی کوئی گہرا دکھ پہنچا ہے اتنا گہرا کہ آپ لکھنے کا حوصلہ چھوڑ بیٹھی تھیں۔ آپی یہ دکھ گہرے کیوں ہوتے ہیں آپ کی طرح میرے سر پر سے بھی باپ کا سایہ دو سال پہلے چھوٹ چکا ہے اب تو بس زندگی گزر رہی ہے لیکن جان سے پیارے بھائی موجود ہیں جو باپ بن کر ہر دکھ دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں آپی میری کوئی بھی پیاری سی دوست نہیں ہے جو آپ کی طرح مخلص اور باوفا ہو میرے اعتبار کو ہر کوئی توڑ دیتا ہے۔ آپی آپ بہت اچھی ہیں میرے آئیڈیل کی طرح آپ کی عادتیں اور خیالات تقریباً میرے جیسے ہیں آپی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں آپ کے ناول کی انا میں مجھے آپ کی اور اپنی تصویر نظر آئی ہے اللہ آپ کو اتنی بلندی عطا کرے کہ لوگ بھی آپ پر رشک کریں آپ کے وہ پیارے فیاسی یعنی (سمعان احمد) آپ کو اتنی خوشیاں اور اتنا پیار دے کہ آپ ہر دکھ بھول جاؤ اچھا آپی اب اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

سمیرا تعبیر..... سرگودھا

خاص لوگوں کے نام

السلام علیکم! بھئی کیسے ہیں سب یقیناً ٹھیک ہوں گے زندگی کو نئے سال کے ساتھ ہنسی خوشی گزار رہے ہوں گے اچھی بات ہے۔ جی نوشین اقبال تم باتوں سے بوڑھی روح کیوں لگتی ہو (ہاہا)۔ مائنڈ نہیں کرنا انا احب کدھر ہو آئی مس یو یار اور گل ہما تم تو غائب ہی ہوگئی ہو طیبہ نذیر کیسی ہو مجھے اتنا یاد مت کیا کرو (ہاہا)۔ پیاری سی شاہ زندگی تم تو ہو ہی ہنستی مسکراتی زندگی کیسی ہو سویٹ فرینڈ اور حبا آپی میرا گفٹ کدھر ہے بڑے تھوڑے کا بہت کنجوس ہیں آپ پر خوش رہیں جی ہنستی مسکراتی رہیں اللہ آپ کو زندگی کی تمام تر خوشیاں عطا فرمائے آمین اور سباس گل ام ثمامہ نازی، سمیرا ثوبیہ، منیبہ، افرا، شازمینہ، اقراء، پورے اسکول کے اسٹاف کو نئے سال کی خوشیاں مبارک۔ میں ناراض ہوں آپ نے بڑے تھوڑے سے وش نہیں کیا نا او کے دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کی دوست اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین..... برنالی

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ آنسہ شبیر، ایس ثمول، سنیاں زرگر، انعمیٰ زرگر مجھے آپ سب کی دوستی قبول ہے ہمیشہ خوش رہو فوزیہ سلطانہ، عظمیٰ شاہین، نادیہ یٰسین، عظمیٰ فرید، مدیحہ نورین، فاقہ سکندر حیات، شمع مسکان، سیدہ جیا عباس، شگفتہ خان، مسکان، شمیم ناز صدیقی، امبر گل، ماہ شاہ، نوشین اقبال نوشی، کشور بلوچ، سارہ چوہدری، شاہ زندگی، ریحانہ نذر جوت، فریحہ شبیر، بشریٰ باجوہ آپ سب کے لیے بہت سی دعائیں۔ آپ سب میری دوست مدینہ کے لیے دعا کریں کہ اس کے دل کی خواہش پوری ہو جائے اللہ حافظ۔ آپ کی دعاؤں کی طلب گار آپ کی اپنی۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

مدیحہ شاہ اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسے ہو؟ امید ہے سب فٹ فاٹ ہوں گے میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں امید ہے سب مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ اریبہ شاہ جانتاں ملک لاڈو ملک انا احب شاہ زندگی نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر میری دوستی قبول ہے تو ویلکم۔ اس کے علاوہ کوئی دوستی کرنا چاہے تو اسے بھی ویلکم میں آپ کے جواب کی منتظر ہوں دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

پارس شاہ..... چکوال

حکمرانوں کے نام

پاکستان میرا پیارا وطن جو کبھی امن و سلامتی کا گہوارہ تھا جس کی زمین سونا اگلتی تھی۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی زبان کی مٹھاس دلوں میں رس گھولتی تھی جہاں کوئی پرایا نہ تھا سب ہی اپنے تھے۔ پاکستان میرا پیارا وطن جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا اور جس کے خواب کی تعبیر قائداعظم نے اپنی سیاسی بصیرت اور ولولہ انگیز جدوجہد اور قیادت سے بخشی لیکن افسوس آج کیا ہو رہا ہے میرے وطن میں یہ علامہ اقبال اور قائداعظم کا پاکستان تو نہیں لگتا یہ وہ پاکستان بھی نہیں لگتا جس کی بنیادوں میں ہزاروں شہیدوں کا خون شامل ہے۔ شاید ہم اپنے بزرگوں کے شاندار ماضی کو بھلا چکے ہیں ہاں شاید ہم ان عظیم ماؤں کو بھی بھول گئے ہیں جنہوں نے اس وطن کے حصول کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑے قربان کردیے۔ ان بہنوں کو جنہوں نے اپنے بھائی اس دیس پر وار دیے اور ان سہاگنوں کو بھی جنہوں نے اپنے سہاگ اس وطن کی راہ میں قربان کردیے۔ افسوس کہ ہم آج اسی ملک کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں، ہر طرف دہشت گردی اور خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ صبح اسکول و کالج، دفتر جانے والوں کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ صحیح سلامت واپس گھر جاسکیں گے بھی کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے اگر بکری کے بچے کی مرنے کی بابت قیامت کے دن سوال اور پوچھ گچھ ہوگی تو پھر قیامت والے دن ہمارے حکمرانوں کا کیا ہوگا جن کے سامنے عوام بھیڑ، بکریوں کی طرح مر رہے ہیں جن کو کھانے کے لیے دو وقت کی روٹی دستیاب نہیں۔ حکمران دن بدن امیر سے امیر ہوتے جارہے ہیں اور عوام غریب سے غریب تر۔ ہمارے ملک میں اگر کبھی ہنگامی صورت حال ہوجائے یا قدرتی آفات آجائیں تو ہمارے صدر صاحب اور وزیراعظم صاحب بیرون ملک دورے پر ہوتے ہیں اور عوام کی جانوں پر بنی ہوتی ہے۔ خدارا پاکستان کے حکمرانوں جاگ جاؤ دیکھو اپنے وطن کی طرف دیکھو میرا ملک رو رہا ہے دھرتی اتنی ہوئی ہے اور ماں کو کون نقصان پہنچاتا ہے؟ خدارا جاگ جاؤ اس سے پہلے کہ کوئی بہت بڑا نقصان نہ ہوجائے۔

عاصمہ اللہ دتہ ..... چک دوئی چند گوجرانوالہ

تمام آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! سب کیسے ہیں؟ امید کرتی ہوں ٹھیک ہوں مجھے تو ایسا لگنے لگا تھا سب مجھے بھول گئے ہیں تو شادی کے بعد کچھ مصروف ہوگئی مگر آپ سب کو نہیں بھولی۔ 25 جولائی کو اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹی سے نوازا ہے جو کہ اب پانچویں مہینے میں ہے میں نے اس کا نام مطرب شہزاد رکھا ہے میں بہت خوش ہوں۔ بشریٰ باجوہ، ہما احمد، نادیہ یٰسین، مدیحہ نورین، سباس گل، ملائکہ چوہدری، فریدہ جاوید فری، پروین افضل، طیبہ نذیر اور جو فرینڈز رہ گئیں سب کو بہت سلام اور دعائیں ہمیشہ خوش رہیں آمین۔

انا احب..... گجرات

سیدہ جیا عباس کاظمی کے نام

پلیز آپی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی اور نازیہ آپی کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ آپ دونوں مجھے بہت مخلص پائیں گی۔

شازیہ اختر..... نور پور

آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی شاہ زندگی، صوفیہ ملک، دلکش مریم، ایس ثمول کیا آپ میرے ساتھ دوستی کریں گی آپ سب مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آمین۔

وفیقہ ملک..... سمندری

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! گھبرانا بالکل نہیں میں ہی ہوں عائشہ رانا (ہاہا)۔ گریٹ ہو تم رنگین سیماب کیونکہ آنچل کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے وابستگی کا سارا کریڈٹ تمہیں ہی جاتا ہے۔ شاہ اور عاصمہ کو بھی میری طرف سے محبت بھرا اسلام ویسے بڑی کنجوس ہو سیماب کبھی کال تک نہیں کی تو اینٹنشن میں بھی اتنی فارغ نہیں ہوں۔ قسم سے یار (VTI) کے گزرے دن بڑی شدت سے یاد آتے ہیں۔ میری طرف سے آپ کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو 2014 کا سال آپ کے لیے امن و سلامتی کا پیامبر ٹھہرے آمین۔ امید ہے بلکہ پورا پورا یقین ہے آپ لوگوں کو پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی ہوگی میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اسی طرح ہنستی مسکراتی رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھو اللہ حافظ۔

عائشہ رانا..... فیصل آباد

پیاری پیاری سی دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں او سوہنیو! اساں تا فٹ فاٹ نسدے ہجدے ٹھیک ٹھاک آں؟ ارے نہیں پہچانا، جناب ہم وہی ہیں آپ کی اپنی دعا ہاشمی (فیصل آباد)۔ اتنے عرصے بعد حاضر ہوئی ہوں مگر آپ لوگوں نے ہمیں یاد تک نہ کیا۔ نہ کوئی خط نہ پیغام۔ میری غیر حاضری کے عرصہ میں جتنی بھی نیو انٹریز ہوئیں انہیں ویلکم کرتے ہیں اور جنوری کے مہینے میں جن جن دوستوں کی سالگرہ تھی ان کے

لیے دعا کی بہت سی دعائیں۔ یمنی اور جاء کو بھی پپی برتھ ڈے۔ ان شاءاللہ اگلے مہینے پھر حاضری دوں گی۔ تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا ہاشمی...... فیصل آباد

سویٹ کزنز اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فرینڈز اینڈ کزنز کیا حال ہے کیسی ہو سب؟ آپی مہوش آپ مجھے بہت یاد آتی ہیں (ہائے کیا کروں) اللہ آپکو کامیاب کرے آپی نمرہ سمیرا حمیرا آپ سب تو ہمیں بھول ہی گئیں۔ بھائی راشد آپ بہت اچھے ہیں پلیز میری آپی غزالہ کو بہت خوش رکھنا۔ سعدیہ صبا جناب اللہ آپ کی جوڑی سلامت رکھے (تھوڑی روٹی زیادہ کھایا کرو) پھوپو جانی آپ اگر لاہور نہ ہوتی تو میں آپ کے پاس ہی رہتی مگر افسوس میں ادھر نہیں آسکتی اللہ آپ کو شفا عطا فرمائے آپ بہت یاد آتی ہیں جی میری فرینڈز اسما، نور، ثوبیہ، آمنہ صبا، پروین آپ سب کو میرا اسلام۔ میں آپ لوگوں کو بہت یاد کرتی ہوں ثوبیہ تمہیں سالگرہ مبارک ہو کبھی ملنے آجایا کرو اور میرے لیے دعا کرنا اللہ مجھے نیک بنائے آمین۔

منظلہ جاوید...... رینالہ خورد

شاہ زندگی اور خنساء عباس کے نام

السلام علیکم! میری پیاری اور سویٹ سی دوست شاہ زندگی کیسی ہو ڈیئر امید کرتی ہوں ٹھیک ہوگی اللہ آپ کو صحت وتندرستی دے اور ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔ آپ دونوں نے میری مما کے لیے دعا کی بہت بہت شکریہ آپ لوگوں کا۔ شاہ جی آپ کی دعاؤں سے اللہ نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے۔ جس نے آکر ہمیں بھائی کی کمی کا احساس ختم کردیا ہے۔ کاش آج مما بھی ہوتیں اس خوشی کو دیکھنے کے لیے 25 سال جس خوشی کے لیے ترستی رہیں آج ملی تو وہ خود نہیں ہیں۔ شاہ جی مجھے آپ کا خط بہت اچھا لگا آپ بہت زیادہ سویٹ ہو اینڈ پلیز مجھے بھول مت جانا ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا ایک بات پوچھوں آپ نے یہ کیوں لکھا تھا کہ شاہ زندگی تو زندگی کی بھی قیدی رہی اب کیوں؟ پاگل ایسی باتیں نہیں کرتے اللہ تمہیں لمبی عمر دے آمین۔ خنساء جی آپ بھی بہت اچھی ہو خوش رہو جگ جیو۔ اگر دیر سویر ہو جائے تو پلیز ناراض مت ہونا اور بھول بھی مت جانا۔ بھائی سحر حنا اینڈ مائی سویٹ ماں جی اور تمام قارئین آنچل ٹیم کو نیا سال مبارک ہو۔ اللہ یہ سال سب کے لیے خوشیاں اور رحمتیں لے کر آئے آمین۔ اللہ سب کو صحت وتندرستی دے اور تمام مسلمانوں کو جو وفات پاچکے ہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

نگینہ عمران (نگینہ بحر)...... چیچہ وطنی

نادیہ کامران کے نام

تمام رائٹرز اینڈ ریڈرز سسٹرز کو آداب کے ساتھ سلام۔ السلام علیکم! نادیہ کامران آپ کا تعارف پڑھا اچھا لگا آپ نے جو اپنے گاؤں کے بارے میں بتایا کہ چھوٹا سا گاؤں ہے تو سچ میرا دل چاہا فوراً دیکھوں مگر ایسے گاؤں تو میں خواب میں ہی دیکھتی ہوں جن میں شہروں والی کوئی سہولت نہ ہو۔ کمپلیٹ گاؤں کیا خیال ہے پھر آؤں آپ کے گھر آپ کا گاؤں دیکھنے (ہاہاہا)۔ حیرت ہوئی آپ کی شادی اتنی کم عمر میں ہی ہوگئی خیر دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

مسکان ایس...... کوٹ اسلام

دلوں والے گروپ کے نام

بہت ہی پیاری نازک سی صائمہ طاہر سحر ، ام ثمامہ ، سیدہ جیا اور اپنے دلوں والے گروپ کو بہت بہت سلام۔ پیاری صائمہ طاہر (حیدرآباد) سب سے پہلے تو بہت ہی زیادہ معذرت کے ساتھ میں مارچ کا آنچل نہ لے سکی اس وجہ سے آپ کا پیغام نہ پڑھا جس میں آپ نے اپنے خلوص سے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو جناب دل وجان سے قبول ہے آپ کی دوستی ہمیں۔ اب امید ہے کہ دوستی نبھائے رکھیں گی۔ ام ثمامہ جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میں نے پہلے بھی آپ کے نام پیغام لکھا تھا مگر شاید نظر سے گزرا نہیں اب اگر پڑھو تو پلیز جواب ضرور دینا نہیں بھی کریں گی تب بھی جواب ضرور دینا جیا جی آپ بھی ضرور بتانا اور میرے دلوں والے گروپ بھی سب کہاں ہو مجھے بھول گئیں میں سب سے ناراض ہوں 29 اکتوبر کو میرا برتھ ڈے تھا مجھے کسی نے وش نہیں کیا نورین اور شاہ زندگی آپ سے تو زیادہ ہی ہوں۔ امید کرتی ہوں میری ناراضگی دور کریں گی کول جی آپ بھی اوکے اب اجازت میری تمام دوستوں کو خلوص بھرا اسلام۔

صبا نواز بھٹی...... ساہیوال

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو شہزادیوں آپ سب؟ ثوبیہ کوثر (ملتان) بہت بہت مبارک ہو چھا رزلٹ ہے آپ کا۔ اللہ تعالیٰ اس سال اس سے بھی زیادہ شاندار کامیابی آپ کے مقدر میں کرے آمین (مٹھائی؟) میرا حفظ آپ کی دعاؤں سے اچھا جارہا ہے۔ زوبی زلفی (شاہ کوٹ) شادی کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد قبول کریں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ شاہ زندگی پرنسز اپنا خیال رکھنا کہ شاہ ٹھیک ہے نا؟ دوسروں کا خیال رکھ پائے گی نا؟ طیبہ نذیر ، نورین شاہ ، جیا ، ادا آپ سب کیسی ہیں؟ اور جاناں تم کدھر گم ہو گیا بھول گئی ہو (دوست کہہ کر) سادیہ چوہدری کیسی ہو؟ نادیہ کامران آپ کے لیے اور آپ کی ننھی پری کے لیے بہت سی دعائیں۔ فوزیہ سلطانہ ، شمع مسکان ، مسکان (قصور) عظمیٰ شاہین ، رفیق آپ سب کو بہت بہت سلام۔ دعاؤں کی طالب۔

نادیہ یٰسین...... ساہیوال

یادگار لمحے

جویریہ سالک
yaadgar@aanchal.com.pk

نعت

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمدؐ بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزم کون ومکاں کو سجایا گیا
وہ محمدؐ بھی احمد بھی حامد بھی محمود بھی حسن مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
علم وحکمت میں وہ غیر محدود بھی ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا
اس کی شفقت ہے بے حد و بے انتہا اس کی رحمت کسی کل سے بھی ماورا
جو بھی عالم جہاں بھی بنایا گیا ان کی رحمت سے اس کو سجایا گیا
حشر کا کس لیے ڈر ہو قاسم مجھے میرا آقا ہے وہ میرا مولیٰ ہے وہ
جس کے دامن میں جنت بسائی گئی جس کے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

مولانا محمد قاسم نانوتوی

شکر

"میں رو رہا تھا جب میرے پاؤں میں جوتے نہیں تھے لیکن میں اچانک چپ ہوگیا جب میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں تھے۔" (شیخ سعدی)
ہر حال میں ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں بہت سارے لوگوں سے بہتر بنایا ہے اور بہت کچھ عطا کیا ہے۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

افسانچہ

مجھے کتنی شدت سے تیرا انتظار تھا تم آج میرے پاس ہو میں بے حد خوش ہوں مجھے معلوم تھا بلکہ یقین کامل تھا کہ آپ ضرور آؤ گے اور کیوں نہ آتے میرے سب سے وفادار دوست ایسا دوست جس نے انتہائی دکھ اور تنہائی کے لمحات میں بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا۔ میرے اداس چہرے پر مسکان اور پلکوں پر نئے سپنوں کے ستارے ٹانکے اتنے انتظار کے بعد آخر آ ہی گئے اور جب میری پہلی نظر آپ پر پڑی تو بے اختیار آپ کو سینے سے لگالیا نس نس میں گویا سکون سا اترا اور رات تھکی ہاری جب بیڈ پر لیٹی اور آپ کو سینے سے لگایا تو دنیا کے ہر غم سے بے غم ہو کر جانے کب نیند کی وادی میں اتر گئی۔ اوہ میرے پیارے "آنچل" تیرے ساتھ کا شکریہ۔

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

اقوال زریں

- کوئی آئینہ انسان کی اتنی اچھی اور سچی تصویر نہیں پیش کرسکتا جتنا کہ اس کی گفتگو۔
- لوگوں کو دعا کے لیے کہنے سے زیادہ بہتر ہے ایسے عمل کرو کہ لوگوں کے دل سے آپ کے لیے دعا نکلے۔
- دوست پھولوں کی طرح ہوتے ہیں انہیں گرم سرد ہوا سے بچانا پڑتا ہے۔ کسی بھی دوست کے دل کو اس طرح نہیں توڑتے جیسا کہ شاخ سے پھول توڑا جاتا ہے۔
- کامیابی حوصلوں سے ملتی ہے اور حوصلے دوستوں سے ملتے ہیں جبکہ دوست مقدروں سے ملتے ہیں اور مقدر انسان خود بناتا ہے۔

سیدہ علیشاہ...... بہاولپور

زم زم

زم زم کا چشمہ چار ہزار سال پرانا ہے یہ 13 فٹ چوڑا 11 فٹ لمبا ہے۔ 33 میٹر گہرا ہے ایک پاور فل موٹر 8 ہزار لیٹر فی سیکنڈ کے حساب سے اس میں سے 24 گھنٹے پانی پمپ کرتی ہے اس میں آج تک کائی نہیں لگی اور نہ ہی پانی کا ذائقہ بدلا پورا دن پانی پمپ کرنے کے صرف 11 منٹ بعد پانی اپنے اصلی لیول پر آجاتا ہے اس قدرت کی بناء پر آج تک زم زم کا چشمہ خشک نہیں ہوا سبحان اللہ۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

تو یہ

یہ زلزلے شہر روشنی کے بدل گئے نالہ وفغاں میں
نوائے غم ہے ہر اک صدا میں
مہکتی شاموں کے پھول چہرے
دھوئیں کے بادل میں اٹ گئے ہیں
لہو میں رنگ تڑپ تڑپ کر گزر رہے ہیں
حیا کی پتلی جواں بیٹی سڑک پر بکھری
حریص نظروں سے منہ چھپائے

ردائے عصمت کو ڈھونڈتی ہے
سیاسی جلسوں میں حکمران ہمارے نام اپنا کمارہے ہیں
مگر یہ دعوئی ہے ان کا یہ مملکت ہے عظیم جس میں
ہماری طاقت جمہوریت ہے اگر یہی وہ جمہوریت ہے
تو میری توبہ ہے ایسی زندگی سے

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

آبروئے نسواں

لڑکیوں کی عزت کانچ کی طرح ہوتی ہے جو ہلکی سی ٹھیس سے چکنا چور ہوجاتا ہے اسی طرح کسی کی اٹھی ایک غلط نگاہ لڑکی کے کردار کے آئینے میں ایسا بال ثابت ہوتی ہے جو کبھی نہیں نکلتا اس لیے اپنی عزت کی اور اپنے آنچل کی حفاظت کیجیے۔

یاد رکھیں غلاف میں مقدس اور قیمتی چیزیں چھپا کر حفاظت سے رکھی جاتی ہیں جیسے کعبہ کی عمارت جیسے قرآن پاک اور جیسے تجوری اور ڈبوں میں رقم اور زیورات، ہمیں بھی اللہ نے ایک بے حد قیمتی شے سے نوازا ہے جو آبرو کا موتی ہے اس لیے اسے پردے کے غلاف میں لپیٹ کر رکھیں، سر عام کھلا نہ چھوڑیں۔

عورت کے لفظی معنی ہیں ڈھکی ہوئی چیز اس لفظ کی لاج رکھیں اور نسوانیت کے نام کو مجروح نہ کریں۔

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن کراچی

رشتہ احساس کا

محبت، عشق، جنوں، پیار، چاہت تو اپنی کوئی حقیقت نہیں رکھتے شاید اصل رشتے کا نام ہے احساس اور ان سب ناموں کی حقیقت بھی احساس کا دوسرا نام ہے جیسے جیسے احساس کی شدت بڑھتی چلی جاتی ہے ویسے ہی اس کے نام بھی تبدیل ہوتے جاتے ہیں۔ اصل خوشی بھی اسی جذبے میں پوشیدہ ہے احساس ہی تو ہے۔ جس کے تحت ہم سبھی رشتوں میں بندھتے چلے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھتے ہیں احساس کے بغیر تو صرف نام کے رشتے باقی بچتے ہیں اور جب اپنوں کو یادگار لمحوں میں سرپرائز دیتے ہیں تو ان لمحوں میں جو خوشی ہمیں ملتی ہے وہ ہم لفظوں میں بیان نہیں کرسکتے۔ احساس سے ہی رشتوں کی اپنائیت بڑھتی چلی جاتی ہے یہی تو زندگی کے اصل رنگ ہیں۔ سو پلیز صرف اپنی ہی دھن میں مگن نہ رہیے۔ اپنے اردگرد بھی نگاہ دوڑائیے شاید کسی کو آپ کی ضرورت ہو اور اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے کہ ہم کسی کے خوش رہنے کا سبب بن سکیں۔

عاصمہ بٹ...... مان گوجرانوالہ

کسب حلال کی فضیلت

حضور اقدس ارشاد فرماتے ہیں" کہ اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بھی اسی کا حکم دیا ہے کہ" پاک چیزوں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو۔"

اور فرمایا" اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ان میں سے پاک (حلال) چیزوں میں سے کھاؤ۔"

پھر فرمایا کہ ایک شخص طویل سفر کرتا ہے جو پریشان حال اور بدن گرد آلود ہے (یعنی کہ اس حالت میں ہے کہ جو دعا کرے وہ قبول ہو) وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے مگر حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام پینا حرام لباس حرام پھر اس کی دعا کیونکر قبول ہو؟

یعنی اگر قبولیت دعا کی خواہش ہو تو کسب حلال اختیار کرو کیونکہ اس کے بغیر دعا کے اسباب بے کار ہیں۔

سلمٰی ملک...... قادر پوراں

آنچل

آ: آسمان کی بلندیوں کو تو چھوئے یہ میری دعا ہے۔
ن: ننھے ننھے تاروں کی طرح تو چمکے یہ میری دعا ہے۔
چ: چرچا ہو جہان میں تیرا ہر جگہ تو چمکے جہان میں خوب صورت کتاب بن کر۔
ل: لبھائیں ہر اک کے دل تجھ کو دیکھ کر یہ میری دعا ہے۔

رابعہ شاکر محمد حنیف...... جہانیاں منڈی

سات موتی

❖ زندگی کی مالا میں ایسے قیمتی موتی جمع کرو جن کی چمک سے سارے جہاں میں روشنی پھیل جائے۔

❖ اپنی زندگی میں ایسی شمعیں روشن کرو جن کی روشنی سے آنے والی نسلیں روشنی حاصل کریں۔

❖ وہ انسان جو علم حاصل کر کے بھی گناہ کرے وہ اس پھول کی طرح ہے جو شوخ رنگ ہونے کے باوجود خوشبو نہ دے سکے۔

❖ کتابوں کو زمین پر نہ گرنے دیا کرو کیونکہ کتابیں انسان کو آسمان پر لے جاتی ہیں۔

❖ عادتیں ابتدا میں کچے دھاگے کی طرح ہوتی ہیں لیکن آہستہ آہستہ لوہے کی تار بن جاتی ہیں جن میں شخصیت محصور ہو کے رہ جاتی ہے۔

❖ اچھی بات چاہے کوئی بھی کہے پلو سے باندھ لو کیونکہ جب موتی کی قیمت مقرر کی جاتی ہے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ سمندر کی تہہ سے لانے والا شریف ہے یا ذلیل۔

ارم کمال...... فیصل آباد

یاد رکھنا

زندگی میں انسان ہر قدم محض اپنی خوشی کے لیے نہیں اٹھاتا بعض اوقات اسے خود سے وابستہ لوگوں کے لیے بھی جینا پڑتا ہے ان کی خوشیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

ربیعہ لیلیٰ شاہ...... چک سادہ

سوچ و فکر کا نتیجہ

☆ وہ مسافر جسے گاڑی میں سیٹ نہ ملی ہو اپنے آپ کو بدنصیب سمجھتا ہے لیکن جب وہ گاڑی حادثے کا شکار ہوتی ہے تو وہ اپنے سے زیادہ کسی کو خوش نصیب نہیں سمجھتا۔

☆ جن لوگوں کی کتابیں یونیورسٹی میں پڑھائی جارہی ہیں کبھی وہ خود کسی یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔

☆ محبت جنہیں یاد کرتی ہے انہیں ہمیشہ سفر میں دوڑائے رکھتی ہے۔

حافظہ سمیرا...... 157 این اے

محبت کیا ہے؟

○ محبت کیا ہے؟ محبت کتاب ہے اخبار نہیں جو آج پڑھا اور کل باسی ہوجائے۔ محبت ٹشو پیپر کا باکس نہیں جسے استعمال کے بعد پھینک دیا جائے۔ محبت تو عطر میں بھیگا ہوا رومال ہے جو ہزار بار دھل جائے تو بھی عطر کی مہک دیتا رہتا ہے اور ہر وقت استعمال میں رہتا ہے۔ محبت کرنے والوں کے درمیان ذات کی نفی، وقت کی کمی، مالی مسائل اور ذاتی رکھ رکھاؤ حائل نہیں ہوتے۔ محبت تو شیئرنگ کا دوسرا نام ہے بیگانگی کا نہیں۔

عاصمہ بٹ...... گوجرانوالہ

ناراضگی

میاں بیوی کی لڑائی ہوگئی کئی دن بات چیت بند رہی، ایک دن میاں کو صبح سویرے کہیں جانا تھا اس نے رات کو سوتے ہوئے ایک پرچہ پر لکھا" مجھے صبح سویرے پانچ بجے جگا دینا" اور پرچہ بیوی کے سرہانے رکھ دیا۔

وہ صبح اٹھا تو دس بج رہے تھے اور اس کے سرہانے ایک پرچہ رکھا ہوا تھا اس پر لکھا تھا" اٹھ جائیں پانچ بج چکے ہیں۔"

قرۃ العین، صائمہ عمرین...... دارین کلاں

دعا

میں نے دعا مانگی
زمین کی سلامتی کی
اس پر رزق کی فراوانی کی
درختوں کی پناہ گاہیں آباد ہونے کی
ہجرت کر کے جانے والے پرندوں کی واپسی کی
لیکن ان سب دعاؤں سے پہلے
میں نے دعا مانگی
زمین کی رہائی کی

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

مقدر

انسان دوسرے کی حالت دیکھ کر اپنے حالات پر اس قدر شرمندہ کیوں ہوتا ہے؟

جان لیجیے کہ یہ تقدیر کی تقسیم ہے ہمارے لیے ہمارے ماں باپ ہی باعث تکریم ہیں۔ ہماری پہچان ہمارا اپنا کردار ہے ہماری عاقبت ہمارے اپنے دیس میں ہے۔ اسی طرح ہماری خوشیاں ہمارے اپنے حالات اور ماحول میں ہیں۔

ہم یہ نہیں جان سکتے کہ فلاں کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ اور ہمارے ساتھ ویسا کیوں ہوا؟

بات دراصل وہی ہے کہ انسان اپنے نصیب پر راضی رہے تو اطمینان حاصل کرے گا۔

سیما محمد عارف...... واہ کینٹ

چند باتیں اپنانے کی

آپ دنیا پر نظر ڈالیں' دنیا کے غموں کا سرسری جائزہ لیں آپ کو اپنے غم بہت چھوٹے لگیں گے اور تب آپ کو خداوند کریم کا شکر ادا کرنے کا موقع ملے گا جسے آپ دیانت داری کے ساتھ ادا کریں گے۔ دکھ جتنے بھی بڑے گھیرے کیوں نہ ہوں اگر آپ ثابت قدمی کے ساتھ صبر سے کام لیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے یہاں انعام ہے۔ کچھ لوگ اپنے اطراف میں ملنے والوں پر ہمیشہ طنز کے تیر چلاتے رہتے ہیں ان کے پاس بیٹھ کر اکثر سامنے والوں کو پچھتاوہ ہوتا ہے لیکن سوچیں اگر آپ ان کو بہتر کمپنی نہیں دیں گے تو ان کی یہ عادت جڑ پکڑ جائے گی اور ممکن ہے کسی دن شرمندگی بھی اٹھانی پڑے تو بہتر ہے ابھی ان لوگوں کو صحیح سمت کی پہچان کرائیں۔ وقت آپ کو کئی سبق دے رہا ہے' مشاہدوں سے سبق سیکھ کر خود کو آنے والے وقت کے لیے پہلے تیار کرلیں گے تو زندگی آسان ہوجائے گی۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

اقتباس

میرا المیہ اور دکھ تو اور ہے میرا خوف مجھے مضطرب کردیتا ہے جب میں سوچتا ہوں کہ ہم لوگ بھی کس مٹی کے بنے ہیں کہ جس ہاتھ کو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے کمتر اور ذلت والا ہاتھ کہا ہے اسے لہرا لہرا کر ریڈیو ٹی وی اور اخبارات میں دکھاتے ہیں کہ آج اس پھیلے ہوئے ہاتھ کو اتنی بھیک ملی اتنی امداد آئی۔

میں سوچتا ہوں کیا یہ ممکن ہے کہ وسائل موجود ہونے کے باوجود امداد مانگنے والے کے لیے اللہ دنیا کو جنت بنادے؟ اس کا تو قول ہے جو مانگنے کی عادت ڈالتا ہے میں اس کے لیے محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہوں۔

اقتباس: مجھے ہے حکم اذان اور یا مقبول جان

دلکش مریم...... چنیوٹ

وقت

وقت ایک ایسا بادشاہ ہے' جو نہ کسی وزیر کی سنتا ہے اور نہ کسی مشیر کی یہ تو صرف بھاگتا چلا جاتا ہے' وقت ہاتھ میں سے ریت کی طرح پھسلتا جاتا ہے' ہمیں احساس تب ہوتا ہے جب ہم خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں تب ہمارے پاس پچھتاوؤں کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور ہم خود کو بے بس جان کر اندھیروں کے سپرد کردیتے ہیں۔ وقت ایک ایسا آسیب ہے اگر ہم اسے سینت سینت کر رکھیں گے تو موتی عطا کرے گا ورنہ ہمیشہ خالی ہاتھ رہیں گے۔ وقت کی قدر کرنے والے اپنی منزل پالیتے ہیں جبکہ وقت کی قدر نہ کرنے والوں کے مقدر میں ہمیشہ کے لیے اندھیرے لکھ دیے جاتے ہیں۔ وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا وقت کو ضائع مت کیجیے ورنہ وقت آپ کو ضائع کرے گا۔

رمشاء عظمت...... بوسال مصور

ایک اہم نصیحت

کچھ چیزیں وزن میں اتنی ہلکی ہوتی ہیں کہ وہ پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں مثلاً کاغذ' لکڑی اور گھاس پھوس وغیرہ لیکن کچھ چٹانیں ہوتی ہیں جو پانی کے ساتھ بہتی نہیں ہیں بلکہ وہ پانی کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ ہم مومن ہیں اس لیے ہم گھاس پھوس اور تنکے نہ بنیں بلکہ ہم چٹان بن جائیں اور بہتے ہوئے پانی کا رخ موڑ دیں۔

نور سحر شاہ...... مانسہرہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

+ آپ جو چادر مبارک اوڑھتے تھے اس کی لمبائی 4 گز اور چوڑائی سوا دو گز تھی۔

+ آپ جو عمامہ پہنتے اس کی لمبائی 7 گز تھی۔

+ آپ کو دو خوشبوئیں پسند تھیں عود اور مشک۔

+ آپ جس دھات کی انگوٹھی پہنتے تھے وہ چاندی کی تھی۔

+ آپ کے پاس 3 تلواریں تھیں' ذوالفقار' آسوز' تابار۔

+ آپ کے پاس 2 اونٹنیاں تھیں عضبی اور قسوئی۔

+ آپ نے اسلام کی دعوت صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوکر دی' یہ پہاڑی مکہ میں ہے۔

تارا شاہ...... چکوال

عورت

بچے پیار کا مظہر ہیں یہ عورت کے دو روپ
جلتے دن میں سایہ ہے وہ ٹھہرے دن میں دھوپ
قدم قدم قربانی ہے وہ قدم قدم ایثار
وہ آنکھوں سے چن لیتی ہے ہر اک راہ کے خار
وقت کے طاق میں رکھ دیا ہے اس کا اک اک پل
نسلِ نو کا آج اسی سے اور اسی سے کل
روشنی' رنگ' ہوا اور خوشبو سب اس کی پہچان
وہ جو نہ ہو تو دنیا ساری ہوجائے ویران

کلام: سعد اللہ شاہ

انتخاب: سارہ عرفان

حکمت کے موتی

+ ایمان داری سے خرید و فروخت کرنے والے کا انجام نیکوکار اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

+ بنی اسرائیل اس لیے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے۔

+ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ خدا کا شکر گزار نہیں ہوسکتا۔

+ سب سے بہتر جہاد یہ ہے کہ تم انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی غصہ کو پی جاؤ۔

+ علم مال سے بہتر ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔

+ صرف خواہش کرنے سے ہر چیز نہیں مل جاتی' خواہش کے ساتھ جدوجہد بھی لازمی ہے۔

+ کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت برباد نہ کرو بلکہ اس کی خوبیاں اپنانے کی کوشش کرو۔

+ اللہ سے اس کا فضل طلب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے۔

سونی علی...... ریشم گلی مورو سندھ

قطعہ

یہ سب میری بربادی کا کب پوچھ رہے ہیں
کیوں زندہ ہوں اب تک یہ سبب پوچھ رہے ہیں
وہ شدت غم ہے میری جاں پر بنی ہے
اور دوست سوالات عجب پوچھ رہے ہیں

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

کھٹے میٹھے اقوال

◉ کچھ لوگ کئی سو سال تک محیط اپنا شجرہ نسب تو زبانی بتاسکتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاسکتے کہ پچھلی رات ان کی اولاد کہاں تھی۔

◉ ہرن اور بکری' چوہا اور خرگوش' چکوترا اور لیموں کا خاندان ایک ہی ہے لیکن فرق صاف ظاہر ہے۔

◉ ہنستا بستا خاندان جنت قبل از وقت ہے۔

◉ خچر کے علاوہ ہر کسی کو خاندان کی ضرورت ہے۔

◉ گھر وہ ہے جہاں خاندان کے کچھ افراد باقیوں کی واپسی کے منتظر ہوتے ہیں۔

◉ بچوں کی وجہ سے گھر روشن رہتے ہیں کیونکہ وہ بتیاں نہیں بجھاتے۔

◉ گھر وہ ہے جس کی کھونٹی پر آپ اپنا دل بھی لٹکا سکتے ہیں۔

◉ جب دو خاموش آمری ملتے ہیں تو شیطان کھانا کھانے نکل جاتا ہے۔

◉ وہ جو معاف کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا دراصل اس پل کو توڑ دیتا ہے جسے اس نے خود عبور کرنا ہوتا ہے۔

◉ معافی خود اپنے لیے بھی مرہم ہے

◉ معاف کردینا محفوظ ترین انتقام ہے

مشاہیر: حسن نثار

انتخاب: پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

آئینہ

aayna@aanchal.com.pk
شہلا عامر
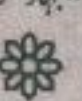
فروری کا شمارہ حاضر مطالعہ ہے امید ہے سب بہنیں خیریت سے ہوں گی اور اللہ شانہ عزوجل سے یہی دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمارے شہر کو پھر سے امن وسلامتی کا گہوارہ بنادے آمین۔

سیدہ حیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ۔ سلام مسنون! تمام آنچل اسٹاف لکھاری و قاری بہنوں کو آداب۔ آنچل ماہ دولت کے سامنے ہی ہے ٹائٹل کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ حمد ونعت کے بعد "درجواب آں" سے ہوتے ہوئے "بھیگی پلکوں پر" پڑھ کر سانس لی مگر یہ کیا بے چارے طغرل کو ابھی تک یونہی ترسا رہی ہیں اب اسے پری سے ملوادیں پلیز۔ میرا فیورٹ کریکٹر ہے طغرل اسے مزید مت ترسائیں اور ہاں اب یہ ماہ رخ کی سزا ختم کریں اور اسے اس کے محبوب سے ملوادیں۔ "اس کی زادِراہ" اچھا رہا۔ "سال نو میں آجانا" اور "میری کل کائنات" اچھی کاوش رہیں گریٹ کوشش جاری رکھیں جی مستقل کے لکھاریوں۔ یادگار لمحے میں نوشین اقبال نوشی، سلمٰی فہیم گل، امبر گل، بشریٰ ملک، مائرہ ملک اور کائنات اشرف نے خوب لکھا۔ بیاض دل میں امبر گل، ایس آر مسکان، زائمہ اینڈ جانی، بشریٰ نوید باجوہ، فائقہ سکندر حیات، صالحہ امتیاز، جویریہ ضیاء، مبشرہ سحر فائزہ بھٹی آپ کے اشعار پسند آئے۔ فی امان اللہ۔

شہناز اقبال، شازیہ اقبال...... لودھراں۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو نیا سال مبارک اور السلام علیکم! خیریت کی طالبہ بخیریت ہے۔ جنوری 2014ء کا آنچل 26 کو ملا ٹائٹل گرل نے کچھ خاص متاثر نہیں کیا۔ تمام ناولز اور افسانے پڑھے "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھا مریم بہت زبردست آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں اللہ آپ کے قلم میں اور طاقت دے۔ سمیرا آپی آپ تو بس پوچھیں مت کہ آپ کتنا اچھا لکھ رہی ہیں بس ذرا انا اور شہوار کو عقل دے دیں اور تابندہ بی کا ماضی جلدی شہوار کے سامنے لے آئیں پلیز۔ اقراء آپی آپ تو بس ناول کا اینڈ ہی کردیں بہت بور کررہی ہے ثمری نے اچھا نہیں کیا ویسے عادلہ اور صباحت کو ان کے کیے کی سزا ملنی ہی چاہیے اور پری کو بھی اب عقل دے ہی دیں کہ وہ طغرل کے پیار کو سیریس لے۔ "خواب کے رنگ دھنک سے" صائمہ قریشی کا بہت زبردست شاہکار ہے مجھے لگتا ہے کشش کی شادی میر سب سے ہوگی جیسا وہ چاہتی ہے میر سب ویسا ہی ہوگا۔ باقی تمام سلسلے تمام افسانے اور نئی کونپلیں بھی بہت اچھا جارہا ہے۔ "میری کل کائنات، سال نو میں آجانا، زندگی مسکرانے لگی، پکا قبضہ، نئی منزلوں کے نشاں" سب بہت اچھے تھے۔ "جاری ہے کارِرواں ابھی" میں سب کے جواب زبردست تھے۔ تعارف میں سب کے تعارف زبردست تھے میں کسی ایک کا نام نہیں لے سکتی کیونکہ ہر کوئی اپنی جگہ ٹھیک اور اچھا ہوتا ہے۔ آئینہ میں فائزہ بھٹی، شمع مسکان کے تبصرے اچھے تھے باقی بھی اچھے تھے۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے پیغام اچھے تھے اور جس جس کی بھی فروری میں سالگرہ ہے تو سب کو سالگرہ مبارک اب اجازت چاہتی ہوں اللہ آپ سب کو شاد وآباد اور خوش رکھے آمین اللہ حافظ۔

☆ پیاری گڑیا! خوش آمدید۔

نگینہ عمران۔ چیچہ وطنی۔ آنچل سے وابستہ تمام لوگوں (آنچل اسٹاف، رائٹرز، ریڈرز اینڈ میرے تمام دوستوں کو سلام۔ اس دفعہ آنچل 5 تاریخ کو مل گیا۔ سب سے پہلے دوست کا پیغام آئے کھولا مگر خنساء عباس اور شاہ زندگی کے لیے جو پیغام تھا وہ غائب تھا۔ چلیں کوئی بات نہیں دل بُرا ہوا تو تھا لیکن زیادہ نہیں کیونکہ باقی لوگوں کا بھی حق ہے نا۔ شمع مسکان آپ کا بہت شکریہ اس کے بعد کہانیوں کی طرف دوڑ لگائی۔ سب سے پہلے فیورٹ کہانی "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھی بہت اچھی تھی عریشہ کے ساتھ بالکل ٹھیک ہوا ہے ایسے لوگوں کا یہی انجام ہونا چاہیے لیکن نندنی کے ساتھ بُرا مت ہو اس کو محبت کا صلہ ملنا چاہیے اور لاریب کی خودسری کو ختم کریں پلیز لڑکی کو اتنا خودسر نہیں ہونا چاہیے۔ ایمان کے ساتھ بُرا ہوا ہے بہت بُرا اسی لیے تو کہتے ہیں نا کہ بیٹیوں کو گھر سے نکلنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ ماں باپ بددعا نہ دیں لیکن ان کی عزت کو روندنے کا انجام اللہ خود دے دیتا ہے۔ بہت اچھا تھا یہ شروع سے لے کر آخر تک۔ "بھیگی پلکوں پر" آگے ہی نہیں بڑھ رہا بہت سلو ہے پلیز اقراء جی اینڈ کریں اس کا اور گلفام کے بارے میں بھی لکھیں نا کچھ۔ "ٹوٹا ہوا تارا" بہت ہی اچھی ہے بالکل سمیرا جی کی طرح سمیرا جی آپ بہت بہت اچھا لکھتی ہیں۔ نازی جی آپ کہاں گم ہو آنچل کا ایک کونہ ادھورا ہے آپ پلیز جلدی سے اچھے سے ناول کے ساتھ انٹری دیں پلیز بہت کمی محسوس ہورہی ہے آپ کی۔ "وہی خدا ہے" طلعت نظامی کی بہت زبردست تحریر تھی۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن سے میں ان کی تعریف کروں واقعی انسان کے پاس جب کوئی بھی چیز آئے اگر اچھا شوہر، اولاد یا دولت تو انسان دوسرے کو اپنے سے کمتر جاننے لگتا ہے وہ یہ بھی بھول جاتا کہ جس خدا نے اسے دیا ہے وہ چھین بھی سکتا ہے جب چھن جائے تو انسان اپنے پاؤں پر بھی کھڑا ہونے کے قابل نہیں رہتا۔ نجانے کیوں عورت ہی عورت کو اتنے دکھ کیوں دیتی ہے کیوں نہیں جانتی کہ عورت کا دل تو نازک آبگینہ ہوتا ہے اس عورت کے احساسات بھی بہت نازک ہوتے ہیں۔ باقی کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ "میری کل کائنات" بالکل سچ پر مبنی تھی نجانے کتنے خاندان ان بم دھماکوں میں اجڑ رہے ہیں لیکن کوئی نہیں روک پارہا کب تک چلے گا ایسے لوگ اپنے گھروں سے نکلتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ لوگ ملک چھوڑنے پر مجبور ہیں اسی دن کے لیے حاصل کیا تھا یہ ملک ہم نے؟ یادگار لمحے میں عائشہ پرویز کے ٹوٹتے نیا سال پرانے خواب، امبر گل کے بہت اچھے تھے۔ شاہ زندگی میری سویٹو کے سوالات کمال کے تھے۔ پروین افضل شاہین تو ہر دفعہ کمال کرتی ہیں باقی سلسلے کمال کے تھے۔ سروے میں فوزیہ غزل تھیں جنہوں نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا ہے یہاں پر بھی ایک عورت ہی لاچار ہے مجبور ہے کیوں ختم نہیں ہورہا یہ ظلم۔ ہمارے ملک میں ایسا کیوں قانون نہیں بن رہا نئے نئے طریقوں سے انسانوں کو ٹارچر کیا جارہا ہے خاص طور پر عورتوں کو اور معصوم بچیوں کو پلیز کوئی تو روکے بہت دکھی کیا ہے اس دفعہ کے آنچل نے۔ اب اجازت چاہتی ہوں زندگی رہی تو پھر حاضر ہوں گی اپنا اور اپنے سے وابستہ لوگوں کا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

کرن ملک...... جتوئی۔ السلام علیکم! کیا حال ہیں سب کے سب سے پہلے تو سمیرا شریف طور کو منگنی کی مبارک باد' سنا ہے آپ کو سمعان مل گیا جلد سمعان کی سنگت میں رخصت ہو زور سے بولو آمین۔ شاہین سجاد آپ نے مجھے بلایا تھا کہ سال نو میں آجانا لو میں آگئی (ہاہاہا)۔ جویریہ رحمان اور شاہین سجاد دونوں کو بہت مبارک کونپل بننے پر نئی منزلوں کے نشان سویرا فلک بھی فلک پر چھاگئی۔ "میری کل کائنات" پڑھ کر بہت دکھ ہوا پتا نہیں کیوں انسان ہی انسان کا دشمن بن گیا صائمہ قریشی کی کاوش بھی بہت اچھی رہی۔ وہی خدا ہے جو دلوں سے نفرت کے نقش کو محبت کی طرف پلٹ دیتا ہے۔ سلسلہ وار ناول میں "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھ کر دل ٹوٹ سا گیا' چلو کوئی بات نہیں بُرے وقت کا سامنا بھی تو کرنا پڑتا ہے بُرا وقت ہی اچھے وقت کی نوید لاتا ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" چلو جی سکندر صاحب ایمان کا دیور نکلا شرجیل اور فراز کا کزن' نندنی مسلمان ہوگئی بہت خوشی ہوئی اور اس کی راہ بھی صاف ہوگئی۔ اقراء صغیر اس بار تو آپ نے دل خوش کردیا بہت مزا آیا پڑھ کر اور بہت مبارک ہو۔

آپ کی تحریر کو وہ پذیرائی ملی کہ وہ تصویر تک پہنچی۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں بھی چٹ پٹے سوالات تھے' خصوصاً مدیحہ کے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ شمع مسکان نظر ہی نہیں آتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہر جگہ شمع ہی شمع ہوتی ہے۔ سمیرا غزل' سباس گل' فرزانہ شوکت اور کاجل شاہ کی شاعری پسند آئی۔ تعارف بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھا' دلکش کا تو دلکش تھا سب سے زیادہ مزا تو سروے پڑھتے ہوئے آیا۔ اچھا سلسلہ رہا' کچھ غمگین لمحے تو کچھ راز دارانہ باتیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ آنچل سے رشتہ سدا استوار رہے اور آنچل ترقی کی منازل طے کرتا رہے آمین۔

اقصیٰ زرگر' سنیاں زرگر...... جوڑہ۔ تمام آنچل ٹیم اور قارئین کو السلام علیکم! اس ماہ آنچل ہمیں 23 تاریخ کو ہی مل گیا۔ ہماری تو خوشی کی انتہا نہ رہی' سب سے پہلے ٹائٹل گرل کو دیکھا بہت خوب صورت تھی۔ اس کے بعد ہم نے سلسلے وار ناول ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا' پری نے تو اظہار کر کے ہمیں خوش ہی کر دیا۔ شکریہ اقراء جی آپ نے کہانی کو آگے تو بڑھایا۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' تو ہماری بیسٹ ناول ہے' سمیرا جی انا اور شہوار کو تھوڑی سی عقل ہی دے دیں۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' ام مریم کا ناولٹ بھی اچھا جا رہا ہے' اب لاریب کو عقل آ ہی جائے گی اور سندی کو مسلمان دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ ''وہی خدا ہے'' طلعت نظامی کا ناول دل کو چھو گیا' بہت خوب لکھا' زبردست۔ باقی سب بھی بہت اچھی تھیں۔ بیاض دل میں ہمارے علاوہ حنا مری' ارم کمال' زین الدین صدیقی' دانش اور اقراء وصی کے شعر زیادہ اچھے لگے۔ یادگار لمحے میں روبی علی' سلمیٰ فہیم' نوشین اقبال' مدیحہ نورین کا اچھا لگا۔ اس کے علاوہ دوست کا پیغام آئے میں ہم نے فریحہ اور ساریہ چوہدری کے نام پیغام لکھا تھا نہ شامل ہو سکا' بہت برا لگا' اس کے ساتھ ہی ہمیں اجازت دیں' فی امان اللہ۔

مسکان جاوید...... کوٹ سمابہ۔ محبتوں بھرا السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی' اس ماہ کا شمارہ 25 کو ملا' بہت خوشی ہوئی سب سے پہلے حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر لمبی چھلانگ لگا کر موسٹ فیورٹ آپی جی سمیرا شریف طور کا ناول پڑھا (ٹوٹا ہوا تارا) انا کو ولید پر اتنا شک نہیں کرنا چاہیے اگر برداشت نہیں کر سکتی تو سیدھا سیدھا صاف لفظوں میں اظہار محبت کر دے۔ کبھی کبھی مجھے انا پر بہت غصہ آتا ہے' آپی کاشفہ کو ولید سے دور ہی رکھنا۔ انا اور ولید کے درمیان کباب کی ہڈی نہ بنے' شہوار کا رویہ مصطفیٰ کے ساتھ ٹھیک کر دیں' مصطفیٰ پر بہت ترس آتا ہے (مجھے ہے حکم اذاں) ام مریم آپی جی نسی تے گریٹ او۔ سندی کا اسلام قبول کرنا ہمیں بہت بہت اچھا لگا اور بہت خوشی ہوئی' اب فاطمہ کے ساتھ وہ ہستی ہے جس کی طرف ایک قدم بڑھاؤ تو وہ ستر قدم اپنے بندے کی طرف آتا ہے اب تو عباس اس کو مل جانا چاہیے۔ آپی جی عباس کو مینٹل ہسپتال جانے سے بچائیں' ایمان کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ شرجیل کی ماں کو اپنے بیٹے اور پوتے کی حالت پر ترس کھا کر اس کا ضمیر جاگ جانا چاہیے۔ فراز نے جو (اپنی امی اور تائی) کی باتیں سنی اس میں نوکرانی جو لڑکا لے کر چلی گئی تھی وہ لڑکا مجھے سکندر لگتا ہے میرے مائنڈ کے مطابق۔ لاریب برداشت کی بھی حد ہوتی ہے' اتنی بڑی غلطی کر کے اب بھی تجھے عباس کا انتظار ہے' لاریب کو شرم آنی چاہیے۔ جب عباس پہلے اس کا نہیں تھا تو اب بھی نہیں ہے۔ آپی اقراء صغیر جی اب (بھیگی پلکوں پر) کہانی کا اینڈ ہو ہی جانا چاہیے' آپی! جی مائنڈ مت کرنا' عشنا کوثر کی کہانی بھی بہت اچھی تھی۔ صائمہ قریشی کا مکمل ناول پڑھا بہت اچھا تھا (آخر میں جاری ہے) پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اب اگلے مہینے تک انتظار رہے گا' باقی ابھی میں نے مصروفیت کی وجہ سے پڑھا نہیں۔ میں پہلی بار آنچل میں شرکت کر رہی ہوں' میں آنچل 2006ء سے پڑھ رہی ہوں' آنچل کے تمام قارئین سے ریکوئسٹ ہے کہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ میری 16 جنوری کو سالگرہ ہے پلیز میری دعا

ہے رب العزت سے کہ آنچل کے تمام اسٹاف پڑھنے والے اور لکھنے والے قارئین کو اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا فرمائے' آمین اور ان سب کے گھر والوں پر اپنی رحمت کریں' اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا۔

☆ مسکان ڈیئر! خوش آمدید' ہماری جانب سے آپ کو سالگرہ مبارک ہو' آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا۔

ثمرہ بٹ...... لودھراں۔ ڈیئر شہلا جی کیسی ہیں آپ اور باقی سب لوگ کیسے ہیں' اس بار تو جنوری کا آنچل 24 تاریخ کو مل گیا اور اتنی خوشی ہوئی کہ حد نہیں کیونکہ کچھ ماہ سے آنچل 30 تاریخ سے پہلے نہیں ملتا تھا خیر جب ملا تو سب سے پہلے ٹائٹل پر نگاہ پڑی اس مرتبہ ٹائٹل کچھ خاص اچھا نہیں تھا خیر سب سے پہلے ہم نے سلسلے وار ناولز کی طرف دوڑ لگائی۔ سمیرا جی کا ''ٹوٹا ہوا تارا'' کے ناول کی قسط اچھی تھی' پلیز سمیرا جی شہوار کو تھوڑی عقل دیں کہ وہ مصطفیٰ سے نہ لڑے اور اس رشتے کو قبول کرے اس کے علاوہ آپ نے ناول میں سسپنس بہت کریٹ کیا ہوا ہے تھوڑا بہت تو ہمیں بھی بتا دیں کہ کون کس کا کیا لگتا ہے۔ اب آتے ہیں اقراء صغیر احمد کی طرف ان کا ناول پہلے بہت سلو چل رہا تھا لیکن اس مرتبہ قسط اچھی تھی لیکن بہت تھوڑی تھی ابھی پڑھنی شروع کی ہی تھی کہ ختم بھی ہو گئی۔ صائمہ قریشی کا مکمل ناول بھی اچھا تھا' باقی افسانے اور ناولٹ بھی اچھے تھے' نظمیں' غزلیں اور یادگار لمحے کچھ بھی نہیں پڑھا ابھی اس لیے معذرت۔ اس کے علاوہ ام مریم کے لیے صرف اتنا کہوں گی کہ آپ کا ناولٹ بیسٹ ہے اور اس طرح بیسٹ لکھتی رہیے گا۔ عشنا کوثر سردار کا مکمل ناول بھی اچھا تھا' اس کے ساتھ ہی اللہ حافظ' سب آنچل کے قارئین کو محبت بھرا اسلام۔

روبی علی...... سید والہ۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ جنوری کا آنچل تو اس بار جلدی مل گیا پر تعلیمی مصروفیات کی بنا پر پڑھ نہ پائے اس ماہ کے آنچل کو زبردست نمبر کہوں گی۔ سارا کا سارا آنچل ایک دم فرسٹ کلاس تھا' سب سے پہلے ''حکم اذاں'' کی طرف بڑھے ام مریم جی آپ نے تو حادثات کے پہاڑ کھڑے کر کے آنکھیں آنسوؤں سے بھر دیں بہر حال ایمان کو مت ماریے گا اور لاریب کو تھوڑی عقل دے دیجیے۔ ''اس کے زاد راہ میں'' لفظوں کی جادوگری عروج پر تھی۔ ''بھیگی پلکوں پر'' مسز عابدی کا فیصلہ شیری کے منہ پر طمانچہ ہے' شکر ہے پری صاحبہ بھی کچھ نیچے اتریں۔ ''وہی خدا ہے'' طلعت نظامی ویل ڈن بہت سبق آموز ناولٹ تھا۔ نجانے دنیا نے خوب صورتی کو ہی کیوں زندگی کا معیار بنا لیا ہے' اصل خوب صورتی تو سچا خلوص ہوتا ہے جس سے زینب آپی کا وجود تراشا گیا تھا۔ ''خواب کے رنگ دھنک سے'' اچھا ناول تھا' کشش صاحبہ کا ہیرو ہمیں بھی پسند ہے پر ایسی ماڈرن دادی بہت تلاش کی پر ناکامی؟ وہ تو بس فریحہ سکندر ہی ہیں۔ آخر میں جاری ہے پڑھ کر منہ بن گیا' باقی افسانے بھی سبھی اچھے تھے۔ ''سال نو میں آ جانا'' سال نو کا گفٹ ہی تھی۔ ''بیاض دل'' میں ہالہ سلیم اور فائقہ سکندر کے اشعار' شکیلہ انجم طارق کی نظم' سیف الاسلام کی ''کچی مٹی'' زبردست لگی۔ یادگار لمحے میں بابا جی اشفاق احمد کی باتیں ہمیشہ کی طرح دل میں اتر جانے والی تھی۔ عائشہ پرویز کے ٹوٹکے ان کی طرح گریٹ تھے' مسکراہٹ بکھیرنے والے۔ تعارف لاسٹ میں پڑھے صباحت مرزا کی عادتیں خود سے ملتی لگیں۔ تبصرے بھی زبردست تھے آخر میں سب کے لیے دعا سدا خوش رہیں' اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر السلام علیکم! خیریت موجود خیریت مطلوب۔ نئے سال کا پہلا شمارہ آنچل میرے ہاتھوں میں ہے زیورات سے خود کو آراستہ کیے ماڈل صبا بٹ بہت ہی دلکش لگ رہی تھی' سلسلے وار ناولز تو اچھے جا ہی رہے ہیں ان کے علاوہ ''میری کل کائنات'' اس کے

زادِ راہ میں' "خواب کے رنگ دھنک سے" زندگی مسکرانے لگی' سالِ نو میں آ جانا" پسند آئے۔ ہماری دعا ہے فریدہ جاوید فری اور ایمنہ عندلیب کو اللہ تعالیٰ مکمل تندرستی عطا فرمائے' آمین۔ بہنوں کی عدالت کا سلسلہ کہیں ختم تو نہیں کر دیا گیا ہے؟ ہماری دعا ہے آنچل اور عروج حاصل کرے' آمین۔

☆ پیاری پروین! بہنوں کی عدالت کا سلسلہ ختم نہیں کیا گیا' کچھ ماہ بعد آپ اسے پڑھ سکیں گے۔

آمنہ امداد...... سرگودھا۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ پہلی بار شرکت کر رہی ہوں' تمام آنچل اسٹاف کو میری طرف سے نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ نیا سال ہم سب کے لیے ملک پاکستان کے لیے تمام عالم اسلام کے لیے ڈھیر ساری خوشیاں لے کر آئے' آمین۔ آنچل اس دفعہ 28 کو ملا ماڈل کچھ خاص متاثر نہیں کر سکی' حمد و نعت سے روح کو منور کیا۔ "در جواب آں" قیصر آنی نے بہت پیار سے سب کو جوابات دیئے' ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے ملاقات اچھی لگی۔ صباحت مرزا تمہاری کچھ کچھ عادتیں مجھ سے ملتی ہیں۔ ہادیہ نذیر ماٸیں بھی عظیم ہوتی ہیں تم نے یہ تو بتایا نہیں کہ کہاں رہتی ہو؟ سروے میں سمیرا شریف طور' طلعت نظامی' سباس گل' فوزیہ غزل' صائمہ قریشی' نوشین اقبال نوشی اور ام ثمامہ کے جوابات اچھے لگے۔ شمع مسکان تمہاری ذاتی کاوش اچھی لگی' آیت تمہارے شہر سے مجھے بہت پیار ہے پتا نہیں کیوں؟ تمہارے ابو اور چچا جان اور فائزہ کے بہنوئی اور خالو کے بارے میں پڑھ کر بہت دکھ ہوا' معذرت کے ساتھ اقراء صغیر احمد لگ ہی نہیں رہا کہ یہ ناول آپ لکھ رہی ہیں۔ صباحت اور عادلہ جیسی عورتوں کے بارے میں پڑھ پڑھ کر میں تھک گئی ہوں اگر شیری کی ماں اپنے فیصلے پر قائم رہے تو اسے بہت اچھی سزا مل رہی ہے' عنقریب اس کو پری کے ساتھ مت جوڑنا۔ مجھے ایسے لڑکے اچھے نہیں لگتے اور ماہ رخ کی اسٹوری کچھ زیادہ لمبی نہیں ہوگئی جو وہ رجاء کو سنا رہی ہے۔ "وہی خدا ہے" طلعت نظامی بہت اچھی تحریر تھی۔ سمیرا آپ کی ہیروئن جذباتی اور عقل سے پیدل کیوں ہوتی ہے؟ مجھے تو لگتا ہے تابندہ بوا کا اس حویلی سے کوئی تعلق ہے' جبھی تو وہ کہہ رہی تھیں کہ "خالہ بی! یہ حویلی مجھے پناہ دے گی باہر کی دنیا میں میرے لیے اب کچھ نہیں رہا۔" "خواب کے رنگ دھنک' اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ "نئی منزلوں کے نشاں" اچھا لکھا' سویرا آپ نے کہ جب جبیں جھک جاتی ہے تو زندگی سہل ہو جاتی ہے۔ "پکا قبضہ" ام اقصیٰ' شہلا کی دادی سے مجھے سو فیصد اتفاق ہے کہ جو فرض مار کے نفل ادا کیا جائے تو دونوں اکارت جاتے ہیں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" لاریب کے لیے اتنا ہی کہوں گی کہ خود پسندی اور انتہا پسندی بندے کو ہمیشہ پستیوں کی طرف لے جاتی ہے' دیکھو سکندر کے ساتھ رہ کے اس کو عقل آتی ہے کہ نہیں' ایمان کے کومے میں جانے کا مجھے دکھ نہیں ہوا' اچھا ہے شرجیل کی ماں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا اور شرجیل کا کزن کہیں سکندر تو نہیں یا پھر ڈاکٹر ابراہیم احمد ایسے ہی اندازے لگا رہی ہوں۔ فاطمہ کی خدمتیں عباس کو ہوش کی دنیا میں لے ہی آئیں گی۔ "زندگی مسکرانے لگی' سالِ نو میں آ جانا" اور "میری گل کائنات" ٹھیک ہی تھیں۔ بیاضِ دل میں حنا مریم' سحرش خان' منزہ بھٹی' فصیحا آصف' مبشرہ سحر' اقراء وسیم' عبدالرحمن اور ہالہ سلیم کے اشعار اچھے لگے۔ ہالہ یہ شعر مجھے ہمیشہ سے ہی بہت پسند ہے۔ سمیرا غزل صدیقی کی دعا اچھی لگی' سباس گل کی نظم اور شاکر نظامی کی غزل بھی اچھی تھی۔ انا کی جیت مجھے بہت پسند آئی۔ یادگار لمحے میں سب نے بہت اچھا لکھا خاص طور پر گلناز جان گل' مہرین آصف' مہک انا' بشریٰ ملک' مائرہ ملک' رابعہ ساحر' اقراء ماتو' ماریہ نور اور فائقہ سکندر حیات نے بہت اچھا لکھا۔ سب بہنوں کے تبصرے بھی خوب تھے۔ کوثر اعجاز چوہدری کی فرمائش میری بھی فرمائش ہے پلیز اس پر غور کریں۔ نازیہ کنول نازی میں آپ کو بہت یاد کر رہی ہوں' پلیز نبیلہ عزیز سے بھی کچھ لکھوائیں ناں آنچل کے لیے۔ میں آنچل کو بہت ٹاپ پر دیکھنا چاہتی ہوں اللہ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔

☆ پیاری آمنہ! خوش آمدید آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں اور بہن نبیلہ عزیز سے ہم بھی درخواست گزار ہیں اب دیکھیے حکمِ ربی کب ہوتا ہے۔

مہر گل' دعا گل...... کراچی۔ آداب و تسلیمات شہلا آپا! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے کہ اس ماہ ہمارا تبصرہ شائع ہوگا اور ہم بھی آئینہ میں اپنی تحریر کا عکس دیکھ سکیں گے۔ حمد و نعت اور مشتاق انکل کی باتوں سے مستفید ہوئے اور آگے بڑھے۔ اس دفعہ "ٹوٹا ہوا تارا" ہی پیچھے رہ گئی باقی "بھیگی پلکوں پر" اور "مجھے ہے حکم اذاں" میں تھوڑی تیزی آئی ہے۔ پری کا طغرل پر اعتبار اور تندئی کا قبولِ اسلام بہت اچھا لگا جبکہ ایمان اور عادلہ کے ساتھ حادثات پر دکھ ہوا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں شہوار کو بھی ہوش کے ناخن خرید کر دے دیں (نہیں تو میں بھیج دوں) افسانے شاندار تھے اور نئی سلسلے وار کہانی میں ایک ہیروئن' کشش ہماری لعل سسٹر کی ہم نام ہے۔ غزلیں اور شعروں کے انتخاب بھی بہترین تھے' سردیوں کے حلووں کی تراکیب جلدی سے نوٹ کیں' مدیرہ جی تو اب ہمیں بھول ہی گئی ہیں در جواب آں تک میں جواب نہیں دے رہیں۔ آپ ہی ہماری خطا ان سے پوچھ کر بتا دیں' شمع مسکان میں نے تمہیں بہت سے پیغامات لکھے ہیں جو شاید ڈاک یارڈ کی ٹوکری کی نذر ہو گئے ہیں۔ ہمارا دوستی کا رشتہ صمد بونڈ سے جڑا ہوا ہے' کبھی نہیں ٹوٹے گا' او کے ڈیئر اب اجازت رب راکھا۔

☆ مہر گڑیا! آپ کے لیے اتنا ہی کہیں گے

جو تو نہیں تھا شریکِ محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا؟

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف' ریڈرز اور رائٹرز سب کیسے ہیں؟ شکر ہے آنچل 26 کو مل گیا تھا' اب آ گئی ہوں تبصرے کی طرف' اقراء صغیر جی "بھیگی پلکوں پر" اسٹوری اچھی جا رہی ہے بس ماہ رخ پر اور ظلم نہیں ہونے چاہئیں اسے کافی سزا مل چکی ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی شہوار کا دماغ ٹھکانے لگا ہی دیں بڑی زبان چلتی ہے اس کی (ہاہاہا) مجھے بڑا غصہ آتا ہے شہوار پر ویسے انا جو کر رہی ہے بالکل ٹھیک کر رہی ہے ولید کے ساتھ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم یہ تو بہت بُرا ہوا ہے ایمان کوما میں چلی گئی ہے اور لاریب کے ساتھ اچھا ہوا ہے بہت زیادہ اکڑتی ہے نہ سکندر کے سامنے اب سکندر کو بھی چاہیے کہ وہ لاریب کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے۔ عباس کی بُری حالت دیکھ کر دکھ ہوا' میرے خیال سے اب عباس تندئی (فاطمہ) سے شادی کرے گا بلکہ ایسا ہی ہونا چاہیے (کیوں صحیح کہا نہ میں نے) کام کی باتیں واقعی کام کی تھی۔ "ہم سے پوچھیے" میں پروین افضل' مدیحہ نورین' شازیہ فاروق احمد' شاہ زندگی آپ سب کے سوال بہت مزے کے تھے اور آئینہ میں فائزہ بھٹی' نورین شفیع' شمع مسکان آپ سب کے تبصرے بہت اچھے لگے اور کیا بات ہے آنسہ شبیر (ڈوگہ گجرات) آپ کی' آپ کا اندازہ کہ عریشہ مر جائے گی واہ جی واہ اور "ہمارا آنچل" میں چاروں بہنوں کے تعارف بہت پسند آئے۔ "جاری ہے کارواں" میں سارہ یہ چوہدری آپ نے تو میرے لفظوں کو زبان دے دی' آپ کے پہلے سوال کا جواب اور لاسٹ سوال کا جواب ویری سیلی بہت عمدہ تھا میرے ذہن میں بھی یہ باتیں ہر وقت چلتی رہتی ہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں' سب کا بہت سا خیال رکھیے (اور میری طرح خود کو مت بھولیے گا) اگر زندگی رہی تو پھر بات ہوگی' اللہ حافظ۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ سرورق تو ٹھیک ہی تھا البتہ سارے ناولز بہت کمال کے تھے اور سمیرا آپی کا ناول زبردست تھا لیکن شہوار جب مصطفیٰ کے ساتھ اس طرح کا

برتاؤ کرتی ہے تو قسم سے دل کرتا ہے شہوار کے دو تین تھپڑ لگا دوں اسے پتا ہی نہیں کتنی انمول محبتوں کو وہ اپنے احساس کمتری سے دبا رہی ہے اور انا اس کا تو دماغ پتا نہیں کیا چیز ہے اتنا شک اور وہ بھی اس پر جس کے لیے وہ ہم تھنگ اسپیشل فیل کرتی ہے۔ اسے پتا ہی نہیں جس سے ہم پیار کرتے ہیں اس پر اپنی ذات سے بڑھ کر اعتبار کرتے ہیں بہر حال ناول اچھا جا رہا ہے پر تھوڑا سست رفتاری سے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" واؤ کیا پلٹا کھایا ناول نے ایک دم سے اسٹوری بدل ہی گئی بہت اچھا لگا نندنی کا فاطمہ بن جانا۔ دعا ہے کہ اسے عباس مل جائے اور عباس پر جو کچھ بیت گیا اس پر بہت رونا آیا اور ایمان بے چاری پر کیسے حالات آ گئے پتا نہیں کیسے کیسے ظالم لوگ موجود ہیں۔ دنیا میں کیا انہیں خدا کا ڈر نہیں ہوتا انہیں احساس ہی نہیں خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" پری کا اقرار ہمیں بھی خوش کر گیا۔ سب کچھ اچھا اچھا ہو جائے اور عادلہ اور شیری کو بھی کچھ عقل آ جائے جو گھاس چرنے گئی ہوتی ہے۔ عشنا آپی کا ناول بھی اچھا تھا ان کا ناول پڑھ کے احساس ہوتا ہے کہ اس میں حقیقت کا عنصر ہے ہی نہیں جذبات اور احساسات کو بیان کیا جاتا ہے بہر حال اچھا لگا پڑھ کے اس کے علاوہ عشنا آپی کا ناول تھا ایک "کیکٹس کے پھول" مجھے وہ بہت اچھا لگا تھا اب بھی بار بار پڑھتی ہوں اسے۔ افسانے بھی بہت اچھے تھے "میری کل کائنات" پڑھ کر میں تو باقاعدہ رونے لگ گئی واقعی ان بم دھماکوں میں کتنے پیارے ہم سے دور ہو جاتے ہیں۔ یادگار لمحے بھی اچھے تھے عائشہ پرویز کے انتخاب کو پڑھ کر دل سے مسکرائی۔ ماریہ نذیر کا تعارف بہت اچھا لگا اور بیاض دل بھی زبردست تھا ہمیشہ کی طرح شمع مسکان کی باتیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں وہ بھی بہت گہری لگتی ہیں۔ کیا آپ ان سے کہیں گی کہ وہ مجھ سے دوستی کر لیں او کے آپی اللہ حافظ زندگی رہی تو پھر ملیں گے اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو آمین۔

ثمینہ شیخ ...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! شہلا جی کیسی ہیں؟ میں پہلی بار آئینہ میں لکھ رہی ہوں لکھنے کی وجہ ہے ام مریم کی کہانی "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم جی آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں دعا ہے کہ ایسے ہی لکھتی رہیں بس اب لاریب کو سکندر کے ساتھ ٹھیک کر دیں اور میں سمیرا جی سے کہوں گی کہ آپ بھی تابندہ بی کی کہانی کھول دیں کہانی کچھ بوری ہو گئی ہے جلد سے ان کی کہانی شروع کر دیں باقی سب آنچل میں ٹھیک ہے سب کہانیاں اے ون ہیں او کے اللہ حافظ۔

☆ پیاری گڑیا! پہلی مرتبہ شریک محفل ہونے پر خوش آمدید۔

کوثر رؤف ...... ھری پور۔ السلام علیکم! امید کامل ہے تمام آنچل اسٹاف و قارئین خیریت سے ہوں گے آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں 17 سال سے خاموش قاری ہوں۔ یوں تو آنچل کے تمام سلسلے زبردست ہیں لیکن سمیرا جی کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" بہت زبردست ہے پلیز سمیرا جی شہوار کو تھوڑی سی عقل دیں اب نکاح ہو چکا ہے تو اپنی ہٹ دھرمی ختم کر دے مزید تفصیلی تبصرے کے ساتھ اگلے ماہ حاضر ہوں گی اللہ آپ کا ہمارا ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆ اچھی گڑیا! طویل خاموشی کے بعد آپ کی حاضری اچھی لگی خوش آمدید۔ امید ہے آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

ریحانہ کوثر ...... ملکوال۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیا حال چال ہیں؟ اس ماہ کا شمارہ 25 کو مل گیا تھا سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی ہمیشہ کی طرح مزہ آ گیا' ارے آپی جانی پلیز انا اور ولید کی نیا بھی پار کر دیں اور ام مریم کیا بات ہے "مجھے ہے حکم اذاں" کی اب لاریب کو رخصت کر بھی دیں اور نندنی کو عباس

حیدر کے ساتھ باقی ناول بھی بہت دلچسپ تھا ابھی سارا تو نہیں لیکن کچھ کچھ ضرور پڑھا ہے۔ اللہ آنچل کو ڈھیر ساری کامیابیاں اور آنچل اسٹاف کو لمبی زندگی دے آمین اس کے ساتھ اجازت اللہ حافظ۔

☆ پیاری گڑیا! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید امید ہے آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

شمع ناز شکیل ...... کراچی۔ ڈیئر قارئین اینڈ رائٹرز بہنوں کو میرا پیار بھرا سلام۔ جنوری کا آنچل جوں ہی ہاتھ آیا طویل جمپ لگا کر غزلوں پر جا رکے اور ننھا سا دل باغ باغ ہو گیا' بھئی جناب میری تیسری شاعری جو شائع ہوئی ہے۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف "ٹوٹا ہوا تارا" دلچسپ مگر ادھوری سی لگی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بس ٹھیک جا رہی ہے۔ اقراء آپی کی "بھیگی پلکوں پر" اس بار پسند آئی۔ غزلوں' نظموں میں شکیلہ انجم اور اپنی شاعری پسند آئی (ہاہاہا)۔ ماریہ نور کا تبصرہ پسند آیا (مجھے بھی شرارتوں والی جوائنٹ فیملی سسٹم والی کہانی بہت اچھی لگتی ہے) باقی پورا آنچل ہی زبردست تھا آخر میں آپ سب بہنوں سے التماس ہے کہ میرے لیے دعا کیجیے گا کہ میں جلد از جلد تندرست ہو جاؤں' اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین ...... برنالی۔ سلام آپی! اب سننے والوں کو دل کی گہرائیوں سے دعا اور سلام۔ سال نو کا آنچل بہت اچھا لگا تمام تحریریں بہت عمدہ تھیں۔ منزہ' مسکان' جیا عباس کے اشعار اچھے تھے۔ شاکر نظامی' طیبہ نذیر' سویرا فلک کی نظمیں غزلیں اچھی تھیں۔ یادگار لمحے میں پلوشہ گل' نوشین اقبال کا انتخاب پسند آیا' سویرا فلک' صائمہ قریشی' جویریہ رحمان کی تحریریں بہت پسند آئیں اور جیا عباس' شاہ زندگی' طیبہ نذیر' سارہ چوہدری' انا احب' ارم کمال' سباس گل' نازی آپی سب کو سلام اور میں ناراض ہوں مجھے برتھ ڈے وش نہیں کی آپ نے اور گجرات' کھاریاں' لالہ موسیٰ کی جتنی بہنیں لکھتی ہیں ان سب کو سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اپنا خیال رکھیے گا آپ کی دوست' اللہ حافظ۔

غزل عروج ...... دینہ۔ السلام علیکم امید کرتی ہوں تمام اسٹاف خیریت کے ساتھ ہوگا' فرحت آپی کی کمی تو ہمیشہ ہی رہے گی لیکن نہ جانے کیوں یہ مہینہ آنکھیں نم کر دیتا ہے' اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' کچھ عرصہ سے غیر حاضر رہے تو نازیہ کنول کو زبردست ناول لکھنے پر مبارک باد نہ دے سکی' نازی جی میری طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا جی شکر ہے شہوار کا نکاح ہو گیا ہے اب اسے تھوڑی سی عقل بھی دے دیں کہ مصطفیٰ بے چارے پر اتنا ظلم نہ کرے اور سمیرا جی سے گزارش ہے کہ پلیز پلیز اب یہ راز افشا کر ہی دیں کہ شہوار کی امی ہی لالہ رخ ہیں۔ ام مریم کا ناول بھی زبردست ہے نندنی کا کردار پڑھتے ہوئے بندہ کہیں اور ہی پہنچ جاتا ہے' کہانی بہت زبردست ہے۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح زبردست تھے اس دفعہ بیاض دل میں شعر بہت زبردست تھے آخر میں آنچل کے لیے ڈھیروں دعائیں۔

اب اس دعا کے ساتھ رخصت کہ اللہ ہم سب پر اپنی رحمتوں کے در وا کرے' آمین۔ تمام بہنوں سے درخواست ہے کہ اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحات نکال کے بے کسوں و مظلوموں اور ضرورت مندوں کے بارے میں سوچیں ان کی مدد کریں' اللہ آپ کو اس کا اجر عظیم دے گا اور ہمارے لیے بھی دعا گو رہیں' آپ کے تفصیلی تبصروں کے آئندہ ماہ بھی منتظر رہیں گے۔

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

عائشہ پرویز...... کراچی

س:۔ کیا حال ہیں کیسے مزاج ہیں؟

ج:۔ ہم تو ٹھیک ہیں مزاج آج غیر حاضر ہیں۔

س:۔ محبت قربانی مانگتی ہے اور شادی؟

ج:۔ شادی محبت کی ساتھ ساتھ قربانی اور شوہر صاحب کی جیب بھی مانگتی ہے۔

س:۔ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے کونسا پتھر استعمال کروں۔

ج:۔ ماربل کا۔

س:۔ ہر روز بھیگی بلی بننے والا شوہر شیر کب بنتا ہے؟

ج:۔ ہائے بے چارے شوہر......

س:۔ سسی پنوں ہیر رانجھا شیریں فرہاد وغیرہ کی محبت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

ج:۔ ان کی محبت کا کون سا نتیجہ نکال آیا بھلا......

شمع مسکان...... جام پور

س:۔ کیسی ہیں شمائل آپی؟

ج:۔ ہم اچھے ہیں اپنی سناؤ؟

س:۔ سردیوں کی خنک سرد شامیں ہوں یا گرمیوں کی چاندنی بکھیرتی شب میں جتنا اس سے دور بھاگوں وہ اتنا ہی قریب آئے بوجھو تو جانیں؟

ج:۔ تمہارا اپنا آنچل۔

س:۔ اف...... اتنا...... آ...... آ...... آ پیارا...... وا...... ا...... ؤ...... بیوٹی فل...... سو...... کی...... ی...... یوٹ...... بتاؤ یہ الفاظ میں کس کے لیے استعمال کر رہی ہوں۔

ج:۔ ہمارے لیے اور کس کے لیے۔

س:۔ وہ آئی ارے دیکھو تو چلی بھی گئی۔ بجلی آپا نے دیکھو سب کو گھن چکر بنا دیا ہے نا یہ آئی رائٹ؟

ج:۔ یہی حال اب گیس کا بھی ہے کچھ۔

س:۔ اجازت چاہتی ہوں اپنے کھٹے سوالوں کے بعد شمائل آپی کی میٹھی سی دعا کے ساتھ دے دیں آپی اچھی سی دعا۔

ج:۔ سدا سکھی رہو اپنے "وہ" ساتھ...... اب دانت نا نکالنا۔

ماریہ نور...... شاہ کوٹ

س:۔ آداب عرض ہے شمائل آپی تین ماہ کی روپوشی کے بعد پھر آ گئی ہوں آپ نے یاد کیا تھا نا؟

ج:۔ ہمارے دل کی خبر تمہیں کیسے ہو گئی بھلا۔

س:۔ یار آپو آج کل دماغ حاضر نہیں ہے کچھ لکھنے بیٹھتی ہوں تو سوچیں منتشر ہو جاتی ہیں کیا کروں؟

ج:۔ سوچوں کو جمع کر کے شاپر میں باندھ لو۔

س:۔ مانو بلی کہتی ہے بولا بھی کرو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کیا باتیں کیا کروں آپ کوئی حل بتائیں؟

ج:۔ مانو بلی کی زبان سیکھ لو۔

س:۔ میرے اوٹ پٹانگ سوالوں سے آپ کا پارہ ہائی ہو چکا ہوگا اب جانا ہی پڑے گا اچھی سی دعا دے کر رخصت کریں نا۔

ج:۔ خوش رہو۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س:۔ وہ گھر میں تو غراتے ہیں اور باہر کھلکھلاتے ہیں یہ ماجرا کیا ہے؟

ج:۔ ہائے بچارا شوہر گھر میں اور وہ بھی آپ کے سامنے غراتا بھی واہ جی واہ کیا بات ہے بھئی۔

س:۔ بے وقوفی کب عقلمندی میں بدلتی ہے؟

ج:۔ ناممکن باتیں نہ کرو۔

س:۔ بچے من کے سچے اور بڑے......؟

ج:۔ بڑے من کے کچے۔

س:۔ وہ مجھے سنگ دل کیوں کہتے ہیں؟

ج:۔ تم انہیں ہر وقت گھورتی جو رہتی ہو۔

ثوبیہ نواز اعوان...... کنڈان سرگودھا

س:۔ میم اگر میں محلے کے بچوں کے ساتھ مل کر آپ کے گیٹ کی بیل بجا کر بھاگ جاؤں تو؟

ج:۔ ہمارا الو کتا آپ کے دل کے تمام تار چھیڑ دے گا۔

س:۔ آپی محفل کو تھاؤزنڈ زمون لگا کر آئی ایم گوئنگ ٹاٹا بائے بائے۔

ج:۔ اب چاند لگانے آتی رہنا۔

سدرہ گل...... خانیوال

س:۔ شمائلہ آپی آپ کی محفل میں چار ماہ بعد پھر حاضر ہوں کیسا لگا؟

ج:۔ ویسا ہی جیسا شدید گرمی کے بعد شدید سردیوں میں لگا۔

س:۔ آپی میں بہت بہت بیمار تھی آپ نے ذرا سا حال تک نہ پوچھا آپ کیسی انسان ہیں؟

ج:۔ ہم نے تو کتنا حال پوچھا آپ ہی غیر حاضر تھیں۔

س:۔ اچھا آپی اللہ آپ کو لمبی زندگی دیں اور ہم غریب لوگوں کو بھی؟

ج:۔ سلامت رہو۔

ربیعہ لیلیٰ شاہ...... چک سادہ

س:۔ پہلی بار شرکت کی ہے دل سے خوش آمدید بولیے نا؟

ج:۔ دل سے خوش آمدید بس اب خوش۔

س:۔ آپی زندگی میں لوگوں کو محبت کے علاوہ دوسرا کام کیوں نہیں آتا؟

ج:۔ تمام لوگ فارغ جو ٹھہرے۔

س:۔ آپی دل بہت بے چین رہتا ہے کوئی اچھی سی دعا دیں۔

ج:۔ خوش رہو دل کی نہ سنو۔

سیدہ حیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

س:۔ آداب عرض ہے پیاجی۔

ج:۔ آداب عرض ہے۔

س:۔ وہ بہت یاد آتے ہیں کیا کریں؟

ج:۔ ان کی یادوں کو دل میں فکس کر لو پھر نہیں آئیں گے۔

س:۔ عورت زیادہ بے وقوف ہوتی ہے یا مرد؟

ج:۔ یہ سوال کرنے والا بے وقوف ہے۔

س:۔ دل و جذبات کا قتل عام جاری...... کچھ کریں۔

ج:۔ ایف آئی آر درج کرا دو۔

فرزانہ سرور...... میاں چنوں

س:۔ پہلی بار آپ کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں کیسا لگا بتایئے نا؟

ج:۔ بالکل ویسا ہی جیسا آپ کو لگا یہاں آ کر۔

س:۔ مجھے سردی بہت پسند ہے اور آپ کو۔

ج:۔ ہمیں سارے موسم ہی پسند ہیں۔

س:۔ آہاں ایک بارش دوسرا گرما گرم پکوڑے اف اتنی مرچیں پانی دو۔

ج:۔ اف...... پانی تو ختم ہو گیا۔

س:۔ میری زندگی کا نیا سفر شروع ہونے جا رہا ہے کوئی نصیحت نہیں کریں گی آپ؟

ج:۔ سب کو خوش رکھو اپنے خرچ پر۔

س:۔ آپی دعا کریں میں ایف اے اچھے نمبروں سے پاس کروں۔

ج:۔ تم نقل کرو ہم دعا کریں یہ تضاد نہیں کیا؟

رضوانہ کرن...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

س:۔ تیرے در پر ہم چلے آئے ہیں تو نہ آئی تو ہم چلے آئے ہیں۔

ج:۔ ہائے...... بن بلائے مہمان کی آمد......

س:۔ بتایئے آپی کیسا لگا آپ کو (پہلی بار جا آئی ہوں)

ج:۔ ایک دم ویسا ہی جیسا کہ آپ کو لگا۔

س:۔ شمائلہ آپی دیکھو تو میں خالی ہاتھ نہیں آئی آپ کے لیے مٹھائی بھی لائی ہوں۔ پلیز جلدی بتائیں کہاں رکھوں اسے؟

ج:۔ رکھنا کہاں ہے ہمارے ہاتھ میں دو۔

س:۔ آں...... اوں...... ادھر بھی نہیں...... ادھر بھی نہیں...... ارے کہاں ہے آخر...... مل گیا...... مل گیا بھلا کیا؟

ج:۔ تمہاری عینک ہے نا۔

س:۔ شمائلہ آپی بتایئے چپکے سے کسی کے کان کے پاس منہ کر کے ڈرانا (ہپ کرنا) کیسا لگتا ہے؟

ج:۔ تمہیں بڑا تجربہ ہے بھئی۔

س:۔ ارے واہ آپ کے پاس تو بہت مزہ آتا ہے میں تو اب روز آؤں گی؟

ج:۔ پر مٹھائی کے ساتھ۔

ناہید چوہدری...... احسان پور

س:۔ آپی ہماری طرف سے نیا سال بہت بہت مبارک ہو کہتے ہیں رونے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور ہنسنے سے کیا ہوتا ہے؟

ج:۔ ہنسنے سے بوجھ اور بڑھ جاتا ہے آزما کر دیکھ لو۔

س:۔ آپی امید کو ٹوٹنے سے کیسے بچایا جا سکتا ہے؟

ج:۔ مضبوط رسی سے باندھ کر رکھوا دے۔

س:۔ سردیاں جنوری میں ہی کیوں ہوتی ہیں آپی اور کیا آپ کے دانت بھی سردیوں میں بجتے ہیں یا وہ کمبل پر پڑے ہوتے ہیں؟

ج:۔ ہمیں اپنی مثال نہ دو بھئی۔

س:۔ آپی معصوم اور بے وقوف میں کیا فرق ہے؟

ج:۔ وہی جو آپ بے وقوف اور ہم معصوم میں ہے۔

س:۔ وقت کے پنچھی کو کیسے قابو کروں؟

ج:۔ اس کو تو بس بے لگام ہی رہنے دو۔

رضیہ یاسین...... جتوئی

س:۔ سلطنت ہم سے پوچھے کی ملکہ عالیہ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں؟

ج:۔ اجازت ہے۔

س:۔ ملکہ عالیہ کے حضور آداب عرض بجالاتے ہیں؟
ج:۔ آہم..... ذرا زور سے بجائیں.....
س:۔ ہم اپنے دکھ پر تڑپ اٹھتے ہیں جب دوسروں کو دکھ دیتے ہیں تو محسوس کیوں نہیں کرتے؟
ج:۔ عینک لگا کر دیکھو گی تو محسوس ہوگا نا۔
س:۔ ملکہ عالیہ دعا کریں خدا ہمارے وطن کی حفاظت کرے ہم سب پاکستان میں رہنے والوں کو ہدایت دے؟
ج:۔ آمین دعا کے ساتھ عمل بھی شرط ہے۔

نصرت عارف

س:۔ شمائلہ آپی کیسی ہو آپ؟
ج:۔ ہم تو ٹھیک ہیں اپنی سناؤ۔
س:۔ آپی رشتے اگر بوجھ بن جائیں تو؟
ج:۔ اپنا بوجھ کسی اور پر لاد دو۔
س:۔ آپی آپ کو کیا لگتا ہے کہ ہمارے ملک کی حالت کب ٹھیک ہوگی۔
ج:۔ جب تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔
س:۔ اتنی سردی ہے کم از کم ایک کپ چائے ہی دے دیں اور اوپر سے آپ نے ہمیں باہر کھڑا کیا ہے۔
ج:۔ چائے والے کو کہہ دیا ہے وہ چائے دے کر پیسے لے جائے گا اب تو خوش نا۔

چاہت..... ڈنگہ، گجرات

س:۔ پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں اور کیسی ہیں آپ؟
ج:۔ اور ہم ٹھیک ہیں اور آپ خوش آمدید۔
س:۔ آپی جب کوئی اپنا دور چلا جائے اور دل اس کے لیے اداس ہو تو.....؟
ج:۔ دل کی سنو گی تو پاگل ہو جاؤ گی۔
س:۔ جب آپ کسی سے بے انتہا پیار کرتے ہیں اور وہ یقین نہ کرے تو؟
ج:۔ تو اسے بھاڑ میں ڈال دینا چاہیے۔
س:۔ آپی میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو بے انتہا خوشیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے آمین، ایند اللہ حافظ۔
ج:۔ آمین اور یہی دعا آپ کے لیے بھی۔

نادیہ عباس دیا..... موسیٰ خیل میانوالی

س:۔ آپی کیا حال ہیں، ہم بفضل خدا ٹھیک ہیں؟
ج:۔ ہم بھی ٹھیک ٹھاک ہیں الحمدللہ۔
س:۔ آپی اگر کوئی اپنا بے وفا ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج:۔ تو فوری انگور ڈاٹ کام پر وزٹ کرنا چاہیے۔
س:۔ آپی انہیں منانے کا کوئی طریقہ تو بتائیں؟
ج:۔ اپنی آواز میں کوئی دوگانا سنا دو۔
س:۔ اچھا آپی اجازت دیں سانسوں نے وفا کی تو پھر ملیں گے، اللہ نگہبان۔
ج:۔ اللہ حافظ۔

پلوشہ گل..... کوٹ ادو

س:۔ پہلی بار اس سلسلے میں شرکت کر رہی ہوں خوش آمدید نہیں کہیں گی اپیا؟
ج:۔ خوش آمدید اور آتی جاتی رہنا۔
س:۔ اگر سچ اور جھوٹ کا پتا چلانا ہو تو کیسے چلائیں گے؟
ج:۔ اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاؤ۔
س:۔ جب انسان خود کو تنہا اور بے بس محسوس کرے تو کیا کرے؟
ج:۔ اپنی دوست کے نمبر پر ایزی لوڈ کرا دو تنہائی ختم ہو جائے گی۔
س:۔ اپیا مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا؟
ج:۔ کون سی والی دعاؤں میں۔

سلمیٰ فہیم گل..... کراچی

س:۔ السلام علیکم کیا حال ہیں؟
ج:۔ وعلیکم السلام ہم ٹھیک ہیں اپنی سناؤ۔
س:۔ بہت مس کرتی ہوں آپ کو آنچل کو کیا آپ نے کیا؟
ج:۔ ہم تو ہمیشہ ہی تمہیں یاد کرتے ہیں بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے.....
س:۔ سردی کی ابتدا ہوگئی ہے خود کو گرم رکھنے اور غصے کو سرد کرنے کا کوئی آسان سا نسخہ تو بتائیں؟
ج:۔ ایک اچھا سا لون کا سوٹ پہن کر چھت پر جا کر کھڑی ہو جاؤ بس.....
س:۔ شوہر حضرات اپنی بیویوں کو میکے جانے سے کیوں روکتے ہیں اگر چلی جائیں تو زیادہ دن رہنے کیوں نہیں دیتے؟
ج:۔ میکے جا کر کہیں وہ آرام پسند نہ ہو جائیں اس لیے۔
س:۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور دعا کیجیے گا کہ میں آنچل میں باقاعدگی سے آتی رہوں پلیز اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہمارے ملک کو بھی آمین؟
ج:۔ آمین..... خوش رہو اپنے سرتاج کے ہمراہ۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

م الف سوات سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر بال ہیں داغ دھبے بہت ہیں اور میرے سر کے بال بہت زیادہ گر رہے ہیں کمزور بہت ہیں۔
محترمہ آپ 1500 روپے کا منی آرڈر کلینک کے پتے پر ارسال کریں۔ بال ختم کرنے والا APHRODITE اور سر کے بال پیدا کرنے والا HAIR GROEWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے دونوں مسئلے حل ہوں گے۔
عائشہ رحمان شیخوپورہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے پیشاب بہت آتا ہے سیلان الرحم کی شکایت ہے ماہانہ نظام خراب ہے کئی ماہ بعد آتا ہے۔
محترمہ آپ SENECIOAUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
آرزو رابعہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے ہونٹ کے اوپر کیلیں بہت زیادہ ہیں جسم پر بال بہت ہیں۔
محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور OLIUMJACC 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ لیں۔ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں بال ختم کرنے کے لیے APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔
دائرہ دین پناہ مظفر گڑھ سے لکھتے ہیں کہ میری شادی کو تین سال ہوگئے ہیں اولاد سے محروم ہوں میرے ٹیسٹ میں نقص بتایا جاتا ہے۔
محترم آپ DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
شاہد عمیش گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔
محترم آپ SALIXNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
عائشہ نور گجرات سے لکھتی ہیں کہ بڑی امید سے خط لکھ رہی ہوں۔ سردی گرمی ہر وقت نزلہ رہتا ہے ایک سال پہلے میری جلد بہت اچھی تھی اب چہرہ پر دانے بھی نکلتے ہیں۔
محترمہ آپ SULPHUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں۔
ن س رجانہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں بہت ہیں میرا رنگ بہت گورا تھا اب نہیں ہے بھائی کو بھی چھائیاں ہو رہی ہیں۔
محترمہ آپ BERBARISAQUI-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
حافظ عبداللہ پیراں سے لکھتے ہیں کہ میرا جسم بہت زیادہ دبلا پتلا ہے۔ خون کی کمی ہے آنکھوں میں اندھیرا آجاتا ہے۔
محترم آپ CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
صائمہ خوشاب سے لکھتی ہیں کہ میرے گلے کا مسئلہ ہے گلے میں درد ہوتا ہے کانٹے سے چبھتے ہیں۔
محترمہ آپ BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
مونا گل ہری پور سے لکھتی ہیں کہ گردوں میں ورم تکلیف اور پتھری ہے اور ہیئر گرور استعمال کرنے کے باوجود بال گر رہے ہیں۔
محترمہ آپ EPIGIA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں اس سے۔

آپ کا گردوں کا مسئلہ درست ہو جائے گا بالوں کا مسئلہ یہ ہے کہ جو بال جڑیں چھوڑ چکے ہوتے ہیں وہ گر جاتے ہیں۔ اب کی جگہ نئے مضبوط اور لمبے گھنے بال پیدا ہوں گے۔ ACID FLUOR 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

انیقہ خالد شیخو پورہ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں اور بہت چھوٹے بھی ہیں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں اپنا پتا مکمل لکھیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے لمبے گھنے اور خوب صورت بال پیدا ہوں گے۔

فرزانہ حنا شیخو پورہ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال نا صرف گرتے ہیں بلکہ سفید بھی ہو رہے ہیں میرے کندھوں اور سر میں بھی درد ہوتا ہے۔ پچھلے سال APHRODITE منگائی تھی گرمی کی وجہ سے استعمال نہیں کرسکی۔

محترمہ آپ BELL-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے۔ گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے مضبوط اور خوب صورت بال پیدا ہوں گے۔

طیبہ وقار شیخو پورہ سے لکھتی ہیں کہ بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کرا کر مایوس ہو چکی ہوں بڑی امید کے ساتھ آپ کو لکھ رہی ہوں میرے مسئلے حل کردیں۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور NUXVOM 30 کے پانچ قطرے دوپہر رات کو لیں ان شاء اللہ مسائل حل ہو جائیں گے۔

محمد عاصم لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرے بھائی کے چہرے پر دانے ہیں معدہ میں گرمی ہے دوسرے میرے سر کے سامنے والے بال غائب ہیں کیا۔ HAIR GROWER کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔

محترم آپ بھائی کو GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ بالوں کے لیے کلینک سے ہیئر گروور منگوالیں پورے سر پہ مالش کیا کریں۔

تنزیلہ شکیلہ گجرات سے لکھتی ہیں کہ ہمارے بال بہت گر رہے ہیں آپی کے سر پہ پھوڑے نکلے تھے ان جگہوں پر بال نہیں نکلتے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپی کو ACID FLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور دو بوتل ہیئر گروور منگالیں دونوں استعمال کریں۔ انشاء اللہ لمبے گھنے اور مضبوط بال پیدا ہوں گے۔

مہرو فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ اس دوران آپ وزن کم کرنے کی کوئی دوا استعمال نہ کریں۔

بشیر احمد لاہور سے لکھتے ہیں کہ میں ایسڈ فاک استعمال کر رہا ہوں مگر فائدہ نہیں ہوا کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں

عبدالقدوس ملتان سے لکھتے ہیں کہ 600 روپے منی آرڈر کر رہا ہوں برائے مہربانی ہیئر گروور بھیج دیں۔

محترم آپ کو ہیئر گروور ارسال کیا جاچکا ہے امید ہے پہنچ گیا ہوگا۔

اقرا شہزادی حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے پیشاب کا مسئلہ ہے بستر خراب ہو جاتا ہے۔

محترمہ آپ CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

وجاہت رسول ملتان سے لکھتے ہیں کہ میں کم عمری سے ہی بری عادت میں مبتلا ہو گیا تھا اس کی وجہ سے بہت خرابی پیدا ہوگئی ہے۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ت ش کھاریاں سے لکھتی ہیں کہ میرا پورا جسم کالا ہے جھریاں بھی ہیں۔

محترمہ آپ JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن بعد پیا کریں اس طرح 6 ماہ مکمل کرلیں ان شاء اللہ رنگ صاف ہو جائے گا۔

نور جہاں بیگم سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہوگئی ہیں بہت بری لگتی ہیں۔

محترمہ آپ BERBARISAQUIF-Q کے پانچ قطرآدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

منظور احمد ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب کی تکلیف ہے پیشاب رک رک کر آتا ہے کبھی بند ہو جاتا ہے بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ SABALSERULATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

گلزار احمد ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میں نے موٹاپے کے لیے PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی رہا ہوں مگر وزن کم نہیں ہو رہا میں کیا کروں۔

محترم آپ فائی ٹولا کا کے ساتھ FUCUSVES-Q کے دس قطرے ملا کر پیا کریں۔

عالمگیر خان سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری بیگم نے BREAST BEAUTY استعمال کیا تھا بہت اچھا رزلٹ تھا۔ استعمال چھوڑنے کے بعد دوبارہ مسئلہ ہو رہا ہے۔

محترم آپ نے علاج ادھورا چھوڑ دیا ہوگا دو تین بوتل تک استعمال کرلیں مکمل خوبصورتی بحال ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ پھر دوبارہ ضرورت نہیں پڑے گی۔

دلشاد بیگم ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ انلارجمنٹ آف یوٹرس کی شکایت ہے۔ ڈاکٹر آپریشن کا مشورہ دیتی ہے میں آپریشن نہیں کرانا چاہتی۔

محترمہ آپریشن تو آخری علاج ہے آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

انوشہ گل خان پشاور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں مردوں کی طرح بڑھتے ہیں۔

محترمہ آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اپنا پتا مکمل لکھیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام APHRODITE ضرور لکھیں یہ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس پر لکھی ہوئی ترکیب استعمال کے مطابق استعمال کرنے سے بال مستقل طور پر ختم ہو جائیں گے۔

رضیہ سلطانہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے کا قد چھوٹا ہے عمر 16 سال ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ بیٹے کو CALCPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن آدھا کپ پانی میں ڈال کر پلائیں تین ماہ یہ کورس مکمل کرادیں۔

ماہ جبیں سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے موٹاپے کا مسئلہ ہے عمر 20 سال ہے وزن 80 کلو ہے میں بہت

زیادہ پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

گل وش وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میری ٹانگوں پنڈلیوں میں درد رہتا ہے بہت علاج کیے ٹھیک نہیں ہوگا۔ بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ MAGPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

محمد عدنان شاہد لکھتے ہیں کہ میرے جسم پر خارش ہوتی ہے کھجانے سے خون نکل آتا ہے۔

محترم آپ PETROLIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

محمد احمد گجرات سے لکھتے ہیں کہ میرے جسم پر سوکھی خارش ہوتی ہے کوئی دانہ زخم نہیں ہے۔

محترم آپ DOLICUS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سلیم احمد قریشی بدین سے لکھتے ہیں کہ سوتے میں کپڑے خراب ہوجانے کی شدید تکلیف ہے حالانکہ کبھی کسی برے فعل میں نہیں پڑا پھر نہ جانے کیوں مجھے یہ شکایت ہے۔

محترم آپ SALXNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مکرم خان جہلم سے لکھتے ہیں کہ مجھے ہر وقت مادہ رستا رہتا ہے ذرا بھی کوئی منظر دیکھوں یا خیال آجائے تو یہ مسئلہ بڑھ جاتا ہے۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ڈاکٹر ممتاز حنیف منڈی بہاؤالدین سے لکھتے ہیں کہ ہم آپ کے کالم سے بہت زیادہ فیض یاب ہوتے ہیں اور اپنے مریضوں کو شفا پہنچاتے ہیں مگر دیکھا گیا ہے کہ آپ ہمیشہ چھوٹی پوٹینسی میں دوا تجویز کرتے ہیں بڑی پوٹینسی استعمال نہیں کرتے ایسا کیوں ہے۔

محترم بڑی پوٹینسی میں اپنی نگرانی میں استعمال کراتا ہوں۔ اس کا ایکشن تیزی سے ہوتا ہے تو مشاہدہ کے لیے مریض کا سامنے ہونا ضروری ہے۔

گل زمان خان ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نسیم فاطمہ کھاریاں سے لکھتی ہیں کہ سیلان الرحم کی شکایت ہے ٹانگوں تک بہہ جاتا ہے کمزوری بہت زیادہ ہوگئی ہے۔

محترمہ آپ ALUMINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

خرم میاں حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ ہیئر گروور کے لیے 600 روپے لفافہ میں ارسال کیے تھے دوا ابھی تک نہیں پہنچی۔

محترم رقم والا لفافہ شاید ہی کبھی پہنچتا ہے رقم ہمیشہ منی آرڈر کیا کریں۔ ڈاکخانہ سے معلوم کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021-36997059 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا:۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75، کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

وزن پر کنٹرول

کیا یہ ممکن ہے کہ آپ موٹے بھی رہیں اور فٹ بھی رہیں؟ ہرگز نہیں۔ موٹاپا آپ کو تباہ کرکے رکھ دیتا ہے آپ پہلے گداز ہوتے ہیں پھر موٹے ہوجاتے ہیں۔

اس مسئلے کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے اپنے وزن پر کنٹرول اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے ہم جب بھی ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو اپنے وزن کا اندازہ لگانے کے لیے وزن کرنے والی مشین پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔

یہ سمجھ لیں کہ موٹا آدمی دبلے آدمی کی بہ نسبت زیادہ تیزی کے ساتھ اپنی موت کی طرف بڑھنے لگتا ہے یہاں تک کہ عام سا موٹا آدمی بھی ہائی بلڈ پریشر، شوگر اور دل کے امراض کا شکار رہتا ہے (کینسر بھی ہوسکتا ہے)۔

موٹے ہونے کا مطلب ہے کہ فالتو چربی کمر کے اردگرد یا پیٹ پر جمع ہونے لگتی ہے۔ یہ چربی Fattyacid خارج کرتی ہے جو براہ راست جگر تک جاتا ہے اور انسولین کے نظام کو ڈسٹرب کردیتا ہے اور گلوکوز توانائی کے لیے پیدا نہیں ہو پاتا۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ انسولین پیدا ہونے لگتی ہے اس کے علاوہ زائد گلوکوز کی پیداوار ہائی بلڈ پریشر، شوگر اور HDL کی سطح میں کمی کا سبب بن جاتا ہے اس طرح یکے بعد دیگرے کئی امراض پیدا ہونے لگتے ہیں۔

موٹاپے پر قابو پانا کوئی اتنا دشوار نہیں ہے۔ سلم ہونے کا طریقہ بہت آسان ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ انہیں کتنی کیلوریز حاصل کرنی ہیں اور کتنی خرچ کرنی ہیں۔

اور بس اس پر عمل کرنے سے صورت حال میں انتہائی ڈرامائی تبدیلی آسکتی ہے۔ وزن کو کم کرنے اور سلم رہنے کا طریقہ اس علم سے مربوط ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کھانے پینے کی کس چیز میں کیلوریز بہت زیادہ ہیں کس میں بہت کم ہیں اور کس میں بالکل بھی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ موٹاپا کم کرنے کے لیے ڈائٹنگ پر ہوں اس کے باوجود آپ کے وزن کے کم نہ ہونے کا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اپنی خوراک میں کیلوریز کا اندازہ نہیں ہورہا ہے۔ پچھلے چند عشروں میں کھانے پینے کی چیزوں میں بہت تبدیلیاں آئی ہیں۔ لائف اسٹائل تبدیل ہوا ہے ہم طرح طرح کی فیشن زدہ چیزیں استعمال کرنے لگے ہیں جن کے اثرات ہماری صحت پر پڑ رہے ہیں۔

ماہرین غذائیت کا یہ مشورہ ہے کہ آپ کی خوراک میں کم از کم 25 فیصد تازہ سبزیاں ضرور ہونی چاہئیں اور اس کے ساتھ دس سے پندرہ فیصد پھل اس کے بعد ڈیری کی مصنوعات اور چکن وغیرہ صرف دس فیصد۔ اس کے علاوہ میٹھا، تیل، گھی وغیرہ کسی بھی طرح پانچ فیصد سے زیادہ نہ ہو۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ آپ خود کو موٹاپے سے بچاتے، فٹ رہنے اور عارضہ قلب سے دور رہنے کے لیے متوازن خوراک کے ساتھ ساتھ ورزشوں کا عادی بنالیں (وہ ورزشیں جو ہلکی پھلکی ہوں اور دل کے مریضوں کو جن کی ہدایت کی گئی ہو) یعنی آپ کو اپنے لائف اسٹائل میں تبدیلی لانی ہوگی حتیٰ کہ بہت عام سی ورزشیں بھی خوش گوار اثرات مرتب کرتی ہیں اور اس کے بے پناہ فوائد ہیں۔ جیسے پیدل چلنا اس کے لیے آپ کو زیادہ وقت بھی درکار نہیں ہوتا روزانہ کا ایک گھنٹہ بھی بہت ہے۔ ورزش جسم کی دوا ہے اور اچھی صحت خدا کی نعمت ہے تحفہ ہے۔

آپ نے ایسے کئی جاننے والوں کو بھی دیکھا ہوگا جنہوں نے مختلف ترکیبوں سے اپنے وزن کم کرلیے ہوں گے خاص غذائیں استعمال کی ہوں گی دوائیں کھائی ہوں گی ایسی جگہوں پر گئے ہوں گے جہاں گارنٹی کے ساتھ وزن کم کیے جاتے ہیں اور ان کے وزن کم بھی ہوگئے ہوں گے۔ ایسی ترکیب کا اثر فوری طور پر ہوا کرتا ہے یعنی دیکھتے ہی دیکھتے وزن کم ہوجاتا ہے لیکن سائنس دانوں کے نزدیک اس قسم کے فارمولے بہت نقصان دہ ہوا کرتے ہیں آپ اپنے وزن کو کم کرنے کے لیے جادوئی طریقوں کا سہارا نہ لیں وہ استعمال کرتے رہیں جو آہستہ آہستہ آپ کے وزن کو کم کرتا ہے۔

اپنی توانائی کو ایسی دواؤں اور غذاؤں سے ضائع نہ کریں آپ چند ہفتوں تک ایسی دوائیں لیتے ہیں جس سے آپ کا جسم سکڑنا شروع ہوجاتا ہے لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ اس طرح آپ خود کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں۔ دوسری طرف جہاں آپ نے یہ سلسلہ ختم کیا وہیں سے آپ کا جسم دوبارہ پہلے کی طرح موٹا ہونا شروع ہوجاتا ہے اس لیے کبھی بھی کسی جادوئی فارمولے پر عمل نہ کریں بلکہ کوشش کریں کہ ماہر غذائیات کے تجویز کردہ مشوروں کے مطابق آپ کے وزن میں ایسی کمی ہو جو ہمیشہ برقرار رہے۔

ایک زمانہ تھا کہ جب صحت کے بارے میں اتنی زیادہ آگاہی نہیں ہوتی تھی اس وقت شاید موٹاپے کو اچھا سمجھا جاتا ہو اور موٹے لوگوں کو صحت مند تصور کیا جاتا ہو لیکن آہستہ آہستہ جب آگاہی ہوتی چلی گئی تو پتا چلا کہ یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔

بہت سے لوگوں میں وزن کی حساسیت ہوا کرتی ہے یعنی وہ ہر وقت اپنے وزن کی طرف سے پریشان رہتے ہیں اور یہ احساس خاص طور پر خواتین میں بہت زیادہ ہوا کرتا ہے لیکن اب مردوں میں بھی ہونے لگا ہے۔

موٹاپا تین طرح کا ہوا کرتا ہے' موٹا' زیادہ موٹا اور بہت زیادہ موٹا۔ موٹا ہو جانا ایک عام سی بات ہوتی ہے' یہ عام طور پر زیادہ کھانے کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی عام طور پر جو توانائی (کیلوریز) حاصل کی جاتی ہیں وہ خرچ نہیں ہو پاتیں اور جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اگر یہ موٹاپا 65 فیصد سے زائد ہو جائے تو یہ بہت خطرناک ہو جاتا ہے اور اس کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی بنیادی وجوہات معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کا علاج کیا جاتا ہے' اس علاج کے لیے جو گولیاں دی جاتی ہیں وہ فائبر Coated ہوتی ہیں اور ان میں کیلوریز نہیں ہوتیں' ان گولیوں میں Guar Gum کا بھی جز ہوتا ہے جو بھوک کو کنٹرول کرنے میں مدد دیتا ہے۔

یہ دوائیں دماغ کو کنٹرول کرکے بھوک کی خواہش کو کم یا ختم کردیتی ہیں لیکن چند حالتوں میں ان کا استعمال خطرناک بھی ہو جاتا ہے جنہیں ہائی بلڈ پریشر' دل کی بیماریاں' ذیابیطس' Glaucoma تھائی رائڈ اور گردوں کی پرابلم ہیں۔ آج بھی ایسی کوئی واحد دوا نہیں ہے جو موٹاپے کو کنٹرول کرسکتی ہے ان دواؤں سے جو وزن کم ہوتا ہے وہ صرف عارضی یا وقتی طور پر ہوتا ہے اور اگر ان دواؤں کے استعمال کو ترک کردیا جائے پھر موٹاپا پہلے کی طرح واپس آجاتا ہے۔

یاد رکھیں اگر موٹاپا زندگی بھر کے ساتھ ہے تو علاج بھی زندگی بھر ہونا چاہیے۔ ایک ماہر کا یہ کہنا ہے کہ آپ اپنی خوراک پر بھی دھیان دیں ایسا نہ ہو کہ کم کھانے کے چکر میں آپ بالکل ہی بے پروا ہو جائیں اور آپ کے جسم کو وٹامنز اور منرلز وغیرہ کی جو ضرورت ہے وہ حاصل نہ ہو۔

آج کل اس قسم کے بہت دعوے کیے جارہے ہیں' آیئے ہم سے موٹاپا کم کروالیں' کوئی ورزش نہیں' کوئی ڈائٹ نہیں' کوئی سائیڈ افیکٹ نہیں لیکن بدقسمتی سے اس قسم کے دعوے کرنے والوں کو یہ احساس نہیں ہے کہ وہ اپنے کسٹمر کو کس مصیبت میں ڈال رہے ہیں۔

چند ایک مستند کمپنیوں کی دواؤں کو چھوڑ کر باقی دواؤں میں اجزا ہی نہیں لکھے ہوتے کہ ان میں کیا کیا اجزا شامل کیے گئے ہیں۔ چند میں لکھے جاتے ہیں لیکن استعمال کرنے والوں کو اس بات سے آگاہی نہیں ہوتی کہ ان دواؤں کا تناسب کتنا ہونا چاہیے۔ ایسی دواؤں میں بعض جز Toxic ہوتے ہیں اور صحت کے لیے بہت خطرناک' چند دواؤں میں پھلوں کا عنصر شامل کردیا جاتا ہے۔ خطرے کی بات یہ ہے کہ یہ دوا میں اگر مسلسل استعمال میں رہیں تو پھر جسم کے پورے اندرونی نظام کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ ان دواؤں کے استعمال کے سلسلے میں ایک بات ہمیشہ یاد رکھی جائے کہ جہاں کسی قسم کا ایکشن ہوگا وہاں ری ایکشن بھی ہوگا۔ ایسی دواؤں کے استعمال کا پورا فلسفہ ہی غلط ہے۔ علاج سے پہلے تین باتوں پر دھیان دینا ضروری ہے وہ فرد جس کا علاج ہو رہا ہے وہ دوا میں جو استعمال کرائی جارہی ہیں اور وہ ماحول جس میں وہ فرد اپنی زندگی گزارتا ہے۔

ایسی دواؤں کا کوئی خاص معیار نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی ایسی دواؤں کا کوئی Clinical گوشوارہ ہوتا ہے یہ بات ہربل اور آیوریدک دواؤں کے حوالے سے ہو رہی ہے یہاں بھی دعوے کیے جاتے ہیں کہ آیوریدک دوائیں بغیر کسی ضمنی اثرات کے کام کرتی ہیں لیکن ایسی بات نہیں ہے یہ بتایا جاچکا ہے کہ ان دواؤں کا نہ تو خاص معیار ہوتا ہے اور نہ ہی باہر کی دواؤں کی طرح ان کے اجزا کی وضاحت کی جاتی ہے۔ ان دواؤں کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کی بے شمار وجوہات ہیں' مثال کے طور پر جڑی بوٹیاں اور مقام کے لحاظ سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی کہ یہ جن پودوں سے حاصل کی گئی ہیں وہ پودے خود صحت مند ہیں یا نہیں۔ اس لیے ان دواؤں میں لاکھانیا پودے کا جز شامل کیا جاتا ہے' اس سے دبلا پن تو شاید آجائے لیکن اس کے ساتھ اس کے ضمنی اثرات بھی تباہ کن ہوتے ہیں جیسے چہرے پر بڑھاپا اور بالوں کا گرنا وغیرہ۔

یہ اثرات دوا میں استعمال کرنے کے بہت دنوں کے بعد ہوا کرتے ہیں اس لیے بہت سے لوگوں کے نزدیک ان اثرات کا آیوریدک دواؤں سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا موٹاپے کی قیمت پر آپ کو یہ مسائل قبول ہیں؟

ثمرین کنول ..... کراچی